بعون صانع مکین و مکان بفضل خلاق زمین و زمان

اردوئے معلی

یعنی

کارنامۂ فصاحت سرمایۂ بلاغت رقعات اردو نجم الدولہ دبیر الملک مرزا نوشہ

اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب

جو بلحاظ زبان دانی تعلیم اطفال کے لیے ایک دستور العمل ہے

احقر الانام سید عبد السلام کے اہتمام سے

مطبع فاروقی واقع دہلی میں سنہ ۱۳۲۶ھ طبع ہو کر مطبوع طباع ہوا ۱۹۰۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[illegible] از تصنیف شاعر شیرین مقال ناثر عدیم المثال جناب میر مہدی [illegible] مجروح شاگرد رشید جناب مرزا اسد اللہ خان غالب
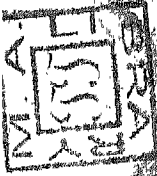
[illegible] آسان نہیں کیونکر بیان ہو اور نعت حضرت سید المرسلین صلعم کا
[illegible] ہے یہ محیط ناپیدا کنار وہاں ذہن نارسا اور فہم نے سر و پا ہے کا
[illegible] ہو پھر اس صورت میں قلم مقطوع اللسان کیا نگارش کرے سوائے
اصل مطلب گزارش کرے اور وہ یہ ہے کہ سخنوران خرد پیشہ اور خردمندان درست اندیشہ خوب جانتے ہیں کہ
ہمیشہ سے کلام عرب کی شیرینی اور زبان عجم کی نمکینی گوش زد خاص و عام ہے اور ہر عقیل و فہیم اسی بات کا
متفق الکلام ہے۔ مگر یہ جو زبان اردو نے ہندوستان میں رواج پایا ہے یہ بھی ترکیب کی خوبی اور حسن کی
[illegible] زبانوں کے ہم پایہ ہے۔ اگر فصحاے عرب و عجم کما حقہ اس زبان کی ماہیت پر عبور پائیں
[illegible] سے زیادہ اس کی تحسین فرمائیں ہر چند ابتداے رواج سے ہر عہد میں کاملان عصر اس
[illegible]ب کی آراستگی و پیراستگی میں سعی فراواں و کوشش بے پایاں کرتے آئے ہیں مگر بفضل الٰہی
[illegible] زبان کی خوبی کا یہ مرتبہ پہنچا ہے کہ بیان سے باہر ہو گیا ہے اب بدر انور بدرجۂ کمال

آگے ہیم زوال ہے خصوصاً زبانِ اہلِ دہلی کہ اُردوئے معلیٰ بولنا ان کا حصّہ ہے ہر چند بعض حضرات کو ا
کا عصہ ہے مگر جو صاحب فہم سلیم و ذہن مستقیم و طبع رسا و مزاج انصاف آشنا رکھتے ہیں وہ اس امر کو
جانتے ہیں معوج الذہن کج رائے یوں ہی باتیں بناتے ہیں بھلا دہلی کا اس قدر کیونکر نہ مرتبہ ہو جس
عدیم النظیر کا یہ شہر مینو بہر مسکن و ماوا ہو جس کی طبع وقاد نے عقد ہائے معانی کو وا کیا ہے جسکے
ذہن نقاد نے پشت و بلند شاہ راہِ سخن کو ہموار و مصفا کیا ہے فصاحت اگر لعل ناب ہے تو وہ اس کی
آب و تاب ہے اور بلاغت اگر گوہر بے بہا ہے تو وہ اس کی آبروئے جوہر فزا ہے معنی اگر گل ہے تو وہ
اس کی شمیم روح فزا ہے اور سخن اگر آئینہ ہے تو وہ اس کی صیقل جلوہ نما ہے۔ اس کا سینہ گنجینۂ
نکاتِ حکمیہ کا گنجینہ اس کا قلب باصفا اسرارِ علمیہ کا دفینہ شعر و شاعری کی اس کی ذات نے رونق
[illegible] اُردو نے اس کی زبان پر گزر کر عزت پائی ہے جس قدر تعریف کہ [illegible]
[illegible]
[illegible] کی خوبیوں کا ایک ادنیٰ شمّہ ہے میرا استاد کہ ہے جس [illegible]
[illegible] کا ظہور اور نظیری کا نظیر حضرت کا جو سخن ہے وہ دُرِ عدن ۔ جو با [illegible]
یہ نثر کی رنگینی ۔ یہ نظم کی شیرینی ۔ یہ غزل کی فصاحت ۔ یہ قصیدہ کی متانت یہ لفظوں کی
محجوبی ۔ یہ ترکیب کی خوش اسلوبی ۔ یہ جدتِ معانی ۔ یہ طلاقتِ لسانی ۔ یہ سلاستِ عبارت ۔ یہ
روانی مطالب دیکھئے سُنئے سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں ۔ باتیں ہیں کہ مصری کی ڈلیاں ہیں
نثر نثرہ نثار پر نظم انجم قربان ۔ حسنِ تقریر پر تحریر شعاع سے نثار کرنے کو آفتاب ندیدا ماں ۔ گفتہ ا
شکر بار کو جادو کہوں سحر کہوں حیران ہوں کیا کہوں لا حول و لا قوۃ کیا سودا
کرتا ہوں کیا جادو ہے کیا سحر کا اثر ہے ۔ گفتارِ اعجاز طراز کے رشک سے ہندوستا
نہ سحر ہے ہاں بابل کے کسی کونے میں چھپا ہو تو کیا خبر ہے بھلا اس عبارتِ فصاحت

بیان ہے جس کی صفائی استعارات کی خجلت سے دُر شاہوار پانی پانی جس کی رنگینی فقرات سے جگر خون لعل رمانی
نہیں نہیں یہ ستایش کچھ سرمایۂ نازش نہیں۔ کیا موتی کیا لعل ان کی وجہ قدر و مقدار یعنی آب و تاب ایک تغیر
میں نایاب ہے۔ اور یہ قیامت تک یکساں۔ تہیدستانِ سرمایۂ سخن کو فیض رسانِ عبارت متین کی کیفیت دیکھ کر
جانیں تو کیا فلاطون خم نشین کے نشے ہرن ہوتے ہیں اور اُس کے ادراکِ غوامض میں اپنی عقل و خرد
کھوتے ہیں جہاں ایسے لیسے سرخوشانِ خمستانِ معنی جرعہ خوار بادہ گلفام وارفتۂ حسن بیان سے سرشار
ہوں پھر ہم سے نارسیدہ اُس سخن کی مطالب کیا پائیں کہاں سے ایسی قوتِ متخیلہ لائیں سوا اس کے
کہ یہ راہ باریک دیکھ کر قدم لڑکھڑائیں اور اپنی نافہمی پر عرقِ انفعال میں غوطہ کھائیں۔ مگر افسوس کہ
اس جنسِ گران ارز کا کوئی خریدار نہ ہوا اور اس یوسفِ مصرِ سخندانی کا کوئی طالب نہ [illegible]
[illegible] حضرت کا ظہور حضرت اکبر شاہ کے عہد میں ہوتا شاہ عباس دارائے ایران کے عصر میں
اپنا نظیر دیکھ لیتا تھا [illegible] ظہوری کو فنِ شعر میں اپنا حریفِ غالب نظر آجاتا۔ خیر اب ہم یوں دل خوش کرتے
کہ اگر حضرت ان ایام سابق میں زینت بخشِ جہان ہوتے تو ہم کہاں ہوتے یہ ہمارے طالع کی خوبی
یہ ہماری خوش نصیبی [illegible] ایسے منتخب روزگار کے جمالِ باکمال سے مقتبسِ انوارِ فیض ہوئے اور شرف
قدمبوسی سے بہرہ اندوز۔ جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب سخندانِ پیشینہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا
کلام سُن لیا سب کا کلام سُن لیا۔ مثبت میرے قول کی یہ اردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ
ممتنع النظیر ہے۔ اس اردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے روح کو اہتزاز ہے جو کہ بعد تکمیل ہو جانے
کلیاتِ نظم و نثر فارسی کے وہ ہر ایک زیبندۂ گوشِ فصاحت و پیرایۂ گلوے بلاغت ہے اور ہندوستان
سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج کے وردِ زبان بعزت ہے حضرت کی اس طرزِ نو ایجادِ اردو سے
لگاؤ ہے اور خط کتابت میں اسی کا برتاؤ ہے۔ جناب نقیبی پیرو دست نے اس نمکِ ہندی کا
مزہ چکھا ہر ایک سرمایۂ لذتِ مائدۂ سخن سمجھ کر طلبگار خواستگار ہوا اسی واسطے منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

کہ یہ صاحب اخلاق و مروّت میں یکتا اور علم دوست و ہنر آشنا ملازمین معززین سرکار سے ہیں۔ اور اب پنشندار ہیں۔ علم فارسی کو خوب جانتے ہیں اشعار بھی اُسی زبان میں فرماتے ہیں منشی صاحب کے اشعار قابلِ دید ہیں جناب مرزا صاحب قبلہ کے شاگردِ رشید ہیں۔ چنانچہ خود جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں ؎ در معرکہ تیغیم کہ جوہر داریم ٭ اُن کی طبع والا نے یہ اقتضا کیا کہ یہ گہرہاے شب افروز سلکِ تحریر میں منسلک ہو کر زینت بخش عروسِ سخن ہوں اور یہ گلہاے پراگندہ جمع ہو کر ایک جا گلدستہ ہوں تا اس کی روائح رُوح پرور سے دماغ نکتہ سرایان بحیرت چمن ہو اس واسطے

میر فخرالدین صاحب مہتمم اکمل المطابع دہلی

نے سعی بے پایاں اور لالہ بہاری لال صاحب منشی مطبع مذکور نے کوشش فراوان سے اکثر خطوط جمع کیے اور قصدِ انطباع کیا اور **اُردوے معلّی** نام رکھا گیا اور ان خطوں کو دو حصّوں پر منقسم کیا۔ پہلے حصّہ میں صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیے تا طلباے مدرسہ فائدہ اُٹھائیں۔ دوسرے حصّہ میں مطالبِ مشکلہ کی تحریر اور تقریظ وغیرہ لکھی تا سخنوران معنی یاب اُس کے دیکھنے سے مزا پائیں اور منشی صاحب موصوف نے اس ہیچمدان خاکسار **مجروح** دل فگار سے اس کا دیباچہ لکھنے کو فرمایا۔ بندہ یہ سن کر حیران ہوا کہ یا ربّ دُرِّ شہوار کے سامنے خزف ریزوں کا کیا اعتبار اور لعل و زمرد میں پتھر کے ٹکڑوں کا کیا وقار مگر اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب سمجھ کر اور اپنے کو اسی خوانِ نعمت کا ذلّہ چین جان کر یہ چند سطریں لکھیں بقول **عُرفی**

چو ذرّہ گر حقیریم نیستیم ایں بس	کہ آفتاب بود نقطۂ مقابلِ ما

حصۂ اوّل

رقعہ بنام نواب میر غلام باباخان بہادر

نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ فقیر اسد اللہ عرض کرتا ہے کہ آپکے خط کے آنے نے میری آبرو بڑھائی۔ حق تعالیٰ تمھیں سلامت رکھے ۲۶ درفش کاویانی کی رسید پہنچی۔ بموجب ارشاد کے ایک اور بھیجونگا۔ قبلہ غرض شہرت ہے۔ اس قلمرو میں مَیں نے جلدیں تقسیم کی ہیں اُس ملک میں آپ بانٹ دیں۔ اتنی میری عرض قبول ہو کہ بڑودہ گجرات میں سید احمد حسن صاحب مودودی اور میر ابراہیم علیخاں صاحب کو ایک ایک جلد بھجوا دیجیے گا۔ اور چھ جلدیں مولانا سیف الحق کو عطا کیجیے گا۔ کہ وہ اپنی دوستوں کو بھجوا دیں۔ خواجہ بدر الدین خاں میرے بھتیجے نے بوستان خیال کو اردو لکھا ہے اُس کا ایک اشتہار اور یہاں ایک اخبار نیا جاری ہونیوالا ہے اُسکے دو اشتہار اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں آپ یا آپکے احباب میں سے کوئی صاحب کتاب کے یا اخبار کے خریدار ہوں تو اشتہار کے مضمون کے مطابق عمل میں لائیں والسلام مع الاکرام میاں سیف الحق سیاح کو سلام ۲۲ مارچ ۱۸۶۶ع

ایضاً سبحان اللہ تعالیٰ شانہ و اعظم برہانہ۔ جناب مستطاب نواب میر غلام باباخاں بہادر سے بتوسط منشی میاں داد خاں صاحب شناسائی بہم پہنچی۔ لیکن واہ اوّل ساغر و دُردی کیا جگرخون کن اتفاق ہے۔ پہلا عنایت نامہ جو حضرت کا مجکو آیا اُس میں خبر مرگ۔ اب میں جو اُس کا جواب لکھوں اور یہ میرا پہلا خط ہوگا لامحالہ مضامین اندوہ انگیز ہونگے نہ نامۂ شوق نہ محبت نامہ صرف تعزیت نامہ صریر قلم ماتمیوں کے شیون کا خروش ہے جو لفظ نکلا وہ سیاہ پوش ہے۔ ہے ہے نواب میر جعفر علیخاں جیسا امیر روشن گہر نام آور مرد شناس اعیان ہند و انگلینڈ وسط جوانی یعنی ۴۴ برس کی عمر میں یوں مرجائے ۔ نخل چمن سروری افتاد ز پا ہائے ۔ ہیچ تو یوں ہے

کہ یہ دہر آشوب غم ہے مجموع اہلِ ہند ماتم دار و سوگوار ہوں تو بھی کم ہے۔ اگرچہ
مگر اس کے سوا کہ مغفرت کی دُعا کروں اور کیا کروں قطعہ سالِ رحلت نواب غفران مآب جب حال خار خار
غم نے خون کیا ہے یوں موزوں ہوا ہے

گردید نہاں مہرِ جہانتاب دریغ ۔ شد تیرہ جہان بچشم احباب دریغ
این واقعہ را ازروے زاری غالب ۔ تاریخ رقم کرد کہ نواب دریغ

ازروے زاری زار ہونے کے عدد بڑھائے جائیں تو ۱۲۸۱ پیدا ہوتے ہیں فہذا المطلوب یک نظم بنام
منشی میاں داد خاں صاحب کو سلام یکشنبہ بست و یکم ربیع الاول ۱۲۸۱ہ ہجری مطابق ششم ستمبر ۱۸۶۳ء

ایضًا نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عنایت فرمائے مخلصان ادام مجدہٗ۔ شکر یاد آوری و
قدردان پروری بجالاتا ہوں۔ پہلے اس سے آپکا موقت نامہ پہنچا ہے۔ وہ میرے خط کے جواب میں تھا
اُس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ پرسوں میاں سیف الحق کا خط پہنچا۔ خط کیا تھا خوانِ دعوت تھا میں نے
کھانے بھی کھائے میوے بھی کھائے۔ ناچ بھی دیکھا گانا بھی سُنا۔ خدا تمکو سلامت رکھے کہ اس
نالائق درویش گوشہ نشین پر اتنی عنایت کرتے ہو صاحب ریاست و امارت میں ایسے جھگڑے
بہت رہتے ہیں میں بسبب فرطِ محبت اخبار میں تمھاری افزایش عزّ و جاہ دیکھکر بہت خوش ہوا اور
تمکو تہنیت دی۔ ظفرنامۂ ابد۔ بہت مبارک لفظ ہے۔ انشاء اللہ العظیم ہمیشہ مظفر و منصور ہوگے

کارت بجہان جملہ چنان باد کہ خواہی نجات کا طالب غالب شنبہ ۲ اپریل ۱۸۶۷ء

ایضًا۔ جناب سید صاحب قبلہ بعد بندگی عرض کرتا ہوں کہ عنایت نامہ آپ کا پہنچا آپ جو فرماتے
ہیں کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر۔ آگے اتنی طاقت باقی تھی کہ بیٹھے لیٹے کچھ لکھتا تھا
اب وہ طاقت بھی زائل ہوگئی۔ ہاتھ میں رعشہ پیدا ہوگیا۔ بینائی ضعیف ہوگئی۔ متصدی نوکر رکھنے
کا مقدور نہیں۔ عزیزوں۔ دوستوں میں سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو میں مطلب کہتا گیا

در وہ لکھے گئے یہ حسنِ اتفاق ہے کہ کل آپ کا خط آیا۔ آج ہی ایک دوست میرا آگیا کہ یہ سطریں لکھوا دیں اور
یہ آپ فرمائیں کہ منشی میاں داد خاں سے مجھے قطعِ محبت ہو گیا ہے۔ منشی صاحب کی محبت اور ان کے توسط
سے آپ کی محبت دل و جان میں اس قدر سما گئی ہے۔ جیسا اہلِ اسلام میں ملکہ ایمان کا۔ پس ایسی محبت کا
موقوف ہونا کبھی ممکن نہیں۔ امراضِ جسمانی کا بیان اور اخلاصِ ہمدگر کی شرح کے بعد ہجومِ غمہائے نہانی کا
ذکر کیا کروں جیسا ابرِ سیاہ چھا جاتا ہے یا ٹڈی دل آتا ہے بس اللہ ہی اللہ ہے۔ سیف الحق منشی
میاں داد خاں کو سلام کہیئے گا اور یہ خط پڑھا دیجیئے گا۔ فقط۔ نجات کا طالب غالب
روز چہار شنبہ ۶ اپریل ۱۸۶۸ع۔

ایضاً بخدمت نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان نواب میر غلام بابا خاں صاحب بہادر دام مجدہٗ
عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ اور مولانا سیف الحق کا مہربانی نامہ دونوں لفافے ایک دن پہنچے
سیف الحق کے خط سے معلوم ہوا کہ رجب کے مہینے میں شادیاں قرار پائی ہیں مبارک ہو اور مبارک ہو
نظارۂ بزمِ جمشیدی سے محروم رہوں گا مگر میرا حصّہ مجھ کو پہنچ رہے گا خاطر جمع رہے۔ کیوں حضرت
صاحبزادہ کا اسم تاریخی پسند آگیا یا نہیں۔ نام تاریخی اور پھر ٹھیک بھی اور خان بھی سید مہابت علیخاں
عجب ہے اگر پسند نہ آئے اور بہت عجب ہے کہ اس امر کی نہ آپ کے خط میں توضیح نہ میاں داد خاں کے خط میں
خیر نہیں کہتا کہ خواہی نخواہی یہی نام رکھیئے پسند آئے نہ آئے کی تو فقیر کو اطلاع ہو جائے۔ جواب کا طالب غالب

ایضاً ستودہ بہر زماں و نامور بہر دیار نواب صاحب شفیق کرم گستر مرتضوی تبار نواب میر غلام بابا خاں بہادر
کو مسرت بعد مسرت و جشن مبارک و ہمایوں ہو۔ رقعہ گلگوں نے بہار کی سیر دکھلائی۔ سواری سیل روانہ ہو
لہر دل میں آئی۔ پاؤں سے اپاہج۔ کانوں سے بہرا۔ ضعفِ بصارت۔ ضعفِ دماغ۔ ضعفِ دل
ضعفِ معدہ۔ ان سب ضعفوں پر ضعفِ طالع کیونکر قصدِ سفر کروں۔ تین چار شبانہ روز قفس میں کس طرح بسر
کروں۔ گھنٹہ بھر میں دو بار پیشاب کی حاجت ہوتی ہے۔ ایک ہفتہ دو ہفتہ کے بعد ناگاہ

قولنج کے دورے کی شدت ہوتی ہے۔ طاقت جسم میں، حالت جان میں نہیں۔ آنا میرا صورت تک کسی صورت امکان میں نہیں۔ خط لکھتے لکھتے خیال میں آیا کہ جیسا سید صاحب کی ولادت کی تاریخ لکھی سید الی صاحب کی بسم اللہ کی بھی تاریخ لکھا چاہیئے۔ مادہ خجستہ بہار ذہن میں آیا۔ ساٹھ عدد کم پائے خجستہ بہار پر ادب کے اعداد بڑھائے۔ شمار میں ۱۲۸۳ نظر آئے۔ دوسرے ورق پر وہ قطعہ مرقوم ہے۔ [illegible] کی فکر کی طاقت معلوم ہے۔ صرف جچش عجب سے چار مصرعے موزوں ہوئے ہیں۔ گر قبول افتد زہے شرف۔ راقم اسداللہ خاں غالب۔ ۱۴ نومبر ۱۸۶۶ء۔ سیف الحق صاحب کو سلام۔ ایک میرے دوست مصور خاکسار کا خاکہ اتار کر دربار کا نقشہ اتارنے کو اکبرآباد گئے ہیں وہ آجائیں تو شغل تصویر تمام ہو کر آپ کے پاس پہنچ جائے۔ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجا ہے۔ قطعہ

خجستہ جشن دبستاں نشینی بیگم	بفیض ہمت نواب یمن اقبالش
چو از پئے ادب آموزیست خوش باشد	اگر خجستہ بہار ادب بود سالش

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان عالی شان والا دودمان زاد مجدکم۔ سلام مسنون الاسلام دعائے دوام دولت و اقبال کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ ان ایام میمنت فرجام میں جو ازروئے اخبار بمبئی آپ کی افزائش عز و جاہ کے حالات معلوم ہوئے۔ متواتر شکر الٰہی بجا لایا۔ اور اس ترقی کو اپنی دعا کا نتیجہ جان کر اور زیادہ خوش ہوا۔ خصوصاً عدالت العالیہ میں فتح پانا۔ اور حق حقیقی کا ظہور میں آنا کیا کہوں کیا مسرت و شادمانی کا موجب اور کس طرح کی نشاط اور انبساط کا سبب ہوا ہے۔ حق تعالیٰ یہ فتح مبارک و ہمایوں کرے۔ قطعہ

بر فتح سید غلام بابا خاں	خود نشان دوام اقبال است
ہم ازیں رو بود کہ غالب گفت	کہ ظفر نامۂ ابد سال است

بہار باغ جاہ و جلال جاودان باد۔ اسداللہ خاں غالب۔ فقط

ایضاً جناب نواب صاحب میں آپ کے اخلاق کا شاکر اور آپ کی یادآوری کا ممنون اور آپ کے دوامِ دولت کا دعاگو ہوں اگر بوڑھا اور اپاہج نہ ہوتا تو ریل کی سواری میں مقرر آپ تک پہنچتا۔ اور آپ کے دیدار سے مسرت اندوز ہوتا۔ آپ میرے شفیق اور میرے محسن ہیں خدا آپکو ہمیشہ سلامت باکرامت رکھے۔ خط کے دیر دیر لکھنے کا سبب ضعف و نقاہت ہے۔ اگر میری اوقاتِ شبانروزی اور میرے حالات آپ دیکھیں تو تعجب کریں گے کہ یہ شخص جیتا کیونکر ہے صبح سے شام تک پلنگ پر پڑا رہنا۔ اور پھر دم بدم پیشاب کو اٹھنا۔ ان مجموع مصائب میں سے ایک ادنیٰ مصیبت یہ ہے کہ سنہ ۱۲۸۲ھ شروع ہوئے سنہ ۱۲۱۲ھ کی ولادت ہے۔ اب کے رجب کے مہینے سے ستروان سال شروع ہوگا۔ ستر ا بہتر ا بوڑھا اپاہج آدمی ہوں۔ جو عنایت تم میرے حال پر فرماتے ہو صرف تمھاری خوبی ہے۔ میں کسی لائق نہیں
نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ۳۱ مئی سنہ ۱۸۶۶ع۔

ایضاً بجناب نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون الاسلام و دعائے دوامِ دولت و اقبال کہ ہمیشہ وردِ زبان ہے گھڑی کے عطیہ کا شکر ہر گھڑی اور ہر ساعت بجا لاتا ہوں۔ پہلے تو آپ دوست اور پھر امیر۔ اور پھر سید۔ نظر ان تین امور پر اس ارمغاں کو میں نے بہت عزیز سمجھا اور اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا خداے عالم آرا آپ کو سلامت رکھے اور ہر گھڑی آپ کا مدد و مددگار ہے ظاہر الوقت روانگی کنجی کا رکھنا سہو ہو گیا خیر یہاں بنجائے گی۔ والسلام بالوف الاحترام۔ خوشنودی احباب کا طالب۔ سہ شنبہ سوم دسمبر سنہ ۱۸۶۴ع۔

ایضاً۔ نواب صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان امیدگاہ درویشان زاد افضالکم۔ آپ کا بندۂ منت پذیر غالب حزیں صفیر یوں نوا سنج ہوتا ہے کہ عنایت نامہ عز ورود لایا۔ اور مژدۂ قبول سے میرا رتبہ بڑھایا جو کچھ میرے حق میں ارشاد ہوا ہے اگر اس کو قدردانی کہوں تو لازم آتا ہے کہ اپنے کو ایک طرح کے کمال کا مالک سمجھ لوں۔ البتہ آپ نے ازراہِ حق پسندی سخن کی قدردانی اور میری قدرافزائی

کی ہے جو اغلاط فارسی دانانِ ہند کے ذہن میں راسخ ہو گئے تھے۔ اُن کو دفع کیا ہی تو کیا بُرائی کی
نے یہ بات یہ ہے کہ اوچھی پونجی والے گمنام لوگ اپنی شہرت کیلئے مجھ سے لڑتے ہیں واہ واہ
اپنے نامور بنانے کو ناحق احمق بگڑتے ہیں۔ عطیۂ حضرت بتوسط جناب سیف الحق پہنچا اور میں نے
اُسکو بے تکلف عطیۂ مرتضوی سمجھا۔ علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا آپ کا دادا اور میرا آقا خداُنکا احسان
ہے کہ میں احسان مند بھی ہوا تو اپنے خداوند کے پوتے کا۔ آج سے کاپی لکھی جانے لگی اور تصحیح کو
میرے پاس آنے لگی۔ چھاپے کیواسطے برسات کا موسم اچھا ہے بس اب اسکے چھپ جانے
میں دیر کیا ہے۔ نجات کا طالب غالب صبح یکشنبہ۔ ۱۷ دسمبر ۱۸۶۱ء

بنام منشی میاں داد خاں المخاطب بہ سیف الحق المتخلص بہ سیاح

سعادت و اقبال نشان منشی میاں داد خاں سے میں بہت شرمندہ ہوں کہ اُن کے خطوط کا جواب
نہیں لکھا۔ غزلوں کے مسودے گم ہو گئے اس شرمندگی سے پاسخ نگار نہ ہوا۔ اب یہ سطریں جو لکھتا ہوں
اُس خط کے جواب میں جو بنارس سے آیا ہے۔ بھائی بنارس خوب شہر ہے اور میرے پسند ہی ایک مثنوی
میں نے اُس کی تعریف میں لکھی ہے اور چراغ دیر اُس کا نام رکھا ہے وہ فارسی دیوان میں موجود ہے
اُس کو دیکھنا۔ اشرف حسین خاں صاحب میرے دوست ہیں فتنہ و فساد کے زمانہ سے بہت پہلے
اُن کا خط اور کچھ اُن کا کلام میرے پاس آیا ہے تم اُن کو میرا سلام کہنا اور میں تم سے یہ توقع
رکھتا ہوں کہ جس طرح تم نے لکھنؤ سے بنارس تک کے سفر کی سرگزشت لکھی ہے اسی طرح آیندہ بھی
لکھتے رہو گے۔ میں سیر و سیاحت کو بہت دوست رکھتا ہوں ؎ اگر بدل نہ خلد ہرچہ از نظر
گزرد ٭ زہے روانیِ عمرے کہ در سفر گزرد ٭ خیر اگر سیر و سیاحت میسر نہیں نہ سہی ذکر العیش
نصف العیش پہ قناعت کی۔ میاں داد خاں سیاح کی سرگزشت سیر و سفر ہی سہی۔ غزل تمہاری
رہنے دیتا ہوں۔ اسکے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ہے جیسا تمنے وعدہ کیا ہو جب اگلی غزلیں بھیجو گے

اُن کے ساتھ اسکو بھی دیکھ لوں گا بلکہ احتیاط مقتضی اسکا ہے کہ اُن غزلوں کے ساتھ اس غزل کو بھی لکھ بھیجنا: ناتوانی زور پر ہے - بڑھاپے نے نکما کر دیا ہے - ضعف سستی - کاہلی - گرانجانی گرانی رکاب میں پاؤں ہے - باگ پر ہاتھ ہے - بڑا سفر دور و دراز در پیش ہے - زادِ راہ موجود نہیں - خالی ہاتھ جاتا ہوں - اگر ناپرسیدہ بخش دیا تو خیر - اگر باز پرس ہوئی تو سقر مقر ہے اور ہاویہ زاویہ ہے - دوزخ جاوید ہے اور ہم ہیں - ہائے کسی کا کیا اچھا شعر ہے -

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے   مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اللہ اللہ اللہ - نجات کا طالب غالب - صبح دوشنبہ ۱۳ر دسمبر سنہ ۱۸۶۰ع

ایضاً - صاحب سر پیٹنے کی جگہ ہے کہ تمھارا کوئی خط ڈاک میں ضائع نہیں ہوتا اور میرا کوئی خط تمکو نہیں پہنچتا - سنو چھوٹے صاحب کا خط آیا - اُس میں قطعہ کا شکر اور اجزاے کتاب کے بھیجنے کی تاکید تھی - میں نے اُس کے جواب میں لکھا کہ اُس کتاب کا چھاپا یہاں بھی شروع ہو گیا انشاء اللہ تعالی بعد انطباع ایک مجلد آپ کیواسطے اور ایک مجلد منشی میاں داد خاں کے واسطے بسبیل ڈاک پارسل بھیجوں گا - اب تم نواب صاحب سے میرا سلام کہو - اور یہ اپنے نام کا خط انکو پڑھا دو اور ایک پتہ تمکو دیتا ہوں - نواب صاحب کا خط طلب کتاب کے باب میں آیا تھا اُس میں مندرج تھا کہ اب میں سورت کو جاتا ہوں تم اجزاے کتاب کا پارسل اس پتہ سے سورت کو بھیجنا - بھائی میں نے اُسی پتہ سے خط بھیجا تھا نہ پہنچے تو میرا کیا گناہ - بیڈ خط گاہ گاہ تلف بھی ہو جاتا ہے نظر اس بات پر یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ ضائع نہ ہونے کا احتمال قوی رہے - فقط صبح دوشنبہ ۱۴ ربیع الثانی مطابق ۱۰ ستمبر سالِ حال - غالب -

ایضاً - منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خان سلمہم اللہ تعالی - فقیر کی طرف سے سلام و دعا قبول کریں - چھوٹے صاحب کی تصویر کی رسید میں بھائی محمد حسین خان

سے کہا گیا تھا کہ تم تصویر کے پہنچنے کی اطلاع دیدینا سو آپ تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ انھوں نے اطلاع
دی یہی حال تصویر کا کہ میں نے اُسے سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا گویا چھوٹے صاحب کو دیکھا۔ لیکن سکا
سبب یہ معلوم ہوا کہ نواب صاحب نے ہم سے بات نہ کی۔ خیر دیدار تو میسر ہوا گفتار بھی اگر خدا چاہے گا تو
سُن لیں گے۔ دیکھو منشی صاحب آئینہ تصویر کی صنعت کو سب پسند کرتے ہیں مگر فقیر اس کا معتقد نہیں
اب دیکھو حضرت کی تصویر میں گھٹنوں تک ہاتھ کی تصویر ہے آگے پہنچے اور پنجے کا پتہ نہیں مکالمہ ایک
طرف مصافحہ کی بھی حسرت رہ گئی۔ اس وقت جداگانہ خط لکھنے کی فرصت نہیں۔ نواب صاحب سے میرا بہت
بہت سلام اور اشتیاق کہنا بلکہ یہ خط اُن کو ضرور دینا کہ وہ پڑھ لیں۔ میں سادات کا نیازمند اور علی کا
غلام ہوں۔ ع بندۂ شاہِ شمائیم و ثنا خوانِ شما ۔ نجات کا طالب غالب ۱۱ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۰ ہجری

ایضاً برخوردار کامگار سعادت نشان منشی میاں داد خاں سیاح طال عمرہٗ۔ درویشِ
گوشہ نشین غالبِ حزیں کی دعائے درویشانہ سے کامیاب بہرہ مند ہوں۔ لکھنؤ کی ویرانی
پر دل جلتا ہے مگر تم کو یاد رہے کہ وہاں بعد اس فساد کے ایک دن ہوگا یعنی راہیں وسیع ہو جائیں گی
بازار اچھے نکل آئیں گے جو دیکھے گا وہ داد دیگا اور دلّی کو فساد کے بعد کون پوچھتا ہے یہاں فساد در فساد چلا جاتا
شہر کی صورت سوائے اس بازار کے جو قلعہ کے لاہوری دروازہ سے شہر کے لاہوری دروازہ تک ہے
سراسر بگڑ گئی اور بگڑتی جاتی ہے۔ دیوان کا چھاپا کیسا وہ شخص نا آشنا موسوم بہ عظیم الدین حسین نے
مجھ سے دیوان منگا بھیجا آدمی نہیں ہے بھوت ہے پلید ہے۔ غول ہے قصہ مختصر سخت نا معقول ہے
مجھکو اس کے طور پر انطباعِ دیوان نا مطبوع ہے اب میں اُس سے دیوان مانگ رہا ہوں اور وہ نہیں دیتا
خدا کرے ہاتھ آجائے تم بھی دعا مانگو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دوشنبہ ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۲ء۔ غالب

ایضاً صاحب تمھارا مہربانی نامہ کہ گویا الفاظ اُس کے سراسر نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی زبانی
تھے پہنچا۔ جواب لکھتا ہوں۔ اور پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں ایک قرن بارہ برس سے فردوس مکان

نواب یوسف علیخاں والی رامپور اپنے اشعار میرے پاس بھیجتے تھے اور سَو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتے تھے اُس مغفور کی اندازہ دانی دیکھئے کہ مجھ سے کبھی اس روپیہ کی رسید نہیں لی - اپنے خط میں ہنڈوی بھیجا کرتے - میں خط کا جواب لکھ بھیجتا - اس ماہانہ کے علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجے زمانہ فتنہ و فساد کے دنوں میں قلعہ کی آمد مفقود - انگریزی پنشن مسدود - یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رہا تب میری اور میرے متوسلوں کی زیست ہوئی - رئیس حال کو خدا بدولت و اقبال ابداً ابداً سلامت رکھے وجہ مقرری کی ہنڈوی ہر مہینے بدستور قدیم اپنے خط میں بھیجا جاتا ہے فتوح کی رسم دیکھئے جاری رہے یا نہیں - میرے پاس روپیہ کہاں جو قاطع برہان کو دوبارہ چھپواؤں پہلے بھی نواب مغفور نے دو سو روپیہ بھیجدیے تھے تب پہلا مسودہ صاف ہوکر چھپوایا گیا تھا - اب بھی عہد کیا تھا کہ اپریل کی وجہ مقرری کے ساتھ دو سو پہنچیں گے وہ آخر اپریل ۱۸۶۵ء حال میں مر گئے - اپریل کا روپیہ رئیس حال سے میں نے پایا مصرف کتاب کا روپیہ آیا - یاد دلاؤں گا - مگر اُس مرحوم کا وعدہ سر رشتہ دفتر سے نہ تھا جو از روے دفتر اُس کی تصدیق ہو - بہرحال فکر میں ہوں - اگر اسباب نے مساعدت کی فہو المراد ورنہ ع انچہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست * منشی صاحب اس خط کو ضروری جان کر بیرنگ بھیجتا ہوں - نجات کا طالب غالب - ۳۰ جولائی ۱۸۶۵ء - *

ایضاً منشی صاحب شفیق بدل مہربان عزیز از جان سیف الحق میاں داد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے - پرسوں نواب صاحب کا خط اور کل تمھارا خط آیا - صاحب ٹوپیوں کی حقیقت یہ ہے کہ تمنے لطائف غیبی کی ۱۵ جلدیں سات روپے آٹھ آنے دام بھیجکر منگوائیں پھر دو روپے کے ٹکٹ بھیجکر ٹوپیاں منگوائیں - میں نے تمھارے بھیجے ہوئے روپوں کی ٹوپیاں خرید کر تمکو بھیجدیں چاہو تم پہنو چاہو چھوٹے صاحب کی نذر کرو یہ جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے - تم میرے ہاتھ ہو تم میرے بازو ہو میرے نطق کی تلوار تمھارے ہاتھ سے چلتی رہے گی

لطائف غیبی نے اعدا کی دھجیاں اُڑا دیں۔ ایک نئی بات سُنو۔ محمد مرزا خاں میرے سبھی بھائی کا نواسہ ہے
اُس نے ایک اخبار نکالا ہے مسمّی بہ اشرف الاخبار۔ اُس کا ایک لفافہ تمکو بھیجتا ہوں۔ اسکو پڑھ کر معلوم کرلو گے
کہ تمھارا ایک اعتراض قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اس ارسال و اعلام سے صرف اطلاع منظور ہے
ہاں ایک بات یہ بھی ہے کہ چھوٹے صاحب کی نظر سے بھی گزر جائے۔ اور اُس سرکار میں یہ اخبار خرید
کیا جائے اور تم اُن کی طرف سے حکم خریداری ابتداء جنوری ۱۸۶۶ء سے بنام محمد مرزا خاں لکھو۔
اور وہ خط اُس پتہ سے دلی کو روانہ کرو جو اُنکے اخبار آخر میں لکھا ہے۔ حیران ہوں کہ چھوٹے صاحب کے
خط کا کیا جواب لکھوں۔ اُنھوں نے مجھے شرمندہ کیا اپنے کو چھوٹا اور مجھ کو بزرگ لکھا۔ سید تو سب مسلمانوں
کے بزرگ ہوتے ہیں۔ میں تو مسلمانوں میں بھی ایک ذلیل۔ علیل۔ فقیر حقیر آدمی ہوں۔ یہ اُنکی
بزرگی۔ اُن کی خوبی۔ اُن کی مہربانی ہے۔ حق تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے۔ اور ان مقدمات میں
مِنْ کُلِّ الوُجُوہ اُن کو فتح و ظفر نصیب ہو۔ میرا سلام کہنا اور یہ عبارت پڑھا دینا۔ ہاں صاحب برادر
بجان برابر میرزا معین الدین حسین خاں بہادر کو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا کہ بھائی میرا جی دیکھنے کو بہت
چاہتا ہے۔ پہلے برخوردار شہاب الدین خان سے صلاح پوچھو وہ اجازت دے تو فوراً ریل پیل
کرتے چلے آؤ۔ دیدار کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۷ شوال ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۸۶۶ء

ایضاً۔ صاحب کل آپ کا خط آیا۔ میرا دھیان لگا ہوا تھا کہ آیا میاں سیاح کہاں ہیں اور مجھ کو
کیوں بھول گئے ہیں۔ پہلا خط تمھارا جس کا حوالہ اس خط میں دیتے ہو میں نے نہیں پایا۔ ورنہ کیا
امکان تھا کہ جواب نہ لکھتا۔ جناب منشی میر امیر علی صاحب سے مجھ سے ملاقات نہیں لیکن اُن کے
محامد و مکارم سُنتا ہوں۔ جناب مولوی اظہار حسین صاحب سے البتہ اسی شہر میں دو ملاقاتیں ہوئی
ہیں لیکن میں نے اُن کو فقیر دوست اور درویش نواز پایا۔ اغنیا کے واسطے اچھے ہیں۔ ہائے
مولوی محمد حسن اور مولوی عبدالکریم اس عہد میں اگر اُن بزرگوں میں سے ایک ہوتا تو میں کیوں

اپنی قسمت کو روتا۔ وقت گزر جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ ہاں خاں صاحب آپ جو کلکتہ پہنچے ہو
اور سب صاحبوں سے ملے ہو تو مولوی فضل حق کا حال اچھی طرح دریافت کر کے مجھ کو لکھو کہ اُس نے رہائی کیوں
نہ پائی۔ وہاں جزیرہ میں اس کا کیا حال ہے گذارا کس طرح ہوتا ہے۔ غالب۔ جمعہ ۴ اکتوبر ۱۸۶۱ء۔

ایضاً آئیے بیٹھیے مولانا سیاح۔ سلام علیکم۔ مزاج مبارک۔ سورت کا پہنچنا بہر صورت مبارک ہو
بھائی میرا دل بہت خوش ہوا کہ تم اپنے وطن پہنچے۔ لیکن تم کو چین کہاں۔ خدا جانے کئی ہفتہ یا
کئی مہینے ٹھیرو گے اور پھر سیاحت کو نکلو گے۔ جی میں کہو گے آؤ اب دکن کی سیر کریں۔ حیدر آباد
اورنگ آباد۔ دونوں شہر اچھے ہیں۔ اُنکو دیکھیں۔ میرزا معین الدین حسین خاں اور میرزا احمد حسین خاں
یہ دو بیٹے ہیں نواب قدرت اللہ بیگ خاں کے اور قدرت اللہ بیگ خاں ابن عم تھے نواب احمد بخش خاں کے اور معین الدین حسن خاں
کی بہن منسوب ہے بھائی ضیاء الدین خاں سے۔ یہاں کوئی امر نیا واقع نہیں ہوا۔ وہی حالات و
اطوار ہیں جو دیکھ گئے ہو۔ مسجد جامع کے باب میں کچھ پرسشیں لاہور سے آئی تھیں۔ یہاں سے
اُن کے جواب گئے ہیں یقین ہے کہ واگذار کا حکم آئے اور وہ مسلمانوں کو مل جائے۔ ہنوز بدستور پہرا
بیٹھا ہوا ہے اور کوئی جانے نہیں پاتا۔ والسلام مع الاکرام۔ صبح شنبہ ۲ ذیقعدہ و منی معاً۔ غالب

ایضاً نورچشم اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں سیاح کو غالب نیم جان کی دعا پہنچے۔ واقعی
تمہارے دو خط آئے ہیں۔ آگے میں لیٹے لیٹے کچھ لکھتا تھا۔ اب وہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہاتھ میں
رعشہ۔ آنکھوں میں ضعف بصر۔ کوئی متصدی میرا نوکر نہیں دوست آشنا کوئی آجاتا ہے تو
اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ بھائی میں تو اب کوئی دن کا مہمان ہوں اور اخبار والے میرا
حال کیا جانیں۔ ہاں اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والے کہ یہ یہاں کے رہنے والے ہیں اور مجھ سے
ملتے رہتے ہیں سو اُن کے اخبار میں میں نے اپنا حال مفصل چھپوا دیا ہے اور اس میں میں نے عذر چاہا خطوں
کے جواب سے اور اشعار کی اصلاح سے۔ اُسپر کسی نے عمل نہ کیا۔ اب تک ہر طرف سے خطوں کے

جواب کا تقاضا اور اشعار واسطے اصلاحوں کے چلے آتے ہیں۔ اور مَیں شرمندہ ہوتا ہُوں۔ بوڑھا اپاہج۔ پُورا بہرا۔ آدھا اندھا۔ دن رات پڑا رہتا ہُوں۔ حاجتی پلنگ کے تلے دھری رہتی ہے۔ طشت چوکی پلنگ کے پاس لگا رہتا ہے سو طشت چوکی پر تیسرے چوتھے دن اتفاق جانیکا ہوتا ہے اور حاجتی کی حاجت بسبب سُرعتِ بول کے گھنٹہ بھر میں پانچ چھ بار ہوتی ہے۔ تصویر کھینچنے والا جو ہندوستانی ایک دوست تھا وہ شہر سے چلا گیا ایک انگریز ہے وہ کھینچتا ہے مجھ میں اتنا دم کہاں کہ کوٹھے پر سے اُتروں پالکی میں بیٹھوں اور اُس کے گھر جاؤں اور گھنٹہ دو گھنٹہ کرسی پر بیٹھوں اور تصویر کھچوا کر جیتا جاگتا اپنے گھر پھر آؤں۔ اب تم ازراہِ مہربانی میر ابراہیم علی خاں بہادر اور حکیم سید احمد حسن صاحب کو اور جب بمبئی سے آجائیں تو نواب غلام بابا خان کو یہ خط پڑھوا دینا۔ تمھارے ہاں لڑکے کا پیدا ہونا اور اُسکا مرجانا معلوم ہو کر مجھ کو بڑا غم ہوا۔ بھائی۔ اس داغ کی حقیقت مجھ سے پوچھو۔ کہ ۴۷ برس کی عمر میں سات بچے پیدا ہوئے۔ لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور کسی کی عمر پندرہ مہینے سے زیادہ نہ ہوئی۔ تم ابھی جوان ہو حق تعالیٰ تمھیں صبر اور نعم البدل دے۔ والسّلام۔ ۲۵ر اگست ۱۸۶۳ع۔ غالب۔

ایضاً۔ خانصاحب سعادت و اقبال نشان میاں داد خاں سیّاح کو فقیر گوشہ نشین کا سلام پہنچے۔ تمھارا کوئی خط سوائے اس خط کے جس کا مَیں جواب لکھتا ہُوں ہرگز نہیں پہنچا بہت دن سے مجکو خیال تھا کہ مولانا سیّاح نے مجکو یاد نہیں کیا۔ کل ناگاہ تمھارا خط پہنچا۔ آج اُسکا جواب لکھتا ہُوں۔ پھر مَیں تو مکھو دنے کا نہیں جو اس قدر عذر چاہتے ہو کھُدوا دینے میں کیا تکلیف اور کیا زحمت مَیں احباب کا خادم ہُوں۔ میر غلام بابا خاں صاحب سے میرا سلام کہئے اور وہ نگین منقش بے تکلّف بھیج دیجئے آپکے حکم کی تعمیل اور اُس نگین کی درستی ہو جائے گی خاطر جاطر جمع رہے۔ زیادہ کیا لکھوں اجی سیّاح صاحب ہمارا دھیان تم میں لگا رہتا ہے۔

کبھی کبھی خط لکھتے رہا کرو۔ میں ایسا گمان کرتا ہوں کہ اگر میر غلام بابا خاں صاحب کو مُہر کھُدوانی نہ ہوتی اور
وہ تم سے نہ کہتے تو تم ہرگز مجھ کو خط نہ لکھتے۔ یہ تمھارا خط گویا میر غلام بابا خاں کے حسب الحکم تھا۔
جی میں آیا تھا کہ اُنھیں کو اس کا جواب لکھوں۔ اور اُن کے نام کا خط بھیجوں مگر پھر سوچا کہ تم آزردہ
ہو جاؤ گے تمھیں کو خط لکھا۔ بھائی یہ طریقہ فراموش کاری کا اچھا نہیں گاہ گاہ خط لکھا کرو۔ والسلام

نجات کا طالب غالب سہ شنبہ یکم مارچ ۱۸۶۲ء۔

ایضاً منشی صاحب کیا اتفاق ہے کہ میری بات کوئی نہیں سمجھتا ؎ کس زبانم نمی فہمد
بہ عزیزاں چہ التماس کنم ٭۔ یاد کرو اصل مقدمہ یہ تھا کہ میں قاطع برہان کو دوبارہ چھپوایا چاہتا ہوں
نواب صاحب لے دیں یعنی سو دو سو جلدیں خرید لیں۔ حضرت نے ایک گھڑی عنایت فرمائی بھلا یہ میرے
کس کام کی۔ چار دن سوچا کیا کہ پھیر دوں پھر سوچا کہ برا مانیں گے۔ آخر کو گھڑی رکھ لی۔ اور یہ خیال کیا کہ
کتاب کے انطباع کے بعد سو ڈیڑھ سو جلدیں بھیجدونگا۔ اسی خط کے ساتھ نواب صاحب کے نام کا خط گھڑی کی
رسید کا پہنچتا ہے اور یہ بھی تمکو معلوم رہے کہ گھڑی کی کنجی نہیں آئی۔ ظاہرا سہو سے وہیں رہ گئی ہوگی۔
ہاں صاحب تیس جلدیں لطائف غیبی کی دو پارسلوں میں آگے بھیجی ہیں جسکی قیمت دس روپے مجھ کو پہنچے
فی الحال ایک جلد اور اپنی طرف سے بھیجی ہے رسید جلد لکھو۔ غالب۔ ۳ دسمبر ۱۸۶۲ء۔ ٭

ایضاً۔ سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔
خط میں آپ نے بہت سے مطالب لکھے مگر تیس کتابوں کی دو پارسلوں کی رسید نہیں لکھی یہ ایک پارسل جو
بعد دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہے اس میں بھی لطائف غیبی ہے جسکو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھ کر صحیح کیا
ہے اس کے بھیجنے سے یہ مدعا ہے کہ تم اُن تیس رسالوں کو اس کے مطابق صحیح کرلو اگر چھوٹے صاحب نے
رکھ لیا ہے تو اُن سے مستعار لیکر اپنی سب کتابیں صحیح کرلو اور وہ نسخہ اُن کی نذر کردو۔ صاحب میں نے
اپنے صرف زر سے لطائف غیبی کی جلدیں نہیں چھپوائیں مالک مطبع نے اپنی بکری کو چھاپیں میں نے مول لیں

تیس تمکو دلوادیں۔ بھائی ضیاء الدین نے لیں۔ منشی مصطفیٰ خاں صاحب نے لیں۔ باقی کا حال مجھے معلوم نہیں دیکھو سیف الحق شیخ سعدی کا قول کیا سچا ہے ؎

اگر دنیا نباشد دردمندیم	وگر باشد بمہرش پائے بندیم
بلائے زیں جہاں آشوب تر نیست	کہ رنج خاطر است ار ہست ور نیست

جہاں دولت نہیں وہاں مصیبت ہے۔ جہاں دولت ہے وہاں خصومت ہے۔ میں تو میر غلام بابا خاں کا دوست ہوں دل سے اُن کی فتح کی دعا مانگتا ہوں آپ اتنی مہربانی کریں کہ یہ حالات جو واقع ہوا کریں وہ مجکو لکھا کریں غربیلہ کی ہندی نخرہ ہے فارسی میں غربیلہ بولتے ہیں۔ نجات کا طالب غالب۔ پنجم شعبان ۱۲۸۱ہجری ٭

ایضاً۔ بھائی سیف الحق تمہارا خط پہنچا۔ قاضی صاحب بڑودہ کو معاف رکھو اگر کوئی وجہ اپنے پر ان کے عتاب کی پاتا تو اُن سے عذر کرتا اور اپنا گناہ معاف کرواتا۔ جب سبب ملال کا ظاہر نہیں تو میں کیا کروں۔ تم برا نہ مانو کس واسطے کہ اگر میں برا ہوں تو اُسنے سچ کہا اور اگر میں اچھا ہوں اور کسنے برا کہا تو اُس کو خدا کے حوالے کرو ؎

غالب برا نہ مان جو دشمن برا کہیں	ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے

صاحب اس بڑھاپے میں تصویر کے پردے میں چھپا پھروں۔ گوشہ نشین آدمی عکس کی تصویر اتارنیوالے کو کہاں ڈھونڈوں دیکھو ایک جگہ میری تصویر بادشاہ کے دربار میں کھچی ہوئی ہے اگر ہاتھ آجاویگی تو وہ ورق بھیجدونگا ابھی وہ تو میں نے نواب صاحب کو ہنسی سے ایک بات لکھی تھی۔ دوستانہ اختلاط تھا کہ بھئی میں بہرا ہوں گانا کیا سنوں گا۔ بوڑھا ہوں ناچ کیا دیکھوں۔ غذا چھ ماشہ آٹا کھانا کیا کھاؤں۔ بمبئی۔ سورت۔ میں انگریزی شرابیں ہوتی ہیں اگر وہاں آتا اور شریک محفل ہوتا تو پی لیتا۔ نجات کا طالب غالب ۵ ستمبر ۱۸۶۶ع

ایضاً صاحب تمہارے خط کے پہنچنے سے کمال خوشی ہوئی ٹوپیاں اگرچہ تمہارے سر پر ٹھیک نہ آئیں لیکن ضائع نہ گئیں۔ میرے شفیق اور تمہارے مربی کے صرف میں آئیں۔ تم کو اور ٹوپیاں بھیجوں گا۔ مصور سے سخت عاجز ہوں وعدہ ہی وعدہ ہے وفا کا نام نہیں۔ کلیات میر تقی کا انتخاب تمہارے خط کے پہنچنے سے

دو دن پہلے میر فخر الدین سفیہ ارسال کر دیا ٹکٹ اُن کے حوالے کر دیئے حضرت بُہتان لگانے کی خو کس سے سیکھے ہو۔ میرے پاس کوئی غزل تمھاری نہیں ہے نواب صاحب کو سلام کہنا اور میری زبانی کہنا کہ تو سونکو میرا ارمغان سمجھنا سیف الحق کی تدر تصور نہ کرنا۔ نجات کا طالب۔ غالب - ۲۵ جنوری سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً۔ اقبال نشان سیف الحق کو دعا پہنچے۔ پانچ اشتہار اخبار کی خریداری کے اور تین اشتہار کتاب کی خریداری کے آپکے پاس پہنچتے ہیں چھوٹے صاحب کو ملاحظہ کروا دیئے اور اطراف و جوانب و نزد یک بھیجے۔ جو صاحب کتاب او راخبار دونوں کے خریدار ہوں وہ دونوں کی خریداری کی اطلاع کا خط میر فخر الدین مہتمم اکمل المطابع کے نام لکھیں اور وہ خط میرے پاس بھیجدیں جو صاحب فقط اخبار کے خریدار ہوں وہ اُس کے خریدنے کی اطلاع کا خط۔ جو صاحب فقط کتاب کے خریدار ہوں وہ اُسکی اطلاع کا خط لکھیں۔

غالب - ۲۰ مارچ سنہ ۱۸۶۶ء ۔ *

ایضاً۔ مولانا سیف الحق اب تو کوئی خط تمھارا نوٹ اور ہنڈوی اور ٹکٹ سے خالی نہیں ہوتا بھلا یہ تو فرمایئے کہ یہ ڈھائی روپے کس بابت کے اور کس جنس کی قیمت کے ہیں۔ اگلے پانچ روپے پر ٹیں بے فرا ہوا تھا یہ ڈھائی اور طرّہ ہوئے۔ بہر حال ان کا حال لکھو کہ کیسے ہیں اور کاہے کے ہیں اس قصہ کا جواب جلد لکھو۔ ٹوپیاں بعد عید بھیجی جائیں گی۔ عنایت کا طالب غالب - ۲۳ اپریل سنہ ۱۸۶۶ء *

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میان داد خاں کو فقیر اسد اللہ کا سلام۔ کل شنبہ ۲۰ فروری صبح کے وقت چھ پارسل ۳۶ درفش کاویانی کے نواب میر غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں ارسال کیئے کل ہی شام کے وقت آپکا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ خیر اب اور بھیجوں گا۔ صاحب تم نے پانچ روپے کی ٹکٹ کیوں بھیجے میں کتاب فروش نہ دلال۔ یہ حرکت مجھے پسند نہ آئی اور تم نے بہت برا کیا حضرت ۲۰ جلدیں لطائف غیبی کی بھیجکر اُسکے پانچ سات دن کے بعد بیس ۲۰ نامۂ غالب کا پارسل ارسال کیا ہے لطائف کی رسید تم نے بھیجدی یقین ہے کہ نامۂ غالب کا پارسل بھی پہنچ جائیگا۔ گھبراؤ نہیں نواب صاحب کچھ بیتیں

میرا سلام اور اشتیاق ملاقات عرض کرنا - نجات کا طالب غالب ۲۱ فروری ۱۸۶۳ء ٭

ایضاً منشی صاحب وہی جہان ہی زمین وہی آسمان وہی سُورت بمبئی وہی دلّی وہی نواب میر غلام بابا خان وہی سیف الحق سیاح وہی غالب نیم جان - انگریزی ڈاک جاری - ہرکاروں کو ریل کی سواری - ربیع الاول میں تمھارا خط آیا ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب آج شعبان کی ۲۶ ہے صبح کے وقت یہ خط لکھ رہا ہوں ۹ بج گئے ہیں اس وقت تک نہ کوئی تمھارا خط آیا نہ کوئی نواب صاحب کا عنایت نامہ واسطے خدا کے میرے اس خط کا جواب جلد لکھو - اور اس خط میں ترک نامہ و پیام کا سبب لکھو - آج ہی کے دن ایک پارسل چھ ٹوپیوں کا ارسال کرتا ہوں - خدا کرے پارسل پہنچ جائے اور ٹوپیاں تمھارے پسند آئیں - نواب صاحب کی خدمت میں میرا سلام پہنچانا اور عتاب کی وجہ دریافت کر کے لکھنا - نجات کا طالب غالب ۳ جنوری ۱۸۶۶ء خط بیرنگ ہے اور پارسل بھی

ایضاً - برخوردار تمھارا خط پہنچا - لکھنؤ کا کیا کہنا ہے وہ ہندوستان کا بغداد تھا اللہ اللہ وہ سرکار امیر گر جو نے سرو پا وہاں پہنچا امیر بن گیا - اُس باغ کی یہ فصلِ خزاں ہے میں بہت خوشی سے تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ اُردو کا دیوان غالب نا انصاف سے ہاتھ آگیا اور میں نے نورچشم منشی شیو نراین کو بھیجدیا یقین کُلی ہے کہ وہ چھاپیں گے جہاں تم ہوگے ایک نسخہ تم کو پہنچ جائیگا - طریقہ سعادتمندی یہ ہے کہ ہمکو اپنی خیر و عافیت کا طالب جان کر جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھتے رہو اور اپنے مسکن کا پتہ ہم پر ظاہر کرتے رہو ہم تم سے راضی ہیں اور چونکہ تمھاری خدمت اچھی طرح نہیں کی شرمندہ بھی ہیں - راقم اسد اللہ خاں - مرقومہ شنبہ روز عید بقر ۳۰ جون ۱۸۶۶ء مطابق

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق میاں داد خاں تم سلامت رہو - تمھارے خط کے صفحہ سادہ پر یہ سطریں رقم کرتا ہوں تاکہ تم اپنے خط کے پہنچنے پر اطلاع پاؤ - نامۂ غالب صاحب مطبع اپنی بکری کے واسطے نہیں چھاپے جو میں مول لیکر بھیجوں اور تم سے اُس کی قیمت مانگلوں - میں نے آپ تین سو جلد چھپوائی - دوستوں کو دو و نزدیک بانٹ دی - آج یکشنبہ ہے پارسل روانہ نہ ہوگا جتنے نسخے اب میرے پاس باقی ہیں کُل تمھیں بھیجوں گا - ہاں صاحب سنو روپے کا نوٹ پہنچا - اور روپیہ وصول ہوا

کا پی آج شروع ہو گئی جس دن نوٹ پہنچا اُسکے دوسرے دن روپیہ مل گیا - تیسرے دن میں نے تمکو تمھاری رجسٹری
خط کا جواب لکھ بھیجا - یقین ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہوگا اور تم نے بموجب میری خواہش کے نواب صاحب کو دکھا دیا
ہوگا - کل حضرت کا بھی خط آیا ہی اُس کا جواب آج تمھارے خط کے ساتھ ارسال ہوتا ہی بندہ پرور سچ کہتے ہو
رحیم بیگ کا وطن اصلی سرہنہ اور فی الحال میرٹھ میں مقیم اور معلمی اُس کا پیشہ ہے اور آٹھ دس برس سے اندھا - نظم و نثر
میں مولوی امام بخش صہبائی کا شاگرد اور فارسی شعر کہتا ہے راقم غالب علیشاہ یکشنبہ ۱۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ عیسوی

ایضاً - صاحب آج تمھارے کئی خطوں کا جواب لکھتا ہوں - مولوی کرامت علی صاحب میرے شفیق ہیں
جس زمانہ میں وہ دلّی آئے تھے میری اُنکی ملاقاتیں ہوئی تھیں وہ میرے دوست ہیں شاگرد نہیں ورنہ گر قصیدہ
اُنھوں نے نہیں لکھا - آغا عبدالرزاق شیرازی نے گویا میری خستگی اور تہمت زدگی کا انتقام لیا بہر حال میں
تمھارا احسان مند ہوں - اگر تم وہاں نہ ہوتے تو میری اور میر منشی کی صفائی نہ ہوتی ان دنوں ضعف دماغ
و دوران سر میں ایسا مبتلا ہوں کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یوں ہی دھرا ہوا ہے دیکھنے کی نوبت
نہیں آئی تمھاری بھیجی ہوئی غزلیں سب محفوظ دھری ہوئی ہیں خاطر جمع رکھو جب نواب صاحب کی غزلیں
دیکھوں گا تو یہ بھی دیکھی جائینگی جب حال یہ ہو کہ اصلاح نہ دیسکوں تو فکر تاریخ کیا کروں - اگر میرا حال درست
ہوتا تو جناب مولوی عبدالغفور خاں صاحب نسّاخ کے دیوان کی تاریخ ضرور لکھتا اور اس خدمتگزاری کو اپنی سعادت
سمجھتا آپ جناب مولوی صاحب سے میرا سلام کہیں اور یہ میرا رقعہ اُنکو دکھا دیں - نجات کا طالب غالب - چہارشنبہ ۲۰ نومبر سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً جناب منشی صاحب آپکا خط مہری نواب لفٹنٹ گورنر آگرہ کہ وہ میرا بھیجا ہوا تھا پہنچا اُسکے بھیجنے کی کچھ
ضرورت نہ تھی - جب گورنمنٹ عالی نے مجکو خط لکھنا موقوف کیا تو لفٹنٹ گورنروں کے اگلے زمانہ کے خطوط سے
میرا کیا دل خوش ہوگا - ایسے ایسے پچاس ساٹھ خط میرے پاس موجود ہیں مجکو تو آٹھ آنے کے پیسوں کا افسوس ہے
جو تم نے بابت محصول دیئے - راقم اسد اللہ - مرقومہ ۱۰ فروری سنہ ۱۸۶۲ عیسوی -

ایضاً صاحب میرا سلام تمھارا خط پہنچا دونوں غزلیں دیکھیں خوش ہوا فقیر کا شیوہ خوشامد نہیں اور

اُن شعر میں اگر اس شیوہ کی رعایت کیجاوے تو شاگرد ناقص رہ جاتا ہے۔ یاد کرو کبھی کوئی غزل تمھاری اس طرح کی نہیں ہوئی کہ جس میں صلاح نہ ہوئی ہو خصوصاً روزمرہ اُردو میں وہ دونوں غزلیں لفظاً و معنًی بے عیب ہیں کہیں اصلاح کی حاجت نہیں۔ آفرین صد ہزار آفرین۔ میر غلام بابا خاں صاحب وہ آدمی ایسے ہی ہیں جیسا تم لکھتے ہو سیاحت میں دس ہزار آدمی تمھاری نظر سے گزرا ہوگا اُس گروہ کثیر میں جو تم ایک شخص کے مداح ہو تو بیشک وہ شخص ہزاروں میں ایک ہے لاریب فیہ کیا فرمایش کروں اور کیا تم سے منگاؤں وہاں کون سی چیز ہے کہ یہاں نہیں۔ آم مجکو بہت مرغوب ہیں انگور سے کم عزیز نہیں لیکن بمبئی اور سورت سے یہاں پہنچنے کی کیا صورت مالدہ کا آم یہاں پیوندی اور ولایتی کرکے مشہور ہے اچھا ہوتا ہے کمال یہ کہ وہاں بہت اچھا ہوگا سورت سے کی آم بھیجے محض تکلف ہے روپیہ کے آم اور چار روپیہ محصول ڈاک اور پھر سو میں سے شاید دس پہنچیں میرے سر کی قسم کبھی ایسا ارادہ نہ کرنا یہاں دیسی آم انواع و اقسام کے بہت پاکیزہ اور لذیذ اور خوشبو فراط سے ہیں۔ پیوندی آم بھی بہت ہیں۔ رامپور سے نواب صاحب اپنے باغ کے آموں میں سے اکثر بسبیل ارمغان بھیجتے رہتے ہیں۔ ابے لو آج بریلی سے ایک بہنگی ایک دوست کی بھیجی ہوئی آئی۔ دو ٹوکرے۔ ہر ٹوکرے میں سو آم کلو داروغہ نے میرے سامنے وہ ٹوکرے کھلوائے۔ دو سو میں سے تیرہ آم اچھے نکلے اور ایک سو ستاسی آم بالکل سڑے ہوئے۔ اور جون یا جولائی میں ایک ہفتہ مینہ برس کر پھر اب وہی آگ برس رہی ہے اور لو چل رہی ہے۔ شنبہ ۱۷ جون ۱۸۶۶ء

ایضاً صاحب میں تم سے شرمندہ۔ پہلا خط تمھارا مع قصیدہ پہنچا میں قصیدہ کسی کتاب میں رکھ کر بھول گیا اب دوسرا خط دیکھ کر قصیدہ یاد آیا ہر چند ڈھونڈا نہ پایا بڑی بات یہ ہے کہ اس قدر مجکو یاد ہے کہ اُسی وقت میں نے اُن اشعار کو سراسر دیکھ لیا تھا اشعار سب ہموار تھے تم اندیشہ نہ کرو اور قصیدہ نذر گزرانو اور مع الخیر وطن کو جاؤ لیکن بھائی وطن پہنچکر ضرور مجکو خط لکھنا اور اپنے گھر کا پتہ لکھنا تا کہ میں اُس نشان سے تم کو خط بھیجوں۔ لواز میر غلام بابا خاں صاحب کو فقیر کی طرف سے سلام کہنا فقط صبح سہ شنبہ ۱۰ نومبر ۱۸۶۶ء۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان۔ شکوہ تمھارا میرے سر اور آنکھوں پر۔ مگر کوئی خط تمھارا

جواب طلب نہ تھا۔ اشعار کی اصلاح سے میں نے ہاتھ اُٹھایا۔ کیا کروں ایک برس سے عوارضِ فسادِ خون میں مبتلا ہوں بدن پھوڑوں کی کثرت سے سرو چراغاں ہو گیا۔ طاقت نے جواب دیا۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانا کھانے کے وقت پلنگ پر سے اُتر بیٹھتا ہوں۔ کھانا کھا کر ہاتھ دھو کر پھر پڑ رہتا ہوں۔ حاجتی پلنگ کے پاس رہتی ہے۔ اُتر کر پیشاب کیا جاتا ہے۔ بیت الخلا جانا ایک مصیبت ہے۔ طشت چوکی سہی مگر کئی قدم جانا پھر آنا کیا ایسا آسان ہے۔ ایک کم ستر برس کی عمر ہوئی۔ اب نجات چاہتا ہوں۔ بہت جیا۔ کہاں تک جیوں گا (اب تم دوسرے صفحہ کو پڑھو) جناب نواب سید غلام بابا خاں صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور ولادتِ فرزند کی مبارکباد دینا اور یہ قطعہ تاریخ نذر کرنا

قطعہ

میر بابا یافت فرزندے کہ ماہ چاردہ	بر فراز لوح گردوں گردۂ تمثال اوست
فرخی بینی و یابی بہرہ از ناز و طرب	از سر ناز و طرب فرزند فرخ سال اوست

۱۲۲۱ھ کے نون کے پچاس اور طرب کی طوے کے نو فرزندِ فرخ فال پر بڑھالئے ہو گئے

غالب۔ روز پنجشنبہ ۱۲۔ اگست ۱۸۶۳ع۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی میاں داد خاں سیاح سیف الحق سلمکم اللہ تعالیٰ۔

دعا اور سلام اور شکر اور سپاس۔ تمھارا خط مرقومہ ۳۰ اگست پرسوں بروز جمعہ ۴ ستمبر ۱۸۶۳ء کو پہنچا کل دسویں ستمبر ماہِ حال کو سو روپے مندرجہ اُس کے ایک صراف سے وصول ہو گئے چھوٹے صاحب نے بڑی جوانمردی اور بڑی ہمت کی۔ اس صرف میں میرا کام ہوا اور اُن کا نام ہوا۔ اللہ اللہ اب بھی ہندوستان میں ایسے لوگ ہیں کہ میں نے اُن کو نہ دیکھا اور نہ اُنھوں نے مجھ کو دیکھا نہ میرا کوئی حق اُن پر ثابت نہ اُن کو کوئی خدمت مجھ سے لینی منظور۔ خیر فقیر ہوں جب تک جیونگا دعا دونگا۔ تمام عمر ممنون اور شرمندہ رہونگا تمھارا بھی احسان مانونگا اب دو ایک دن میں کاغذ آجائے تو اُس کا انطباع شروع ہو جائے۔ تم نواب صاحب کو میرا سلام کہو اور یہ خط دکھا دو اور عرض کرو کہ آج تک کسی بھائی یا کسی دوست کا روپے پیسے کا

احسان مند نہیں ہوا تھا اب احسان بھی اُٹھایا تو اپنے آقا یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند کا - وہ جو ایک اور کتاب کا تم نے ذکر لکھا ہے وہ ایک لڑکے پڑھانے والے مُلّا مکتب دار کا خبط ہے - رحیم بیگ اُس کا نام میرٹھ کا رہنے والا کئی برس سے اندھا ہو گیا ہے باوجود نابینائی کے حمق بھی ہے اُس کی تحریر میں نے دیکھی تم کو بھی بھیجونگا مگر ایک بڑے مزے کی بات ہے کہ اس میں بیشتر وہ باتیں ہیں جن کو لطائف غیبی میں ذکر چکے بہر حال اب اُسکی جواب کی فکر نہ کرنا فقط والسلام والاکرام - نجات کا طالب غالب - دوشنبہ - ۱۱ ستمبر ۱۸۶۵ع

ایضاً صاحب میں خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ تم اپنے وطن گئے اعزّۂ وطن کو دیکھ کر خوش ہوئے اور مع الخیر والعافیۃ اپنے محسن و مربّی کی خدمت میں پھر آ پہنچے - نواب صاحب سے میرا بہت بہت سلام کہنا اور کہنا اس خط میں سلام صرف فور اشتیاق سے لکھا ہے - محبت نامہ جداگانہ جلد بھیجونگا - اجی ہاں میاں سیف الحق رامپور سے آکر تین سو جلدیں درفش کاویانی کی تیار پائیں - نواب میر یا یا خاں صاحب سے حصّہ برادرانہ کو ڈیڑھ جلد کا پشتارہ بنایا اُس پر ٹاٹ لپٹوایا - ڈاک گھر بھجوایا - مسترد آیا - سرکاری ڈاک والوں نے ہرگز اُس کا بھیجنا نہ قبول کیا - ٹھیکے والے - ہم فلٹ پاکٹ والے - ریل والے متفق اللفظ اُس کے ارسال سے انکار کرتے ہیں - تم یہ رقعہ حضرت کو پڑھواؤ - اور اس باب میں جو وہ فرمائیں وہ مجھ کو لکھو - مدعا یہ ہے کہ کسی طرح یہ پشتارہ وہاں تک پہنچ جاوے - اس خط کا جواب جس قدر جلد لکھو گے مجھ پر زیادہ احسان کرو گے - نجات کا طالب غالب - سہ شنبہ - ۲۳ - جنوری ۱۸۶۹ع - +

ایضاً بھائی تم جیتے رہو - اور مراتب عُلیا کو پہنچو - لو ایک ہنسی کی بات سنو - تمھارا خط منشی کنہیا لال کے نام کا میرے پاس آیا - ہر چند میں نے خیال کیا اس نام کا کوئی آشنا مجھے یاد نہ آیا - یہ نادانی اُن کی کہ مجھ سے کہہ نہ دیا کہ میرے نام کا خط آئے تو میرے پاس بھیج دینا بے خبری میں جو خط آیا - میں نہ نام سے واقف نہ مقام سے واقف - خط پھیر نہ دوں تو کیا کروں - خط کے واپس کرنے کے بعد ایک دن آپ بھائی میرزا محمد حسین خاں کے ساتھ میرے پاس آئے اور تعارف قدیم یاد دلایا - دیکھنا یہاں کیا خوب بیان فرماتے ہیں -

کہ میں عذر سے پہلے دو تین بار تیرے پاس حاضر ہوا ہوں۔ انصاف کرو دو تین ملاقاتیں اور گیارہ برس کی بات
میں نسیان کا پتلا۔ میرا قصور کیا۔ بہر حال یہ شریف ہیں اور عمدہ روزگار کیے ہوئے ہیں۔ صاحب میں نے
اودھ اخبار میں دیکھا کہ چھوٹے صاحب بمقدمہ جیتے اور بمبئی کے صاحبوں میں ان کی افزائش جاہ و جلال
و تعظیم و توقیر کمال ہوئی۔ میں تو تہنیت میں خط لکھوں گا مگر شک آتا ہو کہ بحوالہ اودھ اخبار لکھوں
او بحوالۂ سیف الحق نہ لکھوں۔ زیادہ زیادہ۔ اسد اللہ خاں غالب۔ ۱۳ مارچ ۱۸۶۷ء۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان سیف الحق میاں خدا داد خاں سیاح کو غالب کی
دعا پہنچے۔ پرسوں ایک خط تمھارا اور ایک خط چھوٹے صاحب کا پہنچا۔ تمھارے خط میں پچاس پچاس روپے کے
دو نوٹ پہنچے۔ سو روپے وصول ہو گئے آج تم کو اطلاع اور نواب صاحب کو شکریہ لکھ کر روانہ کرتا ہوں بھائی
تم نے اخبار اطراف و جوانب میں میرا حال دیکھا ہو گا۔ میں اب محض نکما ہو گیا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے پچاس
جگہ سے اشعار واسطے اصلاح کے آئے ہوئے بکس میں دھرے ہیں ازانجملہ تین صاحبوں کے تم کو نام
لکھتا ہوں۔ میر ابراہیم علیخاں صاحب۔ میر عالم علیخاں صاحب۔ نواب عباس علیخاں رئیس جاؤرہ
کے حقیقی ماموں۔ غرضکہ انھیں اوراق میں تمھارے کاغذ بھی دھرے ہوئے ہیں جس دن ذرا افاقہ
پاؤں گا۔ تو ان سب کاغذ کو دیکھوں گا۔ ۲۳ اپریل ۱۸۶۶ء۔

ایضاً منشی صاحب سعادت و اقبال نشان سیف الحق منشی میاں داد خاں سیاح کو غالب ناتواں
نیم جاں کی دعا پہنچے۔ بھائی میرا حال اسی سے جانو کہ اب میں خط نہیں لکھ سکتا۔ آگے لیٹے لیٹے
لکھتا تھا اب رعشہ و ضعف بصارت کے سبب سے وہ بھی نہیں ہو سکتا تھا جب حال یہ ہے تو کہو صاحب میں
اشعار کو اصلاح کیونکر دوں اور پھر اس موسم میں کہ گرمی سے سر کا بھیجا پگلا جاتا ہے۔ دھوپ کے دیکھنے کی
تاب نہیں رات کو صحن میں سوتا ہوں صبح کو دو آدمی ہاتھوں پہ لیکر دالان میں لے آتے ہیں ایک کوٹھری ہے
اندھیری اسمیں ڈال دیتے ہیں تمام دن اس گوشۂ تاریک میں پڑا رہتا ہوں شام کو پھر دو آدمی بدستور

لیجا کر پلنگ پر صحن میں ڈالدیتے ہیں۔ تمھاری غزلیں۔ میر ابراہیم علیخاں بہادر کی غزلیں۔ میر عالم علیخاں کی غزلیں
حکیم میر احمد حسن صاحب کی غزلیں اور کیا کہوں کس کس کی غزلیں۔ یہ سب ایک جگہ دھری ہوئی ہیں اگر کوئی دن
زندگی اور ہے اور یہ گرمی خیر سے گزر گئی تو سب غزلوں کو دیکھوں گا تصویر کا حال یہ ہے کہ ایک مصور صاحب
دوست میرے چہرہ کی تصویر اُتار کر لیگئے اس کو تین مہینے ہوئے آج تک بدن کا نقشہ کھینچنے کو نہیں
آئے۔ میں نے گوارا کیا آئینہ پر نقشہ اُتروانا بھی ایک دوست اس کام کو کرتے ہیں عید کے دن وہ آئے تھے
میں نے اُن سے کہا کہ بھائی میری شبیہ کھینچ دو۔ وعدہ کیا تھا کہ کل تو نہیں پرسوں اسباب کھینچنے کا لیکر آؤنگا
شوال۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم یہ پانچواں مہینہ ہے آج تک نہیں آئے۔ آغا غلام حسین خان صاحب کا
قطعہ پہنچا۔ اُس میں کچھ تو شعر اصلاح طلب بھی تھے۔ اب اصلاح دے کون۔ میں تو اپنی مصیبت میں
گرفتار۔ ہاں ایک میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ بسواری ریل میرے دیکھنے کو آیا تھا اُسکو موقع
محل بتا دیا۔ جو میں کہتا گیا اُس طرح وہ بناتا گیا وہ قطعہ کا کاغذ بعد اصلاح کے اکمل المطابع میں بھیجدیا ہے
آیندہ میں تم بھی دیکھ لوگے۔ مرگ ناگاہ کا طالب غالب۔ ۱۱ جون ۱۸۶۶ء۔

بنام مولوی منشی حبیب اللہ خاں المتخلص بہ ذکا

صبح جمعہ ۹ ہم شوال ۱۲۸۳ھ۔ ۱۵ فروری ۱۸۶۷ء۔ بھائی میں نہیں جانتا کہ تم کو مجھ سے اتنی ارادت
مجھ کو تم سے اتنی محبت کیوں ہے۔ ظاہرا معاملہ عالم ارواح ہے ایسا ظاہری کو اس میں دخل نہیں تمھارے
خط کا جواب مع اوراق مسودہ روانہ ہوچکا ہے وقت پر پہنچے گا۔ ستر ابہترا۔ اردو میں ترجمہ پیر خرف
میری تہتر برس کی عمر ہے بس میں خرف ہوا۔ حافظہ گویا کبھی تھا ہی نہیں۔ سامعہ باطل بہت دن سے
رفتہ رفتہ وہ بھی حافظہ کی مانند معدوم ہوگیا اب مہینہ بھر سے یہ حال ہے کہ جو دوست آتے ہیں رسمی
پرسش مزاج سے بڑھکر جو بات ہوتی ہو وہ کاغذ پر لکھ دیتے ہیں غذا مفقود ہے صبح کو قند اور شیرہ بادام
دوپہر کو گوشت کا پانی۔ سر شام تلے ہوئے چار کباب۔ سوتے وقت پانچ روپے بھر شراب۔ اور اسی قدر

حرف ہوں۔ پوچ ہوں۔ عاصی ہوں۔ فاسق ہوں۔ روسیاہ ہوں۔ یہ شعر میر تقی کا میرے حسب حال ہے ۵

مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم	القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

آج اس وقت کچھ افاقت تھی۔ ایک خط ضروری لکھتا تھا۔ بکس کھولا تو پہلے تمہارا خط نظر پڑا۔ مکرر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ بعض مطالب کے جواب لکھے نہیں گئے۔ ناچار اب کتابت جداگانہ میں لکھتا ہوں تاکہ خلعت کا حال اور میرے حالات تم کو معلوم ہو جائیں کہ میں قوم کا ترک سلجوقی ہوں۔ دادا میرا ماوراء النہر سے شاہ عالم کے وقت میں ہندوستان میں آیا۔ سلطنت ضعیف ہو گئی تھی۔ صرف پچاس گھوڑے نقارہ نشان سے شاہ عالم کا نوکر ہوا۔ ایک پرگنہ سیر حاصل ذات کی تنخواہ اور رسالے کی تنخواہ میں پایا۔ بعد انتقال اُس کے جو طوائف الملوک کا ہنگامہ گرم تھا وہ علاقہ نہ رہا۔ باپ میرا عبد اللہ بیگ خان بہادر لکھنؤ جا کر نواب آصف الدولہ کا نوکر رہا۔ بعد چند روز حیدرآباد جا کر نواب نظام علیخاں کا نوکر ہوا۔ تین سو سوار کی جمعیت سے ملازم رہا۔ کئی برس وہاں رہا۔ وہ نوکری ایک خانہ جنگی کے بکھیڑے میں جاتی رہی۔ والد نے گھبرا کر الور کا قصد کیا۔ راجہ بختاور سنگھ کا نوکر ہوا۔ وہاں کسی لڑائی میں مارا گیا۔ نصر اللہ بیگ خاں میرا چچا حقیقی مرہٹوں کی طرف سے اکبرآباد کا صوبہ دار تھا۔ اُس نے مجھے پالا۔ سنہ ۱۸۰۶ء میں جرنیل لیک صاحب کا عمل ہوا۔ صوبہ داری کمشنری ہو گئی۔ اور صاحب کمشنر ایک انگریز مقرر ہوا۔ میرے چچا کو جرنیل لیک صاحب نے سواروں کی بھرتی کا حکم دیا۔ چار سو سوار کا برگیڈیر ہوا۔ ایک ہزار روپیہ ذات کا اور لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال کی جاگیر حین حیات علاوہ سال بھر مقرر ہا لی سکے تھی کہ بمرگ ناگاہ مر گیا۔ رسالہ برطرف ہو گیا۔ ملک کی عوض نقدی مقرر ہو گئی وہ اب تک پاتا ہوں۔ پانچ برس کا تھا جو باپ مر گیا۔ آٹھ برس کا تھا جو چچا مر گیا۔ سنہ ۱۸۳۰ء میں کلکتے گیا۔ نواب گورنر جنرل سے ملنے کی درخواست کی۔ دفتر دیکھا گیا۔ میری ریاست کا حال معلوم کیا گیا۔ ملازمت ہوئی۔ سات پارچے اور جیغہ سرپیچ۔ مالائے مروارید۔ یہ تین رقم کا خلعت ملا۔ زان بعد جب دلی میں دربار ہوا مجھکو بھی خلعت ملتا رہا

بعد غدر بجرم مصاحبت بہادر شاہ دربار و خلعت دونوں بند ہو گئے۔ میری بریت کی درخواست گزری۔
تحقیقات ہوتی رہی۔ تین برس بعد پنڈ چھٹا۔ اب خلعت معمولی ملا۔ غرضکہ یہ ریاست کا ہے عوض خدمت نہیں
انعامی نہیں۔ معوج الذہن نہیں ہوں۔ غلط فہم ہوں۔ بدگمان نہیں ہوں۔ جو جسکو سمجھ لیا اُنہیں فرق
نہیں آتا۔ دوست سے راز نہیں چھپاتا۔ کسی صاحب نے حیدرآباد سے گمنام خط ڈاک میں بھیجا بند بری طرح
کیا تھا۔ کھولتے میں سطر کٹ گئی۔ بارے مطلب ہاتھ سے نہیں جاتا۔ بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ مجکو تم سے رنج
و ملال ہو۔ قدرت خدا کی میری محبت اور بڑھ گئی۔ اور میں نے جانا کہ تم مجھے دل سے چاہتے ہو وہ خط
بجنسہ تمھارے پاس اس خط میں ملفوف کرکے بھیجتا ہوں زنہار دستخط کو پہچان کر کاتب سے جھگڑا نہ کرنا مدّعا
اس خط کے بھیجنے سے یہ ہے کہ تمھاری ترقی منصب اور افزونی مشاہرہ اس خط سے مجھے معلوم ہوئی تھی۔

ایضاً

بندہ پرور تمھارے دونوں خط پہنچے۔ غالب شکستہ دم۔ کوتہ قلم۔ نہ لکھے تو اور بات ہے
دونوں خط آپ کے اور ایک پارسل محمد نجیب خاں کا بہ تقدیم و تاخیر دو سہ روز موصول ہوئے آپکا پارسل
بعد مشاہدہ آپ کو بھیجا جائیگا۔ خانصاحب کے پارسل میں ایک کتاب ارمغان اور اوراق اصلاح بھیجے
جائیں گے۔ ہاہا ہا محرق قاطع کا تمھارے پاس پہنچنا ع کام کہ خواستم ز خدا شد میسّرم ⁂ میں ان
خرافات کا جواب کیا لکھتا۔ مگر ہاں سخن فہم دوستوں کو غصہ آ گیا ایک صاحب نے فارسی عبارت میں
اُس کے عیوب ظاہر کیے۔ دو طالبعلموں نے اُردو زبان میں دو رسالے جُدا جُدا لکھے۔ دانا ہو اور منصف ہو
محرق کو دیکھکر جانوگے کہ مؤلف اس کا احمق ہے اور جب وہ احمق دافع ہذیان و سوالات عبدالکریم
لطائف غیبی کو پڑھ کر متنبہ نہ ہوا۔ اور محرق کو دھونڈ ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ بیحیا بھی ہے۔ دافع ہذیان
سوالات۔ لطائف غیبی۔ تینوں نسخے ایک پارسل میں اس خط کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں یقین ہے
کہ بتقدیم و تاخیر یک دو روز نظر انور سے گزریں۔ فی الحال اس پارسل کی رسید بفور ورود لکھیے گا جب
آپ کا بھیجا ہوا نسخہ مسترد پہنچے تو اسکی رسید رقم کیجائیگی۔ چار نسخے پارسل میں ہیں دو آپ لیجیے۔

اور دو محمد نجیب خاں صاحب کو دے دیجیے۔ دوشنبہ۔ ۲۸ نومبر ۱۸۶۴ء ٭ غالب۔ +

ایضاً میرے مشفق میرے شفیق مجھ سے ہیچ و پوچ کے ماننے والے مجھ سے بُرے کو اچھا جاننے والے۔ میرے محب۔ میرے محبوب تم کو میری خبر بھی ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیم جاں ہوں آگے بہرا تھا اب اندھا ہوا چاہتا ہوں۔ رامپور کے سفر کا رہ آورد ہے رعشہ و ضعفِ بصر۔ جہاں چار سطریں لکھیں اُنگلیاں ٹیڑھی ہو گئیں حرف سُوجھنے سے رہ گئے۔ اکہتر برس جیا بہت جیا۔ اب زندگی برسوں کی نہیں مہینوں اور دنوں کی ہے۔ پہلا خط تمھارا پہنچا۔ اس سے تمھارا مریض ہونا معلوم ہوا۔ متواتر دوسرا خط مع غزل آیا۔ غزل کو دیکھا سب شعر اچھے اور لطیف۔ حافظہ کا یہ حال ہے کہ غزل کی زمین یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ ایک شعر میں کوئی لفظ بدلا گیا تھا۔ غرض کہ دو غزل بعد مشاہدہ تم کو بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ نوید حصول صحت جلد بھیجو۔ کل ایک خط رجسٹری دار آیا گویا ستارۂ دنبالہ دار آیا۔ حیران کہ ماجرا کیا ہے بارے کھولا اور دیکھا خط نوید رفع مرض و حصول صحت سے خالی اور شکوہ ہائے بیجا سے لبریز۔ صاحب میرے نام کا خط جہاں سے روانہ ہو وہیں رہ جائے تو رہ جائے ورنہ دلّی کے ڈاکخانہ میں پہنچ کر کیا مجال ہے جو مجھ تک نہ پہنچے۔ وہاں کے ڈاک کے کارپردازوں کو اختیار ہے مکتوب الیہ کو دیں یا نہ دیں۔ آپ مرزا صابر کا تذکرہ مانگتے ہیں اُس کا یہ حال ہے کہ غدر سے پہلے چھپا اور غدر میں تاراج ہو گیا اب ایک مجلّد ہُن کا کہیں نظر نہیں آتا۔ بس اب مجھے اتنا لکھنا باقی ہے کہ اس خط کی رسید اور اپنی خیر و عافیت جلد لکھو۔ جواب کا طالب غالب صبح جمعہ ۲۵۔ ذیحجہ ۱۲۸۲ھ۔ ۱۲ مئی ۱۸۶۶ء

ایضاً مولانا ایک تفقد نامہ پہلے بھیجا تھا۔ اُس کے جواب میں یہاں سے خط جواب طلب لکھا گیا تھا پھر ایک اور مہربانی نامہ آیا اُس میں مَیں نے اپنے خط کا جواب پایا نا چار اس خط کے جواب کی نگارش اپنے خط جواب طلب کے پاسخ آنے پر موقوف اور ہمت آزادانہ نہ فطرت کیا دانہ اس تحریر کے آنے پہ مصروف رکھی گئی بارے وہ کل نظر افروز اور طبیعت اُس کے مشاہدہ سے طرب اندوز ہوئی

اب درنگ و رزی کی تقصیر معاف کیجئے اور اپنے دونو نگارشوں کا جواب لیجئے - صاحب تاریخ الطباع
کلیات خوب لکھی ہے - مگر ہزار حیف کہ بعد از اتمام انطباع پہنچی - اور کتاب کی رونق افزا نہ ہوئی - بندہ پرور
تم چراغ دودمان مہر و وفا اور منجملہ اخوان الصفا ہو - مجھ سے تمہیں محبت روحانی ہے گویا یہ جلد بھائی
زبانی ہے - دوست کی بھلائی کے طالب ہو - اس شیوہ میں شریک غالب ہو ایک خواہش میری قبول
تاکہ مجکو حسنات حصول ہو - مبادی ذکر نہیں کرتا ہوں واقعہ حال عرض نشین کرتا ہوں جناب مولوی مویدالدین خان صاحب کے بزرگوں میں
فقیر کے بزرگوں میں باہم وہ خلت صفوت مرعی تھی کہ وہ مقتضی اسکی ہوئی کہ ہم میں و رآن میں برادرانہ ارتباط و اختلاط
باہم ہے اور ہمیشہ یوں ہی بلکہ روزافزوں رہیگا - خط میں خط ملفوف کرنا جانب حکام سے ممنوع ہے
تو میں اُن کے نام کا خط تمھارے خط میں ملفوف کر کے بھیجتا - ناچار اب آپ سے یہ چاہتا ہوں کہ
مولوی صاحب سے ملیں اور اُن کو یہ خط اپنے نام کا دکھائیں اور میری طرف سے بعد سلام میرے
کلیات کی پارسل کا اُن کے پاس اور اُن کے ذریعہ عنایت سے اُس مجلد کا حضرت فلک رفعت نواب
مختار الملک بہادر کی نظر سے گزرنا اور جو کچھ اُس کے گزرنے کے بعد واقع ہو دریافت کرکے مجھ کو
مطلع فرمائیں - جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۸۶۳ء - غالب

ایضاً منشی صاحب الطاف نشان سعادت و اقبال توامان منشی حبیب اللہ خاں کو غالب خستہ جگر کی دعا پہنچے
تمھارا خط پہنچا پڑھ کر دل خوش ہوا - تم میری بات پوچھتے ہو مگر میں کیا لکھوں - ہاتھ میں رعشہ
اُنگلیاں لکھنے میں نہیں - ایک آنکھ کی بینائی زائل - جب کوئی دوست آجاتا ہے تو اُس سے
خطوط کا جواب لکھوا دیتا ہوں - مشہور ہے یہ بات کہ جو کوئی کسی اپنے عزیز کی فاتحہ دلاتا ہے مُردے کی
رُوح کو اُسکی بو پہنچتی ہے - ایسے ہی میں سونگھ لیتا ہوں غذا کو پہلے مقدار غذا کی تولوں پر منحصر تھی اب
ماشوں پر ہے - زندگی کی توقع آگے مہینوں پر تھی اب دنوں پر ہے بھائی اسمیں کچھ مبالغہ نہیں ہے
بالکل میرا یہی حال ہے - انا للہ وانا الیہ راجعون - اپنی مرگ کا طالب غالب دوم شوال ۱۲۸۵ ہجری

ایضاً - جانِ غالب - تم نے بہت دن سے مجکو یاد نہیں کیا - ایک خط میرا ضروری جواب طلب گیا ہوا ہے اور آمد و رفت ڈاک کی مدت گزر گئی - اُس کا جواب تو سو کام چھوڑ کر لکھنا تھا - مؤید برہان میرے پاس بھی آگئی ہے اور میں اُس کی خرافات کا حال بقیدِ شمارِ صفحہ و سطر لکھ رہا ہوں وہ تمہارے پاس بھیجوں گا شرطِ موقوت بشرط آنکہ جانی نہ رہی ہو اور باقی ہو یہ ہے کہ میں ہوں یا نہ ہوں تم اس کا جواب میرے لکھے ہوئے اقوال جہاں جہاں مناسب جانو درج کر دو - میں اب قریب مرگ ہوں - غذا بالکل مفقود اور امراض مستولی - بہتر برس کی عمر انا للہ و انا الیہ راجعون - میاں محمد میرزا کو دعا جواب کا طالب غالب نہم اپریل سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً بندہ پرور آج تمہارا عنایت نامہ آیا اور آج ہی میں نے اُس کا جواب ڈاک میں بھجوایا - اور اس خط کے ساتھ پارسل کلیات کا بھی ارسال کیا - دسویں بارہویں دن خط اور مہینا بیس دن میں پارسل پہنچیگا خط کا جواب ضروری الارسال نہیں لیکن پارسل کی رسید ضرور لکھیے گا - آپ کے خط کی عبارت تو میں سمجھا لیکن مدعا مجھ پر نہ کھلا - میں نے پارسل کب آپ کے پاس بھیجا اور کب آپ کو لکھا کہ آپ پارسل مؤید الدین خاں کو دیدیجیگا پارسل کا لفافہ مولوی صاحب کے نام کا اور آپکو اُس کے ارسال کی اطلاع اور آپ سے یہ خواہش کہ مولوی مؤید الدین خاں صاحب سے لیجئے اور میرا خط جو آپ کے نام کا ہے انہیں دکھلائیے اور ان سے پارسل کا حال دریافت فرمائیے آپ ولایتی بھی نہیں جو میں یہ تصور کروں کہ اُردو عبارت سے استنباط مطلب اچھی نہ کر سکے بہرحال اب مدعا سمجھ لیجئے - اور مولوی صاحب سے ملنے کا ارادہ فرمائیے اور پارسل کا حال معلوم کر کے لکھئے داد کا طالب غالب ۱۳ جمادی الاول و نوزدہم اکتوبر روز دوشنبہ

ایضاً بندہ پرور کل آپ کا تفقد نامہ پہنچا آج میں پاسخ طراز ہوا - جس کاغذ پر میں یہ نقوش کھینچ رہا ہوں آپ کے خط کا دوسرا ورق ہے پہچان لیجئے اور معلوم کیجئے کہ آپ کا مجموعہ کلام معجز نظام اور اس کے بعد بہم دو خط پہنچے - میں صحیفہ شریفہ کی رسید لکھ چکا ہوں - بلکہ اُسی خط میں محمد نجیب خاں کو سلام اور ارمغان کا شکر اور اوراق اشعار اصلاح طلب کی رسید میں نے لکھدی ہے - پارسل کے سرنامہ سے میرا نام مٹا نہیں - پارسل تلف ہوا نہیں - آٹھ دس روز ہوئے ہونگے کہ وہ مجلد اُسی پارسل میں کہ اُسکو رہ گردان

کر لیا ہی بعد اوا ے محصول آپ کا نام لکھکر روانہ کر دیا ہے یقین ہی کہ بعد آپ کے خط کی روانگی کے آپ کے پاس پہنچ گیا ہوگا۔ ہاں صاحب خط دیروزہ کے ساتھ ایک خط مولوی نجف علی صاحب کے نام کا ہے اس حکم کہ میں اُس کو مولوی صاحب پاس پہنچاؤں میں نے پایا۔ حال یہ ہے کہ مولوی صاحب سے میری ملاقات نہیں صرف اتحادِ معنوی کے اقتضا سے اُنہوں نے دافع ہذیان لکھکر فنِ سخن میں مجھ کو مدد دی ہی۔ منشی گوبند سنگھ دہلوی ایک اُنکے شاگرد اور میرے آشنا ہیں۔ اُنکو وہ خط بجنسہ بھیجدیا۔ یقین ہی کہ وہ مولوی نجف علی صاحب کو بھجوادیں گے۔ انھیں کے اظہار سے دریافت ہوا ہی کہ مولوی صاحب سند آباد بنگالہ میں ہیں نواب ناظم نے نوکر رکھ لیا ہی ہر شخص نے بقدرِ حال ایک ایک قدر دان پایا۔ غالبِ سوختہ اختر کو ہنر کی داد بھی نہ ملی ؎ کسم بجو دنہ پذیرفت وو ہر یارم برد ٭ چو نامۂ کہ بود نا نوشتہ عنوانش ٭ یہ شعر میرا ہے ولیعہد خسروِ دہلی میرزا فتح الملک بہادر مغفور کے قصیدہ کا اور دیکھو ایک رباعی میری ؎

	دستم بہ کلید مخزنے می بایست		ور بود ہتی بدامنے می بایست
	با ہیچکہم بکس نیفتادے کار		یا خود بزمانہ چوں منے می بایست

انا للہ وانا الیہ راجعون ٭

ایضاً دوست رُوحانی و برادر ایمانی مولوی حبیب اللہ خاں میر منشی کو فقیر غالب کا سلام تم نے یوسف علی کو کہاں سے ڈھونڈھ نکالا اور اُنکا تخلص اور اُن کا خطاب کس سے معلوم کیا بغیر نشان محلہ کے اُن کو خط کیونکر بھیجا۔ اور وہ خط اُن کو کیونکر پہنچا ؎ حیرت اندر حیرت ست اے یارِ من ٭ پہلے یہ کہو کہ درفش کاویانی اور وہ قطعہ جسکی پہلی بیت یہ ہے تمکو پہنچا یا نہیں اگر پہنچا تو مجھ کو رسید کیوں نہیں لکھی

	مولوی احمد علی آحمد تخلص نسخہ		درخصوص گفتگوی پارسی انشا کردہ است

اگر یہ پارسل پہنچگیا ہے تو رسید لکھو اور دیباچہ ثانی جدید کی داد دو۔ اور اگر نہیں پہنچا تو مجھ کو اطلاع دو تاکہ ایک نسخہ اور بھیجوں۔ زیستن دشوار۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے تہتّرواں برس

شروع ہوا۔ غذا صبح کو سات بادام کا شیرہ قند کے شربت کے ساتھ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا گاڑھا پانی۔ قریب شام کبھی کبھی تین تلے ہوئے کباب۔ چھ گھڑی رات گئے پانچ روپیہ بھر شراب خانہ ساز اور اسیقدر عرق شیر۔ اعصاب کے ضعف کا یہ حال کہ اُٹھ نہیں سکتا۔ اور اگر دونوں ہاتھ ٹیک کے چار پایہ بن کر اُٹھتا ہوں تو پنڈلیاں لرزتی ہیں۔ معہذا دن بھر میں تین بار اور اُسی قدر رات بھر میں پیشاب کی حاجت ہوتی ہے حاجتی پلنگ کے پاس لگی رہتی ہے اُٹھا اور پیشاب کیا اور پڑ رہا۔ اسباب حیات میں سے یہ بات ہے کہ تشکو بدخواب نہیں ہوتا بعد اراقہ بول بے توقف نیند آجاتی ہے۔ ماہ بماہ ۱۶۲ کی آمد ۳۰۰ کا خرچ ہر مہینے میں ۱۴۰ کا گھاٹا۔ کہو زندگی دشوار ہے یا نہیں۔ مُردن نا گوارا یہی ہے۔ مرنا کیونکر گوارا ہوگا۔ جواب خط کا طالب غالب۔ شنبہ از روئے جنتری ۲۶۔ اور از روئے رؤیت ۲۵۔ رجب ۱۲۸۳ ہجری اور ۴ر نومبر ۱۸۶۶ء

بھائی یہ خط ازراہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔

ایضاً جانان بلکہ جان مولوی منشی حبیب اللہ خاں کو غالب خستہ دل کا سلام اور نور دیدہ و سرور سینہ منشی محمد میراں کو دُعا اور مجکو فرزند ارجمند کے ظہور کی نوید جو نگارش صاحبزادہ کی طرف سے تھی رسم الخط بعینہ تمہارا تھی اب تم بتاؤ کہ رقعہ اُسی کی طرف سے تمنے لکھا ہے یا خود اُسنے تحریر کیا ہے لڑکا تمہارا تمہارے ساتھ حیدر آباد نہیں آیا۔ ظاہر اب تم نے وطن سے بلایا ہے مفصل لکھو کہ نخل مراد کا ثمر یہی ہے یا اس کے کوئی بھائی بہن اور بھی ہے یہ اکیلا آیا ہے یا قبائل کو بھی اس کے ساتھ تم نے بلایا ہے۔ ہاں صاحب محمد میراں اسم مقتضی اس کا ہے کہ آپ قوم کے سید ہوں منشاء افراط پرسش وفور محبت ہے نہ فضولی۔ یوسف علیخاں شریف خاندان ہیں بادشاہ دہلی کی سرکار سے تیس روپیہ مہینہ پاتے تھے جہاں سلطنت گئی وہاں وہ تنخواہ بھی گئی شاعر ہیں۔ ریختہ کہتے ہیں۔ ہوس پیشہ ہیں مضطر ہیں ہر مدعا کے حصول کو آسان سمجھتے ہیں علم اسی قدر ہے کہ لکھ پڑھ لیتے ہیں۔ ان کا باپ میرا دوست تھا۔ میں انکو بجائے فرزند سمجھتا ہوں بقدر اپنی دستگاہ کے کچھ مہینا مقرر کر دیا ہے مگر بسبب کثرت عیال وہ انکو مکتفی نہیں تم انکی درخواست

سے جواب سے قطع نظر نہ کروگے تو کیا کروگے۔ صاحب میں بعین عنایت الٰہی کثیر الاحباب ہوں ایک دوست نے
کلکتہ سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے نام اُسکا مؤید برہان ہے
اُس رسالہ میں رفع کئے ہیں تیرے وہ اعتراض جو تو نے دکنی پر کئے ہیں اور تیری تحریر پر کچھ اعتراضات
وارد کئے ہیں اور اہل مدرسہ اور شعرائے کلکتہ نے تقریظیں اور تاریخیں بڑی دھوم کی لکھی ہیں بھائی ہنس کر
میں نے اپنے علم پر ایک قطعہ لکھکر چھپوایا اور کئی ورق اُس دوست کو اور دو چار جلدیں درفش کاویانی
علاوہ اوراق مذکور بھیج دیئے۔ اسی زمانے میں تین چار ورق خوب یاد ہے کہ درفش کی جلد میں رکھکر تم
بھیجے ہیں یا تو مجھے غلط یاد ہے یا تم نے درفش کو کھول کر دیکھا نہیں وہ اوراق مع درفش زینت طاق
نسیاں ہیں دو ورق اس لفافہ میں اپنے مکرر بھیجتا ہوں تم بھی دیکھو اور صاحبزادہ بھی دیکھے اور یہ جانے کہ
فی الحال نظم فارسی یہی ہے اور بس۔ ہاں صاحب اودھ اخبار میں ایک قصیدہ مولوی غلام امام شہید کا بیچ
مکان تنگ ست جہان تنگ ست مع مختار الملک میں متضمن ادعائے مسکن وسیع پھر مہینہ بھر
اسی اودھ اخبار میں یہ خبر دیکھی کہ نواب نے مسکن تو نہ دیا مگر تنخواہ بڑھا دیا۔ اسی اخبار میں پھر دیکھا گیا
ایک صاحب نے مولوی غلام امام کے کلام پر اعتراض کیا ہے اور اُن کے شاگرد وضیع تخلص نے اُسکا
جواب لکھا ہے آپ سے اس رد و کد کی تفصیل اور جواب اعتراض و معترض کے نام کا طالب ہوں بسبیل
استعجال۔ دوشنبہ ۱۶۔ شعبان ۱۲۸۳ ہجری۔

بنام منشی ہرگوپال صاحب المخاطب بمیرزا تفتہ

آج منگل کے دن ۵ اپریل کو تین گھڑی دن رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ ایک خط منشی صاحب کا اور ایک خط
تمھارا۔ اور ایک خط بابو صاحب کا لایا۔ بابو صاحب کے خط سے اور مطالب معلوم ہو گئے مگر ایک امر میں
حیران ہوں کہ کیا کروں یعنی اُنھوں نے ایک خط کسی شخص کا آیا ہوا میرے پاس بھیجا ہے اور مجھ کو
لکھا ہے کہ اُسکو اُلٹا میرے پاس بھیجدینا۔ حالانکہ خود لکھتے ہیں کہ میں اپریل کی چوتھی کو سیاٹو گیا

جاؤں گا اور آج پانچویں ہے بس وہ توکل روانہ ہو گئے اب میں وہ خط کس کے پاس بھیجوں ناچار تم کو لکھتا ہوں
کہ میں خط اپنے پاس رہنے دونگا جب وہ آکر مجھ کو اپنے آنے کی اطلاع دینگے تب وہ خط اُن کو بھیجونگا تم کو
تردّد نہ ہو کہ کیا خط ہے خط نہیں ہنڈی سوالال کا یتھ عمار کی عرضی تھی بنام مہاراجہ بکنیٹھ باشی سعادت بابو
صاحب پر مشتمل کہ اُس نے لکھا تھا کہ ہردیو سنگہ جانی جی کا دیوان اور ایک شاعر دہلی کا دیوان مہاراجہ جیتے جی
کے پاس لایا ہے اور جانی کی دستی روزنگار بھے پور کی سرکار میں کر رہا ہے اور اُسکے بھیجنے کی یہ وجہ کہ پہلے
اُن کے لکھنے سے مجکو معلوم ہوا تھا کہ کسی نے ایسا کہا ہے میں نے اُن کو لکھا تھا کہ تم کو میرے سر کی قسم
اب ہردیو سنگہ کو بلوالو۔ میں امر جزوی کے واسطے امر کلی کا بگاڑ نہیں چاہتا اُس کے جواب میں اُنہوں نے
وہ عرضی بھیجی اور لکھ بھیجا کہ راجہ مرنے والا ایسا نہ تھا کہ ان باتوں پہ نگاہ کرتا۔ اُس نے یہ عرضی گزرتے
ہی میرے پاس بھیجدی فقط تمہارے خط کے جانی جی کی طرف سے میری خاطر جمع ہو گئی مگر اپنی فکر پڑی
یعنی بابو صاحب آبو ہوں گے۔ اگر ہردیو سنگہ پھر کر آئیگا تو وہ بغیر اُن کے ملے اور اُن کے کہے مجھ تک
کاہے کو آئیگا۔ خیر وہ بھی لکھتا ہے کہ راول کہیں کو گیا ہوا ہے اُسکے آنے پر رخصت ہو گی دیکھئے وہ کب
آوے اور کیا فرض ہے کہ اُس کے آتے ہی رخصت ہو بھی جائے۔ تمہاری غزل پہنچی۔ یہ البتہ کچھ دیر سے
پہنچے گی تمہارے پاس۔ گھبرانا نہیں والدعا از اسد اللہ نگاشتہ سہ شنبہ روز ورود نامہ
و مرسلہ چہار شنبہ۔ ششم اپریل ۱۸۵۳ع۔ جواب طلب۔

ایضًا۔ تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ غزل نے محنت کم لی۔ بھائی کا ہاترس سے آنا معلوم ہوا
آویں تو میرا سلام کہدینا۔ یہ تمہارا دعاگو اگرچہ اور امور میں پایۂ عالی نہیں رکھتا۔ مگر احتیاج میں اسکا
پایہ بہت عالی ہے یعنی بہت محتاج ہوں سو دو سو میں میری پیاس نہیں بجھتی۔ تمہاری ہمت پر
سو ہزار آفرین ہے جے پور سے مجکو دو ہزار ہاتھ آجائے تو میرا قرض رفع ہو جاتا اور پھر اگر دو چار برس
کی زندگی ہوتی تو اتنا ہی قرض اور سیل جاتا۔ یہ باتیں تو بھائی تمہاری جان کی قسم متفرقات میں جاکر

سو ڈیڑھ سو بچ رہیں گے سو میرے صرف میں آویں گے۔ مہاجنوں کا سودی جو قرض ہے وہ بقدر پندرہ سولہ سَے کے باقی رہیگا اور وہ جو بابو صاحب سے منگوائے گئے تھے وہ صرف انگریزی سوداگر کے دینے تھے۔ قیمت اُس چیز کی جو ہمارے مذہب میں حرام اور تمہارے مشرب میں حلال ہے سو وہ دیئے گئے یقین کہ آج کل میں بابو صاحب کا خط مع ہنڈوی آجائے بابو صاحب کے جو خطوط ضروری اور کاغذ ضروری میرے پاس آئے ہوئے تھے وہ میں نے پنجشنبہ ۲۶ مئی کو پارسل میں اُن کے پاس روانہ کر دیئے اور اُس میں لکھ بھیجا کہ ہنڈوی اور میرے بھیجے ہوئے لفافے جلد بھیجدو۔ پنجشنبہ کو آج ۱۵ دن پورے ہوئے۔ از اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ ۹ جون سنہ ۱۸۵۳ع۔

ایضاً بھائی جس دن تم کو خط بھیجا تیسرے دن ہردیو سنگھ کی عرضی اور پچیس روپے کی رسید اور پانسو کی ہنڈوی پہنچی۔ تم سمجھے بابو صاحب نے پچیس روپے ہردیو سنگھ کو دیے اور مجھ سے مجرا نہ لیے بہر حال ہنڈوی ۱۲ دن کی میعادی تھی ۶ دن گزر گئے تھے ۶ دن باقی تھی مجکو صبر کہاں مِتی کاٹ کر روپے لے لئے۔ قرض متفرق سب ادا ہوا بہت سبکدوش ہوگیا۔ آج میرے پاس مُہ ۵ نقد بکس میں اور ۹ بوتل شراب اور ۳ شیشے گلاب کے توشہ خانے میں موجود ہیں الحمد للہ علیٰ احسانہ بھائی صاحب آگئے ہوں تو میر قاسم علیخاں کا خط اُن کو دیدو اور میرا سلام کہو اور پھر مجکو لکھو تاکہ میں اُن کو خط لکھوں۔ بابو صاحب بھرت پور آجائیں تو آپ کاہلی نہ کیجیے اور اُن کے پاس جائیے گا کہ وہ تمہارے جویاے دیدار ہیں۔ اسد اللہ۔ سہ شنبہ ۲۴ رجب سنہ ۱۸۵۳ع۔

ایضاً صاحب کیوں تم نے یاد کیا کیوں خط لکھنے کی تکلیف اُٹھائی۔ پھر یہ کہتا ہوں کہ خدا تم کو جیتا رکھے کہ تمہارے خط میں مولوی قمر الدین خاں کا سلام بھی آیا اور بھائی منشی نبی بخش کی خیر و عافیت بھی معلوم ہوئی وہ تو پنشن کی فکر میں تھے بظاہر یوں مناسب دیکھا ہوگا کہ نوکری کی خواہش کی۔ حق تعالیٰ اُن کی جو مراد ہو بر لاوے۔ اُن کو میرا سلام کہدینا بلکہ یہ رقعہ پڑھا

مولوی قمر الدین خاں کو بھی سلام کہنا۔ تم اپنے کلام کے بھیجنے میں مجھ سے پرسش کیوں کرتے ہو۔ چار جزو میں تو بیس جزو ہیں تو بے تکلف بھیجدو۔ میں شاعر سخن سنج اب نہیں رہا۔ صرف سخن فہم رہ گیا ہوں۔ بوڑھا پہلوان کی طرح پیچ بتانے کی گوں ہوں۔ بناوٹ نہ سمجھنا۔ شعر کہنا مجھ سے بالکل چھوٹ گیا۔ اپنا اگلا کلام دیکھکر حیران رہ جاتا ہوں کہ میں نے کیونکر کہا تھا۔ قصہ مختصر وہ اجزا جلد بھیجدو۔ غالب یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۸ء

ایضاً۔ میرزا تفتہ تمہارے اوراق مثنوی کا پمفلٹ۔ پاکٹ پرسوں ۱۵ اگست کو اور جناب میرزا حاتم علی صاحب کی نثر شاید آغاز اگست میں روانہ کر چکا ہوں۔ اُس نثر کی رسید نہیں پائی اور نہیں معلوم ہوا کہ میری خدمت مخدوم کی مقبول طبع ہوئی یا نہیں۔ نہیں معلوم بھائی نبی بخش صاحب کہاں ہیں اور کس طرح ہیں اور کس خیال میں ہیں۔ نہیں معلوم مولوی قمر الدین خاں الہ آباد سے آگئے یا نہیں اگر نہیں آئے تو وہ وہاں کیوں متوقف ہیں۔ میر منشی قدیم وہاں پہنچ گئے اپنا کام کرنے لگے یا کر رہے ہیں۔ آپ کو تاکید لکھتا ہوں کہ ان تینوں باتوں کا جواب الگ الگ لکھئے اور جلد لکھئے اس خط کے پہنچنے تک اغلب ہے کہ پارسل پہنچ جائے اُس کے پہنچنے کی اطلاع دیجیے گا۔ اب ایک امر سنو۔ میں نے آغاز یازدہم مئی ۱۸۵۷ء سے یکم جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد شہر اور اپنی سرگذشت یعنی ۱۵ مہینے کا حال نثر میں لکھا ہے اور التزام اس کا کیا ہے کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسی قدیم لکھی جائے اور کوئی لفظ عربی نہ آئے جو نظم اس نثر میں درج ہے وہ بھی بے آمیزش لفظ عربی ہے۔ ہاں اشخاص کے نام نہیں بدلے جاتے۔ وہ عربی۔ انگریزی۔ ہندی جو ہیں وہ لکھ دیئے ہیں۔ مثلاً تمہارا نام منشی ہرگوپال۔ منشی لفظ عربی ہے نہیں لکھا گیا اسکی جگہ شیوا زبان لکھ دیا ہے۔ یہی میرا خط جیسا اس تفتہ کا ہے یعنی نہ چھدرا نہ گنجان۔ اوراق بے مسطر پر اس طرح کہ کسی صفحہ میں ۲۰ سطر کسی میں ۲۲ سطر بلکہ کسی میں ۱۹ سطر بھی آئے۔ چالیس صفحہ یعنی ۲۰ ورق ہیں اگر ۲۱ سطر کے مسطر سے کوئی گنجان لکھے تو شاید دو جزو میں آجائے۔ یہاں کوئی مطبع نہیں ہے

سنتا ہوں کہ ایک ہی اس میں کاپی نگار خوشنویس نہیں ہے۔ آگرہ میں اس کا چھاپا ہو سکے تو مجھ کو
اطلاع کرو۔ اس تہیدستی اور بے نوائی میں پچیس کا میں بھی خریدار ہو سکتا ہوں لیکن صاحب مطبع
اتنے پر کیوں ماننے لگا اور البتہ چاہیئے کہ اگر ہزار نہ ہوں تو پانسو جلد تو چھاپی جائے یقین ہے کہ پانسو
سات سو جلد چھاپنے کی صورت میں عہ رہ قیمت پڑے۔ کاپی تو ایک ہی ہو گی۔ رہا کاغذ وہ بھی
بہت نہ لگے گا۔ لکھائی متن کی تو آپ کو معلوم ہو گئی۔ حاشیہ پر البتہ لغات کے معنے لکھے جائیں گے
بہر حال اگر ممکن ہو تو اسکا تکدمہ کرو۔ اور حساب معلوم کر کے مجھ کو لکھو مگر منشی قمر الدین خاں آ گئے ہوں
تو اُن کو شریک مصلحت کر لو۔ ان تینوں کا جواب اور پارسل کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب یہ سب ایک خط
میں پاؤں ضرور۔ ضرور۔ ضرور۔ غالب نگاشتہ و روان داشتہ سہ شنبہ۔ ہفدہم اگست ۱۸۵۸ء
جواب طلب واسطے تاکید کے بیرنگ بھیجا گیا۔

ایضاً للہ الحمد تمہارا خط آیا۔ اور دل سودا زدہ نے آرام پایا۔ تم میرا خط اچھی طرح پڑھا نہیں کرتے
میں نے ہرگز نہیں لکھا کہ یہ عبارت دو جزو میں آ جائے۔ میں نے لکھا تھا کہ عبارت اس قدر ہے کہ دو
جزو میں آ جائے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ حجم زیادہ ہو۔ بہر حال اس نسخہ کی تقطیع اور حاشیہ مطبوعہ
لغات کے معنے حاشیہ پر چڑھیں اُس کی روش دلاویز اور تقسیم نظر فریب ہو۔ رباعی حاشیہ پر لکھ دی اچھا کیا
بھائی منشی نبی بخش صاحب نے نثر کے دو فقرے جس محل پر کہ اُن کو بتائے ہیں ضرور لکھوا دینا۔
میں نے جو تم کو میرزائی کا خطاب دیا ہے اُن فقروں میں اس کا اظہار کیا ہے۔ بہت ضروری امر ہے
اور میں منشی شیو نراین صاحب کو آج صبح کو لکھ چکا ہوں۔ تیسرے صفحے کے آخر یا چوتھے صفحے کے
اول یہ جملہ ہے اگر در دم دیگر نہیب مباش بہم زند۔ نہیب کی جگہ نوائے بنا دیا۔ یہ نوائے مباش بہم زند
نہیب لفظ عربی ہے اگر رہ جائے گا تو لوگ مجھ پر اعتراض کریں گے۔ تیز چاقو کی نوک سے نہیب کا
لفظ چھیلا جائے اور اسی جگہ نوائے لکھ دیا جائے۔ رائے اُمید سنگھ نے مجھ پر عنایت اور مطبع کی

اعانت کی۔ حق تعالیٰ اُن کو اس کارسازی اور فقیر نوازی کا اجر دے۔ صاحب کبھی نہ کبھی میرا کام
تم سے آپڑا ہے اور پھر کام کیسا کہ جس میں میری جان اُلجھی ہوئی ہے اور میں نے اُسکو اپنے بہت سے
مطالب کے حصول کا ذریعہ سمجھا ہے۔ خدا کیواسطے پہلو تہی نہ کرو اور بدل توجہ فرماؤ کاپی کی تصحیح کا
ذمہ بھائی کا ہو گیا ہے۔ جلد آراستگی کا ذمہ برخوردار عبد اللطیف کا کرو۔ میری طرف سے دُعا کہو
اور کہو کہ میں تمھارا بُوڑھا اور مفلس چچا ہوں تصحیح بھائی کریں۔ تزئین تم کرو۔ کہتا ہوں مگر نہیں
جانتا کہ تزئین کیونکر کیا چاہیئے۔ سُنتا ہوں کہ چھاپے کی کتاب کے حرفوں پر سیاہی کی قلم پھیر دیتے
ہیں تاکہ حرف روشن ہو جائیں۔ سیاہ قلم سے جدول بھی کھینچ جاتی ہے پھر جلد بھی پُر تکلف بن سکتی
ہے۔ بھتیجے کی دستکاری اور صنّاعی اور ہوشیاری اُن کی میرے کس دن کے کام آویگی۔
میرزا تفتہ تم بڑے بے درد ہو۔ دلّی کی تباہی پر تم کو رحم نہیں آتا بلکہ تم اُسکو آباد جانتے ہو۔ یہاں
نیچہ بند تو میسر نہیں صحّاف اور نقاش کہاں۔ شہر آباد ہوتا تو میں آپ کو تکلیف کیوں دیتا یہیں سب
درستی میری آنکھوں کے سامنے ہو جاتی۔ قصہ مختصر یہ عبارت منشی عبد اللطیف کو پڑھا دو۔ میں تو
اُن کے باپ کو اپنا حقیقی بھائی جانتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنا حقیقی چچا جانیں اور میرا کام کریں تو
کیا عجب ہے دو روپے فی جلد اس سے زیادہ کا مقدور نہیں جب مجکو لکھو گے۔ ہنڈوی بھیجدوں گا
چھ روپے آٹھ روپے دس روپے جلد بارہ روپیہ میاں کو سمجھا دینا۔ کمی کی طرف نہ کریں چیز اچھی ہے
نہایت بارہ روپے میں چھ جلدیں تیار ہوں منشی شیو نراین کو سمجھا دینا کہ زنہار عرف نہ لکھیں نام
اور عرف لکھیں۔ اجزائے خطابی کا لکھنا نامناسب بلکہ مضر ہے مگر ہاں نام کے بعد لفظ بہادر کا اور
بہادر کے لفظ کے بعد تخلص اسد اللہ خاں بہادر۔ غالب۔ بھائی تم نے اوراق مثنوی کی رسید نہ لکھی
کہیں وہ پارسل میں سے گر تو نہ گئے ہوں۔ دیکھو کس لُطف سے میری حقیقت بیاں ہوئی ہے
اُمروں کے چھاپنے کی ممانعت ضرور ہے مگر میں اسکی عبارت کیا بتاؤں۔ صاحب مطبع اس امر کو

اُردو میں آخر کتاب پر لکھدیں منشی جی سے نثر لکھوالو۔ منشی عبد اللطیف کو یہ خط پڑھا دو۔ تہنیت کی جگہ
لوا بنا دو۔ صاحبِ مطبع کو میرا تہنیت دو۔ خاتمہ پر مخالفت کا حکم صاحبِ مطبع سے لکھوا دو۔ برخوردار عبد اللطیف
سے مقدار روپیہ کی دریافت کرکے مجھکو لکھ بھیجو۔ اپنی مثنوی کی رسید لکھو۔ اپنے بیان و دل مصروف آج
کا اقرار کرو۔ ان سب اُمور کی مجھے خبر دو۔ غالب۔ جمعہ سوم ستمبر ۱۸۵۹ء ہنگام نیمروز۔

ایضاً۔ میرزا تفتہ کو دُعا پہنچے۔ دونوں فقرے جس محل پر بتائے ہیں حاشیہ پر لکھدیے ہونگے
تہنیت کے لفظ کو چھیل کر لوا سے بنا دیا ہوگا۔ برخوردار منشی عبد اللطیف کو میرا خط اپنے نام کا دکھا دیا ہوگا
اُن کی سعادتمندی سے یقین ہے کہ میری التماس قبول کریں اور ادھر متوجہ ہوں۔ کاپی لکھی جانی اور
چھاپا ہونا شروع ہو گیا ہوگا۔ آخر یہ پتھر بڑا ہے۔ تو چاہیئے آٹھ آٹھ صفحے بلکہ بارہ بارہ صفحے چھاپے
جائیں اور کتاب جلد منطبع ہو جائے۔ بھائی منشی صاحب کی شفقت کا حال پوچھنا ضرور نہیں
مجھپر مہربان و حسنِ کلام کے قدردان ہیں اُس کی تصحیح میں بے پروائی کریں گے تو کیا میری
تفضیح کے روادار ہوں گے۔ بھائی تم نے بھی اور منشی شیو نراین صاحب نے بھی لکھا۔ میں ایک
عبارت لکھتا ہوں اگر پسند آئے تو خاتمۂ عبارت میں چھاپ دو۔ نامہ نگار غالبِ خاکسار کا یہ بیان ہے
کہ یہ جو میری سرگذشت کی داستان ہے اسکو میں نے مطبع مفید خلایق میں چھپوایا ہے اور
میری رائے میں اس کا یہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ اور صاحبِ مطابع جب تک مجھ سے طلبِ رخصت
نکریں اپنے مطبع میں اس کے چھاپنے پر جرأت نہ کریں۔ اس کے سوا اگر کوئی طرح کی تحریر منظور ہو
منشی شیو نراین صاحب کو اجازت ہے کہ میری طرف سے چھاپ دیں۔ یہ سب باتیں پہلے بھی لکھ چکا
ہوں اب دو امر ضروری الاظہار تھے۔ اسواسطے یہ خط لکھا ہے ایک تو اردو عبارت دوسرے
میرے شفیق مکرم سید مکرم حسین صاحب کا خط میرے نام آیا ہے اور انھوں نے ایک بات جواب طلب
لکھی ہے اسکا جواب اسی خط میں لکھتا ہوں تمکو چاہیئے کہ اُن سے کہدو بلکہ یہ عبارت اُن کو دکھا دو

بندہ پرور نواب عطاء اللہ خاں میرے بڑے دوست اور شفیق ہیں اُن کے فرزند رشید غلام عباس المخاطب بہ سیف الدولہ یہ دونوں صاحب صحیح و سالم ہیں۔ شہر سے باہر دو چار کوس پر کوئی گاؤں ہے وہاں رہتے ہیں شہر میں اہلِ اسلام کی آبادی کا حکم نہیں اور اُن کے مکانات قُرق ہیں۔ ضبط ہو گئے ہیں نہ واگزاشت کا حکم ہے۔

ایضاً میرزا تفتہ اس عمزدگی میں مجکو ہنسانا تمھارا ہی کام ہے۔ بھائی تضمین گلستان چھپوا کر کیا فائدہ اُٹھایا ہے جو انطباع سنبلستاں سے نفع اُٹھاؤ گے۔ روپیہ جمع رہنے دو۔ آمد اچھی چیز ہے اگرچہ قلیل ہو اور اگر روپیہ لینا منظور ہے تو ہرگز اندیشہ نہ کرو اور درخواست دیدو بعد نو مہینے کے روپیہ تمکو ملجائیگا یہ میرا ذمہ کہ اس نو مہینے میں کوئی انقلاب واقع نہ ہوگا۔ اگر اچھانا ابھی ہوتے ہوتے اُسکو مدت چاہیئے۔ رستخیز بیجا ہو چکا۔ اب ہو تو رستخیز ہو۔ یعنی قیامت اور اُس کا حال معلوم نہیں کہ کب ہوگی اگر اعداد کے حساب سے دیکھو تو بھی رستخیز کے ۱۲۷۷ ہوتے ہیں۔ احتمالِ فتنہ سالِ آیندہ پر رہا سو بھی موہوم۔ میاں میں جو آخر جنوری کو رامپور جا کر آخر مارچ میں یہاں آ گیا ہوں تو کیا کہوں کہ یہاں کے لوگ میرے حق میں کیا کیا کچھ کہتے ہیں۔ ایک گروہ کا قول ہے کہ یہ شخص والیِ رامپور کا اُستاد تھا۔ اور وہاں گیا تھا اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ ہزار روپیہ سے کم نہ دیا ہوگا۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ نوکری کو گئے تھے مگر نوکر نہ رکھا۔ ایک فرقہ کہتا ہے کہ نواب نے نوکر رکھ لیا تھا۔ دو سو روپیہ مہینا کر دیا تھا۔ نواب لفٹنٹ گورنر آگرہ آیا وجو رامپور آئے اور اُنکو غالب کا وہاں ہونا معلوم ہوا تو اُنھوں نے نواب صاحب سے کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتے ہو تو اس کو جواب دو۔ نواب نے برطرف کر دیا۔ یہ تو سب سُن لیا اب تم اصل حقیقت سُنو۔ نواب یوسف علیخاں بہادر تیس تیس برس کے میرے دوست اور پانچ چھ برس سے میرے شاگرد ہیں۔ آگے گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتے تھے اب جولائی ۱۸۵۹ء سے سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتے ہیں بُلاتے رہتے ہیں

اَب میں گیا دو مہینے رہ کر چلا آیا۔ بشرطِ حیات بعد برسات کے پھر جاؤنگا وہ سو روپے مہینا پاتا
رہوں وہاں رہوں۔ خدا کے ہاں سے میرا مقرر ہے۔ غالب ۱۳ مارچ ۱۸۶۲ع

ایضاً کیوں صاحب۔ کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے دلی کے خاک
کو خط نہ لکھیں بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہاں بھی تو اشتہار ہو جاتا کہ زنہار کوئی خط سکندر آباد
کی ڈاک میں نہ جائے بہرحال سے کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم۔ کل جمعہ کے دن ۱۲
نومبر کو ۳۳ جلدیں بھیجی ہوئی برخوردار شیونراین کی پہنچیں۔ کاغذ۔ خط۔ تقطیع۔ سیاہی۔ چھاپا
سب خوب۔ دل خوش ہوا۔ اور شیونراین کو دعا دی۔ سات کتابیں جو میرزا حاتم علی بیگ صاحب
تحویل میں ہیں وہ بھی یقین ہے کہ آج کل پہنچ جائیں۔ معلوم نہیں منشی شیونراین نے اندر کو
رائے امید سنگھ کے کس طرح بھیجی ہیں یا ابھی نہیں بھیجیں۔ صاحب تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور
کا حال لکھو۔ سکندر آباد کب تک رہوگے۔ آگرہ کب جاؤگے۔ یکشنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ع جواب طلب

ایضاً صاحب ۲۵ اپریل کو ایک خط اور ایک پارسل ڈاک میں ارسال کرچکا ہوں آج ۳۰ ہے یقین ہے کہ خط
پارسل دونوں پہنچ گئے ہوں گے۔ ایک امر ضروری باعث اس تحریر کا ہے کہ جو میں اس وقت وا
کرتا ہوں۔ ایک میرا دوست اور تمہارا ہمدرد ہے اُس نے اپنے حقیقی بھتیجے کو بیٹا کر لیا تھا
اٹھارہ اُنیس برس کی عمر قوم کا کھتری خوبصورت وضعدار نوجوان ۱۲۷۳ھ میں بیمار پڑ کر مر گیا
اب اُسکا باپ مجھ سے آرزو کرتا ہے کہ ایک تاریخ اُس کے مرنے کی لکھوں ایسی کہ وہ فقط تاریخ
نہ ہو بلکہ مرثیہ ہو کہ وہ اُس کو پڑھ پڑھ کر رویا کرے سو بھائی اس سائل کی خاطر مجھکو عزیز اور فکر
متروک لہذا یہ واقعہ تمہارے حسبِ حال ہے جو خونچکاں شعر تم نکالوگے وہ مجھ سے کہاں نکلیں گے
بطریق مثنوی بیس تیس شعر لکھدو۔ مصرع آخر میں مادۂ تاریخ ڈال دو۔ نام اُس کا برج موہن
اور اُس کو بابو بابو کہتے تھے چنانچہ میں بحرِ ہزج مسدس مخبون میں ایک شعر تمکو لکھتا ہوں جا

انکا ہیں رہنے دو اور آیندہ اسی بحر میں اور اشعار لکھ لو۔ چاہو کوئی اور طرح نکالو لیکن یہ خیال رہے
سائل کو مثنوی کے نام کا درج ہونا منظور ہے اور بابو برج موہن علاوہ اس بحر کے یا بحر رمل کے
اور بحر میں نہیں آسکتا۔ وہ شعر میرا یہ ہے

برم چون نام بابو برج موہن ۔ چکد خونِ دلِ ریش از لبِ من

غالب۔ نگاشتہ روز جمعہ سی ام اپریل ۱۸۵۸ع۔

ایضاً ۔ بھائی تمہارا وہ خط جس میں اوراق مثنوی ملفوف تھے پہنچا۔ اوراق مثنوی اوراق مستقبلہ کے ساتھ پہنچیں گے۔ اب تمہارے مطالب کا جواب جدا جدا لکھتا ہوں۔ الگ الگ سمجھ لینا صاحب تم نے مرزا حاتم علی بیگ صاحب کیوں کہا۔ بات اتنی تھی کہ وہ مجکو لکھ بھیجتے کہ شہر آئی اور مرزا صاحب نے پسند کی۔ اب اُن سے میرا سلام کہو اور یہ کہو کہ آپ کے شکر بجا لانے کا شکر بجا لاتا ہوں چھاپے کے باب میں جو آپ نے لکھا وہ معلوم ہوا۔ اس تحریر کو جب دیکھو گے تب جانو گے اہتمام اور عجلت اس کے چھپوانے میں اس واسطے ہی کہ اس میں سے ایک جلد نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر بھیجوں گا۔ اور ایک جلد بذریعہ اُن کے ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر کروں گا اب سمجھ لو طرزِ تحریر کیا ہوگی۔ اور صاحبانِ مطبع کو اُس کا اطلاع کیوں نا مطبوع ہوگا۔ جیتے رہو اس غمزدگی میں مجکو ہنسایا وہ کون ملا تھا جس نے تم کو پڑھایا ہے گرچہ عمل کار خردمند نیست ٭ عمل کار اہلِ کار ٭ یہ شعر شیخ سعدی کا بادشاہ کی نصیحت میں ہے جز بخردمند مفرما عمل ٭ یعنی خدمت و اعمال سواے علما و عقلا کے اور کی تفویض نہ کر۔ پھر خود کہتا ہے گرچہ عمل کار خردمند نیست ٭ یعنی گرچہ خدمات و اشغالِ سلطانی کا قبول کرنا خردمندوں کا کام نہیں اور عقل سے بعید ہی کہ آدمی اپنے کو خطر میں ڈالے عمل الگ ہی اور کار مضاف ہے بطرف خردمند کے ورنہ دُہائی خدا کی عملِ کار اہلِ کار کا معنے پر نہیں آتا مگر قتیل اور واقف یا یورپ کے ملکیوں کی فارسی۔ فقط غالب

ایضاً میری جان کیا سمجھے ہو سب مخلوقات تفتہ و غالب کیونکر بن جائیں ؎ ہر یکے را بہر کارے ساختند
انت متا سو متا مصری میٹھی نمک سلونا کبھی کسی شے کا مزا نہ بدلیگا - اب جو میں اُس شخص کو نصیحت کروں
وہ کیا نہ سمجھے گا کہ غالب کیا جانے کہ عبدالرحمٰن کون ہے اور مجھ سے اُس سے کیا رسم و راہ ہے سمجھ
جائے گا کہ تفتہ نے لکھا ہوگا - میں اُس کی نظر میں سُبک ہو جاؤں گا اور تم سے وہ بھی سرگراں ہو
اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ تو نے اُس شخص کو اپنے عزیزوں میں گنا ہے - بندہ پرور میں تو بنی آدم کو مسلمان
ہندو - یا نصرانی عزیز رکھتا ہوں اور اپنا بھائی گنتا ہوں دوسرا مانے یا نہ مانے - باقی رہی وہ عزیز داری
جسکو اہلِ دُنیا قرابت کہتے ہیں اُس کو قوم اور ذات اور مذہب اور طریق شرط ہے اور اُس کے مراتب و
مدارج ہیں نظر اس دستور پر اگر دیکھو تو مجھکو اُس شخص سے خس برابر علاقہ عزیز داری کا نہیں از راہِ حسنِ اخلاق
اگر عزیز لکھدیا یا کہدیا تو کیا ہوتا ہے - زین العابدین خاں عارف میرے سالے کا بیٹا یہ شخص میرے
سالے کا بیٹا اُسکو چچا ہو سمجھ لو - خلاصہ یہ کہ جب اِدھر سے آدمیت نہ ہوئی تو اب اُسکو لکھنا
بے فائدہ بلکہ مُضر ہے - تمھارا میرٹھ جانا اور نواب مصطفےٰ خاں سے ملنا ہم پہلے ہی دریافت کر چکے
ہیں - اب تمھارے خط سے مراد آباد ہو کر سکندر آباد آنا معلوم ہو گیا - حق تعالیٰ شانہ تمکو
خوش و خرم رکھے - مرقومہ جمعہ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۹ء - +

ایضاً - صاحب تمھارا خط مع رقعہ مرد سخن فہم پہنچا - تمھاری خوشامد نہیں کرتا - سچ کہتا ہوں کہ
تمھارے کلام کی تحسین کرنیوالا فی الحقیقت اپنے فہم کی تعریف کرتا ہے - جواب میں درنگ اس سبب
ہوئی کہ میں مصطفےٰ خاں کی ملاقات کو بسبیل ڈاک میرٹھ گیا تھا تین دن وہاں رہا - کل وہاں سے آیا
آج تمکو یہ خط بھجوایا - محررہ و مرسلہ چہارشنبہ ۲۶ جنوری ۱۸۵۹ء - غالب -

ایضاً میرزا تفتہ کل قریب دوپہر کے ڈاک کا ہرکارہ وہ جو خط بانٹا کرتا ہے آیا اور ایک
پارسل موم جامے میں لپٹا ہوا دیا - پہلے تو میں بھی حیران رہا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک میں کیوں

بارے اُس کی تحریر دیکھی تو تمھارے ہاتھ کا پیم فلٹ لکھا ہوا اور دو ٹکٹ لگے ہوئے مگر اُس کے آگے کالی مُہر اور کچھ انگریزی لکھا ہوا۔ ہرکارہ نے کہا کہ ۸ ؍ دلوائیے۔ دلوا دیئے اور پارسل لے لیا مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا۔ قیاس ایسا چاہتا ہے کہ تمھارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اُس کو خطوط کے بکس میں ڈال دیا۔ ڈاک کے کارپردازوں نے غور نہ کی اور اُس کو بیرنگ خطوں کی ڈاک میں بھیج دیا وہ صاحب جو میرے عُرف سے آشنا اور میرے نام سے بیزار ہیں۔ یعنی منشی بھگوان پرشاد مثل خواں میرا سلام قبول کریں۔ غالب۔ ۲۸۔ جولائی ۱۸۵۸ء۔

ایضًا۔ بھائی مجھ میں تم میں نامہ نگاری کا ہے کو ہے مکالمہ ہے۔ آج صبح کو ایک خط بھیج چکا ہوں اب اس وقت تمھارا خط اور آیا سُنو صاحب لفظ مبارک میم حا میم دال اس کے ہر حرف پر میری جان نثار ہے مگر چونکہ یہاں سے ولایت تک حُکّام کے ہاں سے یہ لفظ یعنی محمد اسد اللہ خاں نہیں لکھا جاتا میں نے بھی موقوف کر دیا ہے رہا میرزا و مولانا و نواب اس میں تم کو اور بھائی کو اختیار ہے جو چاہو سو لکھو۔ بھائی کو کہنا اُن کے خط کا جواب صبح کو روانہ کر چکا ہوں۔ مرزا تفتہ اب تم تزئین جلد ہائے کتاب کے باب میں برادر زادہ سعادتمند کو تکلیف نہ دو۔ مولانا مہربان کو اختیار ہے جو چاہیں کریں خط تمام کر کے خیال میں آیا کہ وہ جو مرزا صاحب سے مجکو مطلوب ہے تم پر بھی ظاہر کروں۔ صاحب یہاں ایک اخبار موسوم بہ آفتاب عالمتاب نکلتا ہے اُس کے مہتمم نے التزام کیا ہے کہ ایک صفحہ یا ڈیڑھ صفحہ بادشاہِ دہلی کے حالات کا لکھتا ہے نہیں معلوم آغاز کس مہینے سے ہے۔ حکیم احسن اللہ خاں یہ چاہتے ہیں کہ سابق کے جو اوراق ہیں جب سے ہوں وہ جو چھاپے خانے میں مسودے رہتے ہیں اُنکی نقل کاتب سے لکھوا کر یہاں بھیجی جائے اُجرت جو لکھی آئیگی وہ بھیجی جائیگی۔ اور ابتدائے ۱۸۵۸ء سے اُن کا نام خریداروں میں لکھا جائے دو ہفتے کے دو نمبر اُن کو ایک لفافہ میں بھیجدیئے جائیں اور پھر ہر مہینے ہفتہ در ہفتہ اُن کو لفافہ اخبار کا پہنچا کرے۔ یہ مراتب جناب مرزا حاتم علی صاحب کے

لکھ چکا ہوں۔ اور ابتک آثار قبول ظاہر نہیں ہوئے۔ نہ لفافے حکیم صاحب پاس پہنچے۔ نہ ان صفحات کی نقل میرے پاس آئی۔ آپ کو اس میں سعی ضرور ہے اور ہاں صاحب آغا جان عیش کا مطبع کونسے بازار میں ہے مگر آپ مجھکو لکھیں کہ مفید خلائق کا مطبع کہاں ہے۔ عجب ہے کہ ان صاحب شفیق نے میری تحریرات کا جواب نہ لکھا۔ فرمایش حکیم احسن اللہ خاں صاحب کی بہت اہم ہے۔ عند الملاقات میرا سلام کہکر اُس کا جواب بلکہ وہ اخبار اُن سے بھجواؤ۔ جمعہ ۱۷ ستمبر۔

ایضاً۔ بھائی میں نے مانا تمہاری شاعری کو میں جانتا ہوں کہ کوئی دم تمکو فکر سخن سے فرصت نہ ہوگی پھر تم نے التزام کیا ہے ترصیع کی صنعت کا اور دو لخت شعر لکھنے کا اس میں عمر و نشست معانی بھی ملحوظ رکھا کرو اور جو کچھ لکھو اُسکو دوبارہ سہ بارہ دیکھا کرو۔ کیوں صاحب یہ ڈبل خط پوسٹ پیڈ بھیجا اور وہ بھی دلّی سے سکندرآباد کو آیا۔ حاتم کے سوا اور میرے سوا کسی نے کیا کہا ہوگا۔ کیا ہنسی آتی ہے تمہاری باتوں پر خدا تم کو جیتا رکھے اور جو کچھ تم چاہو تم کو دے۔ جانی جی کی بڑی فکر ہے۔ میں تم کو لکھا چاہتا تھا کہ اُن کا حال لکھو۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں یقین ہے کہ اجمیر میں ہوں گے مگر خط نہیں بھیجا جاتا کہ وہاں مقیم نہیں ہیں۔ خدا جانے کب چل نکلیں۔ بہرحال تم بھرتپور سے قریب ہو اور اُن کے متوسلوں کو جانتے ہو اور اگر ہو سکے تو کسی کو لکھکر خبر منگوالو اور جو کچھ تم کو معلوم ہو وہ بھی مجھکو لکھو۔ منشی صاحب مع منشی عبد اللطیف کول میں آگئے۔ کل اُن کا خط مجھکو آیا تھا آج اُس کا جواب بھی روانہ کر دیا۔ اسد اللہ یکشنبہ ۲۱ ماہ اگست ۱۸۵۳ء۔

ایضاً۔ بھائی آج مجھکو بڑی تشویش ہے اور یہ خط میں تم کو کمال سراسیمگی میں لکھتا ہوں جس وقت میرا خط پہنچے اگر وقت ڈاک کا ہو تو اُسی وقت جواب لکھکر روانہ کرو اور اگر وقت نہ رہا ہو تو ناچار دوسرے دن جواب بھیجو۔ منشا تشویش و اضطراب کا یہ ہے کہ کئی دن سے راجہ بھرتپور کی بیماری کی خبر سنی جاتی تھی۔ کل سے اور بری خبر شہر میں مشہور ہے۔ تم بھرتپور سے قریب ہو یقین ہے کہ تمکو تحقیق حال معلوم

ہوگا۔ جلد لکھو کہ کیا صورت ہے۔ راجہ کا مجکو غم نہیں مجکو فکر جانی جی کی ہے کہ اُسی علاقہ میں تم بھی شامل ہو بہ

صاحبانِ انگریز نے ریاستوں کے باب میں ایک قانون وضع کیا ہے یعنی جو رئیس مرجاتا ہے سرکار اُس ریاست

قابض و متصرف ہوکر رئیس زادہ کے بالغ ہونے تک بندوبست ریاست کا اپنے طور پر رکھتی ہے سرکاری

بندوبست میں کوئی قدیم الخدمت موقوف نہیں ہوتا اس صورت میں یقین ہے کہ جانی صاحب کا علاقہ بدستور

قائم رہے۔ مگر یہ وکیل ہیں معلوم نہیں مختار کون ہے اور ہمارے بابو صاحب ہیں اور اتنا تمہارا رئیس صحبت کیسی ہے

رانی سے اُنکی کیا صورت ہے تم اگرچہ بابو صاحب کی محبت کا علاقہ رکھتے ہو۔ لیکن اُنھوں نے ازراہِ دُوراندیشی

تم کو متوسل اُس سرکار کا کر رکھا ہے اور تم مستغنیانہ اولاً بالیاقت زندگی بسر کرتے تھے اب تمہارا وہ روش

نہ رکھنا اب تم کو بھی لازم آپڑا ہے جانی جی کے ساتھ رُوشناس حکّام والا مقام ہونا پس چاہیے

کول کی آرایش کا ترک کرنا اور خواہی نخواہی بابو صاحب کے ہمراہ رہنا میری رائے میں یوں آیا ہے

اور میں نہیں لکھ سکتا کہ متوقع کیا ہے اور مصلحت کیا ہے جانی جی بھرت پور آئے ہیں یا اجمیر میں ہیں

کس فکر میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ واسطے خدا کے نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصّل و مشرح جو کچھ واقع

ہوا ہو اور جو صورت ہو مجکو لکھو اور جلد کہ مجھ پر خواب و خور حرام ہے۔ کل شام کو میں نے سنا آج صبح قلعہ میں

گیا اور یہ خط لکھکر ازراہِ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہے۔ تم بھی اس کا جواب بیرنگ روانہ کرنا آدھ آنہ ایسی بڑی

چیز نہیں ڈاک کے لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتے ہیں اور پوسٹ پیڈ پڑا رہتا ہے جب

اس محلہ میں جانا ہوتا ہے تو اُس کو بھی لیجاتے ہیں زیادہ کیا لکھوں کہ پریشان ہوں۔ نوشتہ

چاشتگاہ دوشنبہ ۲۲ مارچ سنہ ۵۳ء - ضروری جواب طلب - ❖ -

ایضاً میاں مرزا تفتہ۔ ہزار آفرین کیا اچھا قصیدہ لکھا ہے واہ واہ چشم بد دور تسلسل معنی سلاست

الفاظ ایک مصرع میں تم کو محمد اسحاق شوکت بخاری سے توارد ہوا۔ یہ بھی محل فخر و شرف ہے کہ جہاں

شوکت پہنچا وہاں تم پہنچے۔ وہ مصرع یہ ہے ؎ چاک گردیدم و از جیب بداماں رفتم ❖

پہلا مصرعہ تمھارا اگر اُس کے پہلے مصرعہ سے اچھا ہوتا تو میرا دل ور زیادہ خوش ہوتا خدا تم کو توانا جیتا رکھے
کہ ایک دیوان ۲۰ جزو قصائد کا لکھ لو۔ مگر خبردار قصائد بقید حروف تہجی نہ جمع کرنا۔ صاحب مجھے
اُس بزرگوار کا معاملہ اور یہ جو تم نے اُس کا وطن اور پیشہ اب لکھا ہے سابق کا تمھارا لکھا ہوا
سب یاد ہے۔ میں نے اُسکو دوست بطریق طنز لکھا ہے۔ بہر حال وہ جو میں نے خاقانی کا
شعر لکھ کر اُس کو بھیجا اُس کی ماں مرے اگر میرے اُس خط کا جواب لکھا ہو۔ بڑا پرانا قصہ تم نے
یاد دلایا۔ داغ کہنہ حسرت کو چمکایا۔ یہ قصہ منشی محمد حسن کی معرفت روشن الدولہ پاس اور
روشن الدولہ کے توسط سے نصیر الدین حیدر کے پاس گزرا اور جس دن گزرا اُسی دن پانچ
ہزار روپیہ کے بھیجنے کا حکم ہوا۔ متوسط یعنی منشی محمد حسن نے مجکو اطلاع دی۔ منظفر الدولہ
مرحوم لکھنؤ سے آئے اُنھوں نے یہ راز مجھ پر ظاہر کیا اور کہا کہ خدا کیواسطے میرا نام منشی محمد حسن کو بھی
نہ لکھنا چاہیئے۔ میں نے شیخ امام بخش ناسخ کو لکھا کہ تم دریافت کر کے لکھو کہ میرے قصیدہ پر کیا گزرا
اُنھوں نے جواب لکھا کہ پانچ ہزار ملے۔ تین ہزار روشن الدولہ نے کھائے دو ہزار منشی محمد حسن کو دیئے
اور فرمایا کہ اس میں سے جو مناسب جانو غالب کو بھیجو۔ کیا اُس نے ہنوز تم کو کچھ نہ بھیجا۔ اگر نہ بھیجا
ہو تو مجکو لکھو۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے پانچ روپے بھی نہیں بھیجے۔ اس کے جواب میں اُنھوں نے لکھا
کہ اب تم مجھے خط لکھو اُس کا مضمون یہ ہو کہ میں نے بادشاہ کی تعریف میں قصیدہ بھیجا ہے اور مجکو
معلوم ہوا کہ وہ قصیدہ حضور میں گزرا مگر میں نے نہیں جانا کہ اسکا صلہ کیا مرحمت ہوا۔ میں کہ ناسخ ہوں
اپنے نام کا خط بادشاہ کو پڑھوا کر اُن کا کھایا ہوا روپیہ اُن کے حلق سے نکال کر تمکو بھیجدوں گا
بھائی یہ خط لکھکر میں نے ڈاک میں روانہ کیا آج خط روانہ ہوا۔ تیسرے دن شہر میں خبر اُڑی کہ نصیر الدین حیدر مر گیا
اب کہو میں کیا کروں اور ناسخ کیا کرے۔ غالب دوشنبہ ۱۹ اگست ۱۸۶۱ع

ایضاً۔ آؤ مرزا تفتہ میرے گلے لگ جاؤ۔ بیٹھو اور میری حقیقت سنو۔ یکشنبہ کو مولوی مظہر الحق آئے

اُن سے سب حال معلوم ہوا۔ پہلا خط تم کو اُن کے بھائی مولوی انوار الحق نے بموجب حکم ز نگلن صاحب کے لکھا تھا پھر ایک خط صاحب نے آپ مسودہ کرکے اپنی طرف سے تم کو لکھا۔ دونوں دیوان تمھارے اور نثرِ عشق اور ایک تذکرہ اور یہ چار کتابیں تمھاری بھیجی ہوئی اُن کو پہنچیں۔ صاحب تم سے بہت خوش اور تمھارے بہت معتقد ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں اتنا بڑا شاعر کوئی اور ہندوستان میں نہ ہوگا کہ جو پچاس ہزار بیت کا مالک ہو۔ فائدہ اس التفات کا یہ کہ تمھارا ذکر بہت اچھی طرح سے لکھیں گے باقی ما بخیر۔ شما بسلامت۔ ہاں اُن کے تحت میں مدت سے مشاہرہ کے علاقہ میں۔ اگر تمھاری اجازت ہو تو اس امر میں اُن سے کلام کروں میرا عجب حال ہے۔ حیران ہوں کہ تمھیں میرا کلام کیوں نہیں یاد آتا ہے

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی
بد است مرگ ولے بدتر از گمانِ تو نیست

سامعہ مر گیا تھا۔ اب باصرہ بھی ضعیف ہو گیا۔ جتنی قوتیں انسان میں ہوتی ہیں سب مضمحل ہیں۔ حواس سراسر مختل ہیں۔ حافظہ گویا کبھی نہ تھا۔ شعر کے فن سے گویا کبھی مناسبت نہ تھی۔ رئیس رامپور روپیہ مہینا دیتے ہیں۔ سال گزشتہ اُن کو لکھ بھیجا کہ اصلاحِ نظم جو اس کا کام ہے اور مَیں اپنے میں سکت نہیں پاتا متوقع ہوں کہ اس خدمت سے معاف رہوں جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ہے عوضِ خدماتِ سابقہ میں شمار کیجیے۔ تو مَیں سکہ لمبر ہی ورنہ خیرات خوار ہی۔ اور اگر یہ عطیہ بشرطِ خدمت ہے تو جو آپ کی مرضی ہے وہی میری قسمت ہے۔ برس دن سے اُن کا کلام نہیں آتا۔ فتوح مقرری نومبر تک آئی اب دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے آج تک نواب صاحب ازراہِ جوانمردی دیے جاتے ہیں اور بھائی تمھاری مشق چشمِ بد دور صاف ہو گئی۔ رطب یابس تمھارے کلام میں نہیں رہا۔ اور اگر خواہی نخواہی تمھارا عقیدہ یہی ہے کہ اصلاح ضرور ہے تو میری جان میرے بعد کیا کرو گے۔ مَیں چراغِ دمِ صبح و آفتابِ سرِ کوہ ہوں اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعُون۔ ۱۴ رجب۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً میرزا تفتہ عجب اتفاق ہوا پنجشنبہ کے دن ۲۲ اپریل کو کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا کہ

اُس کے متعاقب پارسل کا ہرکارہ آیا اور تمھارا بھیجا ہوا پاکٹ لایا رسید لکھنی میں نے زائد سمجھی اُسکا
دیکھنا شروع کیا ہے کارِ محض اور تنہا ہوں۔ پانچ پہر کا دن میری بڑی دل لگی ہوگی خوب دیکھا
سچ تو یوں ہے کہ ان اشعار میں میں نے بہت حظ اُٹھایا جیتے رہو۔ تمھارا دم غنیمت ہے۔ بھائی کا حال
مفصل لکھو۔ پنشن کے طالب ہیں یا نوکری کے۔ منشی عبداللطیف کہاں ہے اور کس طرح ہے علاقہ
بنا ہوا ہے یا جاتا رہا۔ صاحب لفٹنٹ گورنری کا محکمہ آلہ آباد کو گیا یا ہنوز کچھ یہاں بھی ہے۔ منشی
غلام غوث صاحب کہاں ہیں نوکر ہیں یا مستعفی۔ عدالت دیوانی کا محکمہ یہیں رہیگا یا آلہ آباد جائیگا
اسکا اور گورنری کے محکمہ کا ساتھ ہے چاہیئے یہ بھی وہیں جائے۔ آج تمھارے اشعار کا کاغذ مع فلٹ
پاکٹ اسی خط کے ساتھ ڈاک میں بھیجا گیا ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط پرسوں اور وہ پاکٹ پانچ
چار دن میں پہنچ جائے۔ غالب۔ یکشنبہ ۲۵ اپریل ۱۸۵۸ء۔

ایضًا مرزا تفتہ۔ ایک امر عجیب تم کو لکھتا ہوں اور وہ امر بعد تعجب مفرط کے موجب نشاط مفرط ہوگا
میں اجرائے پنشن سرکار انگریزی سے مایوس تھا۔ یاد ہے وہ نقشہ پنشن داروں کا جو یہاں سے بنکر
صدر کو گیا تھا اور یہاں کے حاکم نے نسبت میرے صاف لکھدیا تھا کہ یہ شخص پنشن پانے کا
مستحق نہیں ہے۔ گورنمنٹ نے برخلاف یہاں کے حاکم کے رائے کے میری پنشن کے اجرا کا حکم دیا
اور وہ حکم یہاں آیا اور مشہور ہوا۔ میں نے بھی سنا اب کہتے ہیں کہ ماہ آیندہ یعنی مئی کی پہلی کو تنخواہ
بٹنا شروع ہوگا۔ دیکھا چاہیئے پچھلے روپے کی باب میں کیا حکم ہوتا ہے۔ غالب ۱۶ اپریل ۱۸۶۰ء

ایضًا صاحب تمھارا خط آیا۔ میں نے اپنے سب مطالب کا جواب پایا۔ امراؤ سنگھ کے حال پر اُسکے واسطے
مجکو رحم اور اپنے واسطے رشک آتا ہے۔ اللہ اللہ ایک وہ ہیں کہ دو بار اُن کی بیڑیاں کٹ چکی ہیں
اور ایک ہم ہیں کہ ایک اوپر پچاس برس سے جو پھانسی کا پھندا گلے میں پڑا ہے تو نہ پھندا ہی ٹوٹتا ہے
نہ دم ہی نکلتا ہے اُسکو سمجھاؤ کہ تیرے بچوں کو میں پال لونگا۔ تو کیوں بلا میں پھنستا ہے وہ جو مصر

تم نے لکھا ہے وہ حکیم ثنائی کا ہے اور وہ نقل حدیقہ میں مرقوم ہے ؎

پسرے با پدر بزاری گفت	کہ مرا یار شو بہ ہرہ جفت
گفت بابا زنا کن و زن نہ	پند از خلق گیر و از من نہ
ور زنا گر بگیردت عسسے	رہ بہ سلہ کو گرفت چون تو بسے
زن کنی ہر گزت رہا نہ کند	ور تو بگذاریش جہا نکند

بس اب تو تم سکندر آباد میں رہے۔ کہیں اور کیوں جاؤ گے۔ بنک گھر کا روپیہ اٹھا چکے ہو۔ اب کہاں سے کھاؤ گے۔ میاں نہ میرے سمجھانے کو دخل ہے نہ تمھارے سمجھنے کی جگہ ہے ایک چرخ ہے کہ برابر چلا جاتا ہے جو ہوتا ہے وہ ہوا جاتا ہے۔ اختیار ہو تو کچھ کیا جائے۔ کہنے کی بات ہو تو کچھ کہا جائے۔ مرزا عبدالقادر بیدل خوب کہتا ہے ؎

رغبت جاہ چہ و نفرت اسباب کدام	زین ہوسہا بگذر یا مگذر سے گزرد

مجھکو دیکھو کہ نہ آزاد ہوں نہ مقید نہ رنجور ہوں نہ تندرست۔ نہ خوش ہوں نہ ناخوش نہ مردہ ہوں نہ زندہ۔ جیے جاتا ہوں۔ باتیں کیے جاتا ہوں۔ روٹی روز کھاتا ہوں۔ شراب گاہ گاہ پیے جاتا ہوں۔ جب موت آئیگی مر رہوں گا۔ نہ شکر ہے نہ شکایت ہے جو تقریر ہے بر سبیل حکایت ہے بارے جہاں ہو جس طرح ہو ہر ہفتہ میں ایکبار خط لکھا کرو۔ یکشنبہ ۱۹ دسمبر ۱۸۵۸ع -+-

ایضاً دیکھو صاحب یہ باتیں ہمیں پسند نہیں ۱۸۵۸ کے خط کا جواب ۱۸۵۹ء میں بھیجتے ہو اور مزا یہ ہے کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہو گے کہ میں نے دوسرے ہی دن تو جواب لکھا ہے لطف اس میں ہے کہ میں بھی سچا اور تم بھی سچے۔ آج تک ہرا ے امید سنگہ یہیں ہیں اور ابھی نہیں جائینگے تمھارا مدعا حاصل ہو گیا ہے جس دن وہ آئے تھے اسی دن مجھ سے کہہ گئے تھے میں بھول گیا اور اس خط میں تم کو نہ لکھا۔ صاحب وہ فرماتے تھے کہ میں نے کئی مجلد مرزا تفتہ کے دیوان کے اور کئی نسخے

تضمین اشعار گلستان کے اُن کی خواہش کے بموجب کوئی پارسی ہے بمبئی میں اُس کے پاس بھیجے ہیں یقین ہے کہ وہ ایران کو ارسال کریگا۔ اُمید سنگھ نے اِس پارسی کا نام بھی لیا تھا۔ مَیں بھول گیا اب جو تم کو اُس خیال میں مبتلا پایا تو اُن کا بیان مجکو یاد آیا۔ جانتا ہُوں کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ دو بار اُن کے گھر گیا بھی ہُوں مگر محلّہ کا نام نہیں جانتا۔ نہ میرے آدمیوں میں کوئی جانتا ہے۔ اب کسی جاننے والے سے پُوچھ کر تم کو لکھ بھیجوں گا۔ میر بادشاہ صاحب سے عند الملاقات میری دُعا کہدینا لاحول ولاقوة الا باللہ لکھنے کے قابل بات پھر بھُول گیا۔ کل میر کرامت علی صفا تخلّص کہ مَیں نے آگے اُن کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ناگاہ مجھ سے آکر ملے۔ اور تمھارا حال پُوچھتے رہے مَیں نے کہدیا بخیر و عافیت سکندرآباد میں ہیں۔ جب مَیں نے اُن سے کہا کہ کیا وہ تمھارے آشنا ہیں۔ انہوں نے کہا صاحب وہ بزرگ اور اُستاد ہیں۔ مَیں اُن کا شاگرد ہُوں کہیں مدرسہ کے علاقہ میں نوکر ہیں ڈاک کی سبیل آئے تھے اور آج ہی سبیلِ ڈاک انبالہ کو گئے۔ انبالہ اُن کا وطن ہے اور نوکر بھی وہ اُسی ضلع میں ہیں۔ غالب۔ نگاشتہ دوشنبہ۔ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء۔

ایضاً - صاحب قصیدہ کے چھاپے جانے کی بشارت صاحب مطبع نے مجکو بھی دی ہے۔ خدا اُنکو سلامت رکھے۔ کل مرزا صاحب کے خط میں اُن کو ایک مصرعہ کسی اُستاد کا لکھ چکا ہُوں۔ مَیں سراسر اُن کا ممنون احسان ہُوں۔ میرا سلام کہنا۔ اور لفافہ اخبار کے نہ پہنچنے کی اطلاع دینا۔ میرے نام کا کوئی لفافہ ضائع نہیں جاتا۔ خدا جانے اُسپر کیا بجوگ پڑا۔ اظاہرا اُنھوں نے پوسٹ پیڈ بھیجا ہوگا پھر پوسٹ پیڈ بھی کیوں تلف ہو۔ شیہہ بمعنی صدائے اسپ لغت فارسی ہے بشین مکسور و یاے معروف و ہاے ہوز مفتوح و ہاے ثانی زدہ۔ اور عربی میں اسکو صہیل کہتے ہیں۔ صیہہ کوئی لغت نہیں ہے نہ عربی نہ فارسی۔ اگر غنیمت کے کلام میں صیہہ لکھا ہے تو کاتب کی غلطی ہے۔ غنیمت کا کیا گناہ درخود زروے ہندسہ گاسہ ہے شمار یافت۔ اصل مصرع یُوں ہی ہے مَیں نے سہو سے خدا جانے کیونکر لکھدیا ہے

بھائی مہر خواں کے دو معنی ہیں - ایک تو خطاب جو سلاطین اُمرا کو دیں - اور دوسرے وہ نام جو کوئی لڑکے کا پیار سے رکھیں یعنی عُرف حاشیہ پر شوق سے لکھوا دو - مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس عبارت کے جو تمھارے ذکر میں ہے پہلے مہر خواں کے معنی حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں مکرر لکھنے کی حاجت کیا ہے اور اگر لکھ بھی دو تو قباحت کیا ہے - بھائی صاحب کیوں مضائقہ فرمائیں حال اوراق کی تحریر کا معلوم ہوا صاحبان کونسل کی رائے ولایت آگرہ یعنی میرے محکمہ میں منظور و مقبول تم میرا جس طرح چاہو لکھ دو ۔

بنامِ آنکہ او نامے ندارد	بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

شفیق بالتحقیق مولانا مہر ذرہ بے مقدار کا سلام قبول کریں - کل آپ کو خط لکھ چکا ہوں آج یا کل پہنچ جائے گا - رات سے ایک بات اور خیال میں آئی ہے - مگر چونکہ محکم و کار فرمائی ہے کہتے ہوئے ڈرتا ہوں - ڈرتے ڈرتے عرض کرتا ہوں - بات یہ ہے کہ دو جلدیں طلائی لوح کی ولایت کے واسطے تیار ہوں گی اور وہ چار جلدیں جو یہاں کے حکام کے واسطے درکار ہوں گی - اُنکی صورت یہی ٹھہری ہے کہ سیاہ قلم کی لوح اور انگریزی جلد - کیوں بھائی صاحب قرار داد اور تجویز بھی ہے اور پھر سمجھا چاہیئے کہ یہ چار جلدیں کس کس کی نذر ہیں - نواب گورنر بہادر - چیف کمشنر بہادر - صاحب کمشنر بہادر - ڈپٹی کمشنر بہادر دہلی - یہ کیا میری بد وضعی ہے کہ جناب آڈمنسٹن صاحب کی نذر نہ بھیجوں - آخر گورنمنٹ کی نذر انھیں کی معرفت بھیجوں گا - تو صاحب ایک جلد اُن کی نذر بہت ضروری ہے آپ گنجایش نکال کر جیسی یہ چار جلدیں بنوائیں - ایک اور بھی ایسی ہی بنوا لیں - یقین ہے کہ آپ اس رائے کو پسند فرمائیں گے اور چار کی جگہ پانچ بنوائیں گے - یہ عرض مقبول اور یہ گستاخی کہ بار بار آزار دیتا ہوں معاف رہے - بھائی مرزا تفتہ کل کے مرزا صاحب کے خط میں اُس ولادت کی تاریخ کا قطعہ لکھ لینا - تم کو لکھ چکا ہوں - ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمھارا - بلکہ ایک قطعہ مولانا حقیر سے بھی لکھواؤ - صبح پنجشنبہ - سی ام ستمبر ۱۸۵۸ء -

ایضاً۔ اجی میرزا تفتہ تم نے روپیہ بھی کھویا اور اپنی فکر کو اور میری اصلاح کو بھی ڈبویا۔ ہائے کیا بُری کاپی ہے۔ اپنے اشعار کی اور اس کاپی کی مثال جب تم پر کھلتی کہ تم یہاں ہوتے۔ اور بیگماتِ قلعہ کو پھرتے چلتے دیکھتے۔ صورت ماہِ دو ہفتہ کی سی اور کپڑے میلے۔ پائینچے لیرلیر جُوتی ٹوٹی۔ یہ مبالغہ نہیں بلکہ بے تکلف سنبلستاں ایک معشوقِ خوبرو ہے۔ بدلباس ہے بہرحال دونوں لڑکوں کو دونوں جلدیں دیدیں اور مُعلّم کو حکم دیدیا کہ اِسی کا سبق دے۔ چنانچہ آج سے شروع ہوگیا۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۹ ماہ اپریل ۱۸۶۱ء۔ غالب ٭

ایضاً۔ آج پنجشنبہ کا دن ۱۸ نومبر کو تمھارا خط آیا۔ اور مَیں آج ہی جواب لکھتا ہُوں۔ کیا تماشا ہے کہ تمھارا خط پُہنچتا ہے اور میرا خط نہیں پُہنچتا۔ میرے خط کے نہ پُہنچنے کی دلیل یہ ہے کہ تم نے اصلاحی غزل کی رسید نہیں لکھی۔ مَیں نے کتب کا پُہنچنا تم کو لکھا تھا اُس کا تم نے ذکر نہ لکھا۔ صاحب ۲۳ کتابیں پُہنچ گئیں اور تقسیم ہوگئیں۔ سات کتابیں مرزا مہر کی بھیجی ہوئی موافق اُن کی تحریر کے آج شام تک اور مطابق منشی شیونراین کی اطلاع کے کل تک میرے پاس پُہنچ جائیں گی اور بھی منشی شیونراین نے اندور کی کتابوں کی روانگی کی اطلاع دی ہے۔ منشی نبی بخش صاحب تمھارے خط نہ لکھنے کا بہت گلہ رکھتے ہیں۔ شاید مَیں تم کو لکھ بھی چکا ہوں میر قاسم علی صاحب کی بدلی کا حال معلوم ہوا۔ یہ میرے بڑے دوست ہیں۔ دِلّی اِن دِنوں میں آئے ہوئے تھے مجھسے مل کر گئے ہیں۔ اُنکو ایک کتاب ضرور بھیجدینا۔ بھائی میں ہرگز نہیں جانتا کہ میر بادشاہ ہوی کون ہیں اور پھر ایسے کہ جو کہیں کے مُنصف ہیں۔ کچھ اُن کے خاندان کا حال اور اُن کے والد کا نام لکھو تو مَیں غور کروں ورنہ مَیں تو اِس نام کے آدمی سے آشنا نہیں ہُوں پنجشنبہ ۱۸ نومبر وقت دوپہر

ایضاً۔ بندہ پرور ایک مہربانی نامہ سکندرآباد سے اور ایک علیگڈھ سے پُہنچا۔ یقین ہے کہ بابو صاحب تمھارے خط کے جواب میں کچھ حال لکھیں گے اور تم موافق اپنے وعدے مجکو لکھو گے

اب جب اس خط کا جواب تمہارے پاس سے آئیگا تب تمہاری دستاریں تمکو پہنچیں گی ہاں میر تفضل حسین خاں کے ہاں سے ۵

رفتی و مرا خبر نہ کردی		بر بیکسیم نظر نہ کردی

یہاں یہ سنا گیا ہے کہ میر احمد حسین بڑا بیٹا ان کا ان کے کام پر مقرر ہوا اور میر ارشاد حسین بدستور نائب رہے۔ اسد اللہ۔ ۲۳۔ فروری ۱۸۵۴ء۔

ایضاً صاحب ایک خط تمہارا پرسوں آیا اس میں مندرج تھا کہ میں میرٹھ جاؤنگا۔ آج صبح کو ایک خط اور تمہارا آیا اور اس میں مندرج کہ پہلی جولائی کو جاؤنگا اور تجھ سے ملتا جاؤنگا۔ پرسوں کے خط میں بھی اور آج کے خط میں بھی پارسل کا ذکر تھا کہ ۲ جون کو ہم نے بھیجا ہے۔ بیسویں جون کو آج دسواں دن ہے اس دن میں کوئی پارسل کوئی پمفلٹ پاکٹ میرے پاس نہیں پہنچا۔ آخری پمفلٹ پاکٹ دو مثنویوں کا وہ تھا کہ جس میں ایک مثنوی بلند شہر کے واقعہ کی تھی کہ ایک لڑکا مر گیا اس کی ارتھی جلتی رہی۔ اس کا عاشق سامنے کھڑا جلتا رہا۔ سو ان دونوں مثنویوں کو میں نے اصلاح دیکر تمہارے پاس بھیجدیا ہے بلکہ یوں یاد پڑتا ہے کہ تم نے اس کی رسید بھی لکھ بھیجی ہے لیکن مجھکو گمان یہ ہے کہ یہ امر ۲ جون سے آگے کا ہے۔ بہر تقدیر بعد اس پارسل کے کوئی اور پارسل میرے پاس نہیں آیا۔ اصلاحی کاغذ ہر طرف کے عموماً اور تمہارے خصوصاً دو دن سے زیادہ میں نہیں رکھتا جو کاغذ مجھ تک نہ پہنچے میں ناچار ہوں بلکہ خود میرے ایک خط کا جواب تم پر فرض ہے۔ یا تو وہ نہ پہنچا۔ یا تم نے اس کا جواب لکھنا ضرور نہ جانا وہ خط جس میں میر بادشاہ کا دلی آنا اور ان کا مجھ سے ملنا اور تمہارا ذکر مجھ میں اور ان میں ہونا راجہ امید سنگھ کا دلی میں آنا اور بے خبر میرے گھر آ جانا اور تمہارا ان سے ذکر ہونا اور ان کا یہ کہنا کہ ان کا کل ایک خط میرے پاس آیا تھا سو میں نے اسکا جواب لکھ بھیجا تھا۔ اب میں کیا جانوں کہ تم کو یہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ ہاں وہ پارسل جس کو اب مانگتے ہو میرے پاس ہرگز نہیں آیا۔

غالب۔ چارشنبہ۔ ۲۹ جون ۱۸۵۶ عیسوی۔ وقت نیمروز۔

ایضاً ۔ اچھا بھائی نہیب والے دو ورقے چار سو ہوں پانسو ہوں سب بدلوا ڈالنا ۔ کاغذ کا جو نقصان
ہو وہ مجھ سے منگوا لینا ۔ اس لفظ کے رہ جانے میں ساری کتاب نکمی ہو جائیگی اور میرے کمال کو دھبہ
لگ جائیگا ۔ یہ لفظ عربی ہے ہرچند مسودہ میں بنا دیا تھا لیکن کاتب کی نظر سے رہ گیا ۔ لکھتے ہو کہ
مرزا صاحب وہ جلدیں درست کریں گے یہ تو صورت اور ہے یعنی مَیں نے چھ جلدیں بارہ روپے کی لاگت
میں بکارسازی و ہنرپردازی برخوردار منشی عبداللطیف چاہی تھیں منتظر تھا کہ اب اُن کا قبول کرنا
مجھکو لکھو گے اور روپیہ مجھ سے منگواؤ گے ۔ ظاہرا عبداللطیف نے پہلو تہی کیا ۔ مرزا صاحب اگر کفیل ہوئے تھے
تو چھ جلدیں بنواتے نہ کہ دو ۔ البتہ اس احتمال کی گنجایش ہے کہ وہ بہت پُرتکلف اور چار بہ نسبت اُس کے
کچھ کم اگر یوں ہے تو یہ تو مدعائے دلی میرا ہے مگر اطلاع ضرور ہے ۔ رائے اُمید سنگھ کے نام کا خط یا حلقہ
رہنے دو جب وہ آئیں اُنکو دیدو ۔ یہ جو لکھتے ہو کہ نہیب کا لفظ لکھ دیا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ چھاپا
شروع ہو کر دور تک پہنچ گیا کیا عجب ہے کہ کتابیں جلد منطبع ہو جائیں ۔ ہمارے منشی شیو نراین صاحب
اپنے مطبع کے اخبار میں اس کتاب کے چھاپے کا اشتہار کیوں نہیں چھاپتے تاکہ درخواستیں خریداروں کی
فراہم ہو جائیں ۔ میرزا تفتہ سنو ۔ ان دنوں میں میرے محسن حکیم احسن اللہ خاں آفتاب عالمتاب کے خریدار ہوئے
ہیں اور مَیں نے تمکو جب اُن کے کہنے کے برادر دینی مولانا مہر کو لکھا ہے حضرت نے لا و نعم جواب میں نہیں
لکھا تم اُن سے کہو کہ وہ ستمبر سنہ ۱۸۵۴ء سے خریدار ہیں ۔ آج ۱۶ ستمبر کی ہے دو نمبر اخبار کے حکیم صاحب
کے نام کے سرنامہ خانچند کے کوچہ کا پتہ لکھکر روانہ کریں آیندہ ہفتہ بہفتہ بھیجے جائیں اور حکیم احسن اللہ
خاں کا نام خریداروں میں لکھ لیں دوسرے اخبار مذکور میں ایک صفحہ ڈیڑھ صفحہ بادشاہ دہلی کے
اخبار کا ہوتا ہو جسدن سے کہ وہ اخبار شروع ہوا ہے اُس دن سے صرف اخبار شاہی کا صفحہ نقل کرکے
ارسال کریں کاتب کی اُجرت اور کاغذ کی قیمت یہاں سے بھیجدی جائیگی ۔ بھائی تم مرزا صاحب سے
اُسکو کہکر جواب لو اور مجھکو اطلاع دو ۔ نہیب کے نہیب سے مرا جاتا ہوں اُسکی درستی کی خبر بھیجو ۔ باقی

جو چھاپے کے حالات ہوں اُسکی آگہی ضرور ہے۔ غالب۔ پنجشنبہ ۱۹ ستمبر ۱۸۵۹ع ۔ ۴۰ ن

ایضاً میری جان آخر لڑکے ہو بات کو نہ سمجھے۔ میں اور تفتہ کا اپنے پاس ہونا غنیمت جانوں میں نے یہ لکھا تھا کہ بشرطِ اقامت بُلا لوں گا، وہ پھر لکھتا ہوں کہ اگر میری اقامت یہاں کی ٹھیری تو بے تمھارے نہ رہونگا نہ تمہارے رہونگا، منشی بالمکند بے صبر کا خط بلندشہر سے دلی اور دلی سے رامپور پہنچا۔ تلف نہیں ہوا اگر میں یہاں رہ گیا تو یہاں سے اور اگر دلی چلا گیا تو وہاں سے اصلاح دیکر اُن کے اشعار بھیجدونگا بے صبر کو اب کی بار مہینا بھر صبر چاہیئے وہ لفافہ بدستور رکھا ہوا ہے ازبسکہ یہاں کے حضرات مہربانی فرماتے ہیں اور ہر وقت آتے ہیں۔ فرصت مشاہدۂ اوراق نہیں ملی۔ تم ابھی تفتہ کو اُن کے پاس بھیجدینا۔ غالب۔ سہ شنبہ ۱۴ فروری ۱۸۶۰ع۔

ایضاً کیوں صاحب مجھ سے کیوں خفا ہو آج مہینا بھر ہوگیا ہوگا۔ یا بعد دو چار دن کے ہوجائیگا کہ آپ کا خط نہیں آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیر الاحباب آدمی تھا کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میرے پاس دو چار دوست نہ ہوتے ہوں۔ اب انہی یاروں میں ایک شیوجی رام برہمن اور بالمکند اُس کا بیٹا یہ دو شخص ہیں کہ گاہ گاہ آتے ہیں ان سے گزر کر لکھنؤ اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سے خطوط آتے رہتے تھے ان دوستوں کا حال ہی نہیں معلوم کہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں وہ آمد خطوط کی موقوف صرف تم تین صاحبوں کے آنے کی توقع اُس میں وہ دونوں صاحب گاہ گاہ۔ ہاں ایک تم کہ ہر مہینے میں ایک دو بار مہربانی کرتے ہو۔ سنو صاحب اپنے پر لازم کرلو ہر مہینے میں ایک خط مجھ کو لکھنا اگر مجھ سے کام آپڑا۔ دو خط تین خط ورنہ صرف خیر و عافیت لکھی اور ہر مہینے میں ایک بار بھیجدی۔ بھائی صاحب کا بھی خط دس بارہ دن ہوئے کہ آیا تھا اُسکا جواب بھیجدیا گیا۔ مولوی قمر الدین خان یقین ہے کہ الہ آباد گئے ہوں کس واسطے کہ مجکو مئی میں لکھا تھا کہ اوائل جون میں جاؤں گا بہرحال اگر آپ آزردہ نہیں تو جس دن میرا خط پہنچے اُس کے دوسرے دن اس کا جواب لکھیئے اپنی خیر و عافیت منشی صاحب

اسکی خیر و عافیت مولوی صاحب کا احوال اس سے سوا گوالیار کے فتنہ و فساد کا ماجرا جو معلوم ہوا ہو وہ الفاظ مناسب وقت میں ضرور لکھنا۔ راجہ جو وہاں آیا ہوا ہے اسکی حقیقت۔ دھولپور کا رنگ صاحبان عالیشان کا ارادہ وہاں کے بندوبست کا کس طرح پر ہے۔ آگرہ کا حال کیا ہے۔ وہاں کے رہنے والے کچھ خائف ہیں یا نہیں۔ غالب۔ نگاشتہ شنبہ۔ ۱۹ جون ۱۸۵۸ع۔

ایضاً برخوردار میرزا تفتہ دوسرا مسودہ بھی کل پہنچا۔ تم سمجھے اور میں معذور۔ اب میری کہانی سنو آخر جون میں صدر پنجاب سے حکم آگیا کہ پنشن داران ماہ بماہ نہ پائیں سال میں دو بار بطریق ششماہہ فصل بفصل پایا کریں۔ ناچار ساہوکار سے سود کاٹ کر روپیہ لیا گیا تا رامپور کی آمد میں مل کر صرف ہو یہ سود چھ مہینہ تک اسی طرح کٹوا دینا پڑیگا ایک رقم معقول گھاٹے میں جائیگی ؎

رسم ہے مردہ کی چھ ماہی ایک	خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار
مجھکو دیکھو کہ ہوں بقید حیات	اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

دس گیارہ برس سے اس تنگنا میں رہتا تھا سات برس تک ماہ بماہ چار روپیہ دیا گیا اب تین برس کا کرایہ کچھ اوپر سو روپیہ یکمشت دیا گیا۔ مالک نے مکان بیچ ڈالا جس نے لیا ہے اس نے مجھ سے پیام بلکہ ابرام کیا کہ مکان خالی کردو۔ مکان کہیں ملتا نہیں کہاں اٹھوں۔ بیدرد نے مجھکو عاجز کیا اور مرد لگادی وہ صحن بالاخانہ جسکا دو گز کا عرض اور دس گز کا طول اس میں پاڑ بندھ گئی۔ رات کو وہیں سویا۔ گرمی کی شدت پاڑ کا قرب۔ گمان یہ گزرتا تھا کہ یہ کٹہرا ہے اور صبح کو مجھکو پھانسی ملیگی تین راتیں اسی طرح گزریں۔ دوشنبہ ۹ جولائی کو دوپہر کے وقت ایک مکان ہاتھ آگیا وہاں جا رہا جان بچ گئی یہ مکان بہ نسبت اُس مکان کے بہشت ہے اور یہ خوبی کہ محلہ وہی بلیماروں کا۔ اگرچہ ہے یوں کہ میں اگر اور محلہ میں بھی جا رہتا تو قاصدان ڈاک وہیں پہنچتے یعنی اب اکثر خطوط لال کنوئیں کے پتے سے آتے ہیں اور بے تکلف یہیں پہنچتے ہیں۔ بہر حال تم وہی گلی بلیماروں کا محلہ لکھکر خط بھیجا کرو۔ دو مسودے

تمھارے اور ایک مسودہ بے صید کا یہ تین کاغذ درپیش ہیں وہ ایک دن میں بعد اصلاح ارسال
کیے جائیں گے۔ خاطر عاطر جمع رہے۔ صبح جمعہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۰ع

ایضاً کاشانۂ دل کے ماہِ دو ہفتہ منشی ہرگوپال تفتہ تحریر میں کیا کیا سحر طرازیاں کرتے ہیں اچنبھا
آپڑا ہے کہ ہم بھی جواب اسی انداز سے لکھیں۔ سنو صاحب یہ تم جانتے ہو کہ زین العابدین خاں مرحوم میرا
فرزند تھا اور اب اس کے دونوں بچے کہ وہ میرے پوتے ہیں میرے پاس آرہے ہیں اور دم بدم مجھ کو
ستاتے ہیں اور میں تحمل کرتا ہوں خدا گواہ ہے کہ میں تم کو اپنے فرزند کی جگہ سمجھتا ہوں پس تمھارے
نتائج طبع میرے معنوی پوتے ہوئے۔ جب ان عالم کے پوتوں سے کہ مجھے کھانا نہیں کھانے دیتے
مجھکو دوپہر کو سونے نہیں دیتے ننگے ننگے پاؤں پلنگ پر رکھتے ہیں کہیں پانی لڑھاتے ہیں کہیں خاک
اڑاتے ہیں میں نہیں تنگ آتا تو ان معنوی پوتوں سے کہ ان میں یہ باتیں نہیں ہیں کیوں گھبراؤنگا
آپ انکو جلد میرے پاس بسبیل ڈاک بھیجدیجیے کہ میں ان کو دیکھوں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر جلد انکو
تمھارے پاس بسبیل ڈاک بھیجدوں گا۔ حق تعالیٰ تمھارے عالم صورت کے بچوں کو جیتا رکھے
اور ان کو دولت و اقبال دے اور تم کو ان کے سر پر سلامت رکھے اور تمھارے معنوی بچوں یعنی
نتائج طبع کو فروغ شہرت اور حسن قبول عطا فرماوے بابو صاحب کے نام کا خط ان کے خط کے
جواب میں پہنچتا ہے انکو دیدیجیگا۔ اور ہاں صاحب بابو صاحب اور تم آبو کو جانے لگو تو مجھکو اطلاع
کرنا اور تاریخ روانگی لکھ بھیجنا تاکہ میں بے خبر نہ رہوں والدعا۔ اسد اللہ نگاشتہ جمعہ ۱۰ جون سنہ ۱۸۵۲ع

ایضاً شفیق بالتحقیق منشی ہرگوپال تفتہ ہمیشہ سلامت رہیں آپکا وہ خط جو آپ نے کانپور سے
بھ... صاحب کے سیر و سفر کا حال اور آپکا لکھنؤ جانا اور وہاں کے شعرا سے ملنا سب معلوم
...پہنچنے کے ایک ہفتہ کے بعد درست ہو گئے اور اصلاح اور اشارے اور جو
...عمل میں آیا جب تک کہ ان کا یا تمھارا خط نہ آوے اور اقامت گاہ معلوم نہ ہو

میں کاغذ ضروری کہاں بھیجوں اور کیونکر بھیجوں اور کیوں بھیجوں اب جو تمھارے لکھنے سے جانا کہ ۱۹؍
فروری تک اکبرآباد آؤ گے تو میں نے یہ خط تمھارے نام لکھ کر لفافہ کر رکھا ہے آج انیسویں ہے پرسوں
اکیسویں کو لفافہ آگرہ کو روانہ ہوگا۔ بابو صاحب کو میں نے خط اس واسطے نہیں لکھا کہ جو کچھ لکھنا چاہیے تھا
وہ خاتمہ اوراق اشعار پر لکھ دیا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ ان کی خدمت میں میرا سلام پہنچاؤ اور سفر کے
انجام اور حصولِ مرام کی مبارکباد دو اور اوراق اشعار گزرانو اور یہ عرض کرو کہ جو عبارت خاتمہ پر مرقوم
ہے اسکو غور سے پڑھیئے اور اپنا دستور العمل گردانیئے نہ یہ کہ سرسری دیکھیئے اور بھول جائیے۔ بس
تمام ہوا وہ پیام کہ جو بابو صاحب کی خدمت میں تھا اب پھر تم سے کہتا ہوں کہ وہ جو تم نے اس شخص
سکولی کا حال لکھا تھا معلوم ہوا ہر چند اعتراض ان کا لغو اور پرسش ان کی بے مزہ ہو مگر ہمارا یہ منصب
نہیں کہ معترض کو جواب دیں یا سائل سے بات نہ کریں تمھارے شعر پر اعتراض اس لیے ہے کہ وہ
ہمارا دیکھا ہوا ہے گویا ہم پر ہے اس سے ہمیں کام نہیں کہ وہ مانیں یا نہ مانیں کلام ہمارا اپنے نفس میں
معقول و استوار ہے جو زباندان ہوگا وہ سمجھ لیگا غلط فہم و کج اندیش لوگ نہ سمجھیں نہ سمجھیں ہمکو
تمام خلق کی تہذیب و تلقین سے کیا علاقہ تعلیم و تلقین واسطے دوستوں کے اور یاروں کے ہے نہ
واسطے اغیار کے۔ تمھیں یاد ہوگا کہ میں نے تمھیں بارہا سمجھایا ہے کہ خود غلطی پر نہ رہو اور غیر کی غلطی سے
کام نہ رکھو۔ آج تمھارا کلام وہ نہیں کہ کوئی اس پر گرفت کر سکے مگر ہاں ؎ حشو و زائد چہ کنم گو
زخود برنج درست۔ والسلام والاکرام۔ اسد اللہ رقمزدہ ۱۹ فروری و مرسلہ بست و یکم فروری سنہ ۱۸۵۲ع

ایضاً۔ منشی صاحب تمھارا خط اسدن یعنی کل بدھ کے دن پہنچا میں چار دن سے لرزے میں مبتلا ہوں اور
مزہ یہ ہے کہ جس دن سے لرزہ چڑھا ہے کھانا مطلق میں نے نہیں کھایا آج پنجشنبہ پانچواں دن ہے
کہ نہ کھانا دن کو میسر ہے نہ رات کو۔ شراب بسبب حرارت مزاج میں بہت ہے ناچار احتراز کرتا ہوں بھائی
اس لطف کو دیکھو کہ پانچواں دن ہے کھانا کھائے ہرگز بھوک نہیں لگی اور طبیعت غذا کی طرف متوجہ نہیں
ہے لطافت نہیں

ہوئی۔ بابو صاحب الامناقب کا خط تمھارے نام کا دیکھا اُس ارسال میں وہ آسانی نہ رہی اور نیند و شادی
سے بھاگتا ہے۔ کیوں تکلیف کریں اور اگر بہر حال اُن کی مرضی ہے تو خیر فرمان پذیر ہوں اشعار سابق
وحال میرے پاس امانت ہیں بعد اچھے ہونے کے اُن کو دیکھوں گا اور تم کو بھیجدونگا۔ اتنی سطریں
مجھ سے بہزار جرِ ثقیل لکھی گئی ہیں۔ اسد اللہ۔ روز پنجشنبہ ۲ مارچ ۱۸۵۴ء۔

ایضاً۔ صاحب تم جانتے ہو کہ یہ معاملہ کیا ہے اور کیا واقع ہوا وہ ایک جنم تھا کہ جس میں ہم تم باہم
دوست تھے۔ اور طرح طرح کے ہم میں تم میں معاملات مہر و محبت درپیش آئے شعر کہے دیوان
جمع کئے اُسی زمانہ میں ایک بزرگ تھے کہ ہمارے تمھارے دوستِ دلی تھے اور منشی نبی بخش اُن کا
نام اور حقیر تخلص تھا ناگاہ نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ اشخاص نہ وہ معاملات نہ وہ اختلاط نہ وہ انبساط
بعد چند مدت کے پھر دوسرا جنم ہمکو ملا۔ اگرچہ صورت اس جنم کی بعینہ مثل پہلے جنم کے ہے یعنی
ایک خط میں نے منشی نبی بخش صاحب کو بھیجا اُس کا جواب مجکو آیا اور ایک خط تمھارا کہ تم بھی موسوم
بہ منشی ہرگوپال متخلص بہ تفتہ ہو آج آیا اور میں جس شہر میں اُس کا نام دلّی اور اُس محلّہ کا نام بلّیماروں
کا محلّہ ہے۔ لیکن ایک دوست اُس جنم کے دوستوں میں سے نہیں پایا جاتا۔ واللہ ڈھونڈنے
کو مسلمان اس شہر میں نہیں ملتا۔ کیا امیر کیا غریب۔ کیا اہلِ حرفہ اگر کچھ ہیں تو باہر کے ہیں ہنود
البتہ کچھ کچھ آباد ہو گئے ہیں اب پوچھو کہ تو کیونکر مسکنِ قدیم میں بیٹھا رہا۔ صاحب بندہ میں حکیم
محمد حسن خان مرحوم کے مکان میں نو دس برس سے کرایہ کو رہتا ہوں اور یہاں قریب کیا بلکہ دیوار
بدیوار ہیں گھر حکیموں کے۔ اور وہ نوکر ہیں راجہ نرندر سنگھ بہادر والیٔ پٹیالہ کے۔ راجہ نے
صاحبانِ عالیشان سے عہد لے لیا تھا کہ بروقت غارتِ دہلی یہ لوگ بچ رہیں چنانچہ بعد فتح
راجہ کے سپاہی یہاں آ بیٹھے اور یہ کوچہ محفوظ رہا ورنہ میں کہاں اور یہ شہر کہاں۔ مبالغہ نہ جاننا
امیر غریب سب نکل گئے جو رہ گئے تھے وہ نکالے گئے۔ جاگیردار۔ پنشن دار۔ دولتمند۔ اہلِ حرفہ

کوئی بھی نہیں ہے مفصّل حال لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ ملازمانِ قلعہ پر شدّت ہے اور بازپرس اور دار و گیر
میں مبتلا ہیں مگر وہ نوکر جو اس ہنگام میں نوکر ہوئے ہیں اور ہنگامے میں شریک رہے ہیں۔ میں غریب
شاعر دس برس سے تاریخ لکھنے اور شعر کے اصلاح دینے پر متعلق ہوا ہوں خواہی اس کو نوکری سمجھو خواہی
مزدوری جانو۔ اس فتنہ و آشوب میں کسی مصلحت میں میں نے دخل نہیں دیا۔ صرف اشعار کی خدمت
بجا لاتا رہا اور نظر اپنی بےگناہی پر شہر سے نکل نہیں گیا۔ میرا شہر میں ہونا حکّام کو معلوم ہے۔
مگر چونکہ میری طرف بادشاہی دفتر میں سے یا مخبروں کے بیان سے کوئی بات پائی نہیں گئی۔
لہٰذا طلبی نہیں ہوئی۔ ورنہ جہاں بڑے بڑے جاگیردار بلائے ہوئے یا پکڑے ہوئے آئے
ہیں میری کیا حقیقت تھی۔ غرض کہ اپنے مکان میں بیٹھا ہوں دروازہ سے باہر نہیں نکل سکتا
سوار ہونا اور کہیں جانا تو بہت بڑی بات ہے۔ رہا یہ کہ کوئی میرے پاس آوے شہر میں ہے کون
جو آوے گھر کے گھر بے چراغ پڑے ہیں۔ مجرم سیاست پاتے جاتے ہیں۔ جرنیلی بندوبست
یازدہم مئی سے آج تک یعنی شنبہ پنجم دسمبر ۱۸۵۷ء تک بدستور ہے۔ کچھ نیک و بد کا حال مجھکو نہیں معلوم
بلکہ ہنوز ایسے امور کی طرف حکّام کو توجّہ بھی نہیں۔ دیکھئے انجامِ کار کیا ہوتا ہے۔ یہاں باہر سے
اندر کوئی بغیر ٹکٹ کے آنے جانے نہیں پاتا۔ تم زنہار یہاں کا ارادہ نہ کرنا۔ ابھی دیکھا چاہیئے
مسلمانوں کی آبادی کا حکم ہوتا ہے یا نہیں۔ بہرحال منشی صاحب کو میرا سلام کہنا اور یہ خط دکھا دینا
اس وقت تمہارا خط پہنچا اور اسی وقت میں نے یہ خط لکھکر ڈاک کے ہرکارہ کو دیا۔ +

ایضاً۔ آج سنیچر بار کو دوپہر کے وقت ڈاک کا ہرکارہ آیا اور تمہارا خط لایا۔ میں نے پڑھا اور
جواب لکھا اور کلیان کو دیا۔ وہ ڈاک کو لے گیا خدا چاہے تو کل پہنچ جائے۔ میں تم کو لکھ چکا ہوں
کہ دلّی کا قصد کیوں کرو اور یہاں آ کر کیا کرو گے بنک گھر میں سے خدا کرے تمہارا روپیہ مل جائے
بھائی میرا حال یہ ہے کہ دفترِ شاہی میں میرا نام مندرج نہیں نکلا۔ کسی مخبر نے نسبت میرے کوئی خبر

بدخواہی کی نہیں کی۔ حکام وقت میرا ہونا شہر میں جانتے ہیں۔ فراری نہیں ہوں۔ رو پوش نہیں ہوں بلایا نہیں گیا۔ دار و گیر سے محفوظ ہوں کسی طرح کی باز پرس ہو تو بلایا جاؤں مگر ہاں جیسا کہ بلایا نہیں گیا خود بھی بروے کار نہیں آیا کسی حاکم سے نہیں ملا۔ خط کسی کو نہیں لکھا کسی سے درخواست ملاقات نہیں کی۔ مئی سے پنشن نہیں پایا۔ کہو یہ دس مہینے کیونکر گذرے ہوں گے۔ انجام کچھ نظر نہیں کہ کیا ہوگا۔ زندہ ہوں مگر زندگی وبال ہے۔ ہرگوبند سنگھ یہاں آئے ہوئے ہیں ایک بار میرے پاس بھی آئے تھے۔ والدعا۔ غالب۔ روز شنبہ۔ سی ام جنوری ۱۸۵۸ع وقت نیمروز۔

ایضاً۔ کیوں صاحب روٹھے ہی رہو گے یا کبھی منو گے بھی۔ اور اگر کسی طرح نہیں منتے تو روٹھنے کی وجہ تو لکھو۔ میں اس تنہائی میں صرف خطوں کے بھروسے جیتا ہوں یعنی جس کا خط آیا میں نے جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ جو اطراف و جوانب سے دو چار خط نہیں آ رہتے ہوں۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہے کہ دو دو بار ڈاک کا ہرکارہ خط لاتا ہے۔ ایک دو صبح کو اور ایک دو شام کو میری دل لگی ہو جاتی ہے۔ دن ان کے پڑھنے اور جواب لکھنے میں گزر جاتا ہے یہ کیا سبب دس دس بارہ دن سے تمہارا خط نہیں آیا یعنی تم نہیں آئے خط لکھو صاحب۔ نہ لکھنے کی وجہ لکھو آدھ آنے میں بخل نہ کرو ایسا ہی ہے تو بیرنگ بھیجو۔ غالب۔ سوموار ۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ع۔

ایضاً۔ مہاراج آپ کا مہربانی نامہ پہنچا۔ دل میرا اگرچہ خوش ہوا لیکن ناخوش بھی نہ رہا۔ بہرحال مجھکو کہ نالائق و ذلیل ترین خلائق ہوں اپنا دعا گو سمجھتے رہو۔ کیا کروں اپنا شیوہ ترک نہیں کیا جاتا۔ وہ روش ہندوستانی فارسی لکھنے والوں کی مجکو نہیں آتی کہ بالکل بھاٹوں کی طرح بکنا شروع کریں میرے قصیدے دیکھو تشبیب کے شعر بہت پاؤ گے اور مدح کے شعر کمتر۔ نثر میں بھی یہی حال ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں کے تذکرے کی تقریظ کو ملاحظہ کرو کہ اُن کی مدح کتنی ہے میرزا رحیم الدین بہادر حیا تخلص کے دیوان کے دیباچہ کو دیکھو۔ وہ جو تقریظ دیوان حافظ کے بموجب فرمایش جان جاکوب بہادر

کے لکھی ہے اُس کو دیکھو کہ فقط ایک بیت میں اُنکا نام اور اُنکی مدح آئی ہو اور باقی ساری نثر میں کچھ اور ہی
اور مطالب ہیں واللہ باللہ کسی شاہزادے یا امیرزادے کے دیوان کا دیباچہ لکھتا تو اُسکی مدح کرتا
کہ جتنی تمھاری مدح کی ہے ہم کو اور ہماری روش کو اگر پہچانتے تو اتنی مدح کو بہت جانتے قصہ مختصر
تمھاری خاطر کی اور ایک فقرہ تمہارے نام کا بدل کر اُس کے عوض ایک فقرہ اور لکھدیا ہو اس سے
زیادہ بھی میری روش نہیں۔ ظاہرا تم خود فکر نہیں کرتے اور حضرات کے بہکانے میں آجاتے ہو
وہ صاحب تو بشیتر اس نظم و نثر کو مہمل کہیں گے کسواسطے کہ اُن کے کان اس آواز سے آشنا نہیں
جو لوگ کہ قتیل کو اچھے لکھنے والوں میں جانیں گے وہ نظم و نثر کی خوبی کو پہچانیں گے۔ ہمارے
شفیق منشی نبی بخش صاحب کو کیا عارضہ ہے کہ جسکو تم لکھتے ہو ماءالجبن سے بھی نہ گیا۔ ایک نسخہ
طب محمد حسین خانی میں لکھا ہے اور وہ بہت بے ضرر اور سود مند ہے مگر اثر اس کا دیر میں ظاہر ہوتا
ہے وہ نسخہ یہ ہے کہ پان سات سیر پانی لیویں اور اُس میں سیر بھر چوب چینی کوٹ کر ملاویں
اور اُسکو جوش کریں اسقدر کہ چہارم پانی جل جاوے پھر اُس باقی پانی کو چھان کر کوری ٹھلیا میں
بھر رکھیں اور جب باسی ہوجاوے اُسکو پئیں جو غذا کھایا کرتے ہیں کھایا کریں۔ پانی دن رات
جب پیاس لگے یہی پئیں تبرید کی حاجت پڑے اسی پانی میں پئیں روز جوش کرواکر چھنوا کر
رکھ چھوڑیں۔ بیس دن میں اس کا فائدہ معلوم ہوگا میرا سلام کہکر یہ نسخہ عرض کردینا آگے اُنکو اختیار ہے

ایضاً۔ تمھارا خط پہنچا مجکو بہت رنج ہوا۔ واقعی اُن چھوٹے لڑکوں کا پالنا بہت دشوار ہوگا۔
دیکھو میں بھی تو اسی آفت میں گرفتار ہوں۔ صبر کرو اور صبر نہ کرو گے تو کیا کرو گے۔ کچھ بن نہیں آتی
میں مسہل میں ہوں یہ سمجھنا کہ بیمار ہوں۔ حفظِ صحت کے واسطے مسہل لیا ہے تمہارے اشعار غور سے
دیکھکر بھائی منشی نبی بخش صاحب کے پاس لفافہ تمھارے نام کا بھیجدیا ہے جب تم آؤ گے تب وہ
تم کو دیں گے۔ جہاں جہاں تردد و تامل کی جگہ تھی وہ ظاہر کردی ہے اور باقی سب اشعار بدستور

رہنے دیئے ہیں اب تم کو یہ چاہیئے کہ کول پہنچ کر مجکو خط لکھو۔ اس لفافہ کی رسید اور اپنا سارا حال مفصل لکھو
اس میں تساہل نہ کرو۔ بابو صاحب کے خط کا جواب اجمیر کو روانہ کر دیا جائیگا آپ کی خاطر جمع رہے زیادہ اس سے
کیا لکھوں۔ اسد اللہ۔ نجات کا طالب غالب عفی عنہ

ایضاً صاحب تم نے لکھا تھا کہ میں جلد آگرہ جاؤنگا۔ تمھارے اس خط کا جواب نہ لکھ سکا جواب تو لکھ سکتا تھا
مگر کلیان کا پانوں سوجھ گیا تھا وہ چل نہیں سکتا تھا۔ مسلمان آدمی شہر میں سڑک پر بن ٹکٹ پھر نہیں سکتا
ناچار تم کو خط نہ بھیج سکا بعد چند روز کے جو کہار اچھا ہوا تو میں تم کو آگرہ میں سمجھ کر سکندر آباد خط نہ
بھیج سکا۔ مولوی قمر الدین خاں کے خط میں تم کو سلام لکھا۔ کل اُن کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ میرزا
تفتہ ابھی یہاں نہیں آئے اسواسطے آج یہ رقعہ تمکو بھیجتا ہوں۔ میرا حال بدستور ہے۔ دیکھیے خدا کو کیا
منظور ہے۔ حاکم اکبر نے ابھی کوئی نیا بندوبست جاری نہیں کیا۔ یہ صاحب میرے آشنائے قدیم ہیں
مگر میں مل نہیں سکتا۔ خط بھیجدیا ہے۔ ہنوز کچھ جواب نہیں آیا۔ تم لکھو کہ اکبرآباد کب جاؤگے۔
والدعا۔ غالب۔ جمعہ ۵ مارچ ۱۸۵۸ع۔

ایضاً۔ صاحب میرٹھ سے اگر تم کو خط لکھ چکا ہوں شاید نہ پہنچا ہو۔ اسواسطے ازروے احتیاط
لکھتا ہوں کہ نواب مصطفے خاں کے ملنے کو سپیل ڈاک میرٹھ گیا اور سہ شنبہ کے دن دلی آگیا اور
چارشنبہ کے دن تم کو خط بھیجا۔ کل آخر روز راجہ امید سنگھ بہادر میرے گھر آئے مجھے تمھارا خط اُن کے
دکھانے کو رکھ چھوڑا تھا وہ اُن کو دکھایا۔ پڑھکر یہ فرمایا کہ کسی اور مکان میں قصد اقامت نہیں ہے مجھکو نیا
ایک بنگلہ بنایا چاہتا ہوں۔ آدمی بندرابن گئے ہیں۔ کوئی مکان مول لیں گے۔ وہاں اپنی وضع پر رہونگا
میرا سلام لکھنا اور یہ پیام لکھنا کہ آپکا کلام بمبئی تک پہنچ گیا اب طہران کو بھی روانہ ہو جائیگا ؎

سواد ہند گرفتی بہ نظم خود تفتہ — بیا کہ نوبت شیراز و وقت تبریز است

صبح یکشنبہ ۳۱ جنوری ۱۸۵۹ع۔

ایضاً عمر و دولت برخوردار باشند۔ بدھ کا دن تیسری تاریخ فروری کی ڈیڑھ پہر دن باقی رہے ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور خط مع رجسٹری لایا۔ خط کھولا سو روپیہ کی ہنڈوی بل جو کچھ لکھے ہو ملا۔ ایک آدمی رسید مُہری لیکر نیل کے کٹرے چلا گیا۔ سو روپے چہرہ شاہی لے آیا۔ آنے جانے کی دیر ہوئی اور بس۔ چوبیس روپے داروغہ کی معرفت اُٹھے تھے وہ دیئے گئے۔ پچاس روپے محل میں بھیج دیئے۔ چھبیس روپے باقی رہے۔ وہ بکس میں رکھ لیئے۔ روپے کے رکھنے کے لئے بکس کھولا تھا۔ سو یہ رقعہ بھی لکھ لیا۔ کلیان سودا لینے بازار گیا ہوا ہے۔ اگر جلد آگیا تو آج ورنہ کل یہ خط ڈاک میں بھیج دوں گا۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور اجر دے۔ بھائی بُری آ بنی ہے۔ انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ قصہ مختصر کہ قصہ تمام ہوا۔ غالب۔ چار شنبہ ۱۸۵۸ع۔ وقت دوپہر۔

ایضاً صاحب تمہارا خط میرٹھ سے آیا۔ مرآۃ الصحائف کا تماشا دیکھا۔ سنبلستان کا چھاپا خدا تم کو مبارک کرے اور خدا ہی تمہارے بیرو کا نگہبان رہے۔ بہت گزر گئی۔ تھوڑی رہی۔ اچھی گزری۔ اچھی گزر جائیگی میں تو یہ کہتا ہوں کہ عرفی کے قصائد کی شہرت سے عرفی کے کیا ہاتھ آیا جو میرے قصائد کی اشتہار سے مجکو نفع ہوگا۔ سعدی نے بوستان سے کیا پھل پایا جو تم سنبلستان سے پاؤ گے۔ اللہ کے سوا جو ہے موہوم و معدوم ہے۔ نہ سخن ہے نہ سخنور ہے۔ نہ قصیدہ ہے نہ قصدہ ہے۔ لاموجود الا اللہ۔ جناب بھائی صاحب یعنی نواب مصطفٰے خاں صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہدینا۔ ہمشیرہ کی پنشن کا جاری ہونا بہت خوشی کی بات ہے۔ مگر خوشی سے تعجب زیادہ ہے کیا عجب ہے کہ اس سے بھی زیادہ خوشی اور زیادہ تعجب کی بہبودی کا روے یعنی آپکا پنشن بھی واگزاشت ہو جاوے۔ اللہ اللہ اللہ۔ صبح یکشنبہ ۱۰ جنوری ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی۔ میں نے دلی کو چھوڑا۔ اور رامپور چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مراد نگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا۔ آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفٰے خاں کے کہنے سے مقام کیا۔ یہاں سے یہ خط تم کو لکھ کر بھیجا۔ کل شاہجہاں آباد پرسوں گڑھ مکتیسر رہوں گا۔ پھر مراد آباد ہوتا ہوا رامپور جاؤں گا۔ اب جو مجکو

خط بھیجو رامپور بھیجنا - سر نامہ رامپور کا نام اور میرا نام کافی ہے اسی قدر لکھنا کافی تھا باقی جو کچھ لکھنا ہے وہ
رامپور سے لکھوں گا - راقم غالب - مرقومہ چاشتگاہ شنبہ ۱۲ جنوری ۱۸۶۰ء ع -

ایضاً - برخوردار سعادت آثار منشی ہرگوپال سلمہ اللہ تعالی - اس سے آگے تم کو حالات مجمل لکھ چکا ہوں
ہنوز کوئی رنگ قرار نہیں پایا - بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مراد آباد اور وہاں سے رامپور آئیں گے
اُنکے جانے کے بعد کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھیرے گا منظور مجکو یہ ہے کہ اگر یہاں رہنا ہو تو فوراً تمکو بلا لونگا
جو دن زندگی کے باقی ہیں وہ باہم بسر ہو جائیں - والدعا - راقم غالب - یکم مارچ ۱۸۶۰ء ع

ایضاً میرزا تفتہ کو دعا پہنچے - بہت دن سے خط کیوں نہیں لکھا - آگرہ میں ہو یا نہیں - میرزا حاتم علی
صاحب کا شفقت نامہ آیا - یہاں سے اُس کا جواب بھیجا گیا - وہاں سے اُس کا جواب آ گیا - میر مکرم حسین صاحب کا
خط پرسوں آیا دو چار دن میں اُس کا جواب لکھوں گا - میرا حال بدستور ہے نہ نوید کامیابی نہ بیم
نا امیدی + بھائی صاحب کا خط کئی دن ہوئے کہ آیا ہے اور وہ میرے خط کے جواب میں ہے
دو ایک دن کے بعد جب جی باتیں کرنے کو چاہیگا تب اُن کو خط لکھوں گا - تم اگر ملو تو اُن سے کہہ دینا
کہ بھائی قاسم علیخاں کے شعر نے مجکو بڑا مزا دیا - حسن اتفاق کیہ کئی دن ہوئے تھے جو میں نے
ایک ولایتی چھینٹ اور ایک شالی رومال ڈھائی گز دلال کو دیا تھا اور وہ اُسوقت روپیہ لے کر آیا تھا
میں روپیہ لیکر اور خط پڑھ کر خوب ہنسا کہ خط اچھے وقت آیا - غالب - ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء ع -

ایضاً - صاحب تم تو اچھے خاصے عارف اور تمہارا کشف سچا ہے - میں راہ دیکھ رہا کہ تمہارا
خط آئے تو جواب لکھوں - کل تمہارا خط شام کو آیا - آج صبح کو جواب لکھا گیا - بات یہ ہے کہ نامور
آدمی کیواسطے محلہ کا پتہ ضرور نہیں - میں غریب آدمی ہوں مگر فارسی انگریزی جو خط میرے نام کے
آتے ہیں تلف نہیں ہوتے - بعض فارسی خط پر محلہ کا پتہ نہیں ہوتا اور انگریزی خط پر تو مطلق ہوتا ہی
نہیں - شہر کا نام ہوتا ہے - تین چار خط انگریزی ولایت سے مجھکو آئے جانے اُن کی بلا کہ

بلّی ماروں کا محلہ کیا چیز ہے وہ تو بہ نسبت میرے بہت بڑے آدمی ہیں۔ سینکڑوں انگریزی خط ہر روز
اُن کو آتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ میں نے پھر اُن کے پاس آدمی بھیجا اور آپ کا خط اپنے نام کا بھیج دیا۔ اُنھوں نے
میرے آدمی سے کہا کہ نواب صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میں اس کا جواب کیا لکھوں۔ محلے کا پتہ
آپ ہی لکھ بھیجیے۔ سو میں پہلے امر واقعی تم کو لکھ کر تمھاری خواہش کے موافق لکھتا ہوں۔ اُن کے مکان
کا پتہ بلّی ماروں کا محلہ۔ دستوں کا کوچہ۔ دستنبو کا یہ حال ہے کہ میں نے ایک بار سات روپیہ کی ہنڈوی
بھیجکر بارہ جلدیں اور ایک جنتری اُن سے منگوائی پھر اُن کو ۱۸ آنہ کے ٹکٹ بھیجکر دو جلدیں لکھنؤ کو
اُنھیں کے ہاتھوں ہی سے بھجوائیں اور اُس کے بعد پھر ۱۸ آنہ کے ٹکٹ بھجوا کر دو جلدیں وہیں سے سرڈھنے
کو بھجوائیں۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ میں بعد اُس پچاس جلد کے سولہ جلدیں اور اُن سے لے چکا ہوں
مگر نقد ہرگز قرض میں نے نہیں منگوائے ہیں۔ ایک بار ہنڈوی اور دو بار ٹکٹ بھیج چکا ہوں۔ تم کو میری
جان کی قسم سہل طور پر اُن کو لکھ بھیجنا کہ غالب نے کتنی کتابیں منگوائی ہیں اور نقد منگوائی ہیں یا
قرض اور جو وہ لکھیں مجھ کو لکھ بھیجنا۔ شنبہ ۱۹ فروری ۱۸۵۹ء۔ غالب۔

ایضاً صاحب ہم تمھارے اخبار نویس ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں کہ برخوردار میر بادشاہ آئے ہیں اُن کو
دیکھ کر خوش ہوا وہ اپنے بھائیوں سے مل کر شاد ہوئے۔ تمھارا حال سُن کر مجھ کو رنج ہوا۔ کیا کروں
نہ اُس رنج کا چارہ کر سکتا ہوں نہ اپنے عزیزوں کی خبر لے سکتا ہوں ؎ ہر آنچہ ساقیٔ ما ریخت
عین الطاف است۔ آج چوتھا دن ہے یعنی منگل کے دن کوئی پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ ناگاہ
راجہ اُمید سنگھ بہادر میرے گھر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کہاں سے آئے ہو فرمایا کہ آگرہ سے آتا
ہوں۔ بساون کی گلی میں جو حکیموں کی گلی کے قریب ہے جورسن صاحب کی کوٹھی اُنھوں نے مول لی ہے
اور اُس کے قریب کی زمین اُفتادہ بھی خریدی ہے اور اُس کو بنوا رہے ہیں۔ تمھارا ایمن نے ذکر کیا
کہ ہر خط میں تم کو پوچھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں نے کئی خط بھیجے جواب نہیں آیا۔ بہرحال

میرے پھوڑے نکل رہے ہیں۔ میں بازدید کو نہیں گیا۔ شاید وہ آج گئے ہوں یا جاویں پھر اکبرآباد
کو جائیں گے۔ میں آج آدمی اُن کے پاس بھیجوں گا۔ کل میرزا حاتم علی مہر کا خط آیا تھا۔ تم کو بہت
پوچھتے تھے کہ آیا میرزا تفتہ کہاں ہیں اور کسطرح ہیں بھائی انکو خط لکھو۔ محررہ ۱۷ جون ۱۸۵۹ع

ایضاً صاحب تمھارا خط آیا۔ دل خوش ہوا تمھاری تحریر سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تم کو آگرہ کتابوں کا
منگوانا بے ارسال قیمت منظور ہے۔ چنانچہ حق التصنیف تم نے لکھا ہے بھائی یہ کیا تم کو جھوٹ لکھوں گا
اور شیونراین نے اگر ذکر ارسالِ قیمت کا نہیں لکھا کہ بے ارسالِ قیمت منگوائی ہیں تم کو میرے سر کی قسم اور
میری جان کی قسم شیونراین سے اتنا پوچھو کہ اُس پچاس جلد کے بعد کی کتنی جلدیں غالب نے اور منگوائیں
اور قیمت بھیجکر منگوائیں یا قیمت اُس سے لینی ہے۔ دیکھو میں نے قسم لکھی ہے یوں ہی عمل میں لانا۔
راجے اُمید سنگھ صاحب یہیں ہیں مجھ سے ان دنوں میں ملاقات نہیں ہوئی۔ جو تمھارے خط کا
ذکر آتا یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا اور یہ جو تم نے لکھا تھا کہ اگر دسوں کا کوچہ نہ ملے گا تو وہ خط تیرے
پاس آئیگا سو وہ میرے پاس نہیں آیا صاحب مجھکو وہم کیوں ہو ایک امیر نامور آدمی ہے اسکے نام کا خط کیوں نہ پہنچیگا۔

ایضاً۔ اجی مرزا تفتہ۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو تمھارے حال کی بڑی پرسش ہے تم نے
اُن کو خط لکھنا کیوں موقوف کیا ہے وہ مجھکو لکھتے ہیں کہ اگر آپ کو مرزا تفتہ کا حال معلوم ہو تو مجھکو ضرور
لکھئے گا۔ غالب یکشنبہ ۲۷ فروری ۱۸۵۹ع۔

ایضاً کیوں مرزا تفتہ تم بے وفا یا میں گنہگار۔ یہ بھی تو مجھکو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔ ابھی ایک صاحب
میری ملاقات کو آئے تھے تقریباً تمھارا ذکر درمیان آیا وہ کہنے لگے کہ وہ کول میں ہیں اب میں حیران
ہوں کہ خط کول بھیجوں یا سکندرآباد۔ اگر کول بھیجوں تو مسکن کا پتہ کیا لکھوں۔ بہرحال سکندرآباد
بھیجتا ہوں۔ خدا کرے پہنچ جائے۔ تمھارا دیوان بطریق پارسل میرے پاس آیا۔ میں نے ہرکارے کو
راجہ امید سنگھ بہادر کے گھر کا پتہ بتا کر وہاں بھجوا دیا۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا۔ پانچ چار دن سے

سنتا ہوں کہ وہ متھرا اور اکبرآباد کی طرف گئے ہیں مجھ سے مل کر نہیں گئے۔ بہرحال اس خط کا جواب
جلد لکھو اور ضرور لکھو۔ بھائی تم سیاح آدمی ہو۔ جہاں جایا کرو مجھ کو لکھ بھیجا کرو کہ میں وہاں جاتا ہوں
یا جہاں جاؤ وہاں سے خط لکھو۔ تمھارے خط کے نہ آنے سے مجھے تشویش رہتی ہے میری تشویش
تم کو کیوں پسند ہے۔ محررہ یکشنبہ ۲۷ مارچ ۱۸۵۹ع۔ غالب۔

ایضاً شنبہ ششم مئی ۱۸۵۹ع ہنگام نیمروز۔ بھائی آج اس وقت تمھارا خط پہنچا۔ پڑھتے ہی جواب
لکھتا ہوں۔ زرِ سالہ مجتمعہ ہزاروں کہاں سے ہوئے۔ سات سو پچاس پاتا ہوں تین برس کے دو ہزار
دو سو پچاس ہوئے سو روپیہ مجھے مددِ خرچ ملے تھے وہ کٹ گئے ڈیڑھ سو متفرقات میں گئے۔ رہے دو ہزار
روپے۔ میرا مختار کار ایک بنیا ہے اور میں اس کا قرضدار قدیم ہوں اب جو وہ دو ہزار لایا اس نے اپنے پاس
رکھ لیے اور مجھ سے کہا کہ میرا حساب کیجیے۔ سات کم پندرہ سو اس کے سود مول کے ہوئے قرض
متفرق کا اسی سے حساب کروایا۔ گیارہ سو کئی روپے وہ نکلے پندرہ اور گیارہ ۲۶ سو ہوئے۔
اصل ہیں یعنی دو ہزار میں چھ سو کا گھاٹا وہ کہتا ہے پندرہ سو میرے دیدو۔ پانسو سات روپے باقی
کے تم لے لو۔ میں کہتا ہوں متفرقات گیارہ سو چکا دیئے نو سو باقی رہے۔ آدھے تو لے آدھے
مجھ کو دے۔ پرسوں چوتھی کو وہ روپے لایا ہے کل تک قصہ نہیں چکا۔ میں جلدی نہیں کرتا۔
دو ایک مہاجن بیچ میں ہیں ہفتہ بھر میں جھگڑا فیصل ہو جائیگا۔ خدا کرے یہ خط تم کو پہنچ جاے
جس دن برات سے پھر کر آؤ۔ اسی دن مجھ کو اپنے ورود مسعود کی خبر دینا۔ والدعا۔ غالب۔

ایضاً۔ نورِ نظر لختِ جگر مرزا تفتہ تم کو معلوم رہے کہ راے صاحب مکرم معظم راے امید سنگھ بہادر
تم کو بھیجیں گے۔ تم اس رقعہ کو دیکھتے ہی اُن کے پاس حاضر ہونا اور جب تک وہاں رہیں تب تک حاضر
ہوا کرنا اور دستنبو کے باب میں جو اُن کا حکم ہو بجا لانا۔ اُن کو پڑھا بھی دینا اور فی جلد کا حساب سمجھا دینا
پچاس جلد کی قیمت عنایت کریں گے وہ لے لینا۔ جب کتاب چھپ چکے دس جلدیں راے صاحب کے

پاس انکے وہ بھیجدینا اور چالیس جلدیں بموجب اُن کے حکم کے میرے پاس ارسال کرنا اور وہ جو میں نے پانچ جلد کے آرایش کے باب میں تم کو لکھا ہے اُس کا حال مجکو ضرور لکھنا - ہاں صاحب ایک رباعی میرے سہو سے رہ گئی ہے اُس رباعی کو چھاپا ہونے سے پہلے حاشیہ پر لکھدینا - جہاں یہ فقرہ ہے سنے نے اختر بخت خسرو دربلندی بجاے رسید کہ رُخ از خاکیان نہفت

جائیکہ ستارہ شوخ چشمی ورزد ——— افسر[1] افسار[2] گرزن[3] ارزن ارزد

خورشید ز اندیشۂ چادر گردش[4] ——— بر چرخ نہ بینی کہ چہان مے لرزد

چونکہ حاشیہ معنی لغات سے بھرا ہوا ہے تو تم اس فقرے کے آگے نشان بنا کر اوپر کے حاشیہ پر رباعی لکھدینا اور حاشیہ پائین پر جہاں اور معنی لکھے ہوئے ہیں وہاں رباعی کے لغات کے معنی خفی قلم سے لکھدینا - افسر[1] افسار[2] - گرزن[3] بہر دو فتحہ - چادر گردش[4] - غالب نگاشتہ ۲۸ اگست ۱۸۵۸ع -

ایضًا میرزا تفتہ تمھارا خط آیا - حقیر کو حقیر کا حال معلوم ہوا خدا فضل کرے اگر تم اس ان کے اظہار کو منع نہ کرتے تو بھی میرا شیوہ ایسا لغو نہیں ہے کہ میں اُن کو لکھتا - لکھتے ہو کہ میرزا مہر کے دو چار روپے زائد صرف ہو گئے تو کیا اندیشہ ہے - حال یہ ہے کہ میں نے اُن سے استفسار کیا تھا اُنھوں نے مجکو لکھا کہ کتابوں کی درستی میں وہی بارہ روپے صرف ہوئے ہیں محصول کی ایک رقم خفیف اگر میں نے اپنے پاس سے دی تو اس کا کیا مضائقہ مجکو تمھارا قول مطابق واقع نظر آتا ہے البتہ اُن کے دو تین روپے اُٹھ گئے ہوں گے - لالہ گنگا پرشاد شاد تخلص اپنے کو تمھارا شاگرد بتاتے ہیں مگر ریختہ کہتے ہیں - کئی دن ہوئے کہ یہاں آئے اور بالمکند بے صبر کی غزلیں اصلاح کو لائے وہ دیکھ کر اُن کو حوالہ کر دیں ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب ممالک مغربی کے مدرسوں کے ناظم اور گورنمنٹ کے بڑے مصاحب ہیں - اُمن کے دنوں میں ایک ملاقات میری انکی ہوئی تھی - میں نے اب ایک کتاب سادہ بے جلد اُن کو بھیجی تھی کل اُن کا خط مجکو اُس کتاب کی رسید میں آیا بہت تعریف لکھتے تھے - اور

[1] افسر تاج [2] افسار گھوڑے کی [3] گرزن تاج [4] چادر گردش - نغمہ چال

ہاں بھئی ایک تماشا اور ہے وہ مجکو لکھتے تھے کہ یہ دستنبو پہلے اس سے کہ تم بھیجو مطبع مفید خلائق نے ہمارے
پاس بھیجی ہے اور ہم اُس کو دیکھ رہے اور خوش ہو رہے تھے کہ تمھارا خط مع کتاب کے پہنچا - اُن کے اس لکھنے
سے یہ معلوم ہوا کہ مطبع میں سے گورنر کی نذر بھی ضرور گئی ہو گی - کیا اچھی بات ہے کہ وہاں بھی میرے بھیجنے سے
پہلے میرا کلام پہنچ جائیگا - میں چیف کمشنر پنجاب کو یہ کتاب بھیج چکا ہوں اور نواب گورنر کی نذر اور ملکہ کی
نذر اور سکرٹروں کی نذر یہ پارسل انشاء اللہ تعالیٰ آج روانہ ہو جائیں گی - دیکھوں چیف کمشنر کیا
لکھتے ہیں اور گورنر کیا فرماتے ہیں ؎ تا نہالِ دوستی کے بر دہد ٭ حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم ٭
شنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۸ع غالب -

ایضاً میرزا تفتہ صاحب پرسوں تمھارا دوسرا خط پہنچا - تم سے پردا کیا ہے ایک فتوح کا منتظر ہوں
اُس میں میں نے اپنے ضمیر میں تم کو شریک کر رکھا ہے - زمانہ فتوح کے آنے کا قریب آگیا ہے -
ان شاء اللہ میرا خط مع حصۂ فتوح جلد پہنچے گا - پنڈت بدری ناتھ یا بدری داس ڈاک منشی کرنال
باآنکہ مجھ سے اُس سے ملاقات ظاہری نہیں ہے مگر ہاں جب جیتا تھا تو وہ اپنا کلام میرے پاس
اصلاح کے واسطے بھیجتا تھا بعد اپنے مرنے کے میں نے اُسکو لکھ بھیجا کہ اب تم اپنا کلام منشی ہرگوپال
تفتہ کے پاس بھیجدیا کرو - اب تم کو لکھتا ہوں کہ تم میرے اِس لکھنے کی اُن کو اطلاع لکھدو میں زندہ ہوں
اوپر کے نمبر میں جو اپنے کو مُردہ لکھا ہے وہ باعتبار ترک اصلاح نظم لکھا ہے ورنہ زندہ ہوں مُردہ نہیں بیمار بھی نہیں
بوڑھا ناتوان مفلس قرضدار کانوں کا بہرا قسمت کا بے بہرہ زیست سے بیزار مرگ کا امیدوار - غالب -

ایضاً بھائی تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ
تمھارے ہی قصائد پڑے ہیں - نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں برسات
کا حال تمھیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے کرایہ کی حویلی میں رہتا
ہوں - جولائی سے مینہ شروع ہوا شہر میں سینکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت

دن رات میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہ نکلیں بالاخانہ کا جو دالان میرے بیٹھنے اُٹھنے سونے جاگنے جینے مرنے کا محل اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہو گئی کہیں لگن کہیں چلمچی کہیں اُگالدان رکھدیا۔ قلمدان کتابیں اُٹھا کر توشے خانہ کی کوٹھری میں رکھدیئے۔ مالک مرمت کی طرف متوجہ نہیں کشتی نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی ہے نواب صاحب کی غزلیں اور تمھارے قصائد دیکھے جائیں گے۔ میر بادشاہ میرے پاس آئے تھے تمھاری خیر و عافیت اُن سے معلوم ہوئی تھی۔ میر قاسم علی صاحب مجھ سے نہیں ملے۔ پرسوں سے نواب مصطفےٰ خاں صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں ایک ملاقات اُن سے ہوئی ہے۔ ابھی یہیں رہیں گے۔ بیمار ہیں۔ احسن اللہ خاں معالج ہیں فصد ہو چکی ہے۔ جونکیں لگ چکی ہیں اب مسہل کی فکر ہے سوا اس کے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ میں ناتوان بہت ہو گیا ہوں گویا صاحب فراش ہوں۔ کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اُٹھ بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں لیٹے لیٹے خط لکھتا ہوں لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہوں اللہ اللہ اللہ۔ صبح جمعہ ۲۴ اکتوبر ۱۸۶۲ء

ایضاً پرسوں تمھارا خط آیا حال جو معلوم تھا وہ پھر معلوم ہوا۔ غزلیں دیکھ رہا تھا آج شام کو دیکھنا تمام ہوا تھا۔ غزلوں کو رکھ دیا تھا چاہتا تھا کہ اُنکو بند کر کے رہنے دوں۔ کل نو بجے دس بجے ڈاک میں بھیجدوں خط کچھ ضرور نہیں میں یہی خیال میں تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ آیا جانی جی کا خط لایا اُسکو پڑھا اُت مجکو ضرور ہوا کہ خلاصہ اُس کا تم کو لکھوں یہ رقعہ لکھا خلاصہ بطریق ایجاز یہ ہے کہ عرضی گزری دیوان گزرا راول جی کے نام کا خط گزرا راجہ صاحب دیوان کے دیکھنے سے خوش ہوئے جانی جی نے جو ایک معتمد اپنا سعد اللہ خاں وکیل کے ساتھ کر دیا ہے وہ منتظر جواب کا ہے راول جی نئے اجنٹ کے استقبال کو گئے ہیں اور اب اجنٹ علاقہ جے پور کی راہ سے نہیں آتا۔ آگرہ اور گوالیار کرولی ہوتا ہوا اجمیر آئیگا اور اس راہ میں جے پور کا عمل نہیں۔ پس چاہیئے کہ راول جی اُلٹے پھر آویں اُن کے آئے پر عرضی کا جواب ملے گا۔ اور اس میں دیوان کی رسید بھی ہو گی بھائی جانی جی تکو

بہت ڈھونڈھتے اور تمھارے بغیر بہت بیچین ہیں۔ میں نہ تم کو کچھ کہہ سکتا ہوں نہ انکو سمجھا سکتا ہوں تم وہ
کرو کہ جس میں سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے۔ ہاں یہ بھی جانی جی نے لکھا تھا کہ بہت دن کے بعد
منشی جی کا خط آیا ہے۔ اسد اللہ۔

ایضاً بھائی پرسوں شام کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ اور ایک خط تمھارا اور ایک خط جانی جی کا لایا۔
تمھارے خط میں اوراق اشعار اور بابو صاحب کے خط میں جے پور کے اخبار۔ دو دن سے مجکو
وجع الصدر ہے اور میں بہت بیچین ہوں ابھی اشعار کو دیکھ نہیں سکتا۔ بابو صاحب کے بھیجے ہوئے کواغذ تم کو
بھیجتا ہوں اشعار بعد چند روز کے بھیجے جاویں گے۔ اسد اللہ۔ مرسلہ جمعہ ۲۵ فروری سنہ ۱۸۵۳ء

ایضاً۔ صاحب تمھارا خط آیا حال معلوم ہوا ؎ جہانیاں ز تو برگشتہ اند گر غالب ✤ ترا
چہ باک خداے کہ داشتی داری ✤ خدا کے واسطے میرے باب میں لوگوں نے کیا خبر مشہور کی ہے۔
بہ نسبت حکیم احسن اللہ خاں کے جو بات مشہور ہے وہ محض غلط ہاں مرزا الٰہی بخش جو شاہزادوں میں
ہیں انکو حکم کرانچی بندر جانے کا ہوا اور وہ انکار کر رہے ہیں دیکھیے کیا ہو حکیم جی کو اُن کی حویلیاں ملگئی
ہیں اب وہ مع قبائل اُن مکانوں میں جا رہے ہیں اتنا حکم اُن کو ہے کہ شہر سے باہر نہ جائیں رہا
میں ؎ تو بیکسی و غریبی ترا کہ می پُرسد ✤ نہ جزا نہ سزا نہ نفرین نہ آفرین نہ عدل نہ ظلم نہ لطف
نہ قہر۔ دو دن پہلے تک دن کو روٹی رات کو شراب ملتی تھی اب صرف روٹی ملے جاتی ہے شراب نہیں
کپڑا ایام تنعم کا بنا ہوا ابھی ہے اس کی کچھ فکر نہیں ہے مگر تم کو میرے سر کی قسم یہ لکھ بھیجو کہ میری
خبر تم نے کیا سنی مجھے اس کے معلوم ہونے سے مزا ملے گا غالب۔ شنبہ ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع

ایضاً صاحب عجب اتفاق ہے آج صبح کو ایک خط تم کو اور ایک خط جاگیر کے کانو کی تہنیت
میں اپنے شفیق کو ڈاک میں بھیج چکا تھا کہ دوپہر کو رضی الدین نیشاپوری کا کلام ایک شخص بیچتا ہوا لایا میں
کتاب دیکھ لیتا ہوں مول نہیں لیتا۔ قضارا جب میں نے اسکو کھولا اسی ورق میں یہ مطلع نکلا ؎

اگر بہ گنج گہر مسلم او فتاد چہ باک		کفِ جوادِ ترا از برائے آن دارم

چاہتا تھا کہ تم کو لکھوں کہ ناگاہ تمہارا آیا مجھکو لکھنا ضرور ہوا آج تمھیں دو خط بھیجے ہیں ایک تو صبح کو پوسٹ پیڈ
اور ایک بے بارہ پر تین بجے بیرنگ۔ اُن شعر کو اب چاہو رہنے دو۔ ہائے ہائے تم بھائی سے ملے
غیاث اللغات منگوائی جواد کا لغت دیکھا میرا ذکر نہ کیا کہ وہ تمہارا جویائے حال ہے دستنبو اور اُس کے
چھاپے کا ذکر نہ کیا البتہ اگر تم ذکر کرتے تو وہ دونوں باب میں کچھ فرماتے اور مجھکو دُعا سلام کہہ دیتے۔
چونکہ تم نے اپنے خط میں کچھ نہیں لکھا اس سے معلوم ہوا کہ بھائی نے کچھ نہیں کہا۔ اگر اُنہوں نے کچھ نہیں کہا
تو اُن کا ستم اور اگر اُن کا کہا ہوا تم نے نہیں لکھا تو تمہارا کرم۔ بہرحال خوب مصرع حافظ کا تم نے مجھکو یاد
دلایا ہے ؎ یارب مباد کس را مخدوم بے عنایت ۔ خواہی تم خواہی منشی نبی بخش سلمہ اللہ تعالیٰ۔
یہ یاد رہے یہ مصرع اگر زنجیر سے باندھو گے تو بھی نہیں بندھے گا۔ اگر دستنبو کو سراسر غور سے دیکھو گے
تو اپنا نام پاؤ گے اور یہ بھی جانو گے کہ وہ تحریر تمہاری اس تحریر سے سو برس پہلے کی ہے آخر روز دوشنبہ ۲۴ اگست

ایضاً۔ جانِ من و جانانِ من۔ کل مَیں نے تم کو سکندرآباد میں سمجھکر خط بھیجا۔ شام کو تمہارا خط آیا
معلوم ہوا کہ تم اکبرآباد پہنچے خیر وہ خط پوسٹ پیڈ ہو گیا ہے۔ شاید اُلٹا نہ پھرے اگر پھر آئے گا تو حیر
آج یہ خط تمکو اکبرآباد بھیجتا ہوں پہنچنے پر جواب لکھنا۔ تقطیع رباعی کی بہت خوب۔ مگر خیر ہر ایک بات کا
وقت ہی ہم کو ہر طرح لطفِ صحبت اور لطفِ شعر اُٹھا لینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کے نام کا
خط پڑھکر اُن کو دیدینا اور اُس کا مضمون معلوم کر لینا۔ جس حاکم کو مَیں نے خط اور قطعہ بھیجا ہے
اُسکے سررشتہ دار کوئی صاحب ہیں۔ مَن پھول اُن کا نام ہے مجھ سے ناآشنائے محض ہیں اگر تعارف
ہوتو استدعا کرتا کہ اس تحریر کو پیش کیجیے۔ کاش تم سے آشنائی ہوتی تو تمھیں اوپر ایک خط
لکھکر اُن کو بھیجدیتے کہ غالب ایک فقیر گوشہ نشین اور بیگناہِ محض اور واجب الرحم ہے۔ اس کے
حصول مطالب میں سعی سے دریغ نہ کرنا ؎ بیتوان آورد استغنا سفارش نامہ ۔

ہیچ گنج زر اگر دانیم کز یارانِ کیست ؛ باقی جو حال ہے وہ بھائی کے نام کے ورق میں لکھ چکا ہوں
تم پڑھ لوگے دوبارہ لکھنا کیا ضرور۔ شنبہ ۱۹ مارچ ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرے مہربان میری جان۔ میرزا تفتہ سخندان تمہارا سکندرآباد اور میرے خط کا تمہارے
پاس پہنچنا تمہاری تحریر سے معلوم ہوا۔ زندہ رہو۔ اور خوش رہو۔ میں شعر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے
نہیں آیا۔ بھیک مانگنے آیا ہوں۔ روٹی اپنی گرہ سے نہیں کھاتا۔ سرکار سے ملتی ہے وقتِ خصوصیت
میری قسمت اور منعم کی ہمت۔ نواب صاحب ازروئے صورت روحِ مجسم اور باعتبار اخلاق آیتِ رحمت ہیں
خزانۂ فیض کے تحویلدار ہیں۔ جو شخص قیرازل سے جو کچھ لکھوا لایا ہے اُسکے پٹنے میں دیر نہیں لگتی۔ ایک
لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلّہ کا محصول معاف کر دیا ایک اہلِ کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا اور
بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نول کشور صاحب کی عرضی پیش ہوئی خلاصہ عرضی کا سُن لیا واسطے
منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہو رہا ہے۔ مقدار مجھ پر نہیں کھلی۔ بھائی مصطفٰے خاں
صاحب بتقریب تہنیت مسند نشینی و شمولِ جشن آنیوالے ہیں اس وقت تک نہیں آئے جشن یکم دسمبر سے
شروع۔ ۵ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع۔ نجات کا طالب غالب۔ دوشنبہ ۲۲ نومبر ۱۸۶۵ء وقتِ چاشت

ایضاً۔ میرزا تفتہ جو کچھ تم نے لکھا یہ بیدردی ہے اور بدگمانی۔ معاذ اللہ تم سے اور آزردگی۔ مجھکو اسپر ناز
ہے کہ میں ہندوستان میں ایک دوست صادق الولا رکھتا ہوں جسکا ہرگوپال نام اور تفتہ تخلص ہے
تم ایسی کونسی بات لکھ گئے کہ موجبِ ملال ہو۔ رہا غمّاز کا کہنا اُسکا حال یہ ہے کہ میرا حقیقی بھائی کل ایک تھا
وہ تیس برس دیوانہ رہ کر مر گیا۔ مثلاً وہ جیتا ہوتا اور ہوشیار ہوتا اور تمہاری بُرائی کہتا تو میں اُسکو
جھڑک دیتا اور اُس سے آزردہ ہوتا۔ بھائی مجھ میں کچھ اب باقی نہیں ہے برسات کی مصیبت گزر گئی۔
لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھ گئی۔ تمام دن پڑا رہتا ہوں بیٹھ نہیں سکتا اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں
معہذا یہ بھی ہے کہ اب مشق تمہاری پختہ ہو گئی خاطر میری جمع ہے کہ اصلاح کی حاجت نہ پاؤں گا۔

اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ قصائد سب عاشقانہ ہیں بکار آمد نہیں خیر کبھی دیکھ لوں گا جلدی کیا ہے
تین بات جمع ہیں۔ پیری کاہلی۔ تمہارے کلام کا محتاج باصلاح نہ ہونا۔ کسی قصیدے کسی طرح کے
نفع کا تصوّر نہ ہونا۔ نظر ان مراتب پر کاغذ پڑے رہے۔ لالہ بالمکند بے صبر ایک پارسل ہے کہ اسکو بہت
دن ہوئے آج تک سرنامہ بھی نہیں کھولا نواب صاحب کی دس پندرہ غزلیں پڑی ہوئی ہیں

ضعف نے غالب نکمّا کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ قصیدہ تمہارا کل آیا۔ آج اس وقت کہ سورج بلند نہیں ہوا اسکو دیکھا لفافہ کیا آدمی
کے ہاتھ ڈاک گھر بھجوایا۔ غالب۔ ۲۷ نومبر سنہ ۶۳ء۔

ایضاً۔ منشی صاحب میں سال گزشتہ بیمار تھا۔ بیماری میں خدمت احباب سے مقصر نہیں رہا
اب مردہ ہوں مردہ کچھ کام نہیں کر سکتا۔ کمشنر و ڈپٹی کمشنر وغیرہ حکام شہر سے ترک ملاقات
ہے مگر ڈپٹی کلکٹر شہر سے کہ وہ مہتمم خزانہ ہے ہر مہینے میں ایکبار ملنا ضرور ہے اگر نہ ملوں تو مختار کار
کو تنخواہ نہ ملے۔ ڈکرود صاحب ڈپٹی کلکٹر چھ مہینے کی رخصت لیکر پہاڑ پر گئے۔ انکی جگہ رینکن صاحب
مقرر ہوئے اُن سے ناچار ملنا پڑا۔ وہ تذکرہ شعراء ہند کا انگریزی میں لکھتے ہیں مجھ سے بھی انہوں
نے مدد چاہی ہے میں نے سات کتابیں بھائی ضیاء الدین صاحب سے مستعار لے کر اُن کے پاس
بھیجدیں پھر اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ جن شعراء کو تو اچھی طرح جانتا ہے اُن کا حال لکھ بھیج
میں نے ۱۶ آدمی لکھ بھیجے بقید اس کے کہ اب زندہ موجود ہیں اور اس سواد کی صورت یہ ہے
نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس لوہارو فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے ہیں
فارسی میں نیّر اور اردو میں رخشاں تخلص کرتے ہیں اسداللہ خاں غالب کے شاگرد نواب مصطفیٰ خاں بہادر
علاقہ دار جہانگیر آباد اردو میں شیفتہ اور فارسی میں حسرتی تخلص کرتے ہیں اردو میں مومن خاں
کو اپنا کلام دکھاتے تھے۔ منشی ہرگوپال تفتہ قانون گو سکندر آباد کے فارسی شعر کہتے ہیں

تفتہ تخلص کرتے ہیں اسد اللہ خاں غالب کے شاگرد۔ بظاہر بعد اس فہرست کے بھیجنے کے انہوں نے کچھ اپنے منشی سے تمکو لکھوایا ہوگا پھر کچھ آپ لکھا ہوگا۔ مجکو اس حال سے کچھ اطلاع نہیں تمہارے خط کی رو سے میں نے اطلاع پائی اب میں مولوی مظہر الحق اُن کے منشی کو بلواؤں گا اور سب حال معلوم کروں گا اصل یہ ہے کہ تذکرہ انگریزی زبان میں لکھا جاتا ہے اشعار ہندی اور فارسی کا ترجمہ شامل نہ کیا جائیگا صرف شاعر کا اور اُس کے اُستاد کا نام اور شاعر کے مسکن و موطن کا نام معہ تخلص درج ہوگا خدا کرے کچھ تمکو فائدہ ہو جائے ورنہ بظاہر اسواے درج ہونے نام کے اور کسی بات کا احتمال نہیں ہے۔ رٹیگن صاحب اب عدالتِ خفیفہ کے جج ہوگئے۔ ڈگرو در صاحب بہادر پہاڑ سے آگئے اپنا کام کرنے لگے رٹیگن صاحب شہر سے باہر دو کوس کے فاصلہ پر جا رہے۔ معہذا جاڑے کا موسم بڑھاپے کا عالم وہاں تک جانا دشوار اور پھر کوئی مطلب نکلتا ہوا نظر نہیں۔ بہرحال مولوی مظہر الحق پرسوں یکشنبہ کے دن میرے پاس آئیں گے۔ حال معلوم کرکے اگر میرا جانا یا لکھنا تمہاری فلاح کا موجب ہوگا تو ضرور جاؤں گا۔ غالب روز جمعہ ۹ دسمبر ۱۸۶۴ع۔

ایضًا بھائی آج صبح کو بسبب حکیم صاحب کے تقاضا کے شکوہ آمیز خط جناب مرزا صاحب کی خدمت میں لکھکر بھیجا۔ کلیان خط ڈاک میں ڈال کر آیا ہی تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ ایک خط تمہارا اور ایک خط مرزا صاحب کا لایا۔ اب کیا کروں خیر چپ ہو رہا شکوہ محبت بڑھائیگا مرزا صاحب کی عنایت کا شکر بجا لاتا ہوں یقین ہے کہ جلدیں میری خاطر خواہ بن جائیں گی کسواسطے کہ جو آج کے خط میں انہوں نے لکھا ہے وہ بعینہ میرا مکنونِ ضمیر ہے خدا اُن کو سلامت رکھے میرا سلام کہدینا خدا کرے اُن کے خط کا جواب کل پرسوں بھیجوں گا۔ راے اُمید سنگھ بہادر خوبان روزگار میں سے ہیں فقیر کا سلام نیاز اُن کو کہدینا۔ خدا کرے اُن کے سامنے کتابیں چھپ چکیں بارے جب وہ گوالیار تشریف لیجائیں تو مجکو اطلاع لکھنا۔ تہذیب کی جگہ نواے بن جانے سے خاطر جمع ہوگئی۔ بھائی میں نے

فارسی کا محقق ہوں - کاتب اُن اجزا کا جن کی رُو سے کاپی لکھی جاتی ہے - فارسی کا عالم ہے علم اُسکا غیاث الدین رامپوری اور حکیم محمد حسین دکنی سے زیادہ ہے - تصحیح سے غرض یہ ہے کہ کاپی سراسر موافق اُن اوراق کے ہو یہ کہ فرہنگوں میں دیکھا جائے آگے اس سے اس سے تمکو بھی اور بھائی کو بھی لکھ چکا ہوں اب صرف اُس تحریر کا اشارہ لکھنا منظور تھا - آج جس طرح مجکو تمہارا اور مرزا صاحب کا خط پہنچا - لازم تھا کہ حکیم صاحب کو بھی لفافۂ اخبار پہنچ جاتا - مگر اسوقت تک نہیں پہنچا اور یہ دوپہر کا وقت ہے خیر پہنچ جائیگا - مَیں نے تمہارا خط اُن کے پاس بھیجدیا تھا اُنھوں نے تمہاری رائے منظور کی اب تم وہ اخبار جس طرح کہ تمنے لکھا ہے اُن کے پاس بھیجدو اور صاحب مطبع قیمت اخبار اور اُجرت کاتب اُن کو لکھ بھیجے اور اپنے نام اور مسکن سے اُنکو اطلاع دے - بس اُس کو اپنے طور پر روپیہ بھیجدیں گے - ہم تم واسطے مشناسائی ہمدگر ہو گئے - ہاں اگر احیاناً روپیہ کے بھیجنے میں دیر ہو گی تو مَیں کہہ کر بھجوا دوں گا یہ البتہ میرا ذمہ ہے - +

ایضاً مشفق میرے کرم فرما میرے تمہارا خط اور تین دو ورقہ چھاپے کے پہنچے - شاید میرے دکھانے کے واسطے بھیجے گئے ہیں - اور نہ رسم تو یوں ہے کہ پہلے صفحہ پر کتاب کا نام اور مصنف کا نام اور مطبع کا نام چھاپتے ہیں اور دوسرے صفحہ پر لوح سیاہ قلم سے بنتی ہے اور کتاب لکھی جاتی ہے اسکا بھی چھاپا اسی طرح ہو گا غرض کہ تقطیع اور شمار سطور اور کاپی کا حسنِ خط اور الفاظ کی صحت سب میرے پسند صحت الفاظ کا کیا کہنا ہے - واللہ بے مبالغہ کہتا ہوں کہ بھائی منشی نبی بخش صاحب بدل متوجہ ہیں - تو اگر احیاناً اصل نسخہ میں سہو کاتب سے غلطی واقع ہوئی ہو تو اُس کو بھی صحیح کر دیں گے تم میری طرف سے اُنکو سلام کہنا بلکہ یہ خط دکھا دینا خدا کرے انجام تک یہی علم اور یہی خط اور یہی طرز تصحیح چلی جاوے جدول بھی مطبوع ہے - پہلے صفحہ کی صورت اور دوسرے صفحہ کی لوح بھی خدا چاہے تو دل پسند اور نظر فریب ہو گی - کاغذ کے باب میں یہ عرض ہے کہ فرہنگ کا کاغذ اچھا ہے -

چھ جلدیں جو بنذرِ حکام ہیں وہ اس کاغذ پر ہوں اور باقی چاہو شیو رامپوری پر اور چاہو نیلے کاغذ پر چھاپو۔
اور یہ بات کہ دو جلدیں جو ولایت جانے والی ہیں وہ اس کاغذ پر چھاپی جائیں۔ اور باقی شیو رامپوری پر
یا نیلے کاغذ پر یہ تکلفِ محض ہے یہاں کے حاکموں نے کہا ہے کہ ان کی نذر کی کتابیں اچھے کاغذ پر
نہ ہوں مگر جو ایسا ہی صرف اور خرچ زائد پڑتا ہو تو خیر دو جلدیں اس کاغذ پر اور چار جلدیں شیو رامپوری
ہوں باقی جلدوں میں تمھیں اختیار ہے۔ ہاں صاحب اگر ہو سکے تو کاپی کی سیاہی ذرا اور سیاہ اور درخشندہ
ہو اور آخر تک یہ رنگ نہ بدلے آگے اس سے میں نے برخوردار منشی عبداللطیف کو لکھا تھا کہ ان چھ
کتابوں کی کچھ تزئین اور آرایش کی فکر کریں معلوم نہیں تم نے وہ پیام ان کو پہنچایا یا نہیں۔ آپ اور
منشی عبداللطیف اور میر حاتم علی صاحب مہر باہم صلاح کریں اور کوئی بات خیال میں آوے تو بہتر ورنہ
ان چھ نسخوں کی جلدیں انگریزی ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو روپیہ کی لاگت کی بنوا دینا۔ اور اس کا روپیہ
تیاری سے پہلے مجھ سے منگوا لینا۔ آن کہ ہمہ را در یک دم بہ نوید لشعہ پدید آورد و اگر در دم دیگر
بہ نہیب مباش بہم زند الخ۔ اس میں نہیب کا لفظ کچھ میری سہل انگاری سے اور کچھ سہو کاتب سے
رہ گیا ہے۔ اسکو تیز چاکو سے چھیل کر بہ نوائے لکھ دینا یعنی بہ نوائے مباش بہم زند ضرور ضرور
اور اس کا انتظار نہ کیجو کہ جب یہاں چھاپا آئے گا تو بنا دیں گے نہ اصل کتاب میں غلط رہے
نہ چھاپے میں غلط ہو۔ اگر اجزائے اصل میر امیر علی صاحب کاپی نویس کے پاس ہوں تو انکو
یا بھائی منشی نبی بخش صاحب کو یہ رقعہ دکھا کر سمجھا دینا اور بنوا دینا از غالب روز سہ شنبہ۔ ہفتم ستمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً - جیتے رہو اور خوش رہو ع اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی ؛
زیادہ خوشی کا سبب یہ ہے کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دے دیا تھا۔ گرمی ہنگامہ انطباع دیوان
ذخیرہ میں پہلے سے جانتا ہوں۔ بنک گھر کا روپیہ مصرف کاغذ و کاپی ہے۔ خدا تم کو سلامت رکھے
منتخبات سے ہو حبیب علی بیگ سرور نے جو افسانہ عجائب لکھا ہے آغاز داستان کا شعر اب مجھکو بہت مزا دیتا ہے ع

	یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ		یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ	

مصرع ثانی کتنا گرم ہے اور یاد رکھنا فسانہ کے واسطے کتنا مناسب - منشی عبداللطیف کے گھر میں
لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر مجکو بھی ہو چکی ہے اور تہنیت میں بھائی کو خط لکھ چکا ہوں اب جو اُن سے
ملو تو میرا سلام کہہ کر اُس خط کے پہنچنے کی اطلاع لے لینا - مولوی معنوی جب کانپور سے معاودت
فرماویں مجکو اطلاع دینا میرا حال بدستور ہے ہماں چلو ہماں بستر ہماں گور ۔ شنبہ ۱۲ جون ورود نامہ

ایضًا برخوردار تمھارا خط پہنچا - اصلاحی غزلوں کی رسید معلوم ہوئی - مقطع اب اچھا ہو گیا رہنے دو -
کل جمعہ کے دن ۱۹ نومبر کو سات کتابوں کا پارسل بھیجا ہوا مولانا مہر کا پہنچا - زبان نہیں جو تعریف
کروں - شاہانہ آرایش ہے آفتاب کی سی نمایش ہے - مجھے یہ فکر کہ کہیں اُن کا روپیہ تیاری میں صرف
نہ ہوا ہو - اچھا میرے بھائی اس کا حال جو تم کو معلوم ہو مجکو لکھ بھیجو - رقعات کے چھاپے جانے میں ہماری
خوشی نہیں ہے - لڑکوں کی ضد نہ کرو اور اگر تمھاری اسی میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو تم کو
اختیار ہے - یہ امر میرے خلاف رائے ہے - میر بادشاہ کی اور اپنی ناشناسائی آگے تم کو لکھ چکا ہوں
اب تمھارے اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ تمھارے اور اُمراؤ سنگھ کے آشنا ہیں - کچھ اُن کے خاندان کا
نام و نشان دریافت ہو تو مجکو بھی لکھ بھیجو تا کہ میں جانوں کہ یہ کس گروہ میں سے ہیں - میاں وہ
رہست دروغ بےفروغ راوی نے مجکو بہت پریشان کیا ہے اسواسطے خدا کے لئے جو راوی نے روایت کی ہے
وہ مجکو ضرور لکھو - اور تلج گنج کے رہنے والوں کی اَبتری کی حقیقت سے بھی اطلاع دو - حکم عفو تقصیر
عام ہو گیا ہے لڑنے والے آتے جاتے ہیں اور آلاتِ حرب و پیکار دیکر توقیع آزادی پاتے ہیں
یہ وہ شخص کیسے مجرم تھے جو مقید ہوئے - محررہ صبح شنبہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء - غالب -

ایضًا بھائی وہ خط پہلا تم کو بھیج چکا تھا کہ بیمار ہو گیا - بیمار کیا ہوا توقع زیست کی نہ رہی - قولنج
اور پھر کیسا شدید کہ پانچ پہر مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپا کیا - آخر عصارۂ ریوند اور ارنڈی کا تیل پیا

اسوقت تو بچ گیا مگر قصّہ قطع نہ ہوا۔ مختصر کہتا ہوں میری غذا تم جانتے ہو کہ تندرستی میں کیا ہے۔ تکا ذں مؔ ان میں دو بار آدھی آدھی غذا کھائی گویا دنؔں ان میں ایک بار غذا تناول فرمائی۔ گلاب اور املی پیا اور آلو بخارہ کا افشردہ اسپر مدار رہا۔ کل سے خوفِ مرگ گیا ہے اور صورت زیست کی نظر آتی ہے آج صبح کو بعد دَوا پینے کے تم کو یہ خط لکھا ہے۔ یقین تو ہے کہ آج پیٹ بھر کر روٹی کھا سکوں۔ صاحب وہ جو مَیں نے ۲۲ شعر مرثیہ کے لکھ کر تم کو بھیجے۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ تم اپنے اشعار دوسرے ماتم زدہ کو دیدو کیواسطے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوا تھا کہ کوئی اور بھی فلک زدہ ہے اور یہ جو تم لکھتے ہو کہ کچھ اوپر اسی شعر میں سے ایک شعر بھی تو نے نہ لیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ وہ شعر سب دست و گریباں تھے۔ ایک کو ایک سے ربط ایک یا دو شعر اُس میں سے کیونکر لیئے جاتے اشعار سب میرے پسند ہے سُقم سے عیب وہ جو تم لکھتے ہو کہ صرف بابو برج موہن مینرم اور اس کا دوسرا مصرع مَیں بھول گیا ہوں مگر قافیہ میں مَن ہے یہ شعر غالب کو بُرا معلوم ہوا ہوگا واللہ باللہ جب تک کہ تم نے نہیں لکھا میرے خیال میں بھی یہ بات نہ تھی۔ بہرحال بات وہی ہے جو مَیں اوپر لکھ آیا ہوں بارے اب لکھیئے بھائی منشی نبی بخش صاحب اور مولوی قمر الدین خانصاحب روزوں کے متولے ہوئے ہیں آئے یا نہیں آئے۔ آج ۱۰ شوال کی ہے۔ شش عید کا بھی زمانہ گزر گیا۔ خدا کیواسطے اُن کی خیر و عافیت لکھو اور یہ عبارت بھائی صاحب کی نظر افروز سے گزرا تو شاید مجھکو خط لکھیں۔ غالب۔ محررہ و مرسلہ دوشنبہ ۲۴ مئی ۱۸۵۵ء۔

ایضًا۔ اللہ اللہ ہم تو کول سے تمہارے خط کے آنے کے منتظر تھے۔ ناگاہ کل جو خط آیا معلوم ہوا کہ دو دن کول میں رہ کر سکندر آباد گئے ہو اور وہاں سے تم نے خط لکھا ہے دیکھیئے اب یہاں کب تک رہو اور آگرہ کب جاؤ۔ پرسوں برخوردار شیو نراین کا خط آیا تھا۔ لکھتے تھے کہ کتابوں کی شیرازہ بندی ہو رہی ہے اسباب قریب ہے کہ بھیجی جائیں۔ مرزا حاتم علی [illegible]

بتاتے ہیں دیکھیئے کس دن کتابیں آجائیں - خدا کرے سب کام دلخواہ بنا ہو۔ ہاں صاحب منشی بالمکند بیصبر
کے ایک خط کا جواب ہم پر فرض ہے - میں کیا کروں اُس خط میں انہوں نے اپنا سیر و سفر میں مصروف ہونا
لکھا تھا پس میں اُن کے خط کا جواب کہاں بھیجتا - اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہدینا اور مطبع آگرہ
کتابوں کا حال تم خود دریافت کر ہی لو گے میرے کہنے اور لکھنے کی کیا حاجت - چارشنبہ سیوم نومبر ۱۸۵۸ء

ایضاً یکشنبہ سوم ذی قعدہ و پنجم جون سالِ حال صاحب آج تمھارا خط صبح کو آیا - میں دوپہر کو جواب
لکھتا ہوں - تمھاری ناسازگاری طبیعت سُن کر دل کُڑھا - حق تعالیٰ تم کو زندہ اور تندرست
اور خوش رکھے - اوراق مثنوی بھیجے ہوئے بہت دن ہوئے جس میں حکایت طالبعلم اور سُنار کی تھی
واقعہ بلند شہر کا اور وہ اوراق میں نے نیم فلٹ پاکٹ نہیں بھیجے خط میں لپیٹ کر چونکہ خط ڈبل تھا
دو ٹکٹ لگا کر ارسال کیئے ہیں رسید ملے تو اُس کو دیکھکر تاریخ معلوم ہو جائے - قیاس سے
ایسا جانتا ہوں کہ پانچ سات دن ہوئے ہوں گے - منشی نبی بخش کا خط بہت دن سے نہیں آیا
گھر اُن کا تاج گنج وہ خود مع بعض متعلقین آگرہ ایک بار تاج گنج کے پتہ سے خط اُن کو بھیجا تھا
جواب نہ آیا - اب ناچار برخوردار شیونرائن سے اُن کا حال پوچھوں گا - تم باہمہ کمالات خفقانی بھی ہو
رائے امید سنگھ سے خط کی امید کیوں رکھتے ہو - جب آگرہ جاؤ گے اور وہ وہاں ہوں گے تو
ملاقات ہو جائے گی - میں خود واقف نہیں کہ وہ کہاں ہیں از روے قیاس کہہ سکتا ہوں
کہ آگرہ یا بندرابن کبھی کہیں سے اُن کا کوئی خط مجکو آیا ہو تو میں گنہگار - غالب -

ایضاً - لو صاحب کھچڑی کھائی دن بہلائے کپڑے پھاڑے گھر کو آئے - ۸ جنوری ماہ
سالِ حال دوشنبہ کے دن غضبِ الٰہی کی طرح اپنے گھر پہ نازل ہوا - تمھارا خط مع مضامین
دردناک سے بھرا ہوا رامپور میں میں نے پایا - جواب لکھنے کی فرصت نہ ملی - کہ مراد آباد
میں پہنچکر بیمار ہو گیا پانچ دن صدر الصدور صاحب کے ہاں پڑا رہا - انہوں نے بیمارداری

اور غمخواری بہت کی۔ کیوں ترک لباس کرتے ہو۔ پہننے کو تمھارے پاس ہے کیا جسکو اُتار کر پھینکو گے
ترک لباس سے قید ہستی مٹ نہ جائیگی بغیر کھائے پیئے گزارہ نہ ہوگا سختی و سستی رنج و آرام کو ہموار کرو
جس طرح ہو اسی صورت سے بسر صورت گزرنے دو۔ تا بلائے ہیں بنے گی غالب ؎ واقعہ
سخت ہے اور جان عزیز ؎ ۔ اس خط کی رسید کا طالب غالب۔

ایضاً ۔ میرزا تفتہ کہ پیوستہ بدل جا دارد ؎ ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش ؎
صاحب کئی بار جی چاہا کہ تم کو خط لکھوں مگر متحیر کہاں بھیجوں اَب جو تمھارا خط آیا معلوم ہوا کہ حضرت
ابھی لکھنؤ میں رونق افروز ہیں۔ خط نہ بھیجوں تو گنہگار۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ مجھ میں اصلاح کی
مشقت کی طاقت نہیں رہی۔ معہذا تمھارا کلام پختگی کو پہنچ گیا ہے۔ اصلاح طلب نہیں رہا ہے
شیر اپنے بچے کو ایک مدت تک آئین شکار سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتا ہے تو خود بے اعانت شیر شکار
کیا کرتا ہے یہ میں نے نہیں کہا کہ تم مجھے اپنے کلام کے دیکھنے سے محروم رکھو۔ جو غزل قصیدہ
لکھا کرو نہ مسودہ بلکہ ایک نقل اُس کی ضرور مجکو بھیجا کرو۔ ؎

ایضاً شنبہ۔ ۳ ربیع الثانی و ششم ستمبر۔ صاحب کل پارسل اشعار کا آٹھ آنہ ٹکٹ لگا کر اور
اُس پر یہ لکھکر کہ پارسل ہے خط نہیں ہے ڈاک میں بھیجدیا۔ ڈاک منشی نے کہا کہ خطوں کے صندوق
میں ڈال دو ناخواندہ خدمتگار آدمی اُسکا حکم بجا لایا۔ اور اُسکو خطوں کے صندوق میں ڈال آیا وہ لفظ
کہ یہ خط نہیں ہے پارسل ہے دستآویز معقول ہے۔ اگر وہاں کے ڈاکیے تم سے خط کا محصول
مانگیں تو تم اس جملے کے ذریعے سے گفتگو کر لینا۔ مکان میرے گھر کے قریب حکیم محمود خاں کے گھر کے
نزدیک عطار بھی پاس بازار بھی قریب ڈھائی روپیہ کرایہ کو موجود مگر مالک مکان سے یہ وعدہ ہے کہ
ہفتہ بھر کسی اَور کو نہ دونگا بعد ایک ہفتہ کے اگر تمھارا مسافر نہ آیا تو مجھے اَور کرایہ دار کے دینے کا
اختیار ہے۔ رام پور کے باب میں مختصر کلام یہ ہے کہ نہ میں والی رامپور کو لکھ سکتا ہوں نہ اس کے لکھنے کی

تم کو لکھ سکتا ہوں اگر ریل میں بیٹھ کر آجاؤ گے تو زبانی کہہ دوں گا۔ غالب۔

ایضاً ۔ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی ہرگوپال صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ غالب کی دعائے درویشانہ قبول کریں ۔ ہم تو آپکو سکندر آباد قانونگویوں کے محلہ میں سمجھے ہوئے ہیں اور آپ لکھنؤ راجہ مان سنگھ کی حویلی مطبع اودھ اخبار میں بیٹھے ہوئے راریہ حقہ لکھنؤ کا پی رہے ہیں اور منشی نولکشور صاحب سے باتیں کر رہے ہیں۔ بھلا منشی صاحب کو میرا سلام کہنا آج یکشنبہ ہے اخبار کا لفافہ ابھی نہیں پہنچا ہر ہفتے کو پنجشنبہ جمعہ کو پہنچتا تھا۔ مرزا تفتہ کیا فرماتے ہو کیسے رٹیکلٹن صاحب کہاں رٹیکلٹن صاحب۔ پنجشنبہ کے دن ۱۹ جنوری سنہ حال کو وہ پنجاب کو گئے ملتان یا پشاور کے ضلع میں کہیں کے حاکم ہوئے ہیں۔ میں اپنی ناتوانی کے سبب انکی ملاقات تو وداع کو نہیں گیا انوار الحق گھاٹ پر نوکر ہیں ۔۔ مشاہرہ پاتے ہیں۔ زیادہ زیادہ۔ نجات کا طالب غالب

صبح یکشنبہ ۱۲ فروری ۱۸۶۵ع۔

ایضاً ۔ نور چشم غالب از خود رفتہ مرزا تفتہ خدا تم کو خوش اور تندرست رکھے۔ نہ دوست بخیل نہ میں کاذب۔ مگر بقول میر تقی سے اتفاقات ہیں زمانہ کے۔ بہرحال کچھ تدبیر کی جائے گی اور ان شاء اللہ صورت وقوع جلد نظر آئے گی۔ تعجب ہے کہ اس سفر میں کچھ فائدہ نہ ہوا سے

یا کرم خود بماند در عالم	یا مگر کس دریں زمانہ نکرد

اغنیائے دہر کی مدح سرائی موقوف کرو۔ اشعار عاشقانہ بطریق غزل کہا کرو۔ اور خوش رہا کرو۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ سہ شنبہ ۲۴ نومبر ۱۸۶۳ع۔

ایضاً ۔ صاحب بندہ میں نے بکس کا ایک ایک خانہ دیکھا۔ سوائے تین کاغذوں کے کوئی کاغذ تمہارا نہ نکلا اور اس وقت بسبب کم فرصتی کے میں ردیف ان تینوں قصیدوں کی نہیں بتا سکتا اور وہ مقدمہ فشہ کا باقتضائے حالات زمانہ سست ہو گیا ہے سٹ نہیں گیا دیر آید درست آید

ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ اَب میرا حال سُنو ؎

	در نومیدی بسے اُمید است		پایانِ شبِ سیہ سپید است	

ہمیشہ نواب گورنر جنرل کی سرکار سے دربار میں مجھکو سات پارچے اور تین رقم جواہر خلعت ملتا تھا لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار و خلعت بند کر گئے ہیں نا اُمید ہو کر بیٹھ رہا اور مدت العمر کو مایوس ہو رہا اَب جو یہاں لفٹنٹ گورنر پنجاب آئے ہیں مَیں جانتا تھا کہ یہ بھی مجھ سے نہ ملیں گے کل اُنہوں نے مجھکو بُلا بھیجا بہت سی عنایت فرمائی اور فرمایا کہ لارڈ صاحب دلّی میں دربار نہ کریں گے میرٹھ ہوتے ہوئے اور میرٹھ میں اُن ضلعوں کے علاقہ داروں اور مالگزاروں کا دربار کرتے ہوئے انبالہ جائیں گے دلّی کے لوگوں کا دربار وہاں ہوگا تم بھی انبالہ جاؤ شریکِ دربار ہو کر خلعت معمولی لے آؤ ۔ بھائی کیا کہوں کہ کیا میرے دل پر گزری گویا مُردہ جی اُٹھا مگر ساتھ اس مسرت کے یہ بھی سنتا گزرا کہ سامانِ سفر انبالہ و مصارف بے انتہا کہاں سے لاؤں اور طرّہ یہ کہ نذر معمولی میری قصیدہ ہے ۔ اُدھر قصیدہ کی فکر اِدھر روپیہ کی تدبیر حواس ٹھکانے نہیں ۔ شعر کا محل دل و دماغ کا ہے وہ روپیہ کی فکر میں پریشان ۔ میرا خدا یہ مشکل بھی آسان کریگا لیکن ان دنوں میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو نیند ہے یہ کئی سطریں تمھیں اور ایسی ہی کئی سطریں جناب نواب صاحب کو لکھ کر بھیجی ہیں جیتا رہا تو انبالہ سے آکر خط لکھونگا ۔ روز چار شنبہ ۔ ۱۳ رمضان ۴ فروری

ایضًا بھائی تم نے مجھکو نرا دو چار سو روپے کا نوکر یا پنشن دار قرار دیا ہے جو دس بیس روپے مہینا مشاہرہ کی آرزو کرتی ہو تمھاری ان باتوں پہ کبھی کبھی ہنسی آتی ہے اگر جانتا کہ تم کبھی دہلی کے ڈپٹی کلکٹر یا وکیل کچہری ہو تے تو مجھکو بڑی مشکل پڑتی بہرحال خوش ہوا اور شگفتہ ہوا ۔ پانچ روپیہ مہینا پنشن انگریزی میں سے قسط مقرر ہو گیا تا او آسے بر ابتدائے جون ۱۸۶۳ع یعنی ماہ آیندہ سے یہ قسط جاری ہو گی ۔ بابو صاحب کا خط تمھارے نام کا پہنچا ۔ عجب تماشا ہے وہ درنگ کے ہونے سے خجل ہوتے ہیں اور مَیں اُن کے عذر چاہنے سے مرا جاتا ہوں ۔ ہاے اتفاق آج مَیں نے اُن کو لکھا اور کل

راجہ صاحب کے مزاج کی خیر سُن چکا۔ اللہ اللہ اگر دو دن پہلے خبر سُن لیتا تو اگر میری جان پر آ بنتی تو بھی اُن کو نہ لکھتا۔ جے پور کے لئے ہوئے روپیہ کی ہنڈوی اسوقت تک نہیں آئی شاید آج شام تک یا کل تک آجاوے۔ خدا کرے وہ الور پہاڑ پر سے ہنڈوی روانہ کریں ورنہ پھر خدا جانے کہاں کہاں جائینگے اور روپیہ پہنچنے میں کتنی دیر ہو جاوے گی۔ خدا کرے زر مصارف ہردیو سنگھ اسی میں سے مجرا لیں میری کمال خوشی ہے اور یہ نہ ہو تو ۲۵ ہردیو سنگھ کو میری طرف سے ضرور دیں۔ منشی صاحب کا خط ہاترس سے آیا تھا کل اُس کا جواب ہاترس کو روانہ ہو چکا۔ والدعا۔ از اسد اللہ۔ محررہ دوشنبہ ۲ مئی سنہ ۱۸۵۳ء

ایضًا - کل تمہارا خط آیا۔ راز نہانی مجھ پر آشکارا ہوا۔ میں سمجھا ہوا تھا تم دیوانگی اور شورش کرتے ہو۔ اب معلوم ہوا کہ حق بجانب تمہارے ہے۔ میں جو اپنے عزیز کو نصیحت کرتا ہوں تو اپنے نفس کو مخاطب کرکے کہتا ہوں کہ اے دل تو اپنے عزیز کو جان کیجیو سمجھ کر تصور کر کہ اگر تجھ پر یہ حادثہ پڑا ہوتا یا تو اس بلا میں گرفتار ہوا ہوتا تو کیا کرتا۔ معاذ اللہ۔ اب میں تم کو کیونکر کہوں کہ یہ صحبت گوارا کرو اور جائے ناگوار چھوڑ دو۔ بلکہ یہ بھی زائد ہے جو دوست سے کہئے کہ تو ہمارے واسطے اسکو ترک کر۔ بہر حال دوستی کی رو سے کام اُسکے افعال سے کیا غرض جو محبت و اخلاص اُن میں تم میں ہے بجنسہ قائم ہے بلکہ روز افزوں ہے ساتھ رہنا اور پاس رہنا نہیں ہے نہ سہی ؎

وصلے کہ دراں ملال باشد	ہجراں بہ ازاں وصال باشد

آمدم بر سر مدعا۔ تمہاری رائے ہم کو اس بات میں پسند۔ عجب طرح کا پیچ پڑا ہے کہ میں نہ تم کو سمجھا سکتا ہوں اور نہ اُن کو کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے تو اس موقع میں سوائے اسکے کہ تماشائی سیر قضا و قدر بنا رہوں کچھ بن نہیں آتی ؎

بہ بینم کہ تا کرد گار جہاں	دریں آشکارا چہ دارد نہاں

جے پور کا امر محض اتفاقی ہے [illegible]

بوڑھا ہو گیا ہوں - بہرا ہو گیا ہوں - سرکار انگریزی میں بڑا پایہ رکھتا تھا - رئیس زادوں میں گنا جاتا تھا پورا خلعت پاتا تھا اب بدنام ہو گیا ہوں اور ایک بہت بڑا دھبا لگ گیا ہے کسی ریاست میں دخل کر نہیں سکتا تھا مگر ہاں استاد یا پیر یا مداح بن کر راہ و رسم پیدا کروں کچھ فائدہ اُٹھاؤں کچھ اپنے کسی عزیز کو وہاں دخل کر دوں دیکھو کیا صورت پیدا ہوتی ہے ؎

تا نہال دوستی کے بر دہد	حالیا رفتیم و تخمے کاشتیم

صحاف کے ہاں سے دیوان ابھی نہیں آیا - آج کل آ جائیگا پھر اس کے جزودان کی تیاری کر کے روانہ کروں گا ابھی کول میں آرام کرو اپنے بچوں میں اپنا دل بہلاؤ - اگر جی چاہے تو اکبرآباد چلے جائیو وہاں اپنا دل بہلائیو - دیکھو اس خودداری میں اُدھر سے کیا ہوتا ہے اور وہ کیا کرتے ہیں والسلام - اسداللہ - جمعہ دہم دسمبر ۱۸۶۲ع - ؟

ایضاً صبح دوشنبہ - پنجم جمادی الاول و نوزدہم نومبر سال حال - میرزا تفتہ کل تمہارا خط مع کاغذ اشعار آیا - آج تم کو یہ خط لکھتا ہوں اور اسی خط کے ساتھ موسومہ میر بادشاہ بھیجتا ہوں کاغذ اشعار کل یا پرسوں روانہ ہو گا - فن تاریخ کو دوں مرتبہ شاعری جانتا ہوں - اور تمھاری طرح سے یہ بھی میرا معتقد نہیں ہے کہ تاریخ وفات لکھنے سے ادائے حق محبت ہوتا ہے بہرحال میں نے منشی نبی بخش مرحوم کی تاریخ رحلت میں یہ قطعہ لکھکر بھیجا - منشی قمرالدین خان صاحب نے پسند کیا قطعہ یہ ہے ؎

شیخ نبی بخش کہ با حسن خلق	داشت مذاق سخن و فہم تیز
سال وفاتش زپئے یادگار	بادل زار و مژۂ دجلہ ریز
خواستم از غالب آشفتہ سر	گفت مدہ طول و بگو رستخیز

ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ کوئی لفظ جامع اعداد نکال لیا کرتے ہیں بلکہ قید معنی دار ہونے کی بھی مرتفع ہے جیسا کہ یہ مصرعہ ہے ؎ درسال غرس ہر آنکہ ماند بیند ۔ انوری کے قصائد کو

دیکھو دو چار جگہ ایسے الفاظ قصیدہ کے آغاز میں لکھے ہیں جن میں اعداد سال مطلوب نکل آتے ہیں اور
معنی کچھ نہیں ہوتے لفظ رستخیز کیا پاکیزہ معنی دار لفظ ہے اور پھر واقع کے مناسب اگر تاریخ ولادت
یا تاریخ شادی میں یہ لفظ لکھتا تو بے شبہ نامستحسن تھا۔ قصہ مختصر اگر تاریخ کی فکر موجب ادائے
حقِ مودت ہے تو میں حقِ دوستی ادا کر چکا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ داد کا طالب غالب۔

ایضاً۔ کیوں مہاراج کول میں آنا اور جناب منشی نبی بخش صاحب کے ساتھ غزل خوانی کرنی
اور ہم کو یاد نہ دلانا مجھ سے پوچھو کہ میں نے کیونکر جانا کہ تم مجھکو بھول گئے۔ کول میں آئے اور مجھکو
اپنے آنے کی اطلاع نہ دی نہ لکھا کہ میں کیونکر آیا ہوں اور کب تک رہوں گا اور کب جاؤنگا اور بابو صاحب
سے کہاں جا ملوں گا۔ خیر اب جو میں نے بیحیائی کر کے تم کو خط لکھا ہے لازم ہے کہ میرا قصور معاف کرو
اور مجھکو ساری اپنی حقیقت لکھو۔ تمھارے ہاتھ کی لکھی ہوئی غزلیں بابو صاحب کی میرے پاس موجود
ہیں اور اصلاح پا چکے ہیں اب میں حیران ہوں کہ کہاں بھیجوں ہر چند انہوں نے لکھا ہے کہ اکبرآباد
ہاشم علیخاں کو بھیجدو لیکن میں نہ بھیجوں گا جب وہ اجمیر یا بھرتپور پہنچکر مجھکو خط لکھیں گے تو میں
اُن کو وہ اوراق ارسال کروں گا یا تم جو لکھو گے اُس پر عمل کروں گا۔ بھائی ایک دن شراب نہ پیو
یا کم پیو اور ہمکو دو چار سطریں لکھ بھیجو کہ ہمارا دھیان تم میں لگا ہوا ہے۔ اسد اللہ۔ رقم زدہ یکشنبہ چہارم جنوری سنہ ۱۸۵۲ع

ایضاً صاحب تمھاری سعادتمندی کو ہزار ہزار آفرین یوں ہی چاہیئے تھا۔ لیکن میں نے تو ایک بات
بطریق تمنا لکھی تھی جیسا کہ عربی میں لیت اور فارسی میں کاشکے۔ اب تم روداد سنو۔ عرضی میری
سرجان لارنس چیف کمشنر بہادر کو گزری اُس پر دستخط ہوئے کہ یہ عرضی معہ کاغذ ضمیمہ سائل بھیجدی جائے اور یہ لکھا جائے کہ معرفت
صاحب کمشنر دہلی کے پیش کرو۔ سر رشتہ دار کو لازم تھا کہ میرے نام موافق دستور کے خط لکھتا۔ یہ نہوا وہ عرضی حکم چڑھی
ہوئی میرے پاس آگئی میں نے خط صاحب کمشنر چارلس سانڈرس کو لکھا اور وہ عرضی حکم چڑھی ہوئی اُسمیں ملفوف کر کے بھیجدی
صاحب کمشنر نے صاحب کلکٹر کے پاس حکم چڑھا کر بھیجی کہ سائل کی پنشن کی کیفیت لکھو اور وہ مقدمہ

صاحب کلکٹر کے ہاں آیا ہے ابھی صاحب کلکٹر نے تعمیل اُس حکم کی نہیں کی پرسوں تو اُنکے ہاں پہنچ رہی تھی آئی ہے دیکھئے کچھ مجھ سے پوچھتے ہیں یا اپنے دفتر سے لکھ بھیجتے ہیں دفتر کہاں رہا ہے جو اُس کو دیکھیں گے۔ بہرحال یہ خدا کا شکر ہے کہ بادشاہی دفتر میں سے میرا کچھ شمول فساد میں پایا نہیں گیا اور میں حکّام کے نزدیک یہاں تک پاک ہوں کہ پنشن کی کیفیت طلب ہوئی ہے اور میری کیفیت کا ذکر نہیں ہے یعنی سب جانتے ہیں کہ اسکو لگاؤ نہ تھا۔ مولوی قمرالدین خاں کا کول جانا اور راہ سے پھر آنا معلوم ہوا حق تعالیٰ اُنکو زندہ اور سلامت رکھے میرا سلام کہنا اور یہ خط پڑھا دینا۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو سلام اور اُن کے بچّوں کو دُعا کہنا اور یہ خط ضرور ضرور پڑھا دینا اور کہنا کہ بھائی بدایت تو اچھی ہے نہایت بھی خدا اچھی کرے وہ عزّت وہ ربط و ضبط جو ہم رئیس زادوں کا تھا اب کہاں۔ روٹی کا ٹکڑا ہی ملجائے تو غنیمت ہے۔ گورنری کلکتہ اور گورنری آگرہ اور ججّی اور کمشنری و دیوانی و فوجداری و کلکٹری دہلی سے جو حکم میرے خط اور عرضی پر ہوا ہے مشتمل اُس حکم پر خط میرے نام آیا ہے حاکم نے اب بھی یہی حکم دیا تھا کہ لکھا جاوے کہ یوں کرو۔ عملہ نے خط نہ لکھا صرف عرضی حکم چڑھی ہوئی بھیجدی ختم

ہر چہ از دوست میرسد نیکوست ۔ سُنو میرزا تفتہ اب میں جو اپنا حال تم کو لکھا کروں تو تم میری بھائی اور مولوی قمرالدین خاں کو دکھا دیا کرو تین تین جگہ ایک بات کو کیوں لکھوں۔ جمعہ ۱۲ مارچ ۱۸۵۸ع

ایضاً ۔ بھائی ہاں میں نے زبدۃ الاخبار میں دیکھا کہ رانی صاحب گئیں۔ کل ایک دوست کا خط اکبرآباد سے آیا وہ لکھتا ہے کہ راجہ مرا۔ رانی مری۔ ابھی ریاست کا کوئی رنگ قرار نہیں پایا۔ صورت انتظام جانی بجیانتھ کے آنے پر موقوف ہے یہاں تک اُس دوست کی تحریر ہے۔ ظاہرا اُس کو بابو صاحب کا نام نہیں معلوم۔ اُن کے بھائی کا نام یاد رہ گیا۔ صرف اُس دوست نے بطریق اخبار لکھا ہے اُس کو میری اور جانی کی دوستی کا بھی حال معلوم نہیں حاصل اس تحریر سے یہ ہے کہ اگر یہ خبر سچ ہے تو ہمارے دوست کا نام بنا رہیگا۔ آمین یا رب العالمین۔ صاحب جے پور کا مقدمہ ابلاغ اسکے نہیں ہے

کہ اسکا خیال کسی ایک سینا ڈالی تھی وہ اُٹھی راجہ لڑکا ہی اور چھوٹا ہی راول جی اور سعد اللہ خان بنے رہتے تو کوئی صورت
نکل آتی اور یہ جو آپ لکھتے ہیں کہ راجہ میری دیوان کو پڑھا کرتا ہی اور پیش نظر رکھتا ہی یہ بھی تو آپ ہی کی
تحریر نہیں منشی ہردیو سنگھ کہتے ہیں انکا بیان کیونکر دلنشین ہو۔ وہ بھی جو بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ پانسو روپیہ
نقد اور خلعت مرزا صاحب کیواسطے تجویز ہو چکا ہی ہولی ہو چکی اور مینہ لیکر چلا۔ پھاگن۔ چیت۔ بیساکھ۔ نہیں
معلوم ہولی کس مہینہ میں ہوتی ہے آگے تو پھاگن میں ہوتی تھی۔ بندہ پرور بابو صاحب نے پہلی بار تو مجکو
دو ہنڈیاں بھیجی ہیں سو سو روپیہ کی۔ ایک تو میر احمد حسین میکش کیواسطے۔ راجہ صاحب کی طرف سے
تاریخ تولد کنور صاحب کے انعام میں اور ایک اپنی طرف سے مجکو بطریق نذر شاگردی بعد اس کے دو ہنڈویاں
سو سو روپیہ کی بعد چار چار یا پانچ پانچ مہینے کے آئیں مع میر احمد حسین صاحب کے صلے کے روپیوں کے
چار سو اور اُس سے علاوہ تین سو اور یہ کہ چار سو یا تین سو کتنے دن میں آئے اس کا حساب کنور صاحب
کی عمر پر حوالہ ہے اگر وہ دو برس کے ہیں تو دو برس میں اور اگر تین برس کے ہیں تو تین برس میں
ہاں صاحب وہی میر قاسم علی صاحب ہیں جو میرے پرانے دوست ہیں پرسوں یا اترسوں جو ڈاک
کا ہرکارہ تمہارا خط لایا تھا وہ ایک خط میر صاحب کے نام کا کوئی میاں حکمت اللہ ہیں اُنکا میرے مکان کے
پتہ سے لایا تھا وہ میں نے لیکر رکھ لیا ہے جب میر صاحب آجاویں تو تم انکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ حضرت
اگر میرے واسطے نہیں تو اس خط کے واسطے آپ دلّی آئیے۔ غالب۔

ایضاً۔ عجب تماشا ہے بابو صاحب لکھ چکے ہیں کہ ہردیو سنگھ آگیا اور پانسو روپیہ کی ہنڈوی لایا
مگر اُس کے مصارف کی بابت اُنیس روپیہ کئی آنے اُس ہنڈوی میں محسوب ہو گئے ہیں میں اپنے
پاس سے ملا کر پورے پانسو کی ہنڈوی تجکو بھیجتا ہوں میں نے اُنکو لکھا کہ مصارف ہردیو سنگھ مجرا
دو لیکن تکلیف نہ کرو ہنڈوی سے یہ میری طرف سے ہردیو سنگھ کو اور دیدو اور باقی کچھ کم ساڑھے چار سو
کی ہنڈوی جلد روانہ کرو۔ سو بھائی آج تک ہنڈوی نہیں آئی میں حیران ہوں　　وجہ حیرانی کی

یہ کہ اس ہنڈوی کے بھروسہ پر قرضداروں سے وعدہ جون کے اوائل کا کیا تھا آج جون کی پانچویں ہے
وہ تقاضا کرتے ہیں اور میں آج کل کر رہا ہوں۔ شرم کے مارے بابو صاحب کو کچھ نہیں لکھ سکتا جانتا ہوں
کہ وہ سینکڑا پورا کرنے کی فکر میں ہوں گے پھر وہ کیوں اتنا تکلف کریں تیس روپے کی کونسی ایسی بات ہے
اگر مصارف ہر دو نسخہ میرے ہاں سے مجرا ہوئے تو کیا غضب ہوا۔ انتیس اور پچیس۔ چون روپے
نکال ڈالیں اور باقی ارسال کریں لفافے خطوں کے جو میں نے بھیجے تھے وہ بھی ابھی نہیں آئے
بااینہمہ یہ کیسی بات ہے کہ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ بابو صاحب کہاں ہیں۔ پہاڑ پر ہیں یا بھرت پور
گئے ہیں۔ اجمیر آنے کی تو ظاہرا کوئی وجہ نہیں ہے ناچار کثرت انتظار سے عاجز آ کر آج تم کو لکھا ہے تم
اس کا جواب مجھ کو لکھو اور اپنی رائے لکھو کہ وجہ درنگ کی کیا ہے۔ زیادہ زیادہ۔ اسد اللہ

مرقومہ پنجم جون ۱۸۵۸ء روز پنجشنبہ۔ جواب طلب۔

ایضاً۔ میرا سلام پہنچے۔ خط اور کاغذ اشعار پہنچا۔ سابق وحال ابھی یوں ہی مقرر رہیں گے
اگرچہ گرمی رفع ہو گئی مینہ برسنے لگا۔ ہوائے سرد چلنے لگی۔ مگر دل مکدر ہے اور حواس ٹھکانے
نہیں۔ بادشاہ کا قصیدہ سارا اور ولیعہد کا قصیدہ بے خاتمہ آگے سے کہہ رکھا تھا اُسکا خاتمہ
بہ مشقت رمضان میں کہہ لیا اور عید کو دونوں پڑھ دیئے۔ بھائی منشی نبی بخش صاحب کو پرسوں
پارسل بھیجوں گا اُن سے لیکر تم بھی دیکھنا۔ میں نے اُن کو لکھ بھیجا ہے کہ منشی ہرگوپال صاحب
کو بھی دینا کہ وہ پڑھیں اور چاہیں تو نقل لے لیں۔ اسکے سوا اور جو کچھ تمھارے خط میں لکھا تھا
وہ جواب طلب نہیں۔ اور یوں ہی ہے جو تم سمجھے ہو۔ اسد اللہ۔

ایضاً۔ کیوں صاحب اس کا کیا سبب ہے کہ بہت دن سے ہماری آپ کی ملاقات نہیں ہوئی نہ
مرزا صاحب ہی آئے نہ منشی صاحب ہی تشریف لائے۔ ہاں ایک بار منشی شیو نراین صاحب نے
کرم کیا تھا اور خط میں یہ رقم کیا تھا کہ اب ایک فرمہ باقی رہا ہے اس راہ سے یہ تصور کر رہا ہوں

کہ اگر ایک فرمہ شعر کا باقی تھا تو اب قصیدہ چھاپا جاتا تھا اور اگر فرمہ قصیدہ کا تھا تو اب جلدیں بنی شروع ہو گئی ہوں گی تم سمجھے میں تمھارے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب اور جناب مرزا حاتم علی صاحب کے خطوط کے آنے کو تمھارا اور اُن کا آنا سمجھتا ہوں۔ تحریر گویا دہ مکالمہ ہے جو باہم ہوا کرتا ہے پھر تم کہو مکالمہ کیوں موقوف ہے۔ اور اب کیا دیر ہے اور وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی صاحب کو کاپی کی تصحیح سے فرصت ہو گئی۔ مرزا صاحب نے جلدیں صحاف کو دیدیں۔ میں اُن کتابوں کا آنا کب تصور کروں دسہرے میں ایک دو دن کی تعطیل مقرر ہوئی ہو گی کہیں دیوالی کی تعطیل تک نوبت نہ پہنچ جائے۔ ہاں صاحب تم نے کبھی کچھ حال قمرالدین خاں صاحب کا نہ لکھا آگے اس سے تم نے اگست ستمبر میں اُن کا آگرہ کا آنا لکھا۔ پھر دہ اکتوبر تک کیوں نہ آئے۔ وہاں تو منشی غلام غوث خاں صاحب اپنا کام بدستور کرتے ہیں پھر یہ اُس دفتر میں کیا کر رہے ہیں کہیں کسی اور کام پر متعین ہو گئے ہیں اسکا حال جلد لکھو۔ مجکو یاد پڑتا ہے کہ تم نے لکھا تھا کہ منشی غلام غوث خاں صاحب کو ایک گاؤں جاگیر میں ملا ہے۔ مولوی قمرالدین خاں صاحب اُس کے بندوبست کو آیا چاہتے ہیں اسکا ظہور کیوں نہیں ہوا۔ ان سب باتوں کا جواب لکھئے۔ جناب مرزا صاحب کو میرا سلام کہئے اور یہ پیام کہئے کہ کتاب کا حسن کانوں سے سُنا دل کو دیکھنے سے زیادہ یقین آیا مگر آنکھوں کو رشک ہے کانوں پر اور کان چشمک زنی کر رہے ہیں آنکھوں پر یہ ارشاد ہو کہ آنکھوں کا حق آنکھوں کو کب ملیگا۔ بھائی صاحب کو بعد از سلام کہئے گا کہ حضرت اپنے مطلب کی تو مجکو جلدی نہیں ہے آپکی تخفیف تصدیع چاہتا ہوں۔ یعنی اگر کاپی کا قصہ تمام ہو جاوے تو آپ کو آرام ہو جاوے۔ جناب منشی شیو نراین صاحب کی عنایتوں کا شکر میری زبانی ادا کیجیگا۔ اور یہ کہئے گا کہ آپ کا خط پہنچا چونکہ میرے خط کا جواب تھا اور معہذا کوئی امر جواب طلب نہ تھا اسواسطے اُسکا جواب نہیں لکھا زیادہ زیادہ۔ نگاشتہ و روان داشتہ صبح شنبہ۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۵۸ء۔ راقم غالب +

ایضاً جیا تعجب کا مقام ہے تمہارے کہنے سے منشی شیو نراین صاحب کو خط لکھا تھا سو کل اُنکا خط آیا اور اُنھوں نے مثنوی کی رسید لکھی ڈاک کا ہرکارہ تو اُنکے پاس لیے نہ ہوگا آخر تمہیں نے بھیجا ہوگا کیا ہو گیا کہ تم نے مجھکو نسخے کی رسید اور میرے خط کا جواب لکھا اگر یہ کہا جائے تم نے رائے اُمید سنگھ کی ملاقات ہو لینے کا خط کا لکھنا منحصر رکھا ہے تو وہ بھی ہو چکی ہوگی مجھے تو صورت ایسی نظر آتی ہے کہ گویا تم الگ ہو گئے ہو کتاب مطبع میں حوالے کر دی اُسکی تذئین تصحیح سے کچھ غرض نہیں بس اگر یوں ہی ہے تو میں انطباع سے درگزرا - سینکڑوں مطالب مقاصدہ جائیں گے اور پھر اس وحشت کی وجہ کیا اگر کہا جائے کہ وحشت نہیں ہے تو اُس کتاب و مثنوی کی رسید نہ لکھنے کی وجہ کیا ہے تکلف قیاس چاہتا ہے کہ تم مجھ سے خفا ہو گئے ہو - خدا کے واسطے خفگی کی وجہ لکھو صبح کو میں نے یہ خط روانہ کیا ہے بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ اگر شام تک تمہارا خط آیا تو خیر ورنہ تمہاری بخشش کا بالکل یقین ہو جائیگا اور یہ سبب وجہ نہ معلوم ہونے سے جی گھبرائے گا میں تو اپنے نزدیک کوئی سبب ایسا نہیں پاتا - خدا کے واسطے خط جلد لکھو اگر خفا ہو تو خفگی کا سبب لکھو جانتا ہوں کہ تم رائے اُمید سنگھ سے بھی نہ ملے ہو گے عیاذاً باللہ میں اُن سے شرمندہ رہا کہ میں نے کہا تھا کہ ہاں مرزا تفتہ وستبو تمکو اچھی طرح پڑھا دیں گے اگرچہ ایسے حال میں کہ مجھکو تم پر الگ ہونے اور پہلو تہی کرنے کا گمان گزرا ہے کوئی مطلب تم کو لکھنا نہ چاہیئے مگر ضرورت کو کیا کروں ناچار لکھتا ہوں صاحب مطبع نے خط کے لفافہ پر لکھا ہے مرزا نوشہ صاحب غالب غور کرو کہ یہ کتنا بے جوڑ جملہ ہے - ڈرتا ہوں کہ کہیں صفحہ اول کتاب پر بھی نہ لکھدیں - آیا فارسی کا دیوان یا اُردو یا پنج آہنگ یا مہر نیمروز چھاپہ کی یہ کوئی کتاب اس شہر میں نہیں بھیجی جو وہ میرا نام لکھدیتے - تم نے بھی اُن کو میرا نام نہیں بتایا صرف اپنی نفرت عُرف سے وجہ اس واویلا کی نہیں ہے بلکہ سبب یہ ہے کہ دلّی کے حکّام کو تو عُرف معلوم ہے مگر کلکتہ سے ولایت تک یعنی وزراء کے محکمہ میں اور ملکہ عالیہ کے حضور میں کوئی اُس نالائق عُرف کو نہیں جانتا پس اگر صاحب مطبع نے مرزا نوشہ صاحب غالب لکھدیا تو میں غارت ہو گیا کھویا گیا - میری محنت رائگاں گئی گویا کتاب

کسی اور کی ہو گئی۔ لکھتا ہوں اور پھر سوچتا ہوں کہ دیکھوں تم یہ پیام مطبع میں پہنچا دیتے ہو یا نہیں۔ بدھ کا دن ستمبر کی پہلی تاریخ۔ غالب۔

ایضاً۔ بھائی صاحب ۳۳ کتابیں بھیجی ہوئی برخوردار منشی شیو نراین کی کل جمعہ کے ۱۲ نومبر کو پہنچیں کاغذ اور سیاہی و خط کا حسن دیکھکر میں نے از روے یقین جانا کہ طلائی کام پر یہ کتابیں طاؤس بہشت بن جائیں گی حوریں دیکھکر شرمائیں گی یہ تو سب درست مگر دیکھیے مجھکو اُن کا دیکھنا کب میسر ہو آپ پر گمان تساہل گزرے یہ تو کیونکر ہو۔ ہاں صحاف جلد کے بنانے کی نسبت سے میرے حق کا جلاد نہ بنجاے یعنی مدت مناسب سے دیر نہ لگاوے اور ہاں حضرت کچھ ایسی پختگی ارسال کر لیجیے گا کہ وہ پارسل آشوب تلف سے محفوظ رہے بہت عزیز اور بہت کام کی چیز ہے۔ مجھکو وہ ایک ایک مجلد اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ یا الٰہی یہ خط راہ میں ہو اور وہ ساتوں کتابوں کا پارسل تیرے حفظ و امان میں مجھ تک پہنچ جاے اور یہ نہ ہو تو بھلا یہ ہو کہ اس خط کا جواب لکھیے اُس میں یہ مرقوم ہو کہ آج ہم نے کتابوں کا پارسل روانہ کیا ہے ؎

یارب این آرزوے من چہ خوش است	تو بدین آرزو مرا برسان

مرسلہ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً۔ دیکھو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف ۔ آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے ۔ بندہ پرور پہلے تمکو یہ لکھا جاتا ہے کہ میرے دوست قدیم میر مکرم حسین صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور یہ کہنا اب تک جیتا ہوں اور اس سے زیادہ میرا حال مجھکو بھی معلوم نہیں۔ مرزا حاتم علی صاحب مہر کی جناب میں میرا سلام کہنا اور یہ میرا شعر میری زبان سے پڑھنا ؎

شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب	ای تو غائب ز نظر مہر تو ایمان من است

تمہارے پہلے خط کا جواب بھیج چکا تھا کہ اُس کے دو دن یا تین دن کے بعد دوسرا خط پہنچا۔ سنو صاحب

جس شخص کو جس شغل کا ذوق ہو اور وہ اُسمیں بے تکلف عمر بسر کرے اُسکا نام عیش ہے تمہاری توجہ مصروف بطرف شعر و سخن ۔ تمہاری شرافت نفس اور حسن طبع کی دلیل ہے اور بھائی یہ جو تمہاری سخن گستری ہے اُسکی شہرت میں میری بھی تو نام آوری ہے میرا حال اس فن میں اب یہ ہے کہ شعر کہنے کی روش اور اگلے کہے ہوئے اشعار سب بھول گئے مگر ہاں اپنے ہندی کلام میں سے ڈیڑھ شعر یعنی ایک مقطع اور ایک مصرع یاد رہ گیا ہے سو گاہ گاہ جب دل اُلٹنے لگتا ہے تب دس پانچ بار یہ مقطع زبان پر آجاتا ہے ؎

زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب ۔ ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

پھر جب سخت گھبراتا ہوں اور تنگ آتا ہوں تو یہ مصرعہ پڑھ کر چپ ہو جاتا ہوں ؎ اے مرگ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے ۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں اپنی بے رونقی اور تباہی کے غم میں مرتا ہوں جو دُکھ مجکو ہے اُسکا بیان تو معلوم مگر اس بیان کی طرف اشارہ کرتا ہوں انگریز کی قوم میں سے جو اِن رُوسیاہ کالوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے اس میں کوئی میرا امیدگاہ تھا اور کوئی میرا شفیق اور کوئی میرا دوست اور کوئی میرا یار اور کوئی میرا شاگرد ۔ ہندوستانیوں میں کچھ عزیز ۔ کچھ دوست ۔ کچھ شاگرد ۔ کچھ معشوق سو وہ سب کے سب خاک میں مل گئے ۔ ایک عزیز کا ماتم کتنا سخت ہوتا ہے جو اتنے عزیزوں کا ماتم دار ہو اُسکو زیست کیونکر نہ دشوار ہو ۔ ہائے اتنے یار مرے کہ جو اب میں مروں گا تو میرا کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

بنام شاہزادہ بشیر الدین صاحب

حضرت پیر و مرشد برحق ۔ تقصیر معاف ۔ میں مدعی اور آپ مدعا علیہ بھی اور حاکم بھی وجہ استغاثہ یہ کہ آپ نے مجھے اپنے حلقۂ ارادت سے خارج کر دیا ۔ عرائض جواب طلب کا جواب نہیں ایک عنایت نامہ سابق میں اب زہل میرود بہ پیر جنگ ۔ یہ جملہ مرکبہ لکھا ہوا تھا ۔ میں اسکو پڑھ بھی نہ سکا معنی تو علاوہ رہے ۔ میں نے عریضہ لکھا اور جملہ کی حقیقت حال کا انکشاف چاہا اب تک جواب نہیں پہنچا

جی گھبرا رہا ہے جب تک اس کا جواب پاؤں گا آرام نہ آئیگا۔ برخوردار اقبال نشان میرزا شہاب الدین خاں بہادر کی زبانی آپ کے مزاج مبارک کی خیر و عافیت سُنی مگر وہ جو تحریر دستخطی سے تسلّی ہوتی ہے وہ کہاں حضرت آپ تو خالصاً للہ والرسول میرا گناہ معاف اور دستخط خاص سے مجکو اس حملہ کی معافی لکھ بھیجئے زیادہ حدِّ ادب۔ عفو جُرم کا طالب۔ غالب ❊

ایضاً

درپرسش شستم و در کاہجوئی استوار ❊ بادشہ را بندۂ کم خدمت پُرخوار ہست ❊

حضرت پیر و مرشد برحق۔ روز افزونی کاہش اب اس حد کو پہنچی ہے کہ تقسیم جزو لاتیجزیٰ محال ہے آگئے باد زمہریر نے لہو خشک کر دیا تھا آب آتش دوزخ نے رہا سہا جلا دیا کل عنایت نامہ آیا آپ رقم فرماتے ہیں کہ تو نے میرے خط کا جواب نہیں بھیجا مجکو باوصف استیلای نسیان خیال میں آتا ہے کہ میں حضرت کے فرمان کا جواب لکھ چکا ہوں مگر کیسے ڈاک کو ہو گئی ہیں اگر وہ لفافہ ڈاک میں تلف ہوگیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ متوقع ہوں کہ اُسکا نہ پہنچنا میری نارسائی بخت کی تاثیر سمجھا جائے میں مُجرم نہ ٹھیروں۔ زیادہ حدِّ ادب۔ نجات کا طالب غالب۔ روز دوشنبہ ۱۱ اپریل ۱۸۶۲ء۔ ❊

ایضاً

تم سلامت رہو ہزار برس ❊ ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار ❊

آج منگل ۱۷ جون ۱۸۶۲ء ۱۲ بجے عنایت نامہ آیا۔ سرنامہ دیکھکر سفیدۂ صبح مراد سمجھا۔ ننگا ایک چھوٹی سی خس کی ٹٹی کے پاس بیٹھا ہوا تھا خط پڑھکر وہ حال طاری ہوا کہ ننگا نہ ہوتا تو گریبان پھاڑ ڈالتا۔ اگر جان عزیز نہ ہوتی تو سر پھوڑتا اور کیوں کہ اس غم کی تاب لاتا کہ میں اپنے کو کچھو اکر بصورت تصویر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ لفافہ انگریزی اقبال نشان شہاب الدین خاں سے لکھوا کر بیرنگ ارسال کیا۔ اس فرمان میں اُس لفافہ کی رسید نہ پائی۔ ظاہراً ڈاک پر ڈاکو گرے اور میرے پیکر بے رُوح کے ٹکڑے اُڑا دیئے۔ بیتاب ہو کر یہ عبارت حضرت کی بھیجی ہوئی لفافہ میں لپیٹ کر روانہ کی ہے جب آپ اور لفافہ بھیجیں گے تو مطالب باقی کا جواب اور اوراق اشعار بھیجوں گا۔ زیادہ حدِّ ادب۔ ❊

بنام سید بدالدین احمد المعروف بہ فقیر صاحب

حضرت مخدوم مکرم و معظم جناب فقیر صاحب دامت برکاتہم - بعد بندگی عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا - حال معلوم ہوا - بابو صاحب کے واسطے میرا جی بہت جلا - زمانہ ان دنوں میں اُن سے برسرِ امتحان ہے پروردگار اُنکو سلامت رکھے اور صبر و شکیب عطا کرے - علاقہ مساعدت روزگار کی وہ صورت شدائدِ رنج سفر کی وہ حالت - ناسازگاری مزاج کا وہ رنگ - ان سب باتوں سے علاوہ یہ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ جوان داماد مرجاوے اور بیٹی بیوہ ہو جاوے - مرگ و زیست کا سررشتہ خدا کے ہاتھ ہے آدمی کیا کرے دل پر میرے جو گزری ہے وہ میرا دل جانتا ہے ہاں بحسبِ ظاہر تعزیت نامہ لکھنا چاہیے - حیران ہوں کہ اگر خط لکھوں تو کس پتہ سے لکھوں ناچار ابھی تامل ہے جب وہ بھرت پور آجائیں تو آپ اُن کے آنے کی مجکو اطلاع دیجیگا کچھ لکھ بھیجوں گا - نواب علی نقی خاں صاحب کے خط کے جواب میں آپنے مجکو لکھا تھا وہ مجکو یاد رہیگا جب نواب صاحب آجائیں گے میں اُن کو سمجھا دونگا آپ ہندی اور فارسی غزلیں مانگتے ہیں فارسی غزل تو شاید ایک بھی نہیں کہی ہاں ہندی غزلیں قلعہ کے مشاعرہ میں دو چار لکھی تھیں سو وہ یا تمہارے دوست حسین مرزا صاحب کے پاس ہیں یا ضیاء الدین خاں صاحب پاس ہیں میرے پاس کہاں - آدمی کو یہاں اتنا توقف نہیں کہ وہاں سے دیوان منگوا کر نقل اُتروا کر بھیجدوں - سید محمد صاحب کو اور اُنکے دونوں بھائیوں کو میری دعا پہنچے - اسد اللہ نگاشتہ چار شنبہ ۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۱ ہجری ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۵ع

ایضاً مخدوم مکرم جناب فقیر صاحب کی خدمتِ عالی میں عرض کیا جاتا ہے کہ بہت دن سے آپنے مجکو یاد نہیں کیا اور مجکو کچھ آپکا حال معلوم نہیں بابو صاحب خدا جانے کہاں ہیں اور کس کام میں ہیں اُنکا بھی کچھ حال مجکو معلوم نہیں منشی ہرگوپال تفتہ کی تحریر سے بابو صاحب کا حال اکثر اور تمہاری خیر و عافیت گاہ گاہ دریافت ہو جاتی تھی سو بہت دنوں سے علی گڈھ میں ہیں - اگرچہ خط اُن کے آتے رہتے ہیں مگر اُن کو بھی بابو صاحب کا حال معلوم نہیں اور تم سے تو بُعد ہی ہے پھر تمہاری خیر و عافیت کیا لکھیں بہر حال مقصود اس تحریر سے یہ ہے کہ نواب میر علی نقی خاں صاحب آپ سے ملیں گے یہ بہت عالی خاندان

ہیں نواب ذوالفقار خاں اور نواب اسد خاں کی اولاد میں سے ہیں۔ اور تمھارے ماموں صاحب یعنی نواب امجد علی خاں
مغفور کے بڑے دوست ہیں اب یہ نوکری کی جستجو کو نکلے ہیں آپ ان کی تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہ کریں اور راج کا حال سب ان پر ظاہر کریں اور اہالی سرکار سے ان کو ملوادیں اور بابو صاحب سے جو ان کو ملوا دیجیے
تو یہ میرا خط جو آپ کے نام کا ہے جناب بابو صاحب کو پڑھوا دیجیے کیا خوب ہو کہ یہ اس سرکار میں نوکر ہو جائیں اور
اگر نوکری کی صورت نہ بنے تو راج سے ان کی رخصت بآئین شائستہ عمل میں آوے نواب اسد خاں عالمگیر
کے وزیر تھے اور فرخ سیر ان کا بٹھایا ہوا تھا جب فرخ سیر نے ذوالفقار خاں کو مار ڈالا تو آزردہ ہی
کتب تواریخ ظاہر ہے کہ سلطنت کیسی برہم ہو گئی۔ اور خود فرخ سیر پر کیا گزری قصہ کوتاہ ان کی تقریب
میں جو مدارج آپ صرف کریں گے اور جسقدر آپ انکی بہبود میں کوشش کرینگے احسان مجھ پر ہوگا۔ زیادہ زیادہ والسلام

ایضاً سید صاحب جمیل المناقب عالی خاندان سعادت و اقبال تو امان مجکو اپنی یاد سے غافل اور اپنے
کی خدمتگزاری سے فارغ نہ سمجھیں پر کیا کروں صورت مقدمہ عجیب و غریب ہے یہ بہنیں اور ان کا بھائی
باہم موافق رہیں گے تو کوئی صورت نکل آئے گی۔ صامت نے ناطق سیم و زر و روپیہ اشرفی سنتا ہوں کہ
کچھ نہیں ہاں جاداد سو سید کے اظہار سے معلوم ہوا کہ وہ تقسیم نہ ہو گی۔ کرایہ اس کا تقسیم ہو جائیگا
میں رائے کیا دوں اور سمجھاؤں کیا۔ کئی دن ہوئے کہ میں حسین مرزا صاحب کے ہاں گیا تھا وہاں
میاں بھی بیٹھا تھا باہم ان دونوں صاحبوں میں یہی باتیں ہو رہی تھیں وہ بھی میری مانند حیرت زدہ
تھے قضا و قدر کو چھوڑو نیرنگ تقدیر کے تماشائی رہو۔ گھاٹا نہیں ٹوٹا نہیں نقد مال کا پتہ نہیں پایا
املاک کا کرایہ بٹ رہیگا گھبراتے کیوں ہو یہ دلی والوں کی خفقانیت کے حالات ہیں تمھارا بھتیجا
یعنی حیدر حسین خاں بچگیا۔ عوارض کی آندھی رفع ہو گئی۔ توقع زیست کی قوی ہے صرف طاقت
کا آنا باقی ہے صدمہ بڑا اُٹھایا۔ مہینا بھر میں جیسے تھے ویسے ہی ہو جاویں گے انشاء اللہ
العلی العظیم۔ صبح دوشنبہ ۲۵ مئی ۱۸۶۳ء۔

ایضاً - پیر و مرشد آج تو اُن ہی حسین مرزا صاحب کو بخار ہو گئے اگر ہوتے تو اُن سے پوچھتا کہ حضرت میرا دیوان کس مطبع میں طبع ہوا اور حاشیے اُسپر کسنے چڑھائے خدا جانے حسین مرزا نے کیا کہا اور حضرت کیا سمجھے اَب یہ حقیقت مجھ سے سُنئے ۱۸۶۲ء یعنی سال گزشتہ میں قاطع برہان چھپی پچاس جلدیں مَیں نے مول لیں اور یہ وہ زمانہ ہے کہ آپ لی آئے ہیں مَیں نے یہ سمجھکر کہ یہ تمھارے کس کام کی ہے تمھیں نہ دی تم مانگتے اور مَیں نہ دیتا تو گنھگار تھا اَب کوئی جلد باقی نہیں ہے رہا دیوان اگر ریختہ کا منتخب کہتے ہو تو وہ اس عرصہ میں دلی اور کانپور دو جگہ چھاپا گیا اور تیسری جگہ آگرہ میں چھپ رہا ہے فارسی کا دیوان بیس پچیس برس کا عرصہ ہوا جب چھپا تھا پھر نہیں چھپا - مگر ہاں سال گزشتہ میں منشی نولکشور نے شہاب الدین خاں کو لکھکر کلیات فارسی جو ضیاء الدین خان نے غدر کے بعد بڑی محنت سے جمع کیا تھا وہ منگا لیا اور چھاپنا شروع کیا وہ پچاس جزو ہیں یعنی کوئی مصرعہ میرا اُس سے خارج نہیں اَب سُنا ہے کہ وہ چھپ کر تمام ہو گیا ہے روپیہ کی فکر میں ہوں ہاتھ آجائے تو روپیہ بھیجکر بیس جلدیں منگواؤں - جب آجائیں گے ایک آپکو بھی بھیجدوں گا - نواب محی الدین خاں صاحب کا حال سُنکر بہت جی خوش ہوا میری طرف سے سلام و نیاز کے بعد مبارکباد دینا - ✤

ایضاً حضرت آپ کے خط کا جواب لکھنے میں درنگ اس راہ سے ہوئی کہ مَیں منتظر رہا میاں آنیکا اَب وہ مجھ سے مل گئے اور اُن کی زبانی سارا حال سُن لیا تو جواب لکھنے بیٹھا - سُنو صاحب ایک منشی محمد تقی تھے نہیں یہاں تو سانا رہن ہے - محمد تقی ایک اُس کی دو بہنیں تین منشی آغا جان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چار یہ سات مدعی ایک ان میں سے سید کی بی بی بھی ہے - نہ وہ حکام ہیں جنکو مَیں جانتا تھا نہ وہ عملہ ہے جس سے میری ملاقات تھی نہ وہ عدالت کے قواعد ہیں جنکو پچاس برس مَیں نے دیکھا ہے ایک کونے میں بیٹھا ہوا نیرنگ روزگار کا تماشا دیکھ رہا ہوں یا حافظ یا حفیظ وردِ زبان ہے تمھارے بھائی غلام حسین خان مرحوم کا بیٹا حیدر حسن خاں خدا ہی خدا ہے جو بچے

آج تیرھواں دن ہے کہ نہ تپ مفارقت کرتی ہے نہ دست بند ہوتے ہیں نہ تنقیہ موقوف ہوتی ہے چارپائی کاٹ دی ہے حواس زائل ہوگئے ہیں انجام اچھا نظر نہیں آتا۔ کام تمام ہے والسلام والاکرام مرقومہ ۲۴؍ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ ہجری۔ عافیت کا طالب غالب ÷

بنام چودھری عبدالغفور المتخلص بہ سُرور

جناب چودھری صاحب آپ کا عنایت نامہ اس وقت پہنچا اور یہ وقت صبح کا ہے دن بدھ کا ربیع الثانی کی چوبیسویں اور دسمبر کی پہلی۔ کتاب کے پارسل کی رسید معلوم ہوئی حکیم عبدالرحیم خاں کوئی نامی اور نامور نہیں ہیں یہاں کے قاضی زادوں میں سے ایک شخص ہیں طبابت کرنے لگے ہیں میرے بھی آشنا ہیں صرف سلام علیک زیادہ ربط نہیں ہے سو اُن کا حال مجکو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں آگے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ آج جو کچھ لکھیں وہ بقلم چودھری صاحب لکھا جائے حضرت نے نہ مانا اور پھر عبارت بدستخط خاص لکھی واللہ باللہ نہ مجھ سے نہ اور کسی سے پڑھی گئی ناچار آپکا خط پھر آپ کو بھیجتا ہوں۔ حضرت سے کچھ نہ فرمائیگا مگر اس عبارت کو اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجکو بھجوا دیجئے گا ضرور اور جلد شفیق مکرم جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام پہنچے ÷

ایضاً۔ جناب عالی آج آپ کا تفقد نامہ مرقومہ یازدہم شعبان مطابق پنجم مارچ بقید روز دوشنبہ پہنچا پہلے تو ان تاریخوں کے حساب سے تطابق میں میں اُلجھا پھر خط کے پہنچنے سے بہت خوش ہوا ڈاک کیا ہے خاک ہے خیر ادھر پڑا ادھر جواب لکھا خدا کرے یہ میرا خط جلد پہنچے ورنہ آپکو خیال ہوگا کہ غالب نے ہمارے خط کا جواب نہ لکھا حقیقت میری مجملاً یہ ہے کہ راہ و رسم مراسلت حکام عالی مقام سے بدستور جاری ہوگئی ہے نواب لفٹننٹ گورنر بہادر غربی شمال کو نسخہ دستنبو بسبیل ڈاک بھیجا تھا اُن کا خط فارسی مشعر تحسین عبارت و قبول صدق ارادت و مودت بسبیل ڈاک آگیا

پھر قصیدہ بہاریہ تہنیت و مدحت میں بھیجا گیا اُس کی رسید آگئی وہی خان صاحب بہادر مہربان دوستان القاب
اور کاغذ افشانی اثران بعد ایک قصیدہ جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹننٹ گورنر بہادر قلمرو پنجاب کی
مدح میں بتوسط صاحب کمشنر بہادر دہلی گیا اُس کے جواب میں بھی خوشنودی نامہ بتوسط کمشنر بہادر
کل مجکو آگیا - پنشن ابھی تک مجکو نہیں ملی جب ملیگی حضرت کو اطلاع دیجائیگی پیر و مرشد عالم ہیں اور
مَیں جاہل ہوں اُنکی تسلیم نہ کرنے کو مَیں نے تسلیم کیا اور پھر تسلیم بجالایا - ای حضرت جناب مخدوم
مکرم چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں اُنھیں الفاظ میں رسم مبارکباد ادا کی گئی تھی نہ
عبارت آرائی نہ طبع آزمائی - کچھ عجب نہیں کہ وہ خط بھی مئی و جون میں آپ کو پہنچ جائے آپکا
بھی تو مارچ کا خط مجکو اب آخر اپریل میں پہنچا ہے - جناب شیخ صاحب کیوں مجکو محجوب کرتے ہیں
اس باب میں اس سے زیادہ عرض نہیں کر سکتا کہ افادہ مشترک ہے قصیدہ و مثنوی بھیجدیجیے
لطف اُٹھاؤں گا اور جو کچھ میرے خیال میں آئیگا بے تکلف عرض کر دوں گا - میرا سلام کہیے
اور مثنوی اور قصیدہ اُن سے لیکر جلد بھیجدیجیے - اپنے عم عالی مقدار کی خدمت میں میرا سلام پہنچایئے
اور کہیے کہ حضرت خلاصہ مکتوب سابق یہی الفاظ ہندی تھے شاید کچھ تغیر بالمرادف ہو تو ہو یہ شادی
بصد ہزار مسرت آپ کو مبارک ہو اور اُن کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح اُن کی شادی کرنی نصیب ہو
فیض علیخاں صاحب کو میرا سلام پہنچے - مَیں بھی آپ کی ملاقات کا مشتاق اور آپ کا مدّاح رہونگا
خط کا لفافہ اس خط میں ملفوف کر کے بھیجتا ہوں یہ آج پہنچا اور آج ہی مَیں نے اس کا
جواب لکھا - کاتب وہ ہی ہے جو لفافہ ملفوفہ کا مکتوب الیہ ہے

ایضًا جناب چودھری صاحب آپکے لطف نامہ کے ورود کی مسرت اور پارسل کے نہ پہنچنے
کی حیرت باعث اس کے ہوئی کہ آپ کو پھر تکلیف دوں اور باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب
لکھوں - بندہ پرور پیش ملنے پارسل کی رسید لے لی تھی - اب آپکے خط کو پڑھ کر کارپردازان ڈاک کے

پاس وہ رسید بھجوائی اُنھوں نے کتاب دیکھکر میرے آدمی سے کہدیا کہ سکندر راؤ کی رسید یہ موجود ہے اب
پارسل کی جوابدہی وہاں اون کے ذمہ ہے یہ سنکر میں نے مناسب جانا کہ وہ رسید آپکے پاس بھیجدوں آپ سکندر
راؤ کے ڈاکخانہ میں بھجوا کر اُنسے پارسل منگوالیں اور اب اس رسید کا میری طرف راجع ہونا کسی صورت
میں ضرور نہیں - والسلام

ایضاً جناب چودھری صاحب کی یاد آوری اور مہر گستری کا شکر بجالاتا ہوں آپکا خط مع قصیدہ
و مثنوی پہنچا - مثنوی کو جداگانہ بطریق بیرنگ پاکٹ بھیجتا ہوں اور یہ خط جداگانہ ارسال کرتا ہوں
لفافہ اُس کا بھی آپکے نام کا ہے آپکے خواب کا ماجرا اور صبح کو ادھر کا قصد اور پھر اپنے چچا صاحب کے کہنے
سے نظر بالستان پر اس عزم کا ملتوی رکھنا معلوم ہوا آپکے چچا صاحب نے کرامت کی کہ جو آپکو منع کیا
ڈاک کی سواری پر اگر آپ اس شہر میں میرے مکان تک آجاتے تو ممکن تھا مگر رہنا شہر میں بے حصول
اجازت حاکم احتمال ضرر رکھتا ہے - اگر شہرت ہو تو نہ ہوا اگر خبر ہوجاے تو البتہ قباحت ہے - زنہار کبھی یہ گمان نہ کیجئے کہ
دلی کی عملداری میرٹھ اگرہ اور بلاد شرقیہ کی شامل ہے - یہ پنجاب احاطہ میں شامل ہے نہ قانون نہ آئین جس حاکم کی
جو رے میں ہو وہ ویسا ہی کرے بہر حال سنہ ۱۸۵۸ء محرومی دیدار دگر ہیچ انشاء اللہ العظیم دو تین مہینے میں یہاں بھی
صورت امن امان کی ہوجائیگی مگر میری آرزو یا ستیفا اس صورت میں بھی بر نہ آئیگی میں تاکے ہوئے ہوں کہ میری اور تمھاری
ملاقات اس طرح ہو کہ ہم تم ہوں اور حضرت صاحب عالم صاحب ہوں اور باہم حرف و حکایت کریں
اگر زمانہ میری خواہش کی موافق نقش قبول کرتا ہے تو میں مارہرہ کو آتا ہوں - حضرت پیر و مرشد کا
اشتیاق اور اسی جلسہ میں تمھارے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجکو آرام سے بیٹھنے دیگا
صاحب یہ مثنوی تو میرے واسطے ایک مرثیہ ہوگئی ہے اس بزرگوار کے جگر میں کیا کیا گھاو پڑے
ہوں گے تب یہ تراوش خونناب ظہور میں آئی ہوگی - فقرا یہ ہے کہ عنوان بیان سے حق بجانب
نہیں سکے معلوم ہوتا ہے - چونکہ اصل کاغذ میری نظر میں نہیں اور حقیقت حال مجھ پر مجہول ہے

اس واسطے انجام و آغاز اندازہ و انداز کچھ نہیں سمجھا۔ حکّ و اصلاح کو آپ بنظرِ اصلاح ملاحظہ فرمائیں
میں منجملہ بیست و سہ شعر ہر جگہ حسبِ منشا اصلاح لکھ دیا ہے۔ شیخ صاحب سے میرا سلام کہیے گا اور کہیے گا کہ کیا کروں معذور ہوں
مدد نہیں کر سکتا۔ اعانت کے مراسم تقدیم کو نہیں پہنچا سکتا۔ خدا تمہارا نگہبان رہے۔ والسلام

ایضاً۔ شفیق مکرم مظہرِ لطف و کرم جناب چودھری صاحب کی خدمت میں بعد سلام یہ عرض کرتا
ہوں کہ آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ میرا رنج و تشویش مٹایا۔ میری خدمت مقبول ہوئی خوشی حصول کی
میر امداد علی شاہ کو میری دعا کہنا۔ ان کا باپ میرا بڑا یار تھا۔ میری طرف سے خاطر جمع کر دیجیے گا
اب سبیل اچھی نکل آئی۔ چودھری صاحب کے ذریعے سے جو کچھ مجھ کو بھیجنا ہوگا بھجوا دوں گا
جناب چودھری صاحب آج کا میرا خط کاسۂ گدائی ہے یعنی تم سے کچھ مانگتا ہوں تفصیل یہ کہ مولوی
باقر علی دہلوی کے مطبع میں سے ایک اخبار ہر مہینے میں چار بار نکلتا ہے مسمّٰی بہ دہلی اردو اخبار۔ بعض
اشخاص سنین ماضیہ کے اخبار جمع کر رکھا کرتے ہیں اگر اتفاقاً آپ کے یا کسی آپ کے دوست کے ہاں جمع
ہوتے چلے آئے ہیں تو اکتوبر ۱۸۳۷ع سے دو چار مہینے کے آگے کے اوراق دیکھے جائیں
جس میں بہادر شاہ کی تخت نشینی کا ذکر اور میاں ذوق کے دو سکّے ان کے نام کے کہہ کر نذر گزرانے کا
ذکر مندرج ہو۔ بے تکلف وہ اخبار چھاپہ کا اصل یا بجنسہ میرے پاس بھیج دیجیے۔ آپ کو معلوم رہے
اکتوبر کی ساتویں آٹھویں تاریخ ۱۸۳۷ع میں یہ تخت پر بیٹھے ہیں اور ذوق نے اسی مہینے میں
یا دو ایک مہینے کے بعد سکّے کہہ کر گزرانے ہیں۔ احتیاطاً پانچ چار مہینے تک کے اخبار دیکھ لیے
جائیں۔ یہاں تک میری طرف سے ابرام ہے کہ اگر بمثل کسی اور شہر میں کوئی آپ کا دوست جامع ہو
اور آپ کو اس پر علم ہو تو وہاں سے منگوا بھیجیے۔ والسلام مع الاکرام

ایضاً۔ شفیق میرے عنایت فرما۔ تمہاری مہربانی کا شکر بجا لاتا ہوں نہایت سعی یہ بھی کہ آپ کی
طرف سے ظہور میں آئی میں نے کلکتہ میں مہتمم مطبع جام جہاں نما کو لکھ بھیجا ہے اور ترکی

کیا ہی آپ بھی فکر نہ کیجئے۔ اگر کہیں سے آپکے پاس آجائے تو مجکو بھیجدیجیئے میرے پاس آئیگا تو میں
تم کو اطلاع دیدوں گا۔ عنایت الٰہی کا کون شخص مشتاق ہوگا۔ اس کی پرسش زاید میں خدمتگزاری کو
حاضر ہوں وہ جب چاہیں اپنا کلام بھیجدیں میرا سلام اور پیام کہیئے گا۔ صاحب تم نے ہماری پیر و مرشد
کو ہم پر خفا کر دیا بھلا وہ خط نہ لکھیں کبھی تم کو فرماویں کہ غالب کو میری دعا لکھ بھیجنا بہر حال
میرا سلام و نیاز عرض کیجیئے اور اُن سے مزاج مبارک کی خیر و عافیت لکھیے اور یہ لکھئے کہ اگر خدا نخواستہ
وہ مجھ سے ناخوش ہیں تو ناخوشی کی وجہ کیا ہے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں سلام پہنچایئے گا
اور مولانا عطا کو سلام شوق کہیئے گا۔

ایضاً میرے شفیق دلی چودھری عبد الغفور صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ دیکھو میرے حواس کا
ابتر عالم ہے کہ تمہارے نام کی جگہ تمہارے چچا صاحب کا نام لکھا تھا اسیطرح سابق کے خط میں سرنامے پر یہ لکھا گیا ہوگا

بہار پیشہ جوانے کہ غالبش نامند	کنوں بہ بیں کہ چہ خوں میچکد ز نفسش

خیر خدا کہ آپکے خطوط کے جواب میں آئے ہیں اُن کے بھیجنے کی کیا حاجت تھی آپ کی سعی اور اپنی
ناکامی پہلے سے میرے دلنشین اور خاطر نشاں ہے جیسا کہ کوئی اُستاد کہتا ہے

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل	کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

وہ اخبار نہ کہیں سے ہاتھ آیا اور نہ آئے گا میں اپنے خدا سے امیدوار ہوں کہ میرا کام بغیر اُسکے نکلجائیگا
بندہ پرور میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اُردو کیا فارسی کبھی کسی عہد میں میرے پاس فراہم نہیں ہوا۔
دو چار دوستوں کو اس کا التزام تھا کہ وہ مسودات مجھ سے لیکر جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن سبکے لاکھوں
روپئے کے گھر لٹ گئے جنمیں ہزاروں روپئے کے کتب خانے بھی گئے اُنمیں وہ مجموعہ ہائے پریشان بھی غارت ہوئے میں
خود اُس مشغولی کیواسطے خونِ جگر ہوں اس کیا چیز تھی۔ پارسل میں خطوط بھیجنے محل اندیشہ ہے خدا نے بچایا چونکہ
اب وہ خط آپ کے کچھ کام کے نہ سمجھا از راہ احتیاط پارسل میں سے نکال لیئے

ایضاً میرے کرم فرما میرے شفیق ؎ شرط اسلام بود ورزش ایمان بالغیب ۔ ای تو غائب ز نظر مہر تو ایمانِ من است ۔ آپکے اس خط کا جواب بعد لکھنے اس شعر کے منحصر التماس پر ہے کہ میری طرف سے تحریر جواب خط میں کبھی تقصیر نہ ہوگی لیکن اغلب و اکثر ابتدا بہ تحریر نہ ہوگی یہ خط ناچار از روے اضطرار لکھ کر بھیجتا ہوں واسطے خدا کے میرے پیر و مرشد کے ارشادات کو ایک اور کاغذ پر اپنے ہاتھ سے نقل کرکے بھیج دیجیے تاکہ مجھ بدنصیب کو معلوم ہو کہ حضرت نے کیا لکھا ہے ۔ جناب چودھری غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام نیاز ۔ استاد شیخ عطا حسین صاحب کی جناب میں سلام ۔

ایضاً ۔ میرے شفیق ولی کو میرا سلام پہنچے ۔ کل انشاء کا پارسل پہنچا اور آج خط ۔ انشا کا نام بہارستان اور آپ کا تخلص سرور ۔ بہارستان مضاف اور سرور مضاف الیہ ۔ بہارستانِ سرور اچھا نام ہے قبول کا وعدہ نہیں کرتا ۔ کس واسطے کہ اگر بے وعدہ پہنچ جائیگا تو لطف زیادہ دیگا ۔ اور اگر نہ پہنچیگا تو محلِ شکایت نہ ہوگا رفع فتنہ و فساد اور بلاد میں مسلم ۔ یہاں کوئی طرح آسایش کی نہیں ہے اہلِ دہلی عموماً برے ٹھہر گئے ۔ یہ داغ ان کے جبین حال سے عموماً مٹ نہیں سکتا ۔ میں اموات میں ہوں مردہ شعر کیا کہیگا ۔ غزل کا ڈھنگ بھول گیا ۔ معشوق کس کو قرار دوں جو غزل کی روش ضمیر میں آوے ۔ رہا قصیدہ ممدوح کون ہے ۔ ہاے انوری گویا میری زبان سے کہتا ہے ؎

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیح	اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل ۔

گورنمنٹ کے دربار میں ہمیشہ سے میری طرف سے قصیدہ نذر گزرتا ہے اشرفیاں نہیں اور خلعت ریاست دو دو ماہی کا سات پارچہ اور تین رقم جیغہ سرپیچ مالائے مروارید مجکو ملا کرتا ہے اب نواب گورنر جنرل بہادر یہاں آتے ہیں دربار میں بلائے جانے کی توقع نہیں پھر کس دل سے قصیدہ لکھوں صنعت شعر اعضائے و جوارح کا کام نہیں دل چاہیئے ۔ دماغ چاہیئے ۔ ذوق چاہیئے ۔ اُمنگ چاہیئے ۔ یہ سامان کہاں سے لاؤں جو شعر کہوں ۔ چونسٹھ برس کی عمر ولولہ شباب کہاں ۔

رعایتِ فن اس کے اسباب کہاں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؁

ایضاً - پیر و مرشد سلام نیاز پہنچے - کف الخضیب صُور جنوبی میں سے ایک صورت ہے اُس کے طلوع کا حال مجکو معلوم نہیں - اختر شناسانِ ہند کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں اور اُن کی زبان میں اس کا نام بھی یقین ہے کہ نہ ہوگا - قبول مُعاوقت طلوع منجملہ مضامین شعری ہے جیسے کتان کا پرتو ماہ میں پھٹ جانا اور زمُرّد سے افعی کا اندھا ہو جانا - آصف الدولہ نے افعی تلاش کر کے منگوایا اور قطعاتِ زمرد اُس کے محاذی چشم رکھے کچھ اثر نہ ہوا - ایران رُوم و فرنگ سے انواع کپڑے منگوائے چاندنی میں پھیلائے مسکا بھی نہیں - تحویل آفتاب حمل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۱۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے کبھی ۲۲ کبھی ۲۳ بھی آپڑتی ہے - اس سے تجاوز نہیں رہا طالع وقت تحویل درست کرنا بے کتب فن اور مبلغ علم ممکن نہیں میرے پاس یہ دونوں باتیں نہیں ہیں ؎

ندانم کہ گیتی چہ ساں مے رود چہ نیکو چہ بد در جہاں مے رود

مَیں تو اب روز و شب اسی فکر میں ہوں کہ زندگی تو یوں گزری اب دیکھئے موت کیسی ہو ؎

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ ✦ مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

میرا ہی شعر ہے اور میرے ہی حسبِ حال ہے - سکہ کا وار تو مجھ پر ایسا چلا جیسے کوئی چھرا یا کوئی گراب کس سے کہوں کس کو گواہ لاؤں - یہ دونوں سکے ایک وقت میں کہے گئے ہیں - یعنی جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے تو ذوق نے یہ دو سکے کہہ کر گزرانے - بادشاہ نے پسند کئے - مولوی محمد باقر جو ذوق کے معتقدین میں تھے اُنھوں نے دلّی اُردو اخبار میں یہ دونوں سکے چھاپے - اس سے علاوہ اب وہ لوگ موجود ہیں کہ جنھوں نے اُس زمانے میں مرشد آباد اور کلکتہ میں یہ سکے سُنے ہیں اور اُنکو یاد ہیں اب یہ دونوں سکے سرکار کے نزدیک میرے کہے ہوئے اور گزرانے ہوئے ثابت ہوئے ہیں ہر چند قلمرو ہند میں دلّی اُردو اخبار کا پرچہ ڈھونڈھا کہیں ہاتھ نہ آیا یہ سبّا مجھ پر رہا پنشن بھی گئی اور وہ

ریاست کا نام و نشان خلعت و دربار بھی مٹا۔ خیر جو کچھ ہوا چونکہ موافق رضائے الٰہی ہی اُس کا گلہ کیا۔

چوں جنبش سپہر بہ فرمانِ داور است ۔۔۔ بیداد نبود آنچہ بما آسماں دہد

یہ تحریر بطریقِ حکایت ہے نہ بسبیلِ شکایت۔ گویند از ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پرسش رفت کہ چہ حال داری فرمود کدام حال خواہد بود کسے را کہ خدا از وے فرض طلبد و پیمبر سُنّت و زن نان و مال و ملک الموت جان۔ قصہ مختصر اب زیست بامیدِ مرگ ہے۔ قاطع منطبعہ دیکھا جائے اور بے حیف و بے میل از راہِ انصاف دیکھا جائے مرشد زادوں کو سلام مسنون اور دعائے افزونی عمر و دولت پہنچے۔

ایضاً میرے مشفق آپکا خط آیا اور اُس کے آنے نے تمھاری رنجش کا وسوسہ میرے دل سے مٹایا۔ ایک قاعدہ آپکو بتاتا ہوں اگر اُسکو منظور کیجیے گا تو خطوط کے نہ پہنچنے کا احتمال اُٹھ جائے گا اور جو شبہہ کا دھڑکا جاتا رہیگا آدھ آنہ نہ سہی ایک آنہ سہی آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجیے اور میں بھی بیرنگ بھیجا کروں۔ پیڈ خطوط تلف بھی ہوتے ہیں ——— اس قاعدہ کا جیسا کہ میں واضع ہوا ہوں پابند بھی ہوا اور یہ خط بیرنگ بھیجا۔ پنشن جاری ہو گیا۔ تین برس کا چڑھا ہوا روپیہ مل گیا۔ بعد ادائے قرض کے ۶۱ بچے۔ ایک ماہ بماہ روپیہ ملتا ہی مگر ہنوز تین مہینے ستمبر۔ اکتوبر۔ نومبر۔ ملیں گے۔ ستمبر ۱۸۶۰ع سے تنخواہ ششماہی ہو جائیگی۔ اس سے بڑھ کر یہ آفت ہے کہ چار روپیہ سیکڑا سالانہ عموماً وضع ہوا کریگا۔ اُس حساب سے میرے حصہ میں ڈھائی روپیہ مہینا آیا ۶۲ روپے کے ساٹھ رہیں گے۔ کچھ رام پور سے ماہ بماہ آتا ہے یہ دو آمدنیں مل کر خوش و ناخوش گزارا ہو جاتا ہے۔ یہاں شہر ڈھ رہا ہے بڑے بڑے نامی بازار خاص بازار اور اُردو بازار اور خانم کا بازار کہ ہر ایک بجائے خود ایک قصبہ تھا اب پتہ بھی نہیں کہ کہاں تھے صاحبانِ امکنہ و دکاکین نہیں بتا سکتے کہ ہمارا مکان کہاں تھا اور دُکان کہاں تھی برسات بھر مینہ نہیں برسا اب تیشہ اور کلند کی طغیانی سے مکانات گر گئے۔ غلّہ گران ہے موت ارزاں

ہے۔ میوہ کے مول اناج بکتا ہے۔ ماش کی دال ۸ سیر۔ باجرہ ۱۲ سیر۔ گیہوں ۱۳ سیر چنے ۱۶ سیر گھی ۱ سیر۔ ترکاری مہنگی۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ کنوار کا مہینا جیسے جاڑے کا دوار کہتے ہیں پانی گرم۔ دھوپ تیز۔ اور لو چلتی ہے۔ جیٹھ اساڑھ کی سی گرمی پڑتی ہے
حضرت رفعت و رجعت جناب صاحب عالم کی خدمت میں دوستانہ سلام اور مریدانہ بندگی بالحسا تمام عرض کرتا ہوں۔ حضرت کو کس راہ سے میرے آنے کا انتظار ہے۔ میں نے مرشدزادہ کے خط میں کب اپنا عزم لکھا یا کسی نے آپ سے میری زبانی کہا کہ آپ روز روانگی کے تقرر سے اطلاع چاہتے ہیں۔ ہاں آپکی قدمبوسی کی تمنا اور انوار الدولہ کے دیدار کی آرزو حد سے زیادہ ہے اور ایسا جانتا ہوں کہ یہ آرزو گور میں لیجاؤں گا۔ تنخواہ کے اجرا کا حال اور مستقبل میں اس کے وصول کی صورت اُن سطروں سے جو آغاز مکتوب چودھری عبدالغفور صاحب کی خدمت میں لکھی گئی ہے مع رود اد شہر معلوم کر لیجئے گا۔ لالہ گوبند پرشاد صاحب ہنوز میرے پاس نہیں آئے ہیں۔ دنیا دار نہیں فقیر خاکسار ہوں تواضع میری خو ہے۔ انجاح مقاصد خلق میں حتی الوسع کمی کروں تو ایمان نصیب نہ ہو ان شاء العزیز وہ فقیر سے راضی و خوشنود رہیں گے۔ جناب مستطاب حضرت محمد امیر صاحب کی خدمت میں بعد سلام و نیاز یہ گزارش ہے کہ میرے پاس حضرت کا سلام پیام سوائے ایکبار کے کبھی نہیں پہنچا آپ اِن سطور کو اپنا ذریعۂ افتخار سمجھا اور نوید مقدمِ مبارک سے بہت خوش ہوا۔ یہ جو خانہ کوچی و گریز پائی اور بے اطمینانی کا آپ کو مجھ پر گمان ہے اور اس کا سرنخ ہے یہ خلاف واقع کسی نے آپ سے کہا ہے۔ میں مع زن و فرزند ہر وقت اسی شہر میں قلزم خون کا شناور رہا ہوں۔ دروازہ سے باہر قدم نہیں رکھا نہ پکڑا گیا نہ قید ہوا نہ مارا گیا۔ کیا عرض کروں کہ میرے خدا نے مجھ پر کیسی عنایت کی

اور کیا نفس مطمئنہ بخشا جان و مال و آبرو میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ تنخواہ جسکو حضرت نے
یومیہ لقب دیا ہے اُس کا حال اوپر کی تحریر سے دریافت ہوگا۔ فقیر کو اپنا دوست اور معتقد
اور مشتاق تصور فرماتے رہیئے گا۔ مرشدزادہ مرتضوی دودمان سید شاہ عالم کو سلام و
دعا۔ ڈپٹی صاحب سے مجھ سے ملاقات کثرت سے نہیں ہے اُن کو کثرت اشغال سے فرصت
نہیں مجھکو افراط ضعف سے طاقت نہیں اگر حسب اتفاق کہیں ملاقات ہوگئی تو آپکا سلام کہدوں گا
آپ اپنے اخوان عالی شان کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔ بندۂ شاہ شمائم و ثنا خوان شاہ ٭

ایضاً میرے مشفق چودھری عبدالغفور صاحب اپنے خط اور قصیدہ بھیجنے کا مجھکو شکر گزار اور قصیدہ
سابق کی ابتک اصلاح نہ پانے سے شرمسار تصور فرمائیں اور اُن دو قصیدوں کے باہم پہنچنے کا انتظار کریں۔

نوید وصل و بیم ہجر دہد ستارہ شناس ٭ نکردہ ژرف نگاہے مگر در اختر من ٭

تحقیق کہ ایک روئے سخن جناب فیض نصاب جامع مدارج جمع الجمع بزم وحدت کے فروزندہ شمع مستغرق
مشاہد شاہد ذات حضرت صاحب عالم صاحب قدسی صفات کی طرف ہے اور یہ شعر افتتاح کلام ہے پیچھے
باتیں کہ بادی النظر میں خارج از بحث معلوم ہوں گے لکھی جاتی ہیں۔ میں پانچ برس کا تھا کہ میرا باپ
مرا۔ نو برس کا تھا کہ چچا مرا۔ اُسکی جاگیر کے عوض میری اور میرے شرکاء حقیقی کیواسطے شامل جاگیر
نواب احمد بخش خان دس ہزار روپیہ سال مقرر ہوئے اُنہوں نے نہ دیئے مگر تین ہزار روپیہ سال اُسمیں سے
خاص میری ذات کا حصہ ساڑھے سات سو روپیہ سال میں نے سرکار انگریزی میں یہ غبن ظاہر کیا کہ
کولبرک صاحب بہادر رزیڈنٹ دہلی و استرلنگ صاحب بہادر سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ متفق ہوئے میرا حق
دلانے پر رزیڈنٹ معزول ہوئے۔ سکرٹر گورنمنٹ بمرگ ناگاہ مرگئے بعد ایک زمانے کے بادشاہ دہلی نے پچاس
روپیہ مہینہ مقرر کیا۔ اُن کے ولیعہد نے چار سو روپے سال۔ ولیعہد اس تقرر کے دو برس بعد مر گئے واجد علی شاہ
بادشاہ اودھ کی سرکار سے یہ صلہ مدح گستری پانسو روپیہ سال مقرر ہوئے وہ بھی دو برس سے زیادہ نہ جیے

یعنی اگرچہ ابتک جیتے ہیں مگر سلطنت جاتی رہی - اور تباہی سلطنت دو ہی برس میں ہوئی دلّی کی سلطنت کچھ سخت جان تھی سات برس مجکو روٹی دے کر بگڑی - ایسے طالع مربی کُش اور محسن سوز کہاں پیدا ہوتے ہیں - اب میں جو والی دکن کی طرف رجوع کروں یاد رہے کہ متوسط یا مرجاویگا یا معزول ہو جائے گا - اور اگر یہ دو نو امر واقع نہ ہوئے تو کوشش اُسکی ضائع جائیگی اور والی شہر مجکو کچھ دیگا اور احیاناً اگر اُس نے سلوک کیا تو ریاست خاک میں مِل جائیگی - اور مُلک میں گدھے کے ہل پھر جائیں گے ای خداوند بندہ پرور یہ سب باتیں قوی اور واقعی ہیں - اگر ان سے قطع نظر کرکے قصیدے کا قصد کروں - قصد تو کر سکتا ہوں تمام کون کریگا سوا ایک ملکہ کے کہ وہ پچاس پچپن برس کی مشق کا نتیجہ ہے - کوئی قوّت باقی نہیں رہی - کبھی جو سابق کی اپنی نظم و نثر دیکھتا ہوں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ تحریر میری ہے مگر حیران رہتا ہوں کہ میں نے یہ نثر کیوں کر لکھی تھی اور کیونکر یہ شعر کہے تھے عبد القادر بیدل کا یہ مصرع گویا میری زبان سے ہے ؎ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ پایان عمر ہے - دل و دماغ جواب دے چکے ہیں - سو روپیہ رامپور کے ساٹھ روپیہ پنشن کے روٹی کھانے کو بہت ہیں - گرانی اور ارزانی امورِ عامّہ میں سے ہے - دُنیا کے کام خوش و ناخوش چلے جاتے ہیں - قافلے کے قافلے آمادۂ رحیل ہیں - دیکھو منشی نبی بخش مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے - ماہِ گزشتہ میں گزر گئے - مجھ میں قصیدے کے لکھنے کی قوّت کہاں اگر ارادہ کروں تو فرصت کہاں - قصیدہ لکھوں آپ کے پاس بھیجوں آپ دکن کو بھیجیں متوسط کب پیش کرنے کا موقع پائے پیش کیئے پر کیا پیش آئے - ان مراحل کے طے ہونے تک میں کیونکر جیوں گا - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ وَ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ وَ اللّٰہُ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ؕ

ایضاً جناب چودھری صاحب کو سلام پہنچے - آپ نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال

کچھ نہ لکھا - اگر پیر و مرشد بھی نہ لکھتے تو مَیں کیونکر اطلاع پاتا - اور اگر اطلاع نہ پاتا تو حصُول صحت کی دُعا کیونکر مانگتا - کل سے وقتِ خاص میں مَیں دُعا مانگ رہا ہُوں - یقین ہَے کہ پہلے تم تندرست ہو جاؤ گے ازاں بعد یہ خط پاؤ گے - اکثر صاحب اطراف و جوانب سے ماہ نیم ماہ بھیجنے کا حکم بھیجتے ہیں - اور مَیں جی میں کہتا ہُوں کہ جب مہر نیمروز کی عبارت کو نہیں سمجھے تو ماہ نیم ماہ کو لے کر کیا کریں گے - صاحب مہر نیمروز کے دیباچہ میں مَیں نے لکھ دیا ہَے کہ اس کتاب کا نام پرتوستان ہے - اور اس کے دو مجلد ہیں - پہلی جلد میں ابتدائے خلقت عالم سے ہمایوں کی سلطنت کا ذکر - دوسرے حصّے میں اکبر سے بہادر شاہ تک کی سلطنت کا بیان پہلے حصّہ کا نام مہر نیمروز دوسرے حصّہ کا نام ماہ نیم ماہ - بارے پہلا حصّہ تمام ہوا - چھاپا گیا - جابجا بھیجا گیا - قصد تھا جلال الدین اکبر کے حالات کے لکھنے کا کہ امیر تمر تک کا نام و نشان مٹ گیا - آن دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصّاب بُرد و قصّاب در راہ مُرد - جو کتاب مَیں نے لکھی ہی نہ ہو وہ بھیجوں کہاں سے - پیر و مرشد کو میری بندگی - اور صاحبزادوں کو دُعا - خداوند مجھے مارہرہ بلاتے ہیں اور میرا قصد مجھے یاد دلاتے ہیں - ان دنوں میں کہ دل بھی تھا اور طاقت بھی تھی - شیخ محسن الدین مرحوم سے بطریق تمنّا کہا گیا تھا کہ جی یُوں چاہتا ہے کہ برسات میں مارہرہ جاؤں اور دل کھول کر اور پیٹ بھر کر آم کھاؤں - اَب وہ دل کہاں سے لاؤں طاقت کہاں سے پاؤں - نہ آموں کی طرف وہ رغبت نہ معدہ میں اتنی آموں کی گنجائش نہار منہ مَیں آم نہ کھاتا تھا - کھانے کے بعد مَیں آم نہ کھاتا تھا - رات کو کچھ کھاتا ہی نہیں جو کہوں بین العشائین ہاں - آخر روز بعد ہضم معدی آم کھانے بیٹھ جاتا تھا بے تکلّف عرض کرتا ہُوں اتنے آم کھاتا تھا کہ پیٹ بھر جاتا تھا اور دَم پیٹ میں نہ سماتا تھا - اَب بھی اُسی وقت کھاتا ہُوں مگر دس بارہ - اگر پیوندی آم بڑے ہوئے تو پانچ سات سے ٥ دریغا کہ

سے ؎ دریغا کہ عہدِ جوانی گذشت * جوانی مگو زندگانی گذشت * اب اسکے واسطے کیا سفر کروں مگر حضرت کا دیکھنا اسکے واسطے متحمّلِ رنجِ سفر ہوں تو جاڑے میں نہ برسات میں ؎ آہ وائے محرومیٔ دیدار و گر ہیچ *

ایضًا۔ بندہ پرور بہت دن کے بعد پرسوں آپ کا خط آیا سرنامہ پر دستخط اَور کے اور نام آپ کا پایا۔ دستخط دیکھکر مفہوم ہوا۔ خط کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمھارے دشمن بعارضۂ تپ و لرزہ رنجور ہیں۔ اللہ اللہ ضعف کی یہ شدّت کہ خط کے لکھنے سے معذور ہیں۔ خداوہ دن دکھائے کہ تمھارا خط تمھارا دستخطی آئے۔ سرنامہ دیکھکر دل کو فرحت ہو۔ خط پڑھکر دونی مسرّت ہو جب تک ایسا خط نہ آئے گا۔ دلِ سودا زدہ آرام نہ پائے گا۔ قاصدِ ڈاک کی راہ دیکھتا رہوں گا جنابِ ایزدی میں سرگرمِ دُعا رہوں گا۔ آپ کے عمِ عالی مقدار اور بزرگ آموزگار کو میرا سلام مع صنوفِ اشتیاق و الوفِ احترام۔ جنابِ چودہری صاحب آؤ۔ ہم تم حضرت صاحبِ عالم کے پاس چلیں اور اپنی آنکھیں اُن کے کفِ پائے مبارک سے ملیں۔ مَیں سلام کروں گا تم معرّف ہو تا کہ غالب یہی ہے۔ اہلِ دہلی میں آپ کے دیدار کا طالب یہی ہے۔ مَیں نے عزمِ قدمبوسی کیا۔ پیرومرشد نے مجھے گلے لگایا۔ فرماتے ہیں کہ غالب تو اچھا ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ الحمد للہ۔ حضرت کا مزاجِ مقدس کیسا ہے۔ ارشاد ہوا کہ مولوی سیّد برکات حسین تیرے بہت تعریف کرتے رہتے ہیں۔ جناب یہ اُن کی خوبیاں ہیں۔ مَیں ایسا نہیں ہوں۔ جیسا وہ کہتے ہیں۔ کاش وہ میری رنجوری کا حال کہتے۔ ضعفِ قوی و اضمحلال کہتے۔ تا کہ مَیں اُن کے کلام کی تصدیق کرتا۔ اُن کی غمخواری اور دردمند نوازی کا دَم بھرتا ؎

درکشاکشِ ضعفم نگسلد رواں از تن * این کہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

حضرت نے میری گرفتاری کا نیا رنگ نکالا۔ بوستانِ خیال کے دیکھنے کا دانہ ڈالا۔ مجھ میں اتنی طاقتِ پرواز کہاں کہ بےتکلّف اگر پھنس جاؤں دام پر گر کے دانہ زمیں پر سے اُٹھاؤں

حضرت سچ تو یوں ہے کہ غمہاے روزگار نے مجھکو گھیر لیا ہے۔ سانس نہیں لے سکتا۔ اتنا
تنگ کر دیا ہے ہر بات سو طرح سے خیال میں آئی۔ پر دل نے کسی طرح تسلی نہ پائی اب دو
باتیں سوچتا ہوں ایک تو یہ کہ جب تک جیتا ہوں یوں ہی رویا کروں گا۔ دوسرے یہ کہ آخر ایکدن
ایکدن مروں گا۔ یہ صغری و کبری دل نشین ہے۔ نتیجہ اس کا تسکین ہے ہیہات ؎

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید — ناامیدی اُس کی دیکھا چاہیے

اے حضرت شاہ عالم صاحب میرا سلام لیجیے۔ کاغذ باقی نہیں رہا۔ اپنے سب بھائیوں کو
مع میر وزیر علی صاحب میرا سلام کہہ دیجیے گا۔ ؁

ایضاً۔ جناب چودھری صاحب۔ سیاہی پھیکی۔ کاغذ پتلا۔ پیر و مرشد کی عبارت ایک طرف
آپ کی تحریر بھی مغشوش ہو گئی۔ بہرا ہو گیا ہوں۔ مگر حضرت بصر ہنوز باقی ہے۔ تمھاری عبارت
کا جو لفظ پڑھ لیا۔ قرینہ سے اُس کا محاورہ بھی معلوم ہو گیا۔ حضرت کی تحریر کا ایک لفظ سوائے
سعادت توام شاہ عالم کے اگر پڑھا گیا ہو تو دیدے پھوٹیں۔ ایمان نصیب ہو وہ خط بدستور
آپ کے پاس واپس بھیجتا ہوں۔ اَزْ ولی سفید کاغذ پر حرف بحرف اس کی نقل کر کے پھر مجھے
بھیج دیجیے تا کہ اُس کے جواب لکھنے میں سعادت حاصل کروں لیکن بہت جلد بہت جلد
آپ کی نگارش سے اتنا دریافت ہو گیا کہ اب آپ اچھے ہیں الحمد للہ ؁

ایضاً۔ بندہ پرور پرسوں تمھارا خط آیا۔ آج جواب لکھ رکھتا ہوں۔ کل ڈاک میں بھجوا دوں گا
میرا حال کیوں پوچھو اپنے کو دیکھو جو تمھارا ڈھنگ ہے وہی میرا رنگ ہے۔ بشور و ادرام مرض خاص
اور رنج عام یہ ایک اجمال۔ دوسرا اجمال سنو کہ مہینا بھر سے صاحب فراش ہوں۔ صبح سے شام تک
پلنگ پر پڑا رہتا ہوں۔ محل سرا اگرچہ دیوان خانہ کے بہت قریب ہے پر کیا امکان جو
جا سکوں صبح کو نو بجے کھانا یہیں آجاتا ہے۔ پلنگ سے کھسل پڑا۔ ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھایا۔

پھر ہاتھ دھوئے۔ کلی کی۔ پلنگ پر جا پڑا۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے اُٹھا اور حاجتی میں پیشاب
کیا اور پڑ رہا۔ مدتوں سے یہ مرض ہے کہ پیشاب جلد جلد آتا ہے۔ اس صاحب فراش ہونے کو
اور دم بدم تقاضائے بول کو دیکھو۔ پاخانے اگرچہ دن رات میں ایک دفعہ جاتا ہوں مگر صعوبت کو
تصور کرو۔ ایک پھوڑا داہنے پہنچے میں جس کو ساعد کہتے ہیں۔ دو پھوڑے بائیں پہنچے میں یہ سہل ہیں
بائیں پانو میں کفِ پا و پشتِ پا سے لیکر آدھی پنڈلی تک ورم اور ورم بھی سخت زرواد عائدِ محللات
کچھ نہوا اب تجویز یہ ہے کہ نیم کا بھرتا باندھیے۔ جب پکے پھوٹے تب مرہم لگائیے۔ کہو کفِ پا میں جراحت کا
عمل ہوا تو قیام کا کہاں ٹھکانا۔ یہ حال جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں مجمل و جزوی ہے۔ میرا قیاس اسکا
مقتضی ہے کہ پیرومرشد حضرت صاحب عالم مجھ سے آزردہ ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میں نے
ممتاز و اختر کی شاعری کو ناقص کہا تھا اس رقعہ میں ایک میزان عرض کرتا ہوں۔ حضرت صاحب ان
صاحبوں کی کلام کو یعنی ہندیوں کے اشعار کو قتیل اور واقف سے لے کر بیدل اور ناصر علی تک
اس میزان میں تولیں۔ رودکی و فردوسی سے لیکر خاقانی و ثنائی و انوری وغیرہم تک ایک گروہ
ان حضرات کا کلام تھوڑی تھوڑی تفاوت سے ایک وضع پر ہے۔ پھر حضرت سعدی طرز خاص کے
موجد ہوئے۔ فغانی اور ایک شیوہ خاص کا مبدع ہوا خیالہائے نازک و معانی بلند لایا۔ اس شیوہ کی
تکمیل کی ظہوری و نظیری و عرفی و نوعی نے سبحان اللہ قالب سخن میں جان پڑ گئی۔ اس روش کو بعد اس کے
صاحبان طبع نے سلامت کا چربا دیا۔ صائب و کلیم و سلیم و قدسی و حکیم شفائی اس زمرہ میں ہیں۔ رودکی
واسدی و فردوسی یہ شیوہ سعدی کے وقت میں ترک ہوا اور سعدی کی طرز نے بسبب سہل ممتنع ہونے کے
رواج نہ پایا۔ فغانی کا انداز پھیلا۔ اور اس میں نئے نئے رنگ پیدا ہونے لگے تو اب طرزیں تین ٹھہریں
خاقانی اور اسکے اقران۔ ظہوری اور اسکے امثال۔ صائب اور اس کے نظائر۔ خالصاً للہ ممتاز و اختر وغیرہم کا کلام
ان تینوں طرزوں میں سے کس طرز پر ہے بے شبہ فرماؤ گے کہ یہ طرز اور ہی ہے۔ پس تو ہم نے جانا

کمان کی طرح چوٹی ہے کیا کہنا ہے خوب طرز ہے۔ اچھی طرز ہے مگر فارسی نہیں ہے۔ ہندی ہے۔ والقصہ شاہی کا سکہ نہیں ہے ٹکسال سے باہر ہے۔ واد واد۔ انصاف انصاف ؎

اگرچہ شاعرانِ نغز گفتار	ز یک جام اند در بزم سخن مست
ولے با بادۂ بعضے حریفاں	خمارِ چشم ساقی نیز پیوست
مشو منکر کہ در اشعار این قوم	ورائے شاعری چیزے دگر ہست

وہ چیز دگر پارسیوں کے حصے میں آئی ہے۔ ہاں اردو زبان میں اہل ہند سے نے وہ چیز پائی ہے۔ میر تقی علیہ الرحمۃ ؎

	بدنام ہو گے جانے بھی دو امتحان کو	رکھے گا کون تم سے عزیز اپنی جان کو
	دکھلایئے لیجا کے تجھے مصر کا بازار	خواہاں نہیں لیکن کوئی واں جنس گراں کا
قائم	قائم اور تجھے طلب ہوسی کی کیونکر نا توں	ہے تو نادان مگر اتنا بھی بد آموز نہیں
مومن خاں	تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

ناسخ کے ہاں کمتر اور آتش کے ہاں بیشتر یہ تیر نشتر ہیں مگر ان کا کوئی شعر اس وقت یاد نہیں آتا یاد کیا آوے لیٹا ہوا ہوں۔ دمبدم پانو کے ورم کی ٹیس ہوش اڑائے دیتی ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؕ

ایضاً۔ ایک عبارت لکھتا ہوں چونکہ لفافہ جناب چودھری عبدالغفور صاحب کے نام کا ہوگا پہلے وہ پڑھیں پھر میرے پیر و مرشد کی نظر سے گزرانیں۔ پھر مرشد زادہ شاہ عالم صاحب کو دکھائیں۔ برس دن سے فساد خون کے عوارض میں مبتلا ہوں۔ شور و ادرام میں لڑ رہا ہوں۔ برس دن میں اوجاع سہتے سہتے روح تحلیل ہو گئی۔ نشست و برخاست کی طاقت نہ رہی اور پھوڑے تو خیر۔ مگر دونوں پنڈلیوں میں ہڈیوں کے قریب دو پھوڑے ہیں۔ کھڑا ہوا اور پنڈلیوں کی ہڈیاں چرانے لگیں اور رگیں پھٹنے لگیں۔ ناہیں

پانو پر کف پا سے جہاں وہ پھوڑا ہے۔ پنڈلی پر ورم ہے۔ رات دن پڑا رہتا ہوں۔ پلنگ کے پاس حاجتی لگی رہتی ہے۔ کھسل پڑا بعد رفع حاجت پھر لیٹ رہا۔ اسی صورت سے روٹی کھاتا ہوں۔ اشعار کی اصلاح یک قلم موقوف۔ خطوط ضروری لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ دو خط چودھری صاحب کے آئے اور ایک خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کے آئے جواب نہ لکھ سکا۔ آج اپنے کو طعنے دے کر مرد بنایا۔ جب یہ عبارت لکھی۔ چودھری صاحب کو سلام۔ شاہ عالم کو سلام۔ حضرت صاحب کو بندگی

بنام میر سرفراز حسین صاحب

میری جان کے چین مجتہد العہد میر سرفراز حسین تم کو اور تمھارے بھائی اور تمھارے دوست کو دعا اور پھر یہ بیان کہ غدر سے پہلے ہر دربار میں خلعت پاتا تھا۔ بعد غدر دربار اور خلعت اور ملاقات سکرٹروں کی یہ سب موقوف۔ اب جو لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب آئے تو اُنھوں نے خود مجھے بلا بھیجا اور خلعت دیا اور فرمایا کہ یہ ہم اپنی طرف سے ازراہِ محبت دیتے ہیں اور یہ نوید علاوہ کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں کا بھی دربار اور خلعت کھُل گیا۔ انبالے جاؤ گے تو پاؤ گے۔ مَیں انبالے نہ جا سکا بالفعل نائب گورنر کے خلعت پر قناعت کی۔ اُس خلعت کو بشرطِ حیات اور وقت پر موقوف رکھا۔ ہملٹن صاحب الور میں آ گئے۔ راجہ صاحب دربار روز کرتے ہیں۔ اہلِ اغراض کے عرائض جو حضور میں گزرتے ہیں وہ حضور پنچوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ خریطہ یعنی حکم تحریری اختیار پانے کا ابھی نہیں آیا۔ یقین ہے کہ لارڈ صاحب بعد اختتام سفر جب شملے پہنچیں گے تو خریطہ جاری ہوگا۔ آج جمعہ ساتویں شوال کی اور ستائیسویں مارچ کی ہے۔ چار گھڑی دن چڑھا ہے۔ مَیں یہ خط لکھ کر بھیجتا ہوں تم بھی پڑھو اور میر مہدی کو بھی پڑھا دو۔ اب شاید تھوڑے دنوں تک مَیں خط نہ لکھ سکوں۔ تفصیل اس کی یہ کہ رجب کے مہینے میں سیدھے ہاتھ پر ایک پھُنسی ہوئی۔ پھُنسی پھوڑا ہو گئی۔ پھوڑا پھوٹ کر زخم بنا۔ زخم بگڑ کر غار ہو گیا۔ اب بقدر ایک کفِ دست وہ گوشت مردار ہو گیا

اندمال نہ جانے کی بھی یہی وجہ ہوئی۔ دو ہفتہ سے انگریزی علاج ہوتا ہے۔ کالا ڈاکٹر روز آتا ہے۔ آج اُس نے ارادہ اُس مُردار گوشت کے کاٹنے کا کیا ہے اب وہ آتا ہوگا۔ میں جلد جلد یہ رقعہ روانہ کرتا ہوں۔ تاکہ پھر ہاتھ کے مُنہ سے اُڑا دوں۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً۔ نورِ چشم راحتِ جان۔ میر سرفراز حسین جیتے رہو اور خوش رہو۔ تمھارے تسخّلی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیرہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا۔ میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں یا جوان ہیں۔ قُلانا ہیں یا ناتوان ہیں بڑے بیش قیمت ہیں یعنی بہرحال غنیمت ہے کوئی جلا بھنا کہتا ہے

یادگارِ زمانہ ہیں ہم لوگ یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالاخانہ ہے اور وہی میں ہوں۔ سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آئے۔ وہ یوسف میرزا آئے۔ وہ میرن آئے۔ وہ یوسف علیخاں آئے۔ مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا۔ بچھڑے ہوؤں میں سے کچھ گنے نہیں۔ اللہ اللہ۔ ہزاروں کا میں ماتم دار ہوا۔ ...... میں مروں گا تو مجھکو کون روئے گا سنو غالب رونا پیٹنا کیا کچھ انخلاط کی باتیں کرو۔ کہو میر سرفراز حسین سے کہ یہ خط میر مہدی کو پڑھوا دو اور میرن صاحب کو بلاؤ۔ کل شام کیا پرسوں شام کو میر اشرف علی صاحب میرے پاس آئے تھے کہتے تھے کہ کل یا پرسوں پانی پت کو جاؤنگا میں نے انکی زبانی کچھ پیام میرن صاحب کو بھیجا ہے اگر بھول نہ جائیں گے پہنچائیں گے خلاصہ اُسکا یہ ہے کہ صاحب اب تن نہیں ہے نہ ہو۔ غلام اشرف نہیں ہے نہ ہو۔ اگر منظور کیجیے تو میں صوفی ہوں ہمہ اوست کا دم بھرتا ہوں بموجب مصرع کے سہ دل بدست آور کہ حج اکبر ست + تم سے کہا انکار کرتا ہوں اگر گوہر کی جگہ مانو تو خوش۔ اگر غلام اشرف جانو تو راضی۔ رات کو اپنے گھر میں باتیں بناؤ۔ دن کو مجھ سے جی بہلاؤ۔ قصہ مختصر آؤ اور جلد آؤ۔ سید انور کا جو حال لکھتے ہو وہ سچ ہے۔ راجپوت ایسا ہی کچھ کرتے ہیں۔ مگر مہاراجہ مسلمانوں کا دم بھرتے ہیں۔ کچھ دن جاتے ہیں کہ یہ لوگ پھر وہاں

آتے ہیں۔ کیا جمع برہم ہوا ہے۔ مجھکو کیسا غم ہوا ہے۔ تم اس طرح کے سے جُدا ہو۔ تمکو اندیشہ کیا ہے
میر قربان علی صاحب جیسا لکھیں ویسا کرو۔ میر مہدی صاحب یا راحنا پڑھ کر کہیں گے مجکو دُعا بھی
نہ لکھی۔ بھائی میری دُعا تو پہنچے۔ میر نصیر الدین ایک دن میرے ہاں آئے تھے اب میں نہیں جانتا
یہاں ہیں یا وہاں۔ ہوں تو دُعا کہنا۔ میرن صاحب کے نام تو اتنا کچھ پیام ہے دُعا سلام کی
حاجت کیا۔ دیکھو ہم اپنا نام نہیں لکھتے۔ بھلا دیکھیں تو سہی تم جان جاتے ہو کہ یہ خط کس کا ہے

بنام میر مہدی حسین صاحب مجروح

بھائی تم سچ کہتے ہو سے بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگزرد + لیکن مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ یہ
زیر باری میری تحریر کے بھروسے پر ہوئی اور خلاف میری مرضی کے ہوئی جس طرح یہ آئے ہیں
اگرچہ میری طبیعت اور میری خواہش کے منافی ہے لیکن واللہ میرے عقیدہ اور تصور اور
قیاس کے مطابق ہے یعنی میں یہی سمجھا تھا کہ البتہ یوں ہی ہوگا۔ دیوان اُردو چھپ چکا ہے
لکھنؤ کے چھاپے خانے نے جس کا دیوان چھاپا اُس کو آسمان پر چڑھا دیا حسنِ خط
الفاظ کو چمکا دیا۔ دلی پر اور اُس کے پانی پر اور اُس کے چھاپے پر لعنت۔ صاحبِ دیوان
کو اس طرح یاد کرنا جیسے کوئی کُتّے کو آواز دے۔ ہر کاپی دیکھتا رہا ہوں۔ کاپی نگار اور
تھا متوسط جو کاپی میرے پاس لایا کرتا تھا وہ اور تھا۔ اب جو دیوان چھپ چکے حق التصنیف
ایک مجکو ملا۔ غور کرتا ہوں تو وہ الفاظ جو ان کے توں ہیں یعنی کاپی نگار نے نہ بنائے ناچار
غلط نامہ لکھا وہ چھپا۔ بہرحال خوش و ناخوش کئی جلدیں مول لوں گا۔ اگر خدا چاہے تو اسی
ہفتہ میں تین مجلد اصحابِ ثلٰثہ کے پاس پہنچ جائیں نہ میں خوش ہوا ہوں نہ تم خوش
ہو گے۔ اور یہ جو لکھتے ہو کہ یہاں خریدار ہیں قیمت لکھ بھیجو۔ میں دلال نہیں۔ سوداگر
نہیں۔ مہتمم مطبع نہیں۔ مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مہتمم مرزا امو جان مطبع شاہدرہ

ہیں۔ محمد حسین خاں دلی شہر رائمان کے کوچے میں۔ مصوّروں کی حویلی کے پاس قیمت کتاب
ہے۔ محصول ڈاک خریدار کے ذمے۔ طالبان کتاب کو اطلاع دو۔ دو چار دس پانچ جلدیں
جس کو منگانی ہوں۔ محمد حسین خاں کے نام پر دلی رائے مان کے کوچے مصوّروں کی حویلی
کا پتہ لکھکر خط ڈاک میں بھجوا دو کتاب ڈاک میں پہنچ جائے گی۔ قیمت چاہو نقد چاہو
ٹکٹ ارسال کرو مجکو اور تم کو کیا جو کہے اُس کو یہ جواب دے دو۔ وَبا تھی کہاں
جو میں لکھوں کہ اب کم ہے یا زیادہ۔ ایک چھیاسٹھ برس کا مرد۔ ایک چوسٹھ برس
کی عورت۔ ان دونوں میں سے ایک بھی مرتا تو ہم جانتے کہ وَبا آئی تھی۔ تف بریں وَبا
پنجشنبہ ۸ ماہ اگست کے مہینے کا حال کچھ معلوم نہیں۔ کل شام کو دو دو مونڈھے رکھ کر
کئی آدمی دیکھا کیئے۔ ہلال نظر نہیں آیا۔ نجات کا طالب غالب +

ایضاً۔ بھائی نہ کاغذ ہے نہ ٹکٹ ہے۔ اگلے لفافوں میں سے ایک بیرنگ لفافہ
پڑا ہے۔ کتاب میں سے یہ کاغذ پھاڑ کر تم کو خط لکھتا ہوں اور بیرنگ لفافے میں لپیٹ کر
بھیجتا ہوں۔ غمگین نہ ہونا۔ کل شام کو کچھ فتوح کہیں سے پہنچ گئی ہے۔ آج کاغذ و
ٹکٹ منگالوں گا۔ سہ شنبہ ۸ نومبر صبح کا وقت ہے۔ جس کو عوام بڑی فجر کہتے ہیں
پرسوں تمھارا خط آیا تھا۔ آج جی چاہا کہ ابھی تم کو خط لکھوں اسواسطے یہ چند سطریں لکھیں۔
برخوردار میر نصیر الدین پر اُن کی بیٹی کا قدم مبارک ہو۔ نام تاریخی تو مجھ سے ڈھونڈا نہ
جائے گا۔ ہاں عظیم النساء بیگم نام اچھا ہے۔ کہ اس میں ایک رعایت ہے۔ شاہ محمد عظیم
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی مجتہد العصر کو میری دعا کہنا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اُن کو
اپنا چھوٹا بھائی جان کر مجتہد العصر نہیں لکھا کرتے۔ یہ بے ادبی اچھی نہیں۔ میرن صاحب
کو بہت بہت دعا کہنا۔ اور میری طرف سے پیار کرنا۔ شہر کا حال میں کیا جانوں

گیا ہے۔ پون ٹوٹی کوئی چیز ہے وہ جاری ہوگئی ہے۔ سوائے اناج اور اُپلے کے کوئی چیز ایسی نہیں جس پر محصول نہ لگا ہو۔ جامع مسجد کے گرد پچیس پچیس فٹ گول میدان نکلے گا۔ دُکانیں حویلیاں ڈھائی جاویں گی۔ دارالبقا فنا ہو جائے گی۔ رہے نام اللہ کا۔ خان چند کا کوچہ شاہ بولا کے بڑھ تک ڈھیئے گا۔ دونو طرف سے پھاوڑہ چل رہا ہے۔ باقی خیر و عافیت ہے۔ حاکم اکبر کی آمد آمد سُن رہے ہیں۔ دیکھیئے دلّی آئیں یا نہیں۔ آئیں تو دربار کریں یا نہیں۔ دربار کریں تو میں گنہگار بُلایا جاؤں یا نہیں۔ بُلایا جاؤں تو خلعت پاؤں یا نہیں۔ پنشن کا نہ کہیں ذکر ہے نہ کسی کو خبر ہے۔ غالب۔ سہ شنبہ ۸ نومبر ۱۸۵۹ء۔ +

ایضاً۔ میاں آج یکشنبہ کا دن ساتویں فروری کی اور شاید بائیسویں جمادی الثانی کی ہے۔ دوپہر کے وقت شیخ مشرف علی رہنے والے اُستا حامد کے کوچہ کے میرے پاس آئے اور اُنھوں نے تمھارا خط لکھا ہوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا۔ ڈاک کا خط ہرگز مجھ تک نہیں پہنچا۔ اور نہ میں شہر سے کہیں گیا۔ جہاں رہتا تھا وہیں ہوں۔ خدا جانے وہ خط مسترد کیوں ہوا۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ تمھارا خط آوے اور میں پھیروں۔ تم خود کہتے ہو کہ اُس پر یہ لکھا ہوا آیا کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں ہے۔ میں ہوتا اور یہ لکھتا کہ میں نہیں ہوں۔ آگرہ اور الور اور کول سے برابر خط چلے آتے ہیں۔ تمھاری والدہ کا مرنا سُن کر مجکو بڑا غم ہوا۔ خدا تم کو صبر دے اور اُس عفیفہ کو بخشے۔ میرا حقیقی بھائی میرزا یوسف خان دیوانہ بھی مر گیا۔ کیسا پنشن اور کہاں اُسکا ملنا یہاں جان کے لالے پڑے ہیں ہے

موج زن اک قلزم خوں کاش یہی ہو * آتا ہے ابھی دیکھیئے کیا کیا مرے آگے

اگر زندگی ہے اور پھر مل بیٹھیں گے تو کہانی کہی جائے گی۔ تم کہتے ہو کہ آیا چاہتا ہوں۔ اگر آؤ تو بے ٹکٹ کے نہ آنا۔ میر احمد علی صاحب کو لکھتے ہو کہ یہاں ہیں مجکو نہیں معلوم کہ کہاں ہیں

مجھ سے ملتے تو اچھا کرتے۔ مَیں مخفی نہیں ہوں، روپوش ہوں۔ حکّام جانتے ہیں کہ یہ یہاں ہے مگر نہ بازپرس ہے نہ گیرودار ہے، میں آیا ہوں نہ خود اپنی طرف سے قصدِ ملاقات کا کیا ہے۔ با ایں ہمہ ایمن بھی نہیں ہوں۔ دیکھیے انجامِ کار کیا ہے۔ نثر کیا لکھوں گا اور نظم کیا کہوں گا۔ وہ نثر جو تم دیکھ گئے ہو وہی دو چار ورق اور بھی سیاہ کیے گئے ہیں۔ بھیجنا ممکن نہیں جب آؤ گے یا مجھکو جلیا پاؤ گے تو دیکھ لوگے۔ سیکش چین میں ہے باتیں بناتا پھرتا ہے۔ سلطان جی میں تھا اب شہر میں آگیا ہے۔ دو تین بار میرے پاس بھی آیا۔ پانچ سات دن سے نہیں آیا۔ کہتا تھا کہ بی بی کو اور لڑکے کو بہرام پور میر وزیر علی کے پاس بھیجدیا ہے۔ خود یہاں لوٹ کی کتابیں خریدتا پھرتا ہے۔ میرن صاحب کی خیر و عافیت معلوم ہوئی مگر نہ معلوم ہوا کہ وہ وہاں مع قبائل ہیں یا تنہا ہیں اگر تنہا ہیں تو قبائل کہاں ہیں۔ تمھارے چھوٹے بھائی کو تو مَیں جانتا ہوں کہ وہ یہاں ہیں اور اچھی طرح ہیں۔ بڑے بھائی کا حال کیوں نہ لکھا۔ یقین ہے کہ وہ اور تم یکجا ہو۔ گو اُنکو ربط مجھ سے زیادہ نہیں لیکن فرزند ہونے میں تم اور وہ برابر ہو۔ خط بھیجنے میں تردّد نہ کرو۔ اور ڈاک میں بے تامُّل بھیجا کرو۔ زیادہ زیادہ۔ غالب یکشنبہ ہفتم فروری سنہ ۱۸۵۸ء وقت رسیدن نامہ۔

ایضاً۔ نورِ چشم میر مہدی کو بعد دُعا کے معلوم ہو کہ کلیاتِ فارسی کا پہنچنا مجھکو معلوم ہوا۔ میاں اس میں اغلاط بہت ہیں۔ مبارک ہو تمھیں اور میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور بھائی خدا کرے مجکو بھی۔ لو صاحب اجنٹ بہادر رجپوتان کا حکم الور کے اجنٹ کو آیا کہ تم پہلی ستمبر کو راج کے کاغذ جو تمھارے پاس ہیں اور راج کا اسباب جو تمھارے تحت میں ہے وہ سب راجہ صاحب کو دو اور تم الگ ہو جاؤ۔ ستمبر کی بیسویں کو ہم الور جائیں گے راجہ صاحب کو مسند پر بٹھائیں گے خلعتِ شاہی اُنہیں پہنائیں گے۔ سے ستم برستم بُردو آورد داد ✤ شنبہ ۲۲ اگست سنہ ۱۸۶۳ع۔ ✤ از غالب۔

ایضاً - برخوردار کامگار میر مہدی دہلوی - اُردو بازار کے مولوی صاحب لواے ولائے مرتضوی پر عَلم عباس ابن علی کا سایہ - راجہ صاحب کے سلوک کا حال ہم پہلے ہی سُن چکے تھے الحمد للہ علی کل حال - دیکھیے آپ معاودت کب کرتے ہیں موافق اپنے وعدہ کے ہمکو کب طلب کرتے ہیں - کلکتہ جاتے وقت فرما گئے ہیں کہ مَیں آکر اسدؔ کو بلاؤں گا - البتہ اگر وہ بلائیں گے تو مَیں کیوں کر نہ جاؤں گا - ظاہرا ہمارے تمھارے واسطے زمانہ انتہای مصیبت اور وقت پیش آمد دولت ہے - اب مجکو میرن صاحب کی خوشامد کرنی پڑے گی وہ متقرب بنیں گے - اگر میری قسمت لڑے گی تم کامیابی کا سامان کر رکھنا - میرن صاحب کو مجھپر مہربان کر رکھنا - بھائی صاحب یہ جو میرن صاحب ہیں یا میرن صاحب ہیں حضور کے ...... بڑے مصاحب ہیں - جس گروہ میں سے جس کو چاہیں حضور سے ملوا دیں - فرقۂ شعرا میں سے جس کو جو کچھ چاہیں دلوا دیں - اُن کو اور مجتہد العصر کو میری دُعا کہنا نجات کا طالب غالبؔ - ☆

ایضاً - میاں تمھاری تحریر کا جواب یہ ہے کہ وہ تصویر جو مَیں نے میاں محمد افضل کو دی تھی وہ اُنہوں نے واپس دی اور اُسکی نقل کے باب میں یہ کہا کہ ابھی تیار نہیں ہے جب وہ تیار ہو جائیگی مَیں اُن کو روپیہ دیکر لے لونگا خاطر جمع رکھو - پنشن سرا سر سب کو ششماہی ملنے کا حکم ہو گیا - ہر مہینے میں سود سے لو اور کھاؤ - کشمیری کٹرہ گر گیا ہے وہ اونچے اونچے در اور وہ بڑی بڑی کوٹھریاں دور دیہ نظر نہیں آتیں کہ کیا ہوئیں - آہنی سڑک کا آنا اور اس کی رہگذر کا صاف ہونا ہنوز ملتوی ہے - چاروں سے پُروا ہوا چلتی ہے - ابر آتے ہیں مگر صرف چھڑکاؤ ہوتا ہے - مینہ نہیں برستا - گیہوں - چنا باجرا - تینوں اناج ایک بھاؤ ہیں نو سیر ساڑھے نو سیر - میر سرفراز حسین اور میرن صاحب کو مَیں اچھی طرح نہیں سمجھا کہ جیند میں ہیں -

یا یہاں ہیں۔ میر نصیر الدین دو بار میرے پاس آئے اب مجھکو نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہیں۔ قاسم علی خاں قطب الاقطاب ایکدن کہتے تھے کہ میر احمد صاحب کے قبائل یہاں آئے ہوئے ہیں آخر وہ شادی بھی کب ہوئی ہے اور کہاں ہونیوالی ہے اس خط کا جواب لکھو تو سب حالات مفصل لکھو۔ غالب صبح چارشنبہ نہم جنوری ۱۸۶۱ء

ایضاً میاں تمھارے خط کا جواب منحصر تین باتوں پر ہے دو کا جواب لکھتا ہوں۔ تیسری بات کا جواب تم بتاؤ کہ تمھیں کیا لکھوں۔ پہلی بات میاں محمد افضل تصویر لے گئے اب وہ تصویر کھینچا کریں اور تم انتظار دوسری بات میر نصیر الدین آئے اور تینوں صاحبوں کا جیند کے جانے کا حال مفصل معلوم ہوا حق تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرماوے تیسری بات میرن صاحب کے جبتک تم نہ کہو میں دلی نہ بلاؤں گویا اُن کی عاشق تمھیں ہو میں نہیں۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ غور کرو یہ مقدور مجھ میں نہیں کہ اُن کو یہاں بلا کر ایک الگ مکان رہنے کو دوں۔ اور اگر زیادہ نہ ہو تو تیس روپیہ مہینا مقرر کروں کہ بھائی یہ کو اور دریبہ اور چاوڑی اور اجمیری دروازہ کا بازار اور لاہوری دروازہ کا بازار ناپتے پھرو اور اُردو بازار اور خاص بازار اور بُلاقی بیگم کا کوچہ اور خان دوراں خاں کی حویلی کے کھنڈر گنتے پھرو اے میر مہدی تو درماندہ و عاجز پانی پت میں پڑا رہے۔ میرن صاحب وہاں پڑے ہوئے دلّی دیکھنے کو ترسا کریں۔ سرفراز حسین نوکری ڈھونڈھتا پھرے۔ اور میں ان غمہاے جانگداز کی تاب لاؤں۔ مقدور ہوتا تو دکھا دیتا کہ میں نے کیا کیا ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اللہ اللہ۔ سہ شنبہ ۴ جمادی الثانی۔ ۱۸ دسمبر۔

ایضاً قرۃ العینین میر مہدی و میر سرفراز حسین مجھ سے ناخوش اور گلہ مند ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ دیکھو ہمیں خط نہیں لکھتا۔

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں — کاش پوچھو کہ ماجرا کیا ہے

ماجرا یہ ہے کہ تمھارا ابھی تو کوئی خط نہیں آیا میں جسکا جواب لکھتا۔ میرن صاحب سے تمھاری خیر و عافیت

پوچھنی اور کہدینا کہ میری دعا لکھ بھیجنا - بس اتنا ہی دم باقی ہی - کل میرن صاحب آئے پوچھا کہ الور سے کوئی خط آیا فرمایا کہ اس ہفتہ میں کوئی خط میں نے نہیں پایا کیا کہوں کیا حال ہے بیشتر ازیں اپنا یہ شعر پڑھا کرتا تھا

بس ہجوم نا اُمیدی خاک میں لجائیں گے ❊ یہ جو اک لذت ہماری سعی بیحاصل میں ہے

اَب اس زمزمہ کا بھی محل نہ رہا - یعنی سعی بے حاصل کی لذت خاک میں گئی - اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ ۞ مرگ ناگاہ کا طالب غالب - سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۲۸۰ھ ہجری - ❊

ایضاً - صاحب دو خط تمھارے بسبیل ڈاک آئے - کل دوپہر ڈھلے ایک صاحب اجنبی سانولے سلونے - ڈاڑھی منڈے - بڑی بڑی آنکھوں والے تشریف لائے تمھارا خط دیا - صرف اُن کی ملاقات کی تقریب یہی تھا - بارے اُن سے اسم شریف پوچھا گیا فرمایا اشرف علی - تو میت کا استفسار ہوا معلوم ہوا سید ہیں - پیشہ پوچھا حکیم نکلے - یعنی حکیم اشرف علی - مَیں اُن سے مِل کر خوش ہوا - خوب آدمی ہیں اور کام کے آدمی ہیں - کتنے اوچھے ہو مصطلحات الشعرا مصطلحات الشعرا - بھائی وہ کتاب تمھاری ہے مَیں نے غصب نہیں کی - میرے پاس مستعار ہے - دیکھ چکو نگا - بھیجدونگا - تقاضا کیوں کرو - میاں محمد افضل تصویر کھینچ رہے ہیں جلدی نہ کرو - دیر آید درست آید - سرفراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین کو دعا پہنچے - غالب صبح چہار شنبہ - ہفتم رمضان ہشتم مارچ ❊

ایضاً میاں تمکو پنشن کی کیا جلدی ہے - ہر بار پنشن کو کیوں پوچھتے ہو - پنشن جاری ہوا اور مَیں تمکو اطلاع نہ دوں - ابھی تک کچھ حکم نہیں دیکھوں کیا حکم ہوا اور کب ہو - میرن صاحب جیپور پہنچے - تم شاہ پور ہی بتاتے ہو - شاید سچ یہی ہو - ہاں میر محمود علی اور یہ میر برادر ابوالفضل تو تھے مگر دیکھا چاہیے درخت جگہ سے اُکھڑ کر بدشواری جمتا ہے - خلاصہ میرے فکر کا یہ ہے کہ اَب بچھڑے ہوئے یار کہیں قیامت ہی کو جمع ہوں تو ہوں - سو وہاں کیا خاک جمع ہوں گے سُنّی الگ - شیعہ الگ نیک جُدا - بد جُدا - میر سرفراز حسین کو دعا - میر نصیر الدین کو پہلے بندگی - پھر دعا -

کتاب کا نام دستنبو رکھا گیا۔ آگرہ میں چھاپی جاتی ہے تم سے تمہارے ہاتھ کے اوراق لکھے لوں گا تب ایک کتاب تم کو دوں گا۔ از غالب روز ورود نامہ پنجشنبہ، ۲ ستمبر ۱۸۵۸ء ؎

ایضاً - میر مہدی تم میرے عادات کو بھول گئے۔ ماہ مبارک رمضان میں کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ ہوئی ہے میں اس مہینے میں رام پور کیوں رہتا۔ نواب صاحب مانع رہے اور بہت منع کرتے رہے برسات کے آموں کا لالچ دیتے رہے۔ مگر بھائی میں ایسے انداز سے چلا کہ چاند رات کے دن یہاں آپہنچا یکشنبہ کو غرّہ ماہ مقدس ہوا۔ اسی دن سے ہر صبح کو حامد علی خاں کی مسجد میں جاکر جناب مولوی جعفر علی صاحب سے قرآن سنتا ہوں۔ شب کو مسجد جامع جاکر نماز تراویح پڑھتا ہوں کبھی جو جی میں آتی ہے تو وقت صوم مہتاب باغ میں جاکر روزہ کھولتا ہوں اور سرد پانی پیتا ہوں واہ واہ کیا اچھی طرح عمر بسر ہوتی ہے۔ اب اصل حقیقت سنو۔ لڑکوں کو ساتھ لے گیا تھا وہاں اُنھوں نے میرا ناک میں دم کر دیا۔ تنہا بھیج دینے میں وہم آیا کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث ہو تو بدنامی عمر بھر رہے اس سبب سے جلد چلا آیا۔ ورنہ گرمی برسات وہاں کاٹتا۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤں گا اور بہت دن تک یہاں نہ آؤں گا۔ قرارداد یہ ہے کہ نواب صاحب جولائی ۱۸۵۹ء سے کہ جس کو یہ دسواں مہینا ہے سو روپیہ مجھے ماہ بماہ بھیجتے ہیں اب جو میں وہاں گیا تو سو روپیے مہینا بنام دعوت اور دیا یعنی رام پور رہوں تو دو سو روپیے مہینا پاؤں اور دلّی رہوں تو سو روپیے بھائی سو دو سو میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ نواب صاحب دوستانہ و شاگردانہ دیتے ہیں مجھ کو نوکر نہیں سمجھتے ہیں۔ ملاقات بھی دوستانہ رہی معانقہ و تعظیم جس طرح احباب میں رسم ہے وہ صورت ملاقات کی ہے۔ لڑکوں سے میں نے نذر دلوائی تھی۔ بس بہرحال غنیمت ہے رزق کے اچھی طرح ملنے کا شکر چاہیئے۔ کمی کا شکوہ کیا۔ انگریزی سرکار سے دس ہزار روپیہ سال ٹھہرے اس میں سے مجھ کو ملے ساڑھے سات سو روپئے سال۔ ایک صاحب نے نہ دیئے۔ مگر تمن ہزار روپیئے سال

عزت میں وہ پایہ جو رئیس زادوں کے واسطے ہوتا ہے بنا رہا۔ خان صاحب بسیار مہربان دوستان
القاب۔ خلعت سات پارچہ اور جیغہ و سرپیچ و مالاے مروارید۔ بادشاہ اپنے فرزندوں کے
برابر پیار کرتے تھے۔ بخشی۔ ناظر۔ حکیم کسی سے توقیر کم نہیں۔ مگر فائدہ وہی قلیل سو میری جان
یہاں وہی نقشہ ہے۔ کوٹھری میں بیٹھا ہوں۔ ٹٹی لگی ہوئی ہے۔ ہوا آ رہی ہے۔ پانی کا
جھجھر دھرا ہوا ہے۔ حقہ پی رہا ہوں۔ یہ خط لکھ رہا ہوں تم سے باتیں کرنے کو جی چاہا یہ باتیں
کرلیں۔ میر فراز حسین اور میرن صاحب اور میر نصیر الدین صاحب کو یہ خط پڑھا دینا اور
میری دعا کہہ دینا۔ جمعہ ۱۶ اپریل۔

ایضاً۔ جویاے حال دہلی والور سلام لو۔ مسجد جامع واگذاشت ہوگئی۔ چیلی قبر کی طرف
سیڑھیوں پر کبابیوں نے دکانیں بنالیں۔ انڈا مرغی کبوتر بکنے لگا۔ دس آدمی مہتمم ٹھہرے۔
مرزا الٰہی بخش۔ مولوی صدر الدین۔ تفضل حسین خاں تین ریاست اور ۷ نومبر ۱۴ جمادی الاول
سال حال جمعہ کے دن ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ قید فرنگ و قید جسم سے رہا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون
جاڑا پڑ رہا ہے ہمارے پاس شراب آج کی اور ہے کل سے رات کو نری انگیٹھی پر گزارا ہے۔ بوتل گلاس موقوف
راجہ پٹیالہ مر گیا۔ مہندر سنگھ اس کے خلف پر خطاب فرزندی اور القاب بحال و برقرار رہا۔ بالفعل
دیوان نہال چند کام کر رہا ہے۔ ظاہرا جو رنگ اس ریاست کا ہونے والا ہے۔ وہ نواب
گورنر جنرل بہادر کے آنے پر کھلے گا۔ اور وہ فروری مہینے میں یہاں آئیں گے۔ الور کی ریاست
کا حال بدستور ہے گورنر صاحب ہی نہیں اختیار دیں گے یعنی پٹیالہ اور الور کے راج کا انتظام
اسی وقت پر ہوگا۔ بالفعل ایمی صاحب ایجنٹ الور دلی ہوتے ہوئے میرٹھ گئے ہیں راجہ
صاحب تجارہ تک انکی مشایعت کر گئے۔ یہاں ایمی صاحب سے کوئی صاحب سنگھ ٹھیکہ دار الور کی
سڑک کا ہے اس نے کچھ کہا تھا جواب دیا کہ الور کے مقدمات میں پنچوں کو اختیار ہے ہم کچھ حکم

نہیں گئے۔ اسفندیار بیگ متوفی کا کوئی متبنیٰ مدعی پیدا ہوا اُس کو بھی یہی جواب ملا۔
اب اور بولو کیا لکھوں۔ دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ یوسف علی خاں اور لالہ ہیرا سنگھ بیٹھے ہیں۔
کھانا تیار ہے۔ خط لکھ کر بند کر کر آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں ایک دالان میں دھوپ
آتی ہے وہیں بیٹھوں گا۔ ہاتھ منہ دھوؤنگا۔ ایک روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھاؤں گا۔ بیسن سے
ہاتھ دھوؤں گا۔ باہر آؤں گا۔ پھر اُسکے بعد خدا جانے کون آئیگا کیا صحبت ہوگی۔ مجتہد العصر
میر سرفراز حسین صاحب اور ذاکر الحسین میر افضل علی عرف میرن صاحب کو دُعا۔ منگل کا دن
جمادی الثانی ۱۶ اور دسمبر پہر دن چڑھے۔ غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۱۵ ذیقعدہ و مئی باہم۔ صاحب آج تمھارا خط دوپہر کو آیا۔ اُس میں مَیں نے
مسودۂ تاریخ کا پایا۔ قلمدان میں رکھ لیا۔ خط پڑھ کر میر سرفراز حسین کو بھیج دیا۔ کل وہ کہتے تھے
کہ اُنتیس روپیے کو تین گاڑیاں مقرر ہو گئی ہیں۔ مَیں کل یعنی آج شام کو سوار ہو جاؤں گا۔
اسوقت جو مَیں یہ خط لکھ رہا ہوں پہر دن باقی ہے لکھ کر کھلا رکھ چھوڑوں گا شام کو۔ مجتہد العصر
میرے گھر ضرور آئیں گے اگر آج آئیں گے تو واسطے تودیع کے اور اگر نہ جائیں گے تو
موافق معمول کے آئیں گے۔ اُن کے جانے نہ جانے کا حال صبح کو اسی ورق پر لکھ کر
خط بند کر کے بھیجدوں گا۔ خدا کرے اُردو کی نثر کا لفافہ اُنہوں نے ڈاک میں بھیجدیا ہو
شام کو مجھے دے جائیں گے تو مَیں کل اِس خط کے ساتھ اُسے بھی بھجوا دوں۔ مہاراج
اگر دَورہ کو گئے تو کیا اندیشہ ہے گرمی کا موسم ہے لمبا چوڑا سفر کیوں کریں گے آٹھ سات
دن میں پھر آئیں گے۔ یہاں کی تلاش کا نتیجہ دیکھو تب کہیں جائیو۔ میرن صاحب کی تمھاری
جُوما چاٹی کی لکھنے کا مجھ میں دَم نہیں۔ تم جانو وہ جائیں۔ کلیات کے چھاپے کی حقیقت سنو۔
۹۰ صفحے چھاپے گئے تھے کہ مولوی ہادی علی مصحح بیمار ہوگئے۔ کاپی نگار رخصتی لے اپنے گھر گیا۔ اب

دیکھیے کب چھاپہ شروع ہو۔ قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا ایک جلد بطریق نمونہ آگئی۔ میں نے پچاس
جلدوں کی درخواست پہلے سے دے رکھی ہے۔ اب پچاس روپیے بھیجوں تو پچاس جلدیں منگاؤں
دیکھیے نو من تیل کب میسر ہو۔ اور رادھا کب ناچے۔ میاں کل شام کو میر سرفراز حسین میرے گھر
نہیں آئے یا تو الور کو مجھ سے بغیر رخصت ہوئے گئے یا نہیں گئے۔ میں تو آج جمعہ ۱۶ مئی
صبح کے وقت یہ خط ڈاک میں بھیجتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب ۔

ایضاً۔ لو صاحب یہ تماشا دیکھو۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین
کہاں ہیں حالانکہ میر نصیر الدین شہر میں ہیں اور مجھ سے نہیں ملتے۔ میر سرفراز حسین آئے ہیں
اور میرے ہاں نہیں اُترے۔ لاحول ولا قوۃ اُترنا کیسا ملنے کو بھی نہیں آئے۔ افسوس ہے
جن کو میں بیٹا سمجھتا ہوں وہ مجھکو بیگانہ جانتے ہیں اب تم یہ پوچھو کہ نصیر الدین کا دلی میں ہونا
اور مجتہد العصر کا یہاں آنا تو نے کیونکر جانا۔ بھائی آج جمعہ کا دن ۲۰ رجمادی الثانی کی اور ۱۲ جون
کی صبح کے وقت منہ اندھیرے اُسی وقت میری آنکھ کھلی تھی لحاف میں لپٹا ہوا پڑا تھا کہ ناگاہ
میر نصیر الدین صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ اب میں جاتا ہوں اور میر حسن صاحب بھی جاتے
ہیں۔ میں سمجھا میر سرفراز حسین۔ جب بعد تکرار معلوم ہوا تو میر حسن جے پور سے آئے اور خدا
جانے کہاں اُترے اور اب کہاں جاتے ہیں۔ ہے ہے مجھے غیر سمجھا یا مرا ہوا سمجھا کہ
میرے ہاں نہ آئے اور مجھ سے نہ ملے اپنی سسرال میں رہے۔ اور میکے کو چھوڑا۔ واللہ
میرا جی اُن کے دیکھنے کو بہت چاہتا تھا۔ اب اُٹھا ہوں۔ سردی رفع ہولے دھوپ نکل لے
آغا جان کے ہاں آدمی کو بھیجتا ہوں۔ میں کمبخت بھی تو نہیں جانتا کہ آغا جان کہاں رہتے
ہیں۔ اب میر احمد علی کی بی بی پاس حبش خاں کے پھاٹک آدمی بھیجوں گا۔ جب آغا جان
کے گھر کا پتہ معلوم ہو جائیگا اور آدمی دیکھ آئے گا اور یہ بھی معلوم کر آئے گا کہ میر حسن صاحب ہیں

تو میں سوار ہو کر جاؤں گا اور اُن سے ملوں گا۔ تم اس خط کا جواب جلد لکھو اور اپنے چچا کے ہاں آنے کا منشا اور اُن کا احوال مفصل لکھو۔ تصویر کا حال آگے لکھ چکا ہوں خاطر جمع رکھو۔ اور مجتہد العصر اور میرن صاحب کا حال لکھو۔ نجات کا طالب غالبؔ صبح جمعہ ۱۱۔ جنوری ۱۸۶۱ء

ایضاً۔ میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو ادھر آؤ خبریں سُنو۔ دربار لارڈ صاحب کا میرٹھ میں ہوا دلّی کے علاقہ کے جاگیردار بموجب حکم کمشنر دہلی میرٹھ گئے۔ موافق دستور قدیم مل آئے غرضکہ پنجشنبہ ۲۹ دسمبر کو پہر دن چڑھے لارڈ صاحب یہاں پہنچے۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے تلے ڈیرے ہوئے۔ اُسیوقت توپوں کی آواز سُنتے ہی میں سوار ہو کر گیا میر منشی سے ملا اُن کے خیمہ میں بیٹھ کر صاحب سکرٹر کو خبر کروائی جواب آیا کہ فرصت نہیں یہ جواب سُن کر نومیدی کی پوٹ باندھ کر لے آیا۔ ہرچند پنشن کے باب میں ہنوز لا و نعم نہیں مگر کچھ فکر کر رہا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے لارڈ صاحب کل یا پرسوں جانے والے ہیں یہاں کچھ کلام و پیام نہیں۔ ممکن تحریر ڈاک میں بھیجی جائے گی دیکھئے کیا صورت درپیش آئے گی۔ مسلمانوں کی املاک کے واگزاشت کا حکم عام ہوگیا ہے جن کو کرایہ پر ملی ہے اُن کو کرایہ معاف ہوگیا ہے آج یکشنبہ یکم جنوری ۱۸۶۰ء ہے پہر دن چڑھا ہے کہ یہ خط تم کو لکھا ہے اگر مناسب جانو تو آؤ۔ اپنی املاک پر قبضہ پاؤ چاہو یہیں رہو چاہو پھر چلے جاؤ۔ میر سرفراز حسین میر نصیر الدین میرن صاحب کو میری دُعائیں کہنا اور حکیم میر اشرف علی کو بعد دُعا کے یہ کہدینا کہ وہ حبوب جو تم نے مجکو دی تھیں۔ اُن کا نسخہ جلد لکھ کر بھیج دو۔ واللہ موجود ماسواہ معدوم ہم اپنی مرگ کا طالب غالبؔ۔

ایضاً۔ برخوردار تمھارا خط آیا حال معلوم ہوا۔ میں اس خیال میں تھا کہ الور کا کچھ حال معلوم کرلوں او کپتان الگزنڈر کا خط آئے اور میں اُس کو میر سرفراز حسین کے مقدمہ میں لکھ لوں تو اُس وقت تمھارے خط کا جواب لکھوں۔ چونکہ آجتک اُن کا خط نہ آیا۔ میں سوچا کہ اگر یہی انتظار

میں رہوں گا۔ اور خط کا جواب نہ بھیجوں گا۔ تو میرا پیارا میر مہدی خفا ہوگا ناچار جو کچھ الور کا حال سُنتا ہے وہ اور کچھ اپنا حال لکھتا ہوں۔ ہرچند میں نے دریافت کرنا چاہا حکیم محمود علی کا وہاں پہنچنا اور یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد کیا طور قرار پایا کچھ معلوم نہیں ہوا صرف خبرِ واحد ہے کہ اُن کو راؤ راجہ نے صاحب ایجنٹ سے اجازت لے کر بلا لیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ صاحب ایجنٹ الور نے راجہ کے بالغ اور عاقل ہونے کی رپورٹ صدر کو بھیجی ہے کیا عجب ہے کہ ان کا راج اُن کو مل جائے۔ مولانا غالب علیہ الرحمۃ ان دنوں میں بہت خوش ہیں پچاس ساٹھ جزو کی کتاب امیر حمزہ کی داستان کی اور اسی قدر حجم کی ایک جلد بوستان خیال کی آ گئی ہے۔ سترہ بوتلیں بادہ ناب کی توشک خانہ میں موجود ہیں۔ دن بھر کتاب دیکھا کرتے ہیں رات بھر شراب پیا کرتے ہیں ؎

کسے کیں مراد ش میسر بود | اگر جم نباشد سکندر بود

میر سرفراز حسین کو اور میرن صاحب کو اور میر نصیر الدین صاحب کو دعائیں اور دیدار کی آرزوئیں۔ ٭

ایضاً اے جناب میرن صاحب۔ السّلام علیکم۔ حضرت آداب۔ کہو صاحب آج اجازت ہے میر مہدی کے خط کا جواب لکھنے کی حضور میں کیا منع کیا کرتا ہوں۔ میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ اب وہ تندرست ہو گئے ہیں بخار جاتا رہا ہے صرف پیچش باقی ہے وہ بھی رفع ہو جائے گی میں اپنے ہر خط میں آپ کی طرف سے دعا لکھ دیتا ہوں آپ پھر کیوں تکلیف کریں۔ نہیں میرن صاحب اُس کے خط کو آئے ہوئے بہت دن ہوئے ہیں وہ خفا ہوا ہوگا جواب لکھنا ضرور ہے۔ حضرت وہ آپ کے فرزند ہیں آپ سے خفا کیا ہوں گے۔ بھائی آخر کوئی وجہ تو بتاؤ کہ تم مجھے خط لکھنے سے کیوں باز رکھتے ہو۔ سبحان اللہ لے لو حضرت آپ تو خط نہیں لکھتے اور مجھے فرماتے ہیں کہ تو باز رکھتا ہے۔ اچھا تم باز نہیں رکھتے مگر یہ تو کہو کہ تم

کیوں نہیں چاہتے کہ میں مہدی کو خط لکھوں کیا عرض کروں سچ تو یہ ہے کہ جب آپ کا خط جاتا تو
میں سنتا اور خط اٹھاتا اب جو میں وہاں نہیں ہوں تو نہیں چاہتا کہ تمھارا خط جاوے۔ میں اب
پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہوں میری روانگی کے تین دن بعد آپ خط شوق سے لکھئے گا۔ میاں
بیٹھو ہوش کی خبر لو۔ تمھارے جانے نہ جانے سے مجھے کیا علاقہ۔ میں بوڑھا آدمی بھولا آدمی
تمھاری باتوں میں آگیا اور آجتک اُسے خط نہیں لکھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ سنو میر مہدی صاحب
میرا کچھ گناہ نہیں میرے خط کا جواب لکھو۔ تپ تو رفع ہو گئی۔ پیچش کے رفع ہونے کی خبر
شتاب لکھو۔ پرہیز کا بھی خیال رکھا کرو۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہاں کچھ کھانے کو ملتا ہی
نہیں۔ تمھارا پرہیز اگر ہوگا بھی تو عصمت بی بی از بے چادری ہوگا۔ حالات یہاں کے
مفصل میرن صاحب کی زبانی معلوم ہوں گے۔ دیکھو بیٹھے ہیں کیا جانوں حکیم میر اشرف علی
میں اور اُن میں کچھ کونسل تو ہو رہی ہے۔ پنجشنبہ روانگی کا دن ٹھہرا تو ہے اگر چل نکلیں اور
پہنچ جائیں تو اُن سے یہ پوچھو کہ جناب ملکہ انگلستان کی سالگرہ کی روشنی کی محفل میں
تمھاری کیا گت آئی تھی اور یہ بھی معلوم کر لیجیو کہ یہ جو فارسی مثل مشہور ہے کہ ذقر اگاؤ
خورد اسکے معنے کیا ہیں پوچھیو اور نہ چھوڑیو جب تک نہ بتائیں۔ اس وقت پہلے تو آندھی
چلی پھر مینہ آیا۔ اب مینہ برس رہا ہے۔ میں خط لکھ رہا ہوں۔ سرنامہ لکھ کر چھوڑ دوں گا
جب ترشح موقوف ہو جائے گا تو کلیان ڈاک کو لے جائیگا۔ میر سرفراز حسین کو دعا پہنچے
اللہ اللہ تم پانی پت کے سلطان العلما اور مجتہد العصر بن گئے۔ کہو وہاں کے لوگ تمھیں
قبلہ و کعبہ کہنے لگے یا نہیں۔ میر نصیر الدین کو دعا کہنا۔

ایضاً اہا ہا ہا میرا پیارا میر مہدی آیا۔ آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے۔ بیٹھو یہ رامپور ہے دارالسرور ہے جو لطف
یہاں ہے وہ اور کہاں ہے۔ پانی سبحان اللہ شہر سے تین سو قدم پر ایک دریا ہے اور کوسی اس کا

نام ہے بے شبہ چشمۂ آبِ حیات کی کوئی سوت اُس میں ملی ہے خیر اگر یوں بھی ہے تو بھائی آبِ حیات عمر بڑھاتا ہے لیکن اتنا شیریں کہاں ہوگا۔ تمھارا خط پہنچا تردد عبث۔ میرا مکان ڈاک گھر کے قریب اور ڈاک منشی میرا دوست نہ عُرف لکھنے کی حاجت۔ نہ محلّے کی حاجت۔ بے وسواس خط بھیج دیا کیجئے۔ اور جواب لیا کیجئے۔ یہاں کا حال سب طرح خوب ہے اور صحبت مرغوب ہے اس وقت مہمان ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ تعظیم و توقیر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں ہے لڑکے دونوں میرے ساتھ آئے ہیں۔ بوقت اس سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔

ایضاً آؤ میاں سیّد زادۂ آزادہ دلی کے عاشق دلدادہ۔ ڈھئے ہوئے اُردو بازار کے رہنے والے حسد سے لکھنؤ کو بُرا کہنے والے۔ نہ دل میں مہر و آزرم نہ آنکھ میں حیا و شرم۔ نظام الدین ممنوں کہاں۔ ذوق کہاں۔ مومن خاں کہاں۔ ایک آزردہ سو خاموش۔ دوسرا غالبؔ بیخود و مدہوش۔ نہ سخنوری رہی نہ سخندانی۔ کس برتے پر تتّا پانی۔ ہائے دلّی وائے دلّی۔ بھاڑ میں جائے دلّی۔ سُنو صاحب پانی پت کے رئیسوں میں ایک شخص ہیں احمد حسین خاں ولد سردار خاں ولد دلاور خاں۔ اور نانا اس احمد حسین خاں کے غلام حسین خاں ولد مصاحب خاں۔ اس شخص کا حال ازروئے تحقیق مشرح اور مفصّل لکھو۔ قوم کیا ہے۔ عمر کیا ہے۔ طریق کیا ہے۔ احمد حسین خاں کی لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے طبیعت کا کیا ڈھنگ ہے۔ بھائی لکھو اور جلد لکھو۔

ایضاً۔ سیّد خدا کی پناہ عبارت لکھنے کا ڈھنگ کیا ہاتھ آیا ہے کہ تم نے سارے جہاں کو اُٹھا یا ہے۔ ایک غریب سیّد مظلوم کے چہرۂ نورانی پر چھپا سا نکالا ہے تمکو سرمایہ آرایشِ گفتار بہم پہنچا ہے میری دعا اُن کو پہنچاؤ۔ اور اُن کی خیر و عافیت جلد لکھو۔ بھائی یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہے۔ سمجھ میں کسی کے نہیں آتا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اوائل ماہ انگریزی میں روک ٹوک کی شدت ہوئی تھی آٹھویں دسویں سے وہ شدت کم ہو جاتی تھی اس مہینے میں برابر وہی صورت رہی ہے۔

آج ۷ مارچ کی ہے پانچ چار دن مہینے میں باقی ہیں۔ آنکھ ویسی ہی تیز ہے خدا اپنے بندوں پر رحم کرے مجھپر میرے اللہ نے ایک اور عنایت کی ہے اور اس عمر دگی میں ایک گونہ خوشی اور کیسی بڑی خوشی دی ہے۔ تم کو یاد ہوگا کہ ایک دستنبو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کی نذر بھیجی تھی آج پانچواں دن ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا خط مقام الہ آباد سے بسبیل ڈاک آیا وہی کاغذ افشانی وہی القاب قدیم کتاب کی تعریف عبارت کی تحسین مہربانی کے کلمات کبھی تم کو خدا یہاں لائیگا تو اس کی زیارت کرنا پنشن کے ملنے کا بھی حکم آج کل آیا چاہتا ہے اور یہ بھی توقع بڑی ہے کہ گورنر جنرل بہادر کے ہاں سے بھی کتاب کی تحسین اور عنایت کے مضامین کی تحریر آجائے۔ میرن صاحب کو سلام پہلے لکھ چکا ہوں۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین کو دعا کہدینا اور یہ خط دکھا دینا۔ +

ایضاً برخوردار نورچشم میر مہدی کو بعد دعائے حیات و صحت کے معلوم ہو۔ بھائی تم نے بخار کو کیوں آنے دیا تپ کو کیوں چڑھنے دیا۔ کیا بخار میرن صاحب کی صورت میں آیا تھا جو تم مانع نہ آئے تپ ابن بنکر آئی تھی جو اُسکو روکتے ہوئے شرمائے۔ حکیم اشرف علی ابھی آگئے ہیں کہتے تھے کہ میں نے نسخہ لکھکر آج ڈاک میں بھیجدیا ہے چونکہ یہ خط بھی آج روانہ ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ دونوں خط ایک دن بلکہ ایک وقت پہنچیں۔ دل تمہارے واسطے بہت کُڑھتا ہے حق تعالیٰ تم کو جلد شفا دے اور تمہاری تندرستی کی خبر مجھکو سنائے۔ سنو میاں سرفراز حسین ہزار برس میں تمنے مجھکو ایک خط لکھا وہ بھی اس طرح کہ جیسا جلال اسیر کہتا ہے ؎ پیغیر در شکر آیست رو بجا دارد + پڑھتا ہوں اُس خط کو اور ڈھونڈھتا ہوں کہ میرے واسطے کونسی بات ہے مجھکو کیا پیام ہے کچھ نہیں۔ شاید دوسرے صفحہ میں کچھ ہو۔ اُدھر خاتمہ بالخیر ہے۔ یا رب سرنامہ میرے نام کا آغاز تحریر میں القاب میرا پھر سارے خط میں میرن صاحب کا جھگڑا۔ یہ کیا سر ہے میں ایسے خط کا جواب کیوں

لکھوں میری بلا لکھے۔ اب جو تم خط لکھو گے اور اُسمیں اپنے بھائی کی خیر و عافیت رقم کرو گے اور
میرن صاحب کا نام اور اُن کے لئے سلام تک بھی اُس میں نہ ہوگا تو میں اُسکا جواب آنکھوں سے
لکھوں گا۔ اور ہاں میاں تم نے میر اشرف علی کو کیا لکھا کہ ہم نے سنا ہے کہ چچا نے اُس کا مرنا سنا
ہوگا۔ اُس غریب کا قول ہے کہ میری دونوں بہنیں اور پانچ بھانجیاں پانی پت میں ہیں کیا چچا کو
نہ معلوم ہوگا کہ کون سی لڑکی مری۔ کاش اُس کے باپ کا نام لکھتے تا کہ میں جانتا کہ کونسی
بھانجی مری ہے اب میں کس کا نام لے کر روؤں اور کس کی فاتحہ دلواؤں۔ اس امر میں حق
بجانب اُس مظلوم کے ہے توضیح بقید نام لکھو۔

ایضاً بھائی ایک خط تمھارا پہلے پہنچا اور ایک خط کل آیا پہلے خط میں کوئی امر جواب طلب نتھا
اگرچہ کل کے خط میں بھی صرف کتابوں کی رسید تھی لیکن چونکہ دو امر لکھنے کے لائق تھے اسواسطے
ایک لفافہ تمھاری پسند کا تمھاری نذر کرنا پڑا۔ پہلا امر یہ کہ آج میر نصیر الدین دوپہر کو میرے پاس
آئے تھے اُن کو دیکھکر دل خوش ہوا۔ تم نے بھی خط میں لکھا تھا کہ میر سرفراز حسین الور گئے
تھے اور میر نصیر الدین بھی کہتے تھے کہ میں اور وہ ایک دن پانی پت سے چلے وہ اُدھر گئے۔ میں
اِدھر آیا۔ ظاہرا پارسل کے پہنچنے سے پہلے وہ روانہ ہوئے ہیں اُنکی کتاب رہ گئی اب اُن تک
کیونکر پہنچے گی۔ خدا خیر کرے۔ میاں لڑکے سنو میاں نصیر الدین اولاد میں سے ہیں شاہ
محمد اعظم صاحب کے۔ وہ خلیفہ تھے مولوی فخر الدین صاحب کے اور میں مرید ہوں اس خاندان کا۔ اسواسطے
میر نصیر الدین کو پہلے بندگی لکھتا ہوں اور پھر تمھارے علاقہ سے دعا۔ صوفی صافی ہوں۔ اور حضرات
صوفیہ حفظ مراتب ملحوظ رکھتے ہیں ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی ؛ یہ جواب ہے تمھارے اس سوال کا
کہ جو پہلے خط میں تم نے لکھا تھا۔ اب کے خط میں تم نے میرن صاحب کی خیر و عافیت کیوں نہ لکھی
یہ بات اچھی نہیں میں تو ڈر گیا کہ اگر تمھارے خط میں اُنکو دعا سلام لکھونگا تو اُنسے تم کاہے کو کہو گے۔

پیرزادہ صاحب یعنی میر نصیر الدین نے اُنکی بندگی مجھ سے کہی ہے خدا کیواسطے میری دُعا اُن سے کہدینا۔
ایضاً میری جان سنو داستان صاحب کمشنر بہادر دہلی یعنی جناب سانڈرس صاحب بہادر نے مجھکو بلایا۔ پنجشنبہ
۲۴۔ فروری کو میں گیا۔ صاحب شکار کو سوار ہو گئے تھے میں اُلٹا پھر آیا۔ جمعہ ۲۵ فروری کو گیا۔
ملاقات ہوئی۔ کرسی دی۔ بعد پرسش مزاج کے ایک خط انگریزی چار ورق کا اُٹھا کر پڑھتے رہے۔
جب پڑھ چکے تو مجھ سے کہا کہ یہ خط ہے منگلوڈ صاحب حاکم اکبر صدر بورڈ پنجاب کا تمھارے باب میں
لکھتے ہیں کہ اُن کا حال دریافت کر کے لکھو سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم ملکہ معظمہ سے خلعت
کیا مانگتے ہو۔ حقیقت کہی گئی۔ ایک کاغذ آمد ولایت لے گیا تھا وہ پڑھوا دیا پھر پوچھا تم نے
کتاب کیسی لکھی ہے اُسکی حقیقت بیان کی کہا ایک منگلوڈ صاحب نے دیکھنے کو مانگی ہے اور ایک ہمکو دو
میں نے عرض کیا کل حاضر کرونگا پھر پنشن کا حال پوچھا وہ گزارش کیا اپنے گھر آیا اور خوش آیا۔
دیکھو میر مہدی حاکم پنجاب کو مقدمہ ولایت کی کیا خبر۔ کتابوں سے کیا اطلاع۔ پنشن کی پرسش سے
کیا مدعا۔ یہ استفسار بحکم نواب گورنر جنرل بہادر ہوا ہے اور یہ صورت مقدمہ فتح و فیروزی ہے۔
غرضکہ دوسرے دن یکشنبہ یوم التعطیل تھا۔ میں اپنے گھر رہا۔ دوشنبہ ۲۸۔ فروری کو گیا۔ باہر کے کمرے
میں بیٹھکر اطلاع کروائی۔ کہا اچھا توقف کرو۔ بعد تھوڑی دیر کے گڑھ کپتان کی چٹھی آئی۔ سواری
مانگی۔ جب سواری آگئی باہر نکلے میں نے کہا وہ کتابیں حاضر ہیں کہا منشی جیون لال کو دے جاؤ
وہ اُدھر سوار ہو گئے میں اِدھر سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا۔ سہ شنبہ یکم مارچ کو پھر گیا بہت التفات
سے باتیں کرتے رہے۔ کچھ سارٹیفکٹ گورنروں کے ساتھ لے گیا تھا وہ دکھائے۔ ایک خط
منگلوڈ صاحب بہادر کے نام کا لے گیا تھا وہ دے کر یہ استدعا کی کہ کتاب کے ساتھ یہ بھی
بھیجا جاوے بہت اچھا کہکر رکھ لیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ ہم نے تمھاری پنشن کے باب میں
اجرٹن صاحب کو کچھ لکھا ہے تم اُن سے ملو۔ عرض کیا بہتر۔ اجرٹن صاحب بہادر جیسا کہ تمکو معلوم تھا

گئے ہوئے تھے کل وہ آئے آج میں نے اُن کو خط لکھا ہے جیسا کہ وہ حکم دیں گے اُس کے موافق عمل کروں گا۔ جب بلائیں تب جاؤں گا۔ دیکھو اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی مدد کو کہ اپنے غلام کو کس طرح سے بچایا ۲۲ مہینے تک بھوکھا پیاسا بھی نہ رہنے دیا پھر کس محکمہ سے کہ وہ آج سلطنت کا دہندہ ہے میرے تفقد کا حکم بھجوایا۔ حکام سے مجکو عزت دلوائی۔ میرے صبر و ثبات کی داد ملی۔ صبر و ثبات بھی اُسی کا بخشا ہوا تھا۔ میں کیا اپنے باپ کے گھر سے لایا تھا۔ میر سرفراز حسین کو یہ خط پڑھا دینا اور اُن کو اور نصیر الدین چراغ دہلوی کو اور میرن صاحب کو دعا کہنا۔

ایضاً واہ واہ سید صاحب تم تو بڑی عبارت آرائیاں کرنے لگے۔ نثر میں خود نمائیاں کرنے لگے کئی دن سے تمھارے خط کی جواب کی فکر میں ہوں مگر جاڑے نے بے حس و حرکت کر دیا ہے۔ آج جو بسبب ابر کے وہ سردی نہیں تو میں نے خط لکھنے کا قصد کیا ہے مگر حیران ہوں کہ کیا سحر سازی کروں۔ بھائی تم تو اردو کے مرزا قتیل بن گئے ہو۔ اردو بازار میں نہر کے کنارے رہتے رہتے رود نیل بن گئے ہو۔ کیا قتیل کیا رود نیل یہ سب ہنسی کی باتیں ہیں لو سنو اب تمھاری دلی کی باتیں ہیں۔ چوک میں بیگم کے باغ کے دروازے کے سامنے حوض کے پاس جو کنواں تھا اُس میں سنگ و خشت و خاشاک ڈال کر بند کر دیا۔ بلی ماروں کے دروازہ کے پاس کئی دکانیں ڈھا کر رستہ چوڑا کر لیا۔ شہر کی آبادی کا حکم خاص و عام کچھ نہیں ہے۔ پنشن داروں سے حاکموں کا کام کچھ نہیں۔ تاج محل۔ مرزا قیصر۔ مرزا جواں بخت کے سالے ولایت علی بیگ جے پور کی زوجہ ان سب کی الہ آباد سے رہائی ہو گئی۔ دیکھیے کیمپ میں رہیں یا لندن جائیں خلق نے از روے قیاس جیسا کہ دلی کی خبر تراشوں کا دستور ہے یہ بات اڑا دی ہے سو سارے شہر میں مشہور ہے کہ جنوری شروع سال ۱۸۵۹ء میں عموماً شہر میں آباد کیے جائینگے اور پنشن داروں کو جھولیاں بھر بھر کر روپئے دیئے جائیں گے۔ خیر آج بدھ کا دن ۲۲ نومبر

گئی ہے ۔ آج یکشنبہ کو بڑا دن اور اگلے شنبہ کو جنوری کا پہلا دن ہے ۔ اگر جیتے ہیں تو دیکھ لیں گے
کہ کیا ہوتا ہے ۔ تم اس خط کا جواب لکھو اور شتاب لکھو ۔ میری جان سرفراز حسین تم کیا کر رہے ہو
اور کس خیال میں ہو ۔ اب صورت کیا ہے اور آئندہ عزیمت کیا ہے ۔ میر نصیر الدین کو صرف
دعا اور اشتیاق دیدار ۔ میرن صاحب کہاں ہیں کوئی جائے اور بلا لائے ۔ حضرت آیئے
سلام علیکم ۔ مزاج مبارک ۔ کہیئے مولوی مظہر علی نے آپ کے خط کا جواب بھیجا یا نہیں اگر بھیجا
تو کیا لکھا ۔ میں جانتا ہوں کہ میر اشرف علی صاحب اور میر سرفراز حسین مجھے کم اور یہ ستم پیشہ
میر مہدی بہت آپ کی جناب میں گستاخیاں کرتے ہیں ۔ کیا کروں میں کہیں تم کہیں
وہاں ہوتا تو دیکھتا کہ کیونکر تم سے بے ادبیاں کر سکتے ان شاء اللہ تعالیٰ جب ایک جا
ہوں گے تو انتقام لیا جائے گا ۔ ہے ہے کیوں کر ایک جا ہوں گے ۔ دیکھیے
زمانہ اور کیا دکھاتا ہے ۔ اللہ اللہ اللہ ۔

ایضاً ۔ میری جان تو کیا کر رہا ہے ۔ بنیے سے سیانا سو دیوانہ ۔ صبر و تسلیم و توکل و رضا
شیوہ صوفیہ کا ہے ۔ مجھ سے زیادہ اس کو کون سمجھے گا ۔ جو تم مجھکو سمجھاتے ہو کیا میں
یہ جانتا ہوں کہ ان لڑکوں کی پرورش میں کرتا ہوں استغفر اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ
یا تم یہ سمجھے ہو کہ میں شیخ چلی کی طرح سے یہ خیال باندھتا ہوں کہ مرغی مول لونگا اور اس کے
انڈے بچے بیچ کر بکری خریدوں گا اور پھر کیا کروں گا اور آخر کیا ہوگا بھائی یہ تو میں نے
راز دل تم سے کہا تھا کہ آرزو یوں ہی تھی اور اب وہ نقش باطل ہو گیا ۔ ایک حسرت کا بیان
تھا نہ خواہش کا ۔ دیکھا اس نقش قدیم کا حال ۔ میں تو اس سے ہاتھ دھوئے بیٹھا ہوں لیکن
جب تک جواب پاؤں کہیں اور کیونکر چلا جاؤں ۔ حاکم اکبر کے آنے کی خبر گرم ہے دیکھیے کب آئے
آئے تو مجھے بھی دربار میں بلائے یا نہ بلائے خلعت ملے یا نہ ملے اس بیچ میں ایک اور پیچ

آپڑا ہے اسکو دیکھ لوں اُسکے پھر فرصت کسی کا انتظار نہیں اس مرحلے کے طے ہونے کے بعد پنشن کے ملنے نہ ملنے کا تردد بدستور رہیگا۔ بشرط سیر کیوں جاؤں کہ یہ سب امور ملتوی چھوڑ کر نکل جاؤں۔ پنشن جاری ہوئے پر بھی تو سوا رامپور کے کہیں ٹھکانا نہیں ہے وہاں تو جاؤں اور ضرور جاؤں۔ تین برس ثبات قدم اختیار کیا اب انجام کار میں اضطراب کی کیا وجہ۔ تم چپکے ہو رہو اور مجھکو کسی عالم میں غمگین اور مضطر گمان نہ کرو۔ ہر وقت میں جیسا مناسب ہوتا ہے ویسا عمل میں آتا ہے۔ صاحب میرن صاحب نے دو سطریں دستخط خاص سے لکھی تھیں واللہ میں کچھ نہیں سمجھا کہ کس مقدمہ کا ذکر ہے

ایضاً سید صاحب۔ اچھا ڈھکوسلا نکالا ہے بعد القاب کے شکوہ شروع کر دینا اور میرن صاحب کو اپنا ہم زبان کر لینا۔ میں میر مہدی نہیں کہ میرن صاحب پر مرتا ہوں۔ میر سرفراز حسین نہیں کہ اُن کو پیار کرتا ہوں۔ علی کا غلام اور سادات کا معتقد ہوں اُس میں تم بھی آگئے۔ کمال ہے کہ میرن صاحب سے محبت قدیم ہے۔ دوست ہوں۔ عاشق زار نہیں۔ بندۂ مہر و وفا ہوں گرفتار نہیں تمھارے بھائی نے سخت منشوش بلکہ نعل در آتش کر رکھا ہے ایک سلام اصلاح کیواسطے بھیجا اور لکھا کہ بعد محرم کے میں بھی آؤنگا۔ میں نے سلام رہنے دیا اور منتظر رہا کہ ڈاک میں کیوں بھیجوں وہ آئیں گے تو یہیں اُن کو دونگا۔ محرم تمام ہوا آج سہ شنبہ غرہ صفر ہے حضرت کا پتا نہیں ظاہرا برسات نے آنے نہ دیا۔ برسات کا نام آگیا۔ سو پہلے تو مجملاً سنو ایک غدر کالوں کا ایک ہنگامہ گوروں کا ایک فتنہ انہدام مکانات کا ایک آفت وبا کی ایک مصیبت کال کی اب یہ برسات جمیع حالات کی جامع ہے۔ آج اکیسواں دن ہے آفتاب اس طرح نظر آجاتا ہے جس طرح بجلی چمک جاتی ہے رات کو کبھی کبھی اگر تارے دکھائی دیتے ہیں تو لوگ اُن کو جگنو سمجھ لیتے ہیں اندھیری راتوں میں چوروں کی بن آئی ہے کوئی دن نہیں کہ دو چار گھر کی چوری کا حال نہ سنا جائے مبالغہ نہ سمجھنا ہزارہا مکان گر گئے۔ سینکڑوں آدمی جا بجا دب کر مر گئے

گلی گلی ندی بہہ رہی ہے۔ قصہ مختصر وہ اَن کال تھا کہ مینہ نہ برسا اناج نہ پیدا ہوا۔ یہ پَن کال ہے
پانی ایسا برسا کہ بوئے ہوئے دانے بہہ گئے۔ جنہوں نے ابھی نہیں بویا تھا وہ بونے سے
رہ گئے۔ سُن لیا دلّی کا حال۔ اسکے سوا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جناب میرن صاحب کو دُعا۔

ایضاً

بے مے نہ کند در کفِ من خامہ روانی — سردست ہوا آتشِ بے دود کجائی

میر مہدی صبح کا وقت ہے جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ انگیٹھی سامنے رکھی ہوئی ہے۔ دو حرف
لکھتا ہوں۔ ہاتھ تاپتا جاتا ہوں۔ آگ میں گرمی سہی۔ مگر ہائے آتشِ سیال کہاں کہ
جب دو جرعے پی لئے فوراً رگ و پے میں دوڑ گئی دل توانا ہو گیا۔ دماغ روشن ہو گیا نفسِ ناطقہ کو
تواجد بہم پہنچا۔ ساقیٔ کوثر کا بندہ اور تشنہ لب۔ ہائے غضب ہائے غضب۔ میاں
تم پنشن پنشن کہہ رہے ہو۔ گورنر جنرل کہاں اور پنشن کہاں۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر
صاحب کمشنر بہادر۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر۔ جب ان تینوں نے جواب دیا ہو تو
اُس کا مرافعہ گورنمنٹ میں کروں۔ مجھے تو دربار و خلعت کے لالے پڑے ہیں۔
تم کو پنشن کا فکر ہے۔ یہاں کے حاکم نے میرا نام فرد میں نہیں لکھا۔ مَیں نے اس کا
اپیل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ہاں کیا ہے۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ بہر حال
جو کچھ ہوگا تمکو لکھا جائے گا۔ اجی وہ یوسفِ ہند نہ سہی۔ یوسفِ دہر سہی۔ یوسفِ عصر
سہی۔ یوسفِ کشور سہی۔ اُنکی زلیخا نے ستم برپا کر رکھا ہے۔ مجھے تو خبر نہیں کہیں حضرت بخشش
کہہ گئے ہیں کہ مَیں ساڑھے سات روپئے مہینا بھیجے جاؤنگا۔ اب اُنکا تقاضا ہے یتیم
روز آتا ہے اور کہتا ہے کہ پھوپھا جان کو لکھو کہ پھوپھی جان بھوکی مرتی ہیں۔ خرچ جلد بھیجو ورنہ
نالش کیجائیگی اور تمکو گواہ قرار دیا جائیگا۔ بہرحال میرن صاحب کو یہ عبارت پڑھوا دینا۔ میر سرفراز حسین کو دعا

میر نصیر الدین کو دُعا۔ حکیم میر اشرف علی کو دُعا۔ یوسف ہفت کشور کو دُعا۔ ×

ایضًا۔ واہ حضرت کیا خط لکھا ہے اس خرافات کے لکھنے کا فائدہ۔ بات اتنی ہی ہے کہ میرا پلنگ مجکو ملا میرا بچھونا مجکو ملا۔ میرا حجّام مجکو ملا۔ میرا بیت الخلا مجکو ملا۔ رات کا وہ شور کوئی آئیو کوئی آئیو فرو ہو گیا میری جان بچی۔ میرے آدمیوں کی جان بچی ع اکنون شب من شب است روزم روز است بھئی تم نے یہ نہ لکھا کہ میرن صاحب کو میرا خط پہنچا یا نہ پہنچا۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نہیں پہنچا اگر پہنچتا تو بیشک وہ تمھاری نظر سے گزرتا اور میرن صاحب اس کی اصل حقیقت تم سے پوچھتے اور اس صورت میں یہ بھی ضرور تھا کہ تم اس واہیات کے بدلے مجکو وہ روداد لکھتے جو میرن صاحب میں اور تم میں پیش آئی۔ پس اگر جیسا کہ گمان ہے خط نہیں پہنچا تو خیر جانے دو۔ اگر خط پہنچا ہے تو میرن صاحب کے خط کے جواب لکھوانے میں تم نے میرا دم ناک میں کر دیا تھا اب ان سے میرے خط کے جواب کا تقاضا کیوں نہیں کرتے۔ حسن بھی کیا چیز ہے۔ قادر کا اتنا خوف نہیں جتنا حسین آدمی کا ڈر ہوتا ہے۔ تم اُن سے خواہشِ وصال کرتے ہوئے ڈرو میرے خط کے جواب کے باب میں کیوں نہیں کہتے۔ نہ صاحب یہ کچھ بات نہیں میرے خط کا جواب اُن سے لکھوا کر بھجواؤ۔ یہاں کا وہ حال ہے جو دیکھ گئے ہو۔ پانی گرم۔ ہوا گرم۔ تپیں مستولی۔ اناج مہنگا۔ بیچارہ منشی میر احمد حسین کا بھتیجا میر امداد علی آشوب کا بیٹا۔ محمد میر۔ شب گزشتہ کو گزر گیا۔ آج صبح کو اُس کو دفن کر آئے۔ جوانِ صالح۔ پرہیزگار۔ مومنین کا پیش نماز تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مجتہد العصر کا حکم بجا لاؤں گا۔ اور نہ رئیس کو بلکہ مدار المہام ریاست کو لکھوں گا۔ رئیس میرے سوال کا جواب تعلم انداز کر جائیگا اور مدار المہام امر واقعی لکھ بھیجے گا۔ میرن صاحب کو دُعا۔ اور کہنا کہ بھلا صاحب تم نے ہمارے خط کا جواب نہیں لکھا۔ ہم بھی تمھاری طرز کا اتباع کریں گے۔ حکیم میر اشرف علی کو دُعا کہنا۔ اور کہنا کہ

اگر تم ہیں اُن میں راہ و رسم تعزیت و تہنیت ہو تو میر احمد حسین کو خط لکھو اور یہ بھی اُن کو معلوم ہو کہ حفیظ یہاں آیا ہوا ہے۔ قبائل تمھارے یہیں ہیں۔ اگر وہاں کچھ رسائی حاصل ہو تو خیر ورنہ یہاں کیوں نہ چلے آؤ ؎

مَیں بھولا نہیں تجکو اے میری جاں   کروں کیا کہ یہاں گر رہے ہیں مکاں

برسات کا حال نہ پوچھو خدا کا قہر ہے۔ قاسم جان کی گلی سعادت خاں کی نہر ہے۔ مَیں جس مکان میں رہتا ہوں۔ عالم بیگ خاں کے کٹرہ کی طرف کا دروازہ گر گیا۔ مسجد کی طرف کے دالان کو جاتے ہوئے جو دروازہ تھا گر گیا۔ سیڑھیاں گرا چاہتی ہیں۔ صبح کے بیٹھنے کا حجرہ جھک رہا ہے۔ چھتیں چھلنی ہو گئی ہیں۔ مینہ گھڑی بھر برسے تو چھت گھنٹہ بھر برسے۔ کتابیں قلمدان سب توشہ خانہ میں۔ فرش پر کہیں لگن رکھا ہوا۔ کہیں چلمچی دھری ہوئی۔ خط کہاں بیٹھکر لکھوں۔ پانچ چار دن سے فرصت ہے۔ مالک مکان کو فکر مرمت ہے۔ آج ایک ان کی صورت نظر آئی کہا کہ آؤ میر مہدی کے خط کا جواب لکھوں۔ آلور کی ناخوشی۔ راہ کی محنت کشی۔ تپ کی حرارت۔ گرمی کی شرارت۔ یاس کا عالم۔ کثرت اندوہ و غم۔ حال کی فکر۔ مستقبل کا خیال۔ تباہی کا رنج۔ آوارگی کا ملال جو کچھ کہو وہ کم ہے۔ بالفعل تمام عالم کا ایک سا عالم ہے۔ سُنتے ہیں کہ نومبر میں مہاراجہ کو اختیار ملے گا۔ مگر وہ اختیار ایسا ہو گا جیسا خدا نے خلق کو دیا ہے۔ سب کچھ اپنے قبضۂ قدرت میں رکھا۔ آدمی کو بدنام کیا ہے۔ اپنے رفع مرض کا حال لکھو۔ خدا کرے تپ جاتی رہی ہو۔ تندرستی حاصل ہو گئی ہو۔ میر صاحب کہتے ہیں ؎ تندرستی ہزار نعمت ہے + ہائے پیش مصرع مرزا قربان علی بیگ سالک نے کیا خوب بہم پہنچایا ہے جکو پسند آیا ہے ؎

تنگدستی اگر نہ ہو سالک   تندرستی ہزار نعمت ہے

مجتہد العصر میر سرفراز حسین صاحب کو دُعا۔ آہاہا میر افضل علی صاحب کہاں ہیں۔ حضرت

یہاں تو اس نام کا کوئی نہیں ہے۔ لکھنؤ کے مجتہد العصر کے بھائی کا نام میرن صاحب تھا۔ جیسے وے
مجتہد العصر کے بھائی میرن صاحب کیوں نہ کہلائیں۔ ہاں بھائی میرن صاحب بھلا انکو ہماری دعا کہنا

ایضاً میری جان تم کو تو بیکاری میں خط لکھنے کا ایک شغل ہے قلم دوات لے بیٹھے۔ اگر خط پہنچا ہے
تو جواب ورنہ شکوہ و شکایت و عتاب و خطاب لکھنے لگے۔ کل حکیم اشرف علی آئے تھے سر منڈوا ڈالا ہے
محلقین رؤسکم پر عمل کیا ہے۔ میں نے کہا سر منڈوایا ہے۔ تو داڑھی رکھو۔ کہنے لگے دامن کجا
آرم کہ جامہ ندارم۔ واللہ ان کی صورت قابل دیکھنے کے ہے۔ کہتے تھے کہ میر احمد علی صاحب آ گئے
اور برقرار و بحال رہے خدا کا شکر بجا لایا کبھی تو ایسا ہی ہو کہ کسی عزیز کی خیر سنی جائے۔ میرا سلام کہنا
اور مبارکباد دینا۔ خبردار بھول نہ جائیو۔ تمہاری شکایت کا جواب یہ ہے کہ تم نے جو خط مجھکو
پانی پت سے بھیجا تھا اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی۔ میں نے تجویز کر لیا تھا کہ جب کرنال
سے خط آئے گا تو میں جواب لکھوں گا۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ابھی کھانا پکا بھی نہیں
تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا۔ کلیان بیمار ہے۔ ایاز کو خط دے کر
ڈاک گھر روانہ کیا۔ بو بو تمہارا گلہ بیجا یا بجا۔ بھائی گلہ کرو تو اپنے سے کرو کہ تم نے کرنال پہنچکر خط
لکھنے میں کیوں دیر کی اور ہاں یہ کیا سبب ہے کہ بہت دن سے میر نصیر الدین کا نام تمہاری قلم سے
نہیں نکلتا۔ ان کی خیر و عافیت نہ ان کی بندگی۔ بندگی لکھتے تو خیر و عافیت تو لکھتے۔ یہ باتیں اچھی
نہیں۔ میرن صاحب کے باب میں حیران ہوں تنہا تمہارے ساتھ گئے ہیں والدہ ان کی پانی پت
میں ہیں وہاں کوئی مکان لے کر والدہ کو وہیں بلالیں گے یا خود بعد چند روز کے یہاں آ جائیں گے
یہ دو باتیں جواب طلب ہیں۔ میر نصیر الدین کی بندگی نہ لکھنے کا سبب اور میرن صاحب کے
بود و باش کی حقیقت لکھو۔ رہا میرا پنشن۔ اس کا ذکر نہ کرو۔ اگر ملے گا تو تم کو اطلاع دی جائیگی۔
شہر کی آبادی کا چرچا ہوا۔ کرایہ کو مکان ملنے لگے۔ چار پانسو گھر آباد ہوئے تھے کہ پھر وہ

قاعدہ مٹ گیا اب خدا جانے کیا دستور جاری ہوا ہے۔ آیندہ کیا ہو گا۔ سلطان العلما مجتہد العصر مولوی
سید سرفراز حسین کو اگرچہ نظر اُن کے مدارج علم و عمل پر بندگی چاہیئے مگر خیر میں عزیز داری و یگانگی کی راہ
سے دُعا لکھتا ہوں۔ میرن صاحب کو دُعا اور بعد دُعا کے بہت سا پیار۔ میر نصیر الدین
کو دُعا۔ زیادہ کیا لکھوں۔

ایضًا۔ میاں کیوں ناسپاسی و ناحق شناسی کرتے ہو۔ چشم بیمار ایسی چیز ہے کہ جس کی کوئی
شکایت کرے تمھارا مُنہ چشم بیمار کے لائق کہاں۔ چشم بیمار میرن صاحب قبلہ کی آنکھ کو کہتے
ہیں جس کو اچھے اچھے عارف دیکھتے رہتے ہیں۔ تم گنوار چشم بیمار کو کیا جانو۔ خیر ہنسی ہو چکی
اب حقیقت مفصل لکھو۔ تم زحیر کی عادت رکھتے ہو۔ عوارض چشم سے تمکو کیا علاقہ۔ میرے نور چشم
کی آنکھ کیوں دُکھی۔ مَیں نے خط تمھیں جان کر نہیں لکھا۔ تم نے لکھا تھا کہ بعد عید مَیں وہاں آؤنگا
تمکو خط بھیجنے میں تامل ہوا۔ لکھتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ تنخواہ کی سنو۔ تین برس کے دو ہزار دو سو
پچاس روپئے ہوئے۔ سو مد خرچ کے جو پائے تھے وہ کٹ گئے۔ ڈیڑھ سو متفرقات میں اُٹھ گئے
مختار کار دو ہزار لایا۔ چونکہ مَیں اُس کا قرضدار ہوں روپیہ اُس نے اپنے گھر میں رکھے اور مجھ سے کہا
کہ میرا حساب کیجئے۔ حساب کیا۔ سود مول سات کم پندرہ سو ہوئے۔ مَیں نے کہا میرے قرضۂ
متفرق کا حساب کر۔ کچھ اوپر گیارہ سو روپئے نکلے۔ مَیں کہتا ہوں یہ گیارہ سو بانٹ دے۔
نو سو بچے آدھے تو لے آدھے مجھے دے وہ کہتا ہے پندرہ سو مجکو دو۔ پانسو سات تم لو۔ یہ
جھگڑا مٹ جائیگا تب کچھ ہاتھ آئیگا۔ خزانہ سے روپیہ آگیا ہے۔ مَیں نے آنکھ سے دیکھا ہو تو انکھیں
پھوٹیں بات رہ گئی پٹ رہ گئی۔ حاسدوں کو موت آگئی دوست شاد ہو گئے ہیں جیسا ننگا
بھوکا ہوں جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ میرا دار و گیر سے بچنا کرامت اسد اللہی ہے
ان پیسوں کا ہاتھ آنا عطیۂ ید اللہی ہے۔ حاکم شہر لکھدے کہ یہ شخص ہرگز پنشن پانیکا مستحق نہیں

حاکم صدر مجکو پنشن دلوائے اور پورا دلوائے۔ میرن صاحب کو دعا کہتا ہوں اور مزاج
کی خبر پوچھتا ہوں۔ جواب ترکی بترکی جواب عربی بعربی جو انھوں نے لکھا وہ میں نے بھی لکھا
مجتہد العصر کو بندگی لکھوں دعا لکھوں کیا لکھوں۔ نہیں بھئی وہ مجتہد ہوں ہوا کریں میرے تو
فرزند ہیں۔ میں دعا ہی لکھوں گا اور اسی طرح میر نصیر الدین کو بھی دعا۔

ایضاً۔ بھائی کیا پوچھتے ہو کیا لکھوں دلی کی ہستی منحصر کئی ہنگاموں پر ہے۔ قلعہ
چاندنی چوک۔ ہر روز مجمع بازار مسجد جامع کا۔ ہر ہفتہ سیر جمنا کے پل کی۔ ہر سال میلہ پھول والوں کا
یہ پانچوں باتیں اب نہیں پھر کہو دلی کہاں۔ ہاں کوئی شہر قلمرو ہند میں اس نام کا تھا۔ نواب
گورنر جنرل بہادر ۱۵ دسمبر کو یہاں داخل ہونگے دیکھیے کہاں اترتے ہیں اور کیونکر دربار کرتے ہیں
آگے کے درباروں میں سات جاگیردار تھے کہ ان کا الگ الگ دربار ہوتا تھا۔ جھجر۔ بہادر گڈھ۔ بلب گڈھ
فرخ نگر۔ دوجانہ۔ پاٹودی۔ لوہارو۔ چار معدوم محض ہیں جو باقی رہے۔ اس میں سے دوجانہ
ولوہارو تحت حکومت ہانسی حصار پاٹودی حاضر اگر ہانسی حصار کے صاحب کمشنر بہادر ان دونوں
کو یہاں لے آئے تو تین رئیس ورنہ ایک رئیس۔ دربار عام والے مہاجن لوگ سب موجود۔
اہل اسلام میں سے صرف تین آدمی باقی ہیں۔ میرٹھ میں مصطفیٰ خاں۔ سلطان جی میں مولوی
صدر الدین خاں۔ بلی ماروں میں سگ دنیا موسوم بہ اسد۔ تینوں مردود و مطرود و محروم و مغموم

توڑ بیٹھے جبکہ ہم جام و سبو پھر ہم کو کیا آسمان سے بادۂ گلفام گر برسا کرے

تم آتے ہو چلے آؤ۔ جان نثار خاں کے چھتے کی۔ خان چند کے کوچہ کی سڑک دیکھ جاؤ۔ بلاقی بیگم کے
کوچہ کا ڈھنا۔ جامع مسجد کے گرد ستر بہتر گز میدان نکلنا سن جاؤ۔ غالب افسردہ دل کو دیکھ جاؤ
چلے جاؤ۔ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کو دعا۔ حکیم الملک حکیم میر اشرف علی کو دعا۔ قطب الملک
میر نصیر الدین کو دعا۔ یوسف ہند میر افضل علی کو دعا۔ ✦ غالب۔

ایضاً - جانِ غالب تمھارا خط پہنچا غزل اصلاح کے بعد پہنچتی ہے ؎ ہر اک سے پوچھتا ہوں
وہ کہاں ہے ٭ مصرع بدل دینے سے یہ شعر کس رتبہ کا ہو گیا - اے میر مہدی تجھے شرم نہیں آتی
میاں یہ اہلِ دہلی کی زبان ہے - ارے اب اہلِ دہلی ہندو ہیں یا اہلِ حرفہ ہیں یا خاکی ہیں یا
پنجابی ہیں یا گورے ہیں - ان میں سے تو کس کی زبان کی تعریف کرتا ہے - لکھنؤ کی آبادی
میں کچھ فرق نہیں آیا - ریاست تو جاتی رہی باقی ہر فن کے کامل لوگ موجود ہیں خس کی ٹٹی
پروا ہوا اب کہاں لطف وہ تو اسی مکان میں تھا - اب میر خیراتی کی حویلی میں وہ چھت اور سمت
بدلی ہوئی ہے بہرحال میگزرد مصیبت عظیم یہ ہے کہ قاری کا کنواں بند ہو گیا - لال ڈگی کے
کنوئیں یک قلم کھاری ہو گئے - خیر کھاری ہی پانی پیتے گرم پانی نکلتا ہے - پرسوں میں سوار
ہو کر کنوؤں کا حال دریافت کرنے گیا تھا - مسجد جامع سے راج گھاٹ دروازہ تک بے مبالغہ
ایک صحرا لق و دق ہے - اینٹوں کے ڈھیر جو پڑے ہیں وہ اگر اٹھ جائیں تو ہُو کا مکان ہو جائے
یاد کرو مرزا گوہر کے باغیچہ کے اس جانب کو کئی بانس نشیب تھا اب وہ باغیچہ کے صحن کے برابر ہو گیا
یہاں تک کہ راج گھاٹ کا دروازہ بند ہو گیا فصیل کے کنگورے کھلے رہے ہیں باقی سب اٹ گیا -
کشمیری دروازہ کا حال تم دیکھ گئے ہو اب آہنی سڑک کے واسطے کلکتہ دروازہ سے کابلی دروازہ تک
میدان ہو گیا - پنجابی کٹرہ - دھوبی واڑہ - رام جی گنج - سعادت خاں کا کٹرہ - جرنیل کی بی بی کی
حویلی - رام جی داس گودام والے کے مکانات - صاحب رام کا باغ حویلی - ان میں سے کسی کا پتہ نہیں ملتا
قصہ مختصر شہر صحرا ہو گیا تھا اب جو کنوئیں جاتے رہے اور پانی گوہر نایاب ہو گیا - تو یہ صحرا صحرائے کربلا ہو جائیگا
اللہ اللہ دلی والے ابتک یہاں کی زبان کو اچھا کہے جاتے ہیں واہ رے حسنِ اعتقاد ارے بندۂ خدا -
اردو بازار نہ رہا اردو کہاں دلی کہاں واللہ اب شہر نہیں ہے کیمپ ہے چھاؤنی ہے نہ قلعہ نہ شہر نہ بازار
نہ نہر الور کا حال کچھ اور ہے مجھے اور انقلاب سے کیا کام - الگزنڈر ہیدرلی کا کوئی خط نہیں آیا ظاہرا انکی

فرصت نہیں ورنہ مجکو ضرور خط لکھتا رہتا۔ میر سرفراز حسین اور میرن صاحب اور نصیر الدین کو دعا۔

ایضاً جانِ غالب اب کے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ مجکو خود افسوس تھا۔ پانچویں دن غذا کھائی اب اچھا ہوں۔ تندرست ہوں۔ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۶ھ تک کچھ کھٹکا نہیں ہے۔ محرّم کی پہلی تاریخ سے اللہ مالک ہے میر نصیر الدین آئے کئی بار میں نے اُن کو دیکھا نہیں اب کی بار دورہ میں مجکو غفلت بہت رہی کثرت احباب کے آنے کی خبر نہیں ہوئی جب سے اچھا ہوا ہوں سید صاحب نہیں آئے۔ تمھاری آنکھوں کے غبار کی وجہ یہ ہے کہ جو مکان دلی میں ڈھائے گئے اور جہاں جہاں سڑکیں نکلیں جتنی گرد اُڑی اُس کو آپ نے ازراہِ محبت اپنی آنکھوں میں جگہ دی بہرحال اچھے ہو جاؤ اور جلد آؤ مجتہد العصر میر سرفراز حسین کا خط آیا تھا۔ میں نے میرن صاحب کی آزردگی کے خوف سے اُس کا جواب نہیں لکھا۔ یہ رقعہ اُن دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا کہ میر سرفراز حسین صاحب اپنے خط کی رسید سے مطلع ہو جائیں اور میرن صاحب میرے پاس اُلفت پر اطلاع پائیں۔

ایضاً۔ سید صاحب کل پہر دن رہے تمھارا خط پہنچا یقین ہے کہ اُسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمھارے پاس پہنچ گئے ہوں۔ حال سفر کا جو کچھ ہے اُن کی زبانی سن لو گے میں کیا لکھوں میں نے بھی جو کچھ سنا ہے اُنہیں سے سنا ہے اُن کا اس طرح ناکام پھر آنا میری تمنا اور میرے مقصود کے خلاف ہے لیکن میرے عقیدے اور میرے تصور کے مطابق ہے میں جانتا تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا۔ سو روپیہ کی ناحق زیرباری ہوئی چونکہ یہ زیرباری میرے کہے سے ہوئی تو مجھے شرمساری ہوئی میں نے اس چھیاسٹھ برس میں اس طرح کی شرمساریاں اور روسیاہیاں بہت اُٹھائی ہیں جہاں ہزار داغ ہیں ایک ہزار ایک سہی۔ میر سرفراز حسین کی زیرباری سے دل کڑھتا ہے۔ وبا کو کیا پوچھتے ہو قدر انداز قضا کے ترکش میں بھی ایک تیر باقی تھا۔ قتل ایسا عام۔ لوٹ ایسی سخت۔ کال ایسا پڑا۔ وبا کیوں نہ ہو۔ لسان الغیب نے دس برس پہلے فرمایا ہے

ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام   ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

میاں ۱۲۷۷ کی بات غلط نہ تھی مگر میں نے وبائے عام میں مرنا اپنے لائق نہ سمجھا واقعی اس میں میری
کسرِ شان تھی بعد رفع فساد ہوا سمجھ لیا جائیگا۔ کلیات اردو کا چھاپا تمام ہوا۔ اغلب کہ اسی ہفتہ میں غایت
اسی مہینہ میں ایک نسخہ بسبیل ڈاک تم کو پہنچ جائیگا۔ کلیات نظم فارسی کے چھاپنے کی بھی تدبیر ہو رہی ہے
اگر ڈول بندھ گیا تو وہ بھی چھاپا جائیگا۔ قاطع برہان کے خاتمہ میں کچھ فوائد بڑھائے گئے ہیں
اگر مقدور مساعدت کریگا تو میں بے شرکت غیر اسکو چھپواؤنگا۔ مگر یہ خیال محال ہے۔ میرے مقدور
کی تیاری کا حال مجتہد العصر کو معلوم ہے وَاللہُ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر خدا کا بندہ ہوں۔ علی کا غلام۔
میرا خدا کریم۔ میرا خداوند سخی۔ علی دارم چہ غم دارم۔ وبا کی آنچ مدھم ہو گئی ہے۔ پانسات دن
بڑا زور شور رہا۔ پرسوں خواجہ مرزا ولد خواجہ امان مع اپنی بی بی بچوں کے دلی میں آیا کل رات کو
اس کا نو برس کا بیٹا ہیضہ کر کے مر گیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ الور میں بھی وبا ہے۔ الکزنڈر ہڈرلی
مشہور بہ الک صاحب مر گیا۔ واقعی بے تکلف وہ میرا عزیز اور ترقی خواہ اور راج میں اور مجھ میں متوسط
تھا۔ اس جرم میں ماخوذ ہو کر مرا۔ خیر یہ عالم اسباب ہے اسکے حالات سے ہمکو کیا۔ +

ایضاً۔ ہاں صاحب کیا چاہتے ہو۔ مجتہد العصر کے مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا۔ اب اور کیا لکھوں
تم میرے ہم عمر نہیں جو سلام لکھوں۔ فقیر نہیں جو دعا لکھوں۔ تمھارا دماغ چل گیا ہے لفافہ کو کرید
کرو۔ مسودہ کو بار بار دیکھا کرو۔ باؤگے گیا۔ یعنی تم کو وہ محمد شاہی روشیں پسند ہیں۔ یہاں
خیریت ہے وہاں کی خیر و عافیت مطلوب ہے۔ خط تمھارا بہت دن کے بعد پہنچا۔ جی خوش ہوا
مسودہ بعد اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا۔ اور ہاں حکیم
میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا۔ لازمہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتے
رہو۔ کیوں سچ کہیو اگلوں کے خطوط کی تحریر کی بھی طرز تھی۔ ہاں کیا اچھا شیوہ ہے۔ جب تک

یوں نہ لکھو وہ خط ہی نہیں ہے۔ چاہ آب ہے۔ ابر بے باران ہی۔ نخل بے ثمر ہے۔ خانہ بے چراغ ہی
چراغ بے نور ہے۔ ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو تم جانتے ہو ہم زندہ ہیں۔ امر ضروری لکھ لیا۔ زوائد
کو اور وقت پر موقوف رکھا۔ اور اگر تمھاری خوشنودی اُسی طرح کی نگارش پر منحصر ہے تو بھائی ساڑھے
تین سطریں ویسی بھی میں نے لکھ دیں کیا قضا نہیں پڑھتے اور وہ مقبول نہیں ہوتی۔ خیر ہم نے
بھی وہ عبارت جو مسودہ کے ساتھ لکھی تھی اب لکھ بھیجی قصور معاف کرو خفا نہ ہو۔ میر نصیر الدین
ایک بار آئے تھے پھر نہ آئے۔ فارسی نئی میں نے کہاں لکھی کہ تمھارے چچا کو یا تمکو بھیجدوں
نواب فیض محمد خاں کے بھائی حسن علیخاں مر گئے۔ حامد علیخاں کی ایک لاکھ تیس ہزار کئی سو
روپیہ کی ڈگری بادشاہ پر ہو گئی۔ کلو داروغہ بیمار ہو گیا تھا آج اُس نے غسل صحت کیا۔ باقر علیخاں
کو مہینے بھر سے تپ آتی ہی۔ حسین علیخاں کے گلے میں دو غدود ہو گئے ہیں۔ شہر چپ چاپ۔
نہ کہیں بھا ؤڑا بجتا ہے نہ سرنگ لگا کر کوئی مکان اُڑایا جاتا ہے۔ نہ آہنی سڑک آتی ہی نہ کہیں
دمدمہ بنتا ہے دلی شہر خموشاں ہے۔ کاغذ بھر گیا ورنہ تمھاری دل کی خوشی کیواسطے ابھی اور لکھتا

ایضاً سید صاحب تمھارے خط کے آنے سے وہ خوشی ہوئی جو کسی دوست کے دیکھنے سے ہو لیکن یہ نہ
وہ آیا ہے کہ ہماری قسمت میں خوشی ہی نہیں خط سے معلوم ہوا تو کیا معلوم ہوا کہ ڈھائی سو روپئے
ان دنوں میں ڈھائی روپیے بھی بھاری ہیں ڈھائی سو کیسے۔ سبحان اللہ باوجود اس تہیدستی کے
پھر بھی کہنا پڑتا ہے کہ روپئے گئے بلا سے آبرو بچی۔ اب میر سرفراز حسین کو چاہیے کہ اکبر چلے
جائیں شاید نئے بند و بست میں کوئی صورت نوکری کی نکل آئے۔ میری دعا کہو اور یہ کہو کہ
اپنا حال اور اپنا قصہ اپنے ہاتھ سے مجکو لکھیں۔ پنشن کا حال کچھ معلوم ہوا ہو تو کہوں۔ حاکم
خط کا جواب نہیں لکھتا۔ عملہ میں ہر چند تفحص کیجئے کہ ہمارے خط پر کیا حکم ہوا کوئی کچھ نہیں
بتاتا۔ بہرحال اتنا سنا ہے اور دلائل اور قرائن سے معلوم ہوا ہے کہ میں بے گناہ

قرار پایا ہوں اور ڈپٹی کمشنر بہادر کی رائے میں پنشن پانے کا استحقاق رکھتا ہوں پس اس سے زیادہ مجھے معلوم نہ کسی کو خبر۔ میاں کیا باتیں کرتے ہو۔ میں کتابیں کہاں سے چھپواتا روٹی کھانیکو نہیں شراب پینے کو نہیں۔ جاڑے آتے ہیں لحاف توشک کی فکر ہے۔ کتابیں کیا چھپواؤں گا۔ منشی امید سنگھ اندور والے دلی آئے تھے۔ سابقہ معرفت مجھ سے نہ تھا۔ ایک دوست اُن کو میرے گھر لے آیا اُنھوں نے وہ نسخہ دیکھا یا۔ چھپوانے کا قصد کیا۔ آگرہ میں میرا شاگرد رشید منشی ہرگوپال تفتہ تھا۔ اُس کو مَیں نے لکھا اُس نے اس اہتمام کو اپنے ذمہ لیا۔ مسودہ بھیجا گیا۔ ۸ روپے فی جلد قیمت ٹھہری۔ پچاس جلدیں منشی امید سنگھ نے لیں۔ پچیس روپیہ چھاپے خانہ میں بطریق ہنڈوی بھجوا دئے صاحب مطبع نے بشمول سعی منشی ہرگوپال تفتہ چھاپنا شروع کیا آگرہ کے حکام کو دکھایا اجازت چاہیئے ہے۔ حکام نے بکمال خوشی اجازت دی پانسو جلد چھاپی جاتی ہے اُس میں پچاس جلد میں شاید پچیس جلد منشی اُمید سنگھ مجکو دیں گے۔ مَیں عزیزوں کو بانٹ دوں گا۔ پرسوں خط تفتہ کا آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ایک فرمہ چھپنا باقی رہا ہے۔ یقین ہے کہ ابھی اکتوبر میں قصہ تمام ہو جائے۔ بھائی مَیں نے ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے اکیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک کا حال لکھا ہے اور خاتمہ میں اسکی اطلاع دیدی ہے۔ امین الدین خاں کی جاگیر کے ملنے کا حال اور بادشاہ کی روانگی کا حال کیونکر لکھتا۔ اُن کو جاگیر اگست میں ملی۔ بادشاہ اکتوبر میں گئے کیا کرتا اگر تحریر موقوف نہ کرتا۔ منشی اُمید سنگھ اندور جانے والے تھے اگر ختم کر کے مسودہ اُن کے سامنے آگرہ نہ بھیج دیتا تو پھر چھپواتا کون۔

ایضاً خوبیٔ دین و دُنیا روزی باد۔ میر اشرف علی صاحب نے تمھارا خط دیا وہ جو تم نے لکھا تھا کہ تیرا خط میرے نام کا میرے ہمنام کے ہاتھ جا پڑا۔ صاحب قصور تمھارا ہی کیوں ایسے شہر میں بستے ہو۔ جہاں دوسرا میر مہدی بھی ہو مجکو دیکھو کہ مَیں کب سے دلّی میں بستا ہوں نہ کوئی اپنا ہمنام

ہونے دیا نہ کوئی اپنا عرف بننے دیا۔ نہ اپنا ہم تخلص ہم پہنچایا۔ فقط پنشن کی صورت یہ ہے کہ کوتوال سے کیفیت طلب ہوئی اُس نے اچھی لکھی۔ کل ہفتہ کا دن ساتویں اگست کی مجکو اجرٹن صاحب بہادر نے بلایا۔ کچھ سہل سوال مجھ سے کئے۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنخواہ ملے اور جلد ملے۔ تردد اگر ہے تو اس میں ہے کہ ۱۵ مہینے پچھلے بھی ملتے ہیں یا صرف آیندہ کو مقرر ہوتی ہے غلام فخرالدین خاں کی دو ایک رُوبکاریاں ہوئی ہیں۔ صورت اچھی ہے۔ خدا چاہے تو رہائی ہو جائے صاحب ہم نے گھبرا کر اُس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ دفتر بند کیا۔ اور یہ لکھدیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک میں نے ۱۵۔ مہینے کا حال لکھا اور آیندہ لکھنا موقوف کیا تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرہ اخیر لکھ بھیجو۔ اب پھر تمکو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تا کہ میں اُس کے آگے کی عبارت تم کو لکھکر بھیجدوں۔ ہاں صاحب میر اشرف علی صاحب بھی یہی فرماتے تھے کہ میر سرفراز حسین پانی پت آیا چاہتے ہیں اگر آجائیں تو مجکو اطلاع کرنا۔

ایضاً۔ مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے اس چرخ کج رفتار کا بُرا ہو ہمنے اسکا کیا بگاڑا تھا ملک و مال جاہ و جلال کچھ نہیں رکھتے تھے ایک گوشہ و توشہ تھا۔ چند مفلس و بے نوا ایک جگہ فراہم ہو کر کچھ ہنس بول لیتے تھے

سو بھی ہمتو کوئی دم دیکھ سکا اے فلک — اور تو یہاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

یاد ہے یہ شعر خواجہ میر درد کا ہے۔ کل سے مجکو یہ شعر کشش بہت یاد آتا ہے۔ سو صاحب اب تم ہی بتاؤ کہ میں تمکو کیا لکھوں وہ صحبتیں اور تقریریں جو یاد کرتے ہو اور تو کچھ بن نہیں آتی مجھ سے خط پر خط لکھواتے ہو۔ آنسوؤں سے پیاس نہیں بجھتی۔ یہ تحریر تلافی اس تقریر کا نہیں کرسکتی۔ بہرحال کچھ لکھتا ہوں دیکھو لکھتا ہوں۔ پنشن کی رپورٹ کا ابھی کچھ حال نہیں معلوم۔ دیر آید درست آید۔ بھئی میں تم سے بہت آزردہ ہوں۔ میرن صاحب کی تندرستی کے بیان میں اظہارِ مسرت نہ مجکو تہنیت بلکہ

اس طرح سے لکھا ہے کہ گویا اُنکا تندرست ہونا تم کو ناگوار ہوا ہے۔ لکھتے ہو کہ میرن صاحب ویسے ہی ہو گئے جیسے آگے تھے اُچھلتے کودتے پھرتے ہیں اسکے یہ معنی کہ ہے ہے کیا غضب ہوا کہ یہ کیوں اچھے ہو گئے یہ باتیں تمھاری ہمکو پسند نہیں آتیں تم نے میر کا وہ مقطع سُنا ہو گا بہ تغییر الفاظ لکھتا ہُوں ؎ کیوں نہ میرن کو مغتنم جانوں ٭ دلّی والوں میں اک بچا ہے یہ میر تقی کا مقطع یوں ہے ؎ میر کو کیوں نہ مغتنم جانیں ٭ اگلے لوگوں میں اک رہا ہے یہ میر کی جگہ میرن اور رہا کی جگہ بچا کیا اچھا تصرف ہے۔ ارے میاں تم نے کچھ اور بھی سُنا کل یوسف مرزا کا خط لکھنؤ سے آیا وہ لکھتا ہے کہ نصیر خاں عرف نواب جان والد اُن کا دائم الحبس ہو گیا۔ حیران ہوں کہ یہ کیا آفت آئی۔ یوسف مرزا تو جھوٹ کاہے کو لکھے گا خدا کرے اُس نے جھوٹ سُنا ہو۔ لو بھئی اب تم جاہو جاؤ اپنے گھر میں روٹی کھانے جاتا ہُوں اندر باہر سب روزہ دار ہیں یہاں تک کہ بڑا لڑکا باقر علیخاں بھی۔ صرف ایک میں اور ایک میرا بیٹا حسین علیخاں یہ ہم روزہ خور ہیں۔ وہی حسین علیخاں جس کا روز مرّہ ہے کھلونے منگا دو۔ مَیں بھی بجار جاؤں گا۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور یہ خط اُن کو ضرور سُنا دینا برخوردار میر نصیر الدین کو دُعا پہنچے۔ ٭

ایضًا۔ میر مہدی جیتے رہو۔ آفرین صد آفرین۔ اردو عبارت لکھنے کا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ہے کہ مجکو رشک آنے لگا۔ سُنو دلّی کے تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ میں گئی ہے۔ یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی سو ایک ظالم پانی پت انصاریوں کے محلہ کا رہنے والا لوٹ لے گیا۔ مگر مَیں نے اُس کو بحل کیا۔ اللہ برکت دے۔ میری پنشن اور ولایت کے انعام کا حال کیا لکھوں حقیقۃً سمجھ لو وللہ الحمد الطاف خفیہ ایک طرز خاص پر تحریک ہوئی۔ نواب گورنر جنرل بہادر نے حاکم پنجاب کو لکھا کہ حاکم دہلی سے فلاں شخص کی پنشن کے چڑھے ہوئے

روپیہ کے یک مشت پانے کی اور آیندہ ماہ بماہ ملنے کی رپورٹ منگوا کر اپنی منظوری لکھکر ہمارے
پاس بھیجدو تاکہ ہم حکم منظوری دے کر تمھارے پاس بھیج دیں سو یہاں اُس کی تعمیل بطرز مناسب
ہوگئی۔ کم و بیش دو مہینہ میں سب روپیہ مل جائیگا اور ہاں صاحب کمشنر بہادر نے یہ بھی کہا کہ اگر
تم کو ضرورت ہو تو سَو روپیہ خزانہ سے منگوا لو۔ مَیں نے کہا صاحب یہ کیسی بات ہے کہ اَوروں کو برس
دن کا روپیہ ملا اور مجھے سَو روپیہ دلواتے ہو۔ فرمایا کہ تم کو اب چند روز میں سب روپیہ اور اجرا کا
حکم ملجائیگا۔ اَوروں کو یہ بات برسوں میں میسر آئیگی۔ مَیں چُپ ہو رہا۔ آج دوشنبہ یکم شعبان اور
ہفتم مارچ ہے دوپہر ہو جائے تو اپنا آدمی مع رسید بھیج کر سَو روپیہ منگا لوں۔ پر یار ولایت کے انعام کی
توقع خدا ہی سے ہے۔ تم وہیں کے حکم کے ساتھ اُس کی رپورٹ کرنے کا بھی آیا ہے مگر یہ بھی حکم ہے
کہ اپنی رائے لکھو۔ اب دیکھیے یہ دو حاکم یعنی حاکم دہلی اور حاکم پنجاب اپنی رائے کیا لکھتے ہیں۔ حاکم پنجاب
کے گورنر بہادر کا یہ بھی حکم ہے کہ دستنبو منگا کر اور تم دیکھ کر ہم کو لکھو کہ وہ کیسی ہے اور انھیں کیا لکھا ہے چنانچہ
حاکم دہلی نے ایک کتاب بھی کہکر مجھ سے مانگی اور مَیں نے دی۔ اب دیکھوں حاکم پنجاب کیا لکھتا ہے۔ اس وقت
تمھارا ایک خط اور یوسف مرزا کا ایک خط آیا مجکو باتیں کرنیکا مزا ملا تو دونوں کا جواب ابھی لکھ کر روانہ کیا۔ اب
مَیں روٹی کھانے جاتا ہوں۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب۔ میر نصیر الدین کو دُعا ✚

ایضاً۔ سید صاحب نہ تم مجرم نہ مَیں گنہگار۔ تم مجبور مَیں لاچار۔ لو اب کہانی سُنو۔ میری سرگزشت میری
زبانی سُنو۔ نواب مصطفےٰ خاں بمیعاد سات برس کے قید ہو گئے تھے سو اُن کی تقصیر معاف ہوئی۔
اور اُن کو رہائی ملی۔ صرف رہائی کا حکم آیا ہے۔ جہانگیر آباد کی زمینداری اور دلی کی املاک اور پنشن کے
باب میں ہنوز حکم کچھ نہیں ہوا لاچار وہ رہا ہو کر میرٹھ ہی میں ایک دوست کے مکان میں ٹھہرے ہیں۔
مَیں بمجرد استماع اس خبر کے ڈاک میں بیٹھکر میرٹھ گیا اُن کو دیکھا۔ چار دن وہاں رہا۔ پھر ڈاک میں بیٹھ کر اپنے گھر
تاریخ آنے جانے کی یاد نہیں مگر ہفتہ کو گیا۔ منگل کو آیا۔ آج بُدھ دوم فروری ہے مجکو آئے ہوئے

نواں دن ہے۔ انتظار میں تھا کہ تمہارا خط آئے تو اُس کا جواب لکھا جائے آج صبح کو تمہارا خط آیا دوپہر کو
میں جواب لکھتا ہوں سنو روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے
میرٹھ سے آکر دیکھا کہ یہاں بڑی شدت ہے اور یہ حالت ہے کہ گوروں کی پاسبانی پر قناعت نہیں ہے لاہوری
دروازہ کا تھانہ دار مونڈھا بچھا کر سڑک پر بیٹھتا ہے جو باہر کے گورے کی آنکھ بچا کر آتا ہے اُس کو پکڑ کر حوالات
میں بھیج دیتا ہے حاکم کے ہاں پانچ پانچ بید لگتے ہیں یا دو روپیہ جرمانہ لیا جاتا ہے آٹھ دن قید
رہتا ہے اس سے علاوہ سب تھانوں پر حکم ہے کہ دریافت کرو کون بے ٹکٹ مقیم ہے اور کون ٹکٹ رکھتا ہے
تھانوں میں نقشے مرتب ہونے لگے یہاں کا جمعدار میرے پاس بھی آیا۔ میں نے کہا بھائی تو
مجھے نقشے میں نہ رکھ۔ میری کیفیت کی عبارت الگ لکھ۔ عبارت یہ کہ اسد اللہ خاں پنشن دار ۱۸۵۰ء سے
حکیم پٹیالے والے کے بھائی کی حویلی میں رہتا ہے نہ کالوں کے وقت میں کہیں گیا۔ نہ اور نہ گوروں
کے زمانہ میں نکلا اور نکالا گیا۔ کرنیل براون صاحب بہادر کی زبانی حکم پر اُس کی اقامت کا مدار ہے
اب تک کسی حاکم نے وہ حکم نہیں بدلا۔ اب حاکم وقت کو اختیار ہے۔ پرسوں یہ عبارت جمعدار نے
محلے کے نقشے کے ساتھ کوتوالی میں بھیج دی ہے۔ کل سے یہ حکم نکلا کہ یہ لوگ شہر سے باہر مکانات
کیوں بناتے ہیں جو مکان بن چکے ہیں انہیں ڈھا دو۔ اور آیندہ کو ممانعت کا حکم سنا دو۔ اور یہ
بھی مشہور ہے کہ پانچ ہزار ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ جو مسلمان شہر میں اقامت چاہے بقدر
مقدور نذرانہ دے۔ اُس کا اندازہ قرار دینا حاکم کی رائے پر ہے روپیہ دے اور ٹکٹ لے
گھر برباد ہو جائے آپ شہر میں آباد ہو جائے آج تک یہ صورت ہے دیکھیے شہر کے بسنے کی
کون مہورت ہے جو رہتے ہیں وہ بھی اخراج کیے جاتے ہیں یا جو باہر پڑے ہوئے ہیں وہ
شہر میں آتے ہیں اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحُکْمُ لِلّٰہِ۔ نور چشم میر سرفراز حسین اور برخوردار میر نصیر الدین کو دعا
اور جناب میرن صاحب کو سلام بھی اور دعا بھی۔ اس میں سے وہ جو چاہیں قبول کریں۔

ایضاً میری جان خدا تم کو ایک سو بیس برس کی عمر دے۔ بوڑھا ہونے آیا۔ داڑھی میں بال سفید آگئے مگر بات سمجھنی نہ آئی۔ پنشن کے باب میں اُلجھے ہو اور کیا بیجا اُلجھے ہو۔ یہ تو جانتے ہو کہ دلی کے سب پنشن داروں کو مئی ۱۸۵۷ء سے پنشن نہیں ملا۔ یہ فروری ۱۸۵۹ء بائیسواں مہینہ ہے۔ چند اشخاص کو اس بائیس مہینے میں سال بھر کا روپیہ بطریق مدد خرچ مل گیا۔ باقی چڑھے ہوئے روپیہ کے باب میں اور آئندہ ماہ بماہ ملنے کے واسطے ابھی کچھ حکم نہیں ہوا۔ تم آپ اپنے سوال کو یاد کرو کہ اس واقعہ سے اُسکو کچھ نسبت ہے یا نہیں یہ حضرت کا سوال امیر خسرو کی انملی ہے ؎ چیل بسولا لے گئی تو کا ہے سے چھیلوں راب ٭ علی بخش خاں پچاس روپے مہینا پاتے تھے بائیس مہینے کے گیارہ سو ہوتے ہیں اُن کو چھ سو روپیہ مل گئے۔ باقی روپیہ چڑھا رہا آئندہ ملنے میں کچھ کلام نہیں۔ غلام حسن خاں سو روپیہ مہینے کا پنشن دار۔ بائیس مہینے کے بائیس سو روپیے ہوتے ہیں اس کو بارہ سو ملے۔ دیوان کشن لال کا ڈیڑھ سو روپیہ مہینا۔ بائیس مہینے کے تین ہزار تین سو ہوتے ہیں۔ اس کو اٹھارہ سو ملے۔ مُنّا جمعدار دس روپیہ مہینے کا سکھ لہر سال بھر کے ایک سو بیس لے آیا اسی طرح پندرہ سولہ آدمیوں کو ملا ہے۔ آئندہ کے واسطے کسی کو کچھ حکم نہیں۔ مجھکو پھر مدد خرچ نہیں ملا۔ جب کئی خط پر خط لکھے تو اخیر خط پر صاحب کمشنر بہادر نے حکم دیا کہ سائل کو بطریق مدد خرچ سو روپیہ ملجاویں میں نے وہ سو روپیے نہ لئے۔ اور پھر صاحب کمشنر بہادر کو لکھا کہ میں باسٹھ روپیہ آٹھ آنہ مہینا پانے والا ہوں۔ سال بھر کے ساڑھے سات سو روپیے ہوتے ہیں۔ سب پنشن داروں کو سال سال بھر کا روپیہ مجھکو سو روپیہ کیسے ملتے ہیں۔ مثل اَوروں کے مجھے بھی سال بھر کا روپیہ مل جاوے۔ ابھی اس میں کچھ جواب نہیں ملا۔ آبادی کا یہ رنگ ہے

ڈھنڈھورا پٹوا کر ٹکٹ چھپوا کر اجرٹن صاحب بہادر بطریق ڈاک کلکتہ چلے گئے۔ دلّی کے حمقا جو بازار
پڑے ہوئے ہیں منہ کھول کر رہ گئے۔ اب جب وہ معاودت کریں گے تب شاید آبادی ہو گی یا کوئی
اور نئی صورت نکل آئے۔ میر سرفراز حسین اور میر نصیر الدین اور میرن صاحب کو دعائیں پہنچیں۔ برخوردار
کامگار میر مہدی قطعہ تم نے دیکھا سچ مچ میرا حلیہ ہے واہ اب کیا شاعری رہ گئی ہے جس وقت میں نے یہ
قطعہ وہاں کے بھیجنے کے واسطے لکھا ارادہ تھا کہ خط بھی لکھوں لڑکوں نے ستایا کہ دادا جان چلو کھانا
تیار ہے ہمیں بھوک لگی ہے۔ تین خط اور لکھے ہوئے رکھے تھے میں نے کہا کہ اب کیوں لکھوں اسی کاغذ کو
لفافے میں رکھ کر ٹکٹ لگا کر سرنامہ لکھ کر کلیان کے حوالہ کر گھر میں چلا گیا۔ اور ہاں ایک چپیڑ بھی تھی کہ
دیکھوں میرا میر مہدی خفا ہو کر کیا باتیں بناتا ہے سو وہی ہوا۔ تم نے جلے پھپھولے پھوڑے۔ لو اب
تباؤ خط لکھنے بیٹھا ہوں کیا لکھوں یہاں کا حال زبانی میرن صاحب کے سن لیا ہو گا مگر وہ جو کچھ تم نے
سنا ہو گا بے اصل باتیں ہیں۔ پنشن کا مقدمہ کلکتہ نہیں نواب گورنر جنرل بہادر کے پیش نظر۔ یہاں کے
حاکم نے اگر ایک روبکاری لکھ کر اپنے دفتر میں رکھ چھوڑی میرا اس میں کیا ضرر۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ وہ
ایک آدمی آ گئے دن بھی تھوڑا رہ گیا۔ میں نے بکس بند کیا۔ باہر تختوں پہ آ بیٹھا۔ شام ہوئی چراغ
روشن ہوا۔ منشی سید احمد حسین سرہانے کی طرف مونڈھے پر بیٹھے ہیں۔ میں پلنگ پر لیٹا ہوا
ہوں کہ ناگاہ چشم و چراغ دودمان علم و یقین سید نصیر الدین آیا۔ ایک کوڑا ہاتھ میں اور ایک
آدمی ساتھ۔ اس کے سر پر ایک ٹوکرا اسپر گھاس ہری بچھی ہوئی۔ میں نے کہا ہا ہا ہا سلطان العلما
مولانا سرفراز حسین دہلوی نے دوبارہ رسد بھیجی ہے۔ بارے معلوم ہوا کہ وہ نہیں ہے یہ کچھ اور ہے
فیض خاص نہیں عام ہے شراب نہیں آم ہے۔ خیر یہ عطیہ بھی بے خلل ہے بلکہ نعم البدل ہے۔
ایک ایک آم کو ایک ایک سربمہر گلاس سمجھا یا وہ انگور سے بھرا ہوا مگر واہ کس حکمت سے بھرا ہے کہ
پینسٹھ گلاس ہیں ایک قطرہ بھی نہیں گرا ہے۔ میاں کہتا تھا کہ یہ اسّی تھے پندرہ بگڑ گئے بلکہ سڑ گئے۔

تا اُن کی بُرائی اَوروں میں سرایت نہ کرے ٹوکرے میں سے پھینک دیے۔ مَیں نے کہا بھائی یہ کیا کم ہے
مگر مَیں تمھاری تکلیف اور تکلف سے خوش نہیں ہوا۔ تمھارے پاس روپیہ کہاں جو تم نے آم خریدے
خانہ آباد دولت زیادہ۔ لیکور ایک انگریزی شراب ہوتی ہے۔ قوام کی بہت لطیف اور رنگت کی
بہت خوب۔ اور طعم کی ایسی میٹھی جیسا قند کا قوام پتلا دیکھو اس لغت کے معنی کسی فرہنگ سرور میں
ہو تو مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو کہ وہ اُن کے علم کی کنجی ہیں ورنہ ٹکے ٹکے کی کتابیں
چالیس پچاس روپیہ کو لے گئے ہیں۔ میری دُعا کہدینا۔ ٭

ایضاً۔ کیوں یار کیا کہتے ہو۔ ہم کچھ آدمی کام کے ہیں یا نہیں۔ تمھارا خط پڑھ کر دو سو
بار یہ شعر پڑھا ؎ وعدۂ وصل چوں شود نزدیک ٭ آتش شوق تیز تر گردد ٭ کلو کو
مولوی مظہر علی صاحب کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ آپ کہیں جائیے گا نہیں مَیں آتا ہُوں۔ بھلا
بھائی اچھی حکمت کی کیا وہ میرے بابا کے نوکر تھے کہ میں اُن کو بُلاتا۔ اُنھوں نے جواب میں کہلا
بھیجا کہ آپ تکلیف نہ کریں مَیں حاضر ہوتا ہُوں۔ دو گھڑی کے بعد وہ آئے۔ اِدھر کی بات
اُدھر کی بات۔ کوئی انگریزی کاغذ دکھایا۔ کوئی فارسی خط پڑھوایا۔ اجی کیوں حضرت آپ
میرن صاحب کو نہیں بُلاتے۔ صاحب مَیں تو اُن کو لکھ چکا ہُوں کہ تم چلے آؤ اور ایک مقام
کا اُن کو پتا لکھا ہے کہ وہاں ٹھہر کر مجکو اطلاع کرو میں شہر میں بلا لونگا۔ صاحب اَب وہ
ضرور آئیں گے۔ آخر کار اُن سے اجازت لے کر اَب تمکو لکھتا ہُوں کہ اُن سے مختصر یہ کہدو کہ
بھائی یہ تو مبالغہ ہے کہ روٹی وہاں کھاؤ تو پانی یہاں پیو۔ یہ کہتا ہُوں کہ عید وہاں کرو تو
باسی عید یہاں کرو۔ یہ میرا حال سُنو کہ بے رزق جینے کا ڈھب مجکو آگیا ہے۔ اس طرف سے
خاطر جمع رکھنا۔ رمضان کا مہینا روزہ کھا کھا کر کاٹا۔ آیندہ خدا رزاق ہے کچھ اور کھانے کو
نہ ملا تو غم تو ہے۔ بس صاحب جب ایک چیز کھانے کو ہوئی اگرچہ غم ہی ہو تو پھر کیا غم ہے۔

میر سرفراز حسین کو میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور شفیع احمد صاحب کو اور میر احمد علی صاحب کو سلام کہنا۔ میرن صاحب کو نہ سلام نہ دُعا۔ یہ خط پڑھا دو اور ادھر کو روانہ کرو۔ کیا خوب بات یاد آئی ہے کیوں وہ شہر سے باہر ٹھہریں اور کیوں کسی کے بُلانے کی راہ دیکھیں۔ تشکرم میں۔ کرانچی میں جو پہیئے میں یعنی ڈاک میں آئیں۔ بلّی ماروں کے محلّہ میں میرے مکان پر اُتریں۔ میرزا قربان علی بیگ کے مکان میں مولوی مظہر علی رہتے ہیں میرے اُن کے مسکن میں ایک میر خیراتی کی حویلی درمیان ہے۔ ڈاک کو زنہار کوئی نہیں روکتا یہ اصلاح تو ایسی ہے کہ اگر اس خط کے پہنچتے ہی چل دیں تو عید بھی یہیں کریں۔

ایضًا۔ میاں کیوں تعجب کرتے ہو۔ یوسف مرزا کے خطوط نہ آنے سے۔ وہ وہاں اچھی طرح سے حاکموں کے ہاں آنا جانا نوکری کی تلاش میں۔ حسین مرزا صاحب بھی وہیں ہیں۔ وہاں کے حکّام سے ملتے ہیں وہاں پنشن کی درخواست کر رہے ہیں۔ ان دونوں صاحبوں کے ہر ہفتہ میں ایک دو خط مجھکو آتے ہیں جواب بھیجتا ہوں۔ بھائی لکھنؤ میں وہ امن و امان ہے کہ نہ ہندوستانی عملداری میں ایسا امن و امان ہوگا نہ اس فتنہ و فساد سے پہلے انگریزی عملداری میں چین ہوگا۔ اُمرا اور شرفاء کی حکّام سے ملاقاتیں بقدرِ رُتبہ و تعظیم و توقیر۔ پنشن کی تقسیم علی العموم آبادی کا حکم عام لوگوں کو کمال لطف اور نرمی سے آباد کرتے جاتے ہیں۔ اور ایک نقل سنو وہاں کے صاحب کمشنر بہادر اعظم نے جو دیکھا کہ محلہ میں ہنود بھرے ہوئے ہیں۔ اہلِ اسلام نہیں ہیں۔ ہنود کو اور علاقوں پر بھیج دیا اور اُن کی جگہ سب مسلمانوں کو بھرتی کیا۔ یہ تو آفت دلّی ہی پر ٹوٹ پڑی ہے۔ لکھنؤ کے سوا اور شہروں میں عملداری کی وہ صورت ہے جو غدر سے پہلے تھی۔ اَب یہاں ٹکٹ چھاپے گئے ہیں۔ میں نے بھی دیکھے۔ فارسی عبارت یہ ہے۔ ٹکٹ آبادی درونِ شہر دہلی بشرطِ ادخالِ جرمانہ مقدار روپیہ کی حاکم کی رائے پر ہو۔ آج پانچ ہزار ٹکٹ

چھپ چکا ہے۔ کل اتوار التعطیل ہے پرسوں دوشنبہ سے دیکھیے یہ کاغذ کیوں کر تقسیم ہوں یہ کیفیت عموماً شہر کی ہے۔ خصوصاً میرا حال سنو۔ بائیس مہینے کے بعد پرسوں کوتوال کو حکم آیا ہے کہ اسد اللہ خاں پنشن دار کی کیفیت لکھو کہ وہ بے مقدور اور محتاج ہے یا نہیں کوتوال نے موافق ضابطہ کے مجھ سے چار گواہ مانگے ہیں سو کل چار گواہ کوتوالی چبوترے جائیں گے اور میری بے مقدوری ظاہر آئیں گے۔ تم کہیں یہ نہ سمجھنا کہ بعد ثبوت مفلسی چڑھا ہوا روپیہ مل جائے گا اور آیندہ کو پنشن جاری ہو جائیگا۔ نہ صاحب یہ تو ممکن ہی نہیں بعد ثبوت افلاس مستحق ٹھہرونگا چھ مہینے یا برس دن کا روپیہ علی الحساب پاؤنگا۔ میرن صاحب جو بلائے گئے ہیں اُس طلب کے جواب میں بھی کیوں نہیں لکھتے کہ ٹکٹ میرے نام کا حاصل کرکے بھیج دو تو میں آؤں۔ دیکھو اب دس یا پانچ دن میں سب حال کھلا جاتا ہے۔ میر سرفراز حسین کو دُعا کہنا اور میری طرف سے گلے لگانا اور پیار کرنا۔ میر نصیر الدین کو دُعا کہنا اور میرن صاحب کو پیار کیا د کہنا۔ غالب

بنام شاہ عالم صاحب

مخدوم زادۂ والا تبار حضرت شاہ عالم سلام و دُعاے درویشانہ قبول فرماویں آپکا مع الخیر وطن پہنچنا اور بزرگوں کے قدمبوس اور بھائیوں کے ہم آغوش ہونا آپ کو مبارک ہو۔ یوسف از مصر بکنعان آمد۔ تفرقۂ اوقات و سفر رام پور و شدت تموز مقتضی اس کی ہوئی کہ ہنوز تمھارے مسودات دیکھے نہیں گئے تا نزول باران رحمت الٰہی اَور بھی چپکے بیٹھے رہو اپنے ماموں صاحب کو نیاز معتقدانہ اور اپنے بھائیوں کو سلام مخلصانہ کہیئے گا اور اپنے والد ماجد یعنی میرے مرشد ہم عمر و ہم فن کو وہ سلام جس سے محبت ٹپکے اور اشتیاق برسے پہنچا ئیے گا اور عرض کیجیئے گا کہ آرزوے دیدار حد سے گزر گئی۔ یارب جبتک حضرت صاحب عالم کو مارہرہ میں اور انوار الدولہ کو کالپی میں نہ دیکھ لوں اور اُن سے ہم کلام نہ ہو لوں میری رُوح کو

قبض کا حکم نہ ہو لیکن ۱۲۷۷ھ میں دو مہینے باقی ہیں اب کے محرم سے اس ذی الحجہ تک میرا مدعا حاصل ہو جائے۔ مشفقی مکرمی چودھری عبدالغفور صاحب کو میرا سلام کہیے گا اور یہ پیام پہنچا دیجیے گا کہ حضرت صاحب عالم کی تمنائے دیدار بقید مارہرہ کنایہ اس سے ہے کہ اور کسی کا بھی دیدار مطلوب ہے سو خواہشِ وصل مقدر ہے جو مذکور نہیں + ان کے اس خط کا جواب جو پرسوں مجھکو پہنچا ہے موم جامہ میں لپیٹ کر بھیجوں گا ان شاء اللہ العزیز۔ ہاں جناب شاہ عالم صاحب پھر روئے سخن آپ کی طرف ہے۔ جناب میر وزیر علی صاحب بلگرامی یہاں تشریف لائے اور میرے مسکن سے ایک تیر پرتاب کے فاصلہ پر چاندنی چوک میں قطب الدین سوداگر کی حویلی میں اترے ہیں۔ مرفی صاحب کا کام ان کے سپرد ہوا ہے۔ یعنی ڈپٹی کلکٹر اور ڈپٹی مجسٹریٹ ہیں اور ہزار روپیہ تک کا مقدمہ عدالت دیوانی کا بھی کرتے ہیں۔ لیکن ہنوز قائم مقام ہیں۔ وہ صاحب جن کا نام لکھ آیا ہوں بطریق رخصت سپاٹو گیا ہے۔ ایک دن فقیر بھی ان کے مکان پر چلا گیا تھا۔ حسنِ صورت اور حسنِ سیرت دونوں ان میں جمع ہیں آنکھیں انکے حسن صورت سے روشن ہو گئیں اور دل ان کی سیرت سے خوش ہو گیا۔

واہ خاک پاک بلگرام میں نے وہاں کے جس بزرگوار کو دیکھا بہت اچھا پایا۔ +

ایضاً۔ مخدوم زادہ عالی شان مقدس دودمان حضرت شاہ عالم امن و امان عز و شان و علم و عمر سے برخوردار رہیں۔ ہمارے حضرت ہمکو بھول گئے۔ ہاں سچ ہے ان کا لطف چودھری عبدالغفور صاحب کے جوہر مہر و محبت کا عرض تھا۔ جب جوہر نہ رہا تو عرض کہاں بہر حال جناب حضرت شاہ عالم صاحب کو میری بندگی پہنچ جائے اور یہ سطریں ان کی نظر سے گزر جائیں۔ چودھری عبدالغفور خاں صاحب کو سلام کہیے گا اور یہ پوچھیے گا کہ قصیدہ کا بعد اصلاح کے نہ پہنچنا میرا گناہ ہے یا اس کے سوا کوئی اور قصور ہے اگر یہی جرم ہے تو معاف کیجیے۔ اگر کوئی جرم اور بھی ہے

تو مجھے اطلاع دیجیے۔ ان دو پیام کی تبلیغ کے بعد پھر رُوے سخن آپ کی طرف ہے آپ کا خط میرے نام کا اور اُس کے ساتھ ایک خط ڈپٹی میر وزیر علی صاحب کے نام کا پہنچا وہ پڑھا وہ بھجوایا۔ جو آدمی خط لیکر گیا تھا وہ دو بار جواب مانگنے گیا۔ پہلی بار حکم ہوا کہ کل آئیو دوسری بار حضرت نہ ملے۔ میں نے اُس کے جواب سے قطع نظر کر کے اپنی خدمتگزاری کی آپ کو اطلاع دی۔ یا سے تحتانی لکھ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا اور اُس نے خط تمھارے نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا۔ اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہی اور یہ خط دیا ہے اب میں یہ خط اپنا مع اُن کے خط کے ڈاک گھر میں بھیجتا ہوں صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۵ اگست کی ہے ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی میں رہتے ہیں باقی اُن کے حالات اُن کے خط سے معلوم ہو جائیں گے۔ اپنے ماموں صاحب کی خدمت میں سلام نیاز اور اپنے بھائی صاحبوں کی خدمت میں فقیر کی دُعا پہنچا دیجیے گا۔ والسلام۔

بنام صاحب عالم صاحب

پیر و مرشد اس مطلع و حسن مطلع کو کیا لکھوں اور اُس کا شکر کیونکر بجا لاؤں۔ خدا کی بندہ نوازیاں ہیں کہ مجھ ننگ آفرینش کو اپنے خاصان درگاہ سے بھلا کہواتا ہے۔ ظاہرا میرے مقدر میں یہ سعادت عظمیٰ تھی کہ میں اس قربائے عالم میں جیتا بچ رہا اللہ اللہ ایسے شگفتہ شُستہ سخن کو یوں بچایا۔ اور پھر اس رتبہ کو پہنچایا۔ کبھی عرش کو اپنا نشیمن قرار دیتا ہوں اور کبھی بہشت کو اپنا پائین باغ تصور کرتا ہوں واسطے خدا کے اور اشعار نہ فرمائیے گا ورنہ بندہ دعوی خدائی کرنے میں محابا نہ کرے گا۔ کتاب افادت مآب پنج آہنگ نسخہ لطیف شریف تالیف اس کے آگے غلام سے کچھ نہ پڑھا گیا۔ مگر چودھری صاحب اور حضرت سید شاہ امیر صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب تین اسم معلوم ہوئے پھر بھی دوسرے اسم میں متردد ہوں کہ آیا میرا قیاس مطابق

واقعہ ہے یا نہیں۔ ہاں چودھری صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب ان دونوں میں تردّد باقی نہیں
معہذا یہ نہ سمجھا کہ مقصود کیا ہے۔ اگر پنج آہنگ مطلوب ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ میرا ایک نسبتی
بھائی ہے۔ نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالیٰ۔ وہ میری نظم و نثر کو فراہم کرتا رہتا تھا چنانچہ
مجموعہ نثر اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخے اُس کے کتب خانہ میں تھے۔ وہ
کتب خانہ ڈر کر عرض کرتا ہوں بیس ہزار روپیہ کی مالیت کا ہوگا لٹ گیا۔ ایک ورق نہیں رہا
ہاں چھاپے کی پنج آہنگیں اب بھی بکتی ہیں اور معیوب بہ دو عیب ہیں۔ ایک تو یہ جو بعد انطباع
از قسم نثر تحریر ہوا ہے وہ اُس میں نہیں۔ دوسرے کاپی نویس نے وہ اصلاح میری نثر کو دی
ہے کہ میرا جی جانتا ہے۔ اگر کہوں کوئی سطر غلطی سے خالی نہیں تو اغراق ہے بے مبالغہ یہ ہے
کوئی صفحہ اغلاط سے خالی نہیں۔ بہرحال اگر فرمایئے تو لے کر بھیج دوں۔ مخدوم زادہ ہا
والا تبار میں پہلا نام سمجھ میں نہیں آیا۔ مگر پہلے آن کی خدمت میں اور پھر سید مقبول عالم
کی خدمت میں سلام مسنون اور اشتیاق روز افزوں عرض کرتا ہوں ٭

ایضاً بعد حمد خداوند و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ پہلے قبلہ روح و روان جناب عالم صاحب کی
بندگی۔ اور حضرت مقبول عالم کی شادی کی مبارکباد۔ کیا عرض کروں کہ میرا کیا حال ہے۔ اضمحلال قویٰ کا
حال مختصر یہ ہے کہ اگر کوئی دوست ایسا کہ جس سے تکلف کی ملاقات ہے آ جائے تو اٹھ بیٹھتا
ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں۔ جو کچھ لکھتا ہوتا ہے وہ بھی اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ہوں۔ آج دوپہر کو
میر عبد العزیز صاحب آئے ہیں بے کلاہ و پیرہن پلنگ پر لیٹا ہوا تھا اُن کو دیکھ کر اٹھا مصافحہ
کیا انھوں نے جناب شاہ عالم کا خط مع مسودات اشعار دیا اور فرمایا کہ پرسوں جاؤں گا
عرض کیا کہ کل آخر روز آپ تشریف لائیں خط کا جواب اور اصلاحی مسودہ لیجائیں وہ تشریف لے گئے
میں لیٹ رہا دن کے سونے کی عادت نہیں ہے۔ جی میں کہا آؤ بیکار کیوں رہو۔ خط کا جواب

آج لکھ رکھو۔ اُٹھے کون بکس کھولے کون۔ لڑکوں کی دوات قلم مونڈھے پر پلنگ کے پاس رکھی۔
ادب مقتضی اس کا ہوا کہ آغاز نامہ بنام قدس ہو۔ حضرت نسخۂ قاطع برہان تیسری چوتھی نظر میں
مکمل ہو کر مسودات کاتب کے حوالے ہوئے۔ آٹھ جزو لکھے گئے کم و بیش دو جزو باقی ہیں۔ پرسوں
تک آجائیں گے بعد اس کے انطباع کی فکر ہوگی۔ جب وہ عزیمت امضا پذیر ہو جائے گی۔
حضرت کی نظر سے بھی شرف پائے گی۔ حضرت سید عالم کو نیاز۔ خورشید عالم کو سلام۔
چودھری صاحب کو نہ سلام نہ نیاز۔ صرف یہ پیام کہ ہم تمھارے خط کو مفرح رُوح سمجھتے تھے
باتوں کا مزا ملتا تھا۔ خیر و عافیت معلوم ہو جاتی تھی وہ وظیفۂ رُوحانی منقطع کیوں ہوا۔
صاحب یہ روش اچھی نہیں۔ گاہ گاہ رسل و رسائل کا طور بنا رہے۔

بنام مولوی عبد الغفور خاں بہادر نسّاخ

جناب مولوی صاحب قبلہ۔ یہ درویش گوشہ نشین جو موسوم بہ اسد اللہ اور متخلص بہ غالب ہے مکرمت
حال کا شاکر اور آیندہ افزائش عنایت کا طالب ہے۔ دفتر بے مثال کو عطیۂ کبریٰ اور موہبت
عظمیٰ سمجھ کر یاد آوری کا احسان مانا۔ پہلے اس قدر افزائی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ حضرت نے
اس ہیچ میرز ہیچمداں کو قابل خطاب و لائق عطائے کتاب جانا۔ میں دروغگو نہیں۔ خوشامد
میری خو نہیں۔ دیوان فیض عنوان اسم بامسمیٰ ہے۔ دفتر بے مثال اس کا نام بجا ہے۔ الفاظ
متین۔ معانی بلند۔ مضمون عمدہ۔ بندش دلپسند۔ ہم فقیر لوگ۔ اعلانِ کلمۃ الحق میں بیباک
و گستاخ ہیں۔ شیخ امام بخش طرز جدید کے موجد اور پرانی ناہموار روشوں کے ناسخ تھے آپ ان سے
بڑھ کر بصیغۂ مبالغہ نسّاخ ہیں۔ تم دانائے رموزِ اردو زبان ہو۔ سرمایۂ نازش قلمرو ہندوستان
ہو۔ خاکسار نے ابتدائے سنِ تمیز میں اردو زبان میں سخن سرائی کی ہے پھر اوسط عمر میں بادشاہ دہلی

کا نوکر ہو کر چند روز اسی روش پر خامہ فرسائی کی ہے نظم و نثر فارسی کا عاشق و مائل ہوں- ہندوستان میں رہتا ہوں مگر تیغ اصفہانی کا گھائل ہوں جہاں تک ممکن ہو سکا فارسی زبان میں بہت کچھ بکا- اب نہ فارسی کی فکر نہ اردو کا ذکر نہ دنیا میں توقع نہ عقبیٰ کی امید- میں ہوں اور اندوہ ناکامی جاوید جیسا کہ خود ایک قصیدہ نعت کی تشبیب میں کہتا ہوں ؎

چشم کشودہ اند بکردار ہائے من   زآیندہ نا امیدم و از رفتہ شرمسار

ایک کم ستر برس دنیا میں رہا اب کہاں تک رہوں گا- ایک اردو کا دیوان ہزار بارہ سو بیت کا ایک فارسی کا دیوان دس ہزار کئی سو بیت کا- تین رسالے نثر کے یہ پانچ نسخے مرتب ہو گئے اب اور کیا کہوں گا- مدح کا صلہ نہ ملا- غزل کی داد نہ پائی- ہرزہ گوئی میں ساری عمر گنوائی بقول طالب آملی علیہ الرحمۃ ؎ لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی ٭ دہن پر چہرہ زخمے بود بہ شدہ سچ تو یوں ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم میں وہ زور نہ رہا- طبیعت میں وہ مزہ سر میں وہ شور نہ رہا- پچاس پچپن برس کی مشق کا ملکہ کچھ باقی رہ گیا ہے اسی سبب سے فن کلام میں گفتگو کر لیتا ہوں- حواس کا بھی بقیہ اسی قدر ہے کہ معرض گفتار میں موافق سوال جواب دیتا ہوں- روز و شب یہ فکر رہتی ہے کہ دیکھیے وہاں پیش کیا آتا ہے اور یہ بال بال گنہگار بندہ کیوں کر بخشا جاتا ہے- حضرت سے یہ التماس ہے کہ آپ جو ابدا کی آبادی اور مجھکو ارسال نامہ کی سبیل کے عادی ہوئے ہیں جب تک میں جیتا رہوں نامہ و پیام سے شاد- اور بعد میرے مرنے کے دعاے مغفرت سے یاد فرماتے رہیے گا- والسلام بالوف الاحترام

بنام مرزا یوسف علیخاں صاحب عزیز

بھائی تم کیا فرماتے ہو جان بوجھ کر ان جان بنے جاتے ہو- وقعی عذر میں میرا گھر نہیں لٹا مگر میرا کلام میرے پاس کب تھا کہ نہ لٹتا- ہاں بھائی ضیاء الدین خان صاحب اور ناظر حسین مرزا صاحب

ہندی فارسی نظم و نثر کے مسودات مجھ سے لیکر اپنے پاس جمع کر لیا کرتے تھے سو اُن دونو گھروں پر جھاڑو پھر گئی نہ کتاب ہی نہ اسباب نا پھر اب میں اپنا کلام کہاں سے لاؤں۔ ہاں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ مئی کی گیارھویں ۱۸۵۷ء سے جولائی کی اکتیسویں ۱۸۵۸ء تک پندرہ مہینے کا اپنا حال مَیں نے نثر میں لکھا ہے اور وہ نثر فارسی زبان قدیم میں ہے۔ کہ جس میں کوئی لفظ عربی نہ آئے اور ایک قصیدہ فارسی متعارف عربی و فارسی ملی ہوئی زبان میں حضرت فلک رفعت جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی ستایش میں اُس نثر کے ساتھ شامل ہے۔ یہ کتاب مطبع خلائق آگرہ میں منشی نبی بخش صاحب حقیر اور مرزا حاتم علی بیگ اور منشی ہرگوپال تفتہ کے اہتمام میں چھاپی گئی ہے۔ فی الحال مجموعہ میری نظم و نثر کا اُس کے سوا اور کہیں نہیں۔ اگر جناب منشی امیر علی خاں صاحب میرے کلام کے مشتاق ہیں تو نسخہ موسوم بہ دستنبو مطبع مفید خلائق سے منگالیں اور ملاحظہ فرمائیں۔ ؂

بنام قاضی عبدالجمیل صاحب

مخدوم مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں ابلاغ سلام مسنون الاسلام کے بعد عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت میرا ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپکے اوقات مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ پر اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ سیاہی اسطرح کی پھیکی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور مَیں عینک کا محتاج نہیں لیکن با اینہمہ اُس کے پڑھنے میں بہت تکلف کرنا پڑتا ہے علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں چنانچہ اُس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور یہ عذر میرا اندیشہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے

آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجیے اُس میں بین السطور
و بین المصرعین فاصلہ زیادہ چھوڑ دیجیے۔ آپ کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے
روشن ہیں مگر بین السطور مفقود۔ اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اُٹھاتا
ہوں اور اُس دونوں غزلوں کو بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اُس سے
مقابلہ کرکے معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت
موقوف ہوئی۔ مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا۔ قلعہ میں شہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل
خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرحی کو کیا کیجیے گا اور اُس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا۔
میں کبھی اُس محفل میں جاتا ہوں۔ اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے اس کو
دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے اب کے نہ ہو۔ اور اب کے ہو تو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً

قبلہ آپ کو خط کے بھیجنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے
آتے ہیں [illegible] انگریزی بھی۔ ڈاک کے ہرکارے بھی میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا
آشنا ہے مجھ کو بہ دوستانہ خط پہنچاتا ہے۔ وہ صرف شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے محلہ بھی ضرور نہیں۔
آپ بھی اضافہ نہ کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجھ کو بلّی ماروں میں خط پہنچتا رہا۔ خلاصہ یہ کہ خط
آپ کا کوئی تلف نہیں ہوا جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا۔ بات یہ ہے کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک
لکھوں میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب مطلب ضروری التحریر
نہ ہو تو کیا لکھوں۔ اب کے آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے ایک تو وہ رباعی جو
آپ نے بہ تنگ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے اُس کا جواب بندگی ہے۔ اور کورنش اور آداب
دوسرا اُمید عاطفت کے نہ پہنچنے کا وسوسہ سو اُس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر جناب مولوی ایثار خاں
صاحب کا میرے ہاں آنا۔ اور میرا اُس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجھ کو بڑا رنج ہوا۔ مگر

آپ سے ملیں تو میرا سلام کہیئے گا۔ اور میرا ملال اُن سے بیان کیجیئے گا۔ صبح کو میں ہر روز قلعہ کو جاتا ہوں۔ ظاہرا مولوی صاحب اول روز آئے ہوں گے جب سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں مولوی صاحب بیٹھتے حقہ پیتے۔ اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں

ایضاً۔ پیر و مرشد نواب صاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۲ اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤں گا۔ نمائشگاہ بریلی کی سیر کہاں۔ خود اس نمائشگاہ کی سیر میں جس کو دنیا کہتے ہیں دل بھر گیا۔ عالم بیرنگی کا مشتاق ہوں لا الٰہ الا اللہ لا موجود الا اللہ لا موثر فی الوجود الا اللہ

ایضاً۔ قبلہ ایک سو بیس آم پہنچے۔ خدا حضرت کو سلامت رکھے۔ دس قلمیں اور چھٹانک بھر سیاہی کہار کے حوالے کر دی ہے۔ خدا کرے بحفاظت آپ کے پاس پہنچے۔ میں مریض نہیں ہوں بوڑھا ہوں اور ناتوان۔ گویا نیم جان رہ گیا ہوں۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہیں کیا۔ افسوس صد ہزار افسوس۔ وہ غزل جو کہار لایا تھا وہاں پہنچی جہاں اب میں جانے والا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہو گئی۔

ایضاً۔ جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدہ کی بندگی۔ اگر مجھ میں قوت ناطقہ بقدر عشر باقی رہا ہوتا تو قصیدہ کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اب مجبور نہیں۔ تندرست ہوں مگر بوڑھا ہوں۔ جو کچھ طاقت باقی تھی وہ اس ابتلا میں زائل ہو گئی۔ اب ایک جسم بے روح متحرک ہوں ع یکے مردہ شخصم بہ مردی رواں۔ اس مہینے میں رجب سنہ ۱۲ھ سے سترواں برس شروع اور اس مقام و آلام کا آغاز ہے۔

ایضاً جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی۔ تفقد نامہ مرقومہ ۱۲ ستمبر ۱۸۶۶ء پایا۔ حضرت

کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا۔ کوئی محکمہ تخفیف میں آئے کوئی گانو مثلاً لٹ جائے
آپ کا عہدہ آپ کو مبارک آپ کا دولتخانہ سلامت۔ ہاں وہ جو آپنے ابن الخال کا اس محکمہ
میں وکیل ہونے کا کھٹکا ہے البتہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو آپ کو اس کا اندیشہ
کیا ہے۔ حاکم سمجھ لیگا۔ وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے مگر صدر امین اور سشن جج مقام
کریں گے۔ میں تندرست ہوں نہ رنجور ہوں نہ مردہ بدستور ہوں دیکھیئے کب بلاتے ہیں اور جب تک
جیتا رہوں اور کیا دکھاتے ہیں والسلام بالوف الاحترام۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو میری بندگی پہنچے۔ مکرمی مولوی غلام غوث خاں صاحب
بہادر میر منشی کا قول سچ ہے۔ اب میں تندرست ہوں پھوڑا پھنسی کہیں نہیں۔ مگر ضعف
کی شدت ہے کہ خدا کی پناہ۔ ضعف کیوں کر نہ ہو۔ برس دن صاحب فراش رہا ہوں
ستر برس کی عمر جتنا خون بدن میں تھا بے مبالغہ آدھا اس میں سے پیپ ہو کر نکل گیا
سن کہاں جو اب پھر تولید دم صالح ہو۔ بہرحال زندہ ہوں اور ناتوان اور آپ کی
پرسشہائے دوستانہ کا ممنون احسان۔ والسلام مع الاکرام۔

ایضاً جناب مولوی صاحب آپکے دونوں خط پہنچے۔ میں زندہ ہوں لیکن نیم مردہ۔
آٹھ پہر پڑا رہتا ہوں۔ اصل صاحب فراش ہوں۔ بیس دن سے پانو پر ورم ہو گیا ہے۔ کفِ پا
و پشت پا سے نوبت گذر کر پنڈلی تک آماس ہے۔ جوتی میں پانو سماتا نہیں۔ بول و براز کے
واسطے اٹھنا دشوار۔ یہ سب باتیں ایک طرف درد محلل روح ہے۔ ۱۲۷۷ھ میں میرا نہ
مرنا صرف میری تکذیب کے واسطے تھا۔ مگر اس تین برس میں ہر روز مرگ نو کا مزا چکھتا
رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کوئی صورت زیست کی نہیں۔ پھر میں کیوں جیتا ہوں۔ روح
میری اب جسم میں اس طرح گھبراتی ہے جس طرح طائر قفس میں۔ کوئی شغل نہ کوئی اختلاط

کوئی جلسہ کوئی مجمع پسند نہیں کتاب سے نفرت۔ شعر سے نفرت۔ جسم سے نفرت۔ روح سے نفرت
یہ جو کچھ لکھا ہے بے مبالغہ اور بیان واقع ہے ؎ خرم آن روز کزیں منزل ویران بروم۔ ایسے
مخمصہ میں اگر تحریر جواب میں قاصر ہوں تو معاف ہوں مجھے کیوں شرمندہ کیا۔ میں اس ثنا و دعا کے
قابل نہیں مگر اچھوں کا شیوہ ہے۔ بڑوں کو اچھا کہنا اس کرم گستری کے عوض میں آداب بجا لاتا ہوں۔

ایضاً جناب قاضی صاحب کو بندگی پہنچے۔ عنایت نامہ کے ورود نے شادماں کیا مگر مبہم
نگارش پذیرفتی اُنھوں نے حیران کیا۔ ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل کا مشتاق ہوں
آموں کے باب میں جو کچھ لکھا یہ کیوں لکھا۔ اہدا کو دوام کیا ضرور ہے۔ خصوصاً جبکہ بذاتِ خود حاضر
ہو۔ حضرت اب کے سال ہر جگہ آم کم ہے اور جو کچھ ہے وہ خشک و بے مزہ ہے۔ آم کہاں سے
ہو نہ پھاوٹ نہ برسات۔ دریا پایاب ہو گئے۔ کنوئیں سوکھ گئے اختیار میں ارادت کہاں
سے ہو۔ جناب اسکا خیال نہ فرماویں اپنی کلفت کو غلط کرو ونگا پرسال آئندہ کبھی جو ہونگا آپکو ہم لکھاونگا

ایضاً حضرت بہت دنوں میں آپنے مجھکو یاد کیا۔ سال گزشتہ ان دنوں میں میں رامپور تھا
مارچ سنہ ۶۶ع میں یہاں آگیا ہوں۔ اب یہیں ہوں۔ میں نے آپکا خط پایا ہے۔ آپ نے
سرنامہ پر رامپور کا نام ناحق لکھا۔ حق تعالیٰ والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھے اُن کا
عطیہ ماہ بماہ مجھکو پہنچتا ہے۔ کرم گستری اور استاد پروری کر رہے ہیں۔ میرے رنج سفر اٹھانے
کی اور رامپور جانے کی حاجت نہیں۔ خلیفہ حسین علی صاحب رامپور میں مجھے ملے ہونگے
مگر واللہ مجھکو یاد نہیں۔ نسیان کا مرض لاحق ہے۔ حافظہ گویا نہ رہا۔ شامہ ضعیف۔ سامعہ
باطل۔ باصرہ میں نقصان نہیں۔ البتہ حدت کچھ کم ہو گئی ہے ؎ پیری و صد عیب
چنین گفتہ اند۔ بہرحال چونکہ میں دلی میں ہوں اور وہ رامپور گئے ہیں تو البتہ وہ آپکے
پیام جو انکی زبان کے حوالے تھے بدستور اُن کی تحویل میں رہے۔ اور مجھ تک نہ پہنچے۔ یہ شہر

نہب و غارت زدہ ہے نہ اشخاص باقی نہ امکنہ کتاب فروشوں سے کہہ دوں گا اگر میری نظم و نثر کے رسالوں میں سے کوئی رسالہ آجائے گا تو وہ مول لیکر خدمت میں بھیجدیا جائے گا

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

ایک دوست کے پاس بقیۃ النہب والغارۃ کچھ میرا کلام موجود ہے اُس سے یہ غزل لکھوا کر بھیج دُوں گا۔

ایضاً پیر و مرشد فقیر ہمیشہ آپ کی خدمتگزاری میں حاضر رہا ہے جو حکم آپکا ہوتا ہے اُس کو بجا لاتا ہُوں۔ مگر معدوم کو موجود کرنا میرے وسع قدرت سے باہر ہے۔ اُنہیں میں کہ جس کا آپ نے قافیہ درد دل لکھا ہے مَیں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اُس زمین کا شعر لے کر میرا کلام گمان کیا ہے۔ ہر چند مَیں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں ہے۔ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اُس کو بھی دیکھا۔ وہ غزل نہ نکلی۔ سُنئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اَور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ انہیں دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے

اسدؔ اور لینے کے دینے پڑے ہیں

مَیں نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ اگر یہ میرا کلام ہو تو مجھ پر لعنت

اسی طرح زمانۂ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا

اَسدؔ اس جفا پر بُتوں سے وفا کی — میرے شیر شاباش رحمت خدا کی

مَیں نے سُن کر عرض کیا کہ صاحب جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اُس کے رحمت خدا کی اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اَسد اور شیر اور بُت اور خدا اور جفا اور وفا میری طرز گفتار نہیں ہے۔ بھلا ان دونوں شعروں میں تو اسد کا لفظ بھی ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا واللہ باللہ وہ شعر خدنگ رنگ کے قافیہ کا میرا نہیں۔

ایضاً آداب بجالاتا ہوں آپکا نوازشنامہ پہنچا۔ غزلیں دیکھی گئیں۔ فقیر کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کلام میں اغلاط و اسقام دیکھتا ہوں تو رفع کر دیتا ہوں اور اگر سقم سے خالی پاتا ہوں تو تصرف نہیں کرتا۔ پس قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں صلاح کی جگہ نہیں۔ سبحان اللہ سرآغاز فصل میں ایسے ثمرہائے بیش رس کا پہنچنا نوید ہزار گونہ میمنت اور شادمانی ہے۔ یہ ثمر رب النوع اثمار ہے اس کی تعریف کیا کروں۔ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور اہا کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو با این ہمہ رُوان پروری اور کرم گستری و یادآوری سلامت رکھے۔ جمعہ کے دوپہر کے وقت کہار پہنچا۔ اور اسی وقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دو ٹوکرے خالی دے کر روانہ کیا۔ یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دیا گیا خاطر جمع رہے۔

بنام مردان علی خان رعنا

خانصاحب عالیشان مردان علیخان صاحب کو فقیر غالب کا سلام۔ نظم و نثر دیکھ کر دل بہت خوش ہوا آج اس فن میں تم یکتا ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے۔ بھائی جفا کے مؤنث ہونے میں اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہے گا کہ جفا کیا۔ ہاں بنگالہ میں جہاں بولتے ہیں کہ ہتنی آیا۔ اگر جفا کو مذکر کہیں تو کہیں ورنہ ستم و ظلم و بیداد مذکر۔ اور جفا مؤنث ہے بے شبہ و شک۔ والسّلام مع الاکرام۔

ایضاً خانصاحب شفیق عالیشان کو میرا سلام۔ کل تمہارا عنایت نامہ پہنچا۔ رامپور کا لفافہ آج رامپور کو روانہ ہوا۔ کاغذ اشعار میں نے دیکھ لیا۔ کہیں اصلاح کی حاجت نہ تھی۔ نالہ دراز کے شعر رعنا سے

تھا روح کا ہمدم نہ پھرا جا کے وطن سے	گزرا ہے مرا نالۂ دل چرخ کہن سے

نالۂ دل بنا دیا۔ نواب صاحب رود کا تذکرہ لکھتے ہیں۔ فارسی غزل تم نے بیفائدہ لکھی دیکھو صاحب تم نے اپنے مسکن کا پتا لکھا۔ سو میں نے دوسرے دن تمہارے خط کا جواب روانہ کیا۔ منشی نول کشور صاحب یہاں آئے تھے مجھ سے ملے بہت خوبصورت اور خوش سیرت سعادتمند اور معقول پسند آدمی ہیں۔ تمہارے وہ مداح اور میں اُن کا ثنا خواں +

بنام مولوی عبدالرزاق شاکر

جناب مولوی صاحب مخدوم مولوی عبدالرزاق شاکر کی خدمت میں بعد سلام یہ التماس ہے کہ مولوی صاحب عالی شان مولوی مفتی اسد اللہ خان بہادر کی خدمت میں فقیر کا سلام پہنچائیے۔ میں تو آپ سے عرض کرتا ہوں مگر آپ مفتی صاحب سے کہئے کہ مجکو باوجود شدت نسیان آپکا تشریف لانا یاد ہے۔ چھاپے کے اجزا اُٹھا کر میں نے آپ کے سامنے ایک غزل اپنی پڑھی تھی جس کے دو شعر قطعہ بند یہ ہیں ~

خود را بخاک رہ گزر حیدر افگنم	ارزندہ گوہرے چو من اندر زمانہ نیست
آوازۂ انا اسد اللہ در افگنم	منصور فرقۂ علی اللہیان منم

خدا کرے حضرت کو ابھی وہ قصہ یاد ہو۔ اتحاد بھی دلیل مروت روحانی ہے۔ اخی مکرمی میر قاسم علیخاں کو سلام پہنچے۔ سال گذشتہ کی تعطیل کیطرح دلی آ کر مجھ سے بے ملے نہ چلے جائیگا۔ مکتوب الیہ سے کلام کے اشعار بعد حک و اصلاح کے پہنچتے ہیں یہ مرتبہ میری ارزش کی فوق ہے میں آپکے کلام میں خاک تصرف کروں۔ بندہ نواز زبان فارسی میں خطوں کا لکھنا پہلے سے متروک ہے پیرانہ سری و ضعف کے صدموں سے محنت پژوہی جگر کاوی کی قوت مجھ میں نہیں رہی حرارت غریزی

کو زوال ہے اور یہ حال ہے ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب ٭ وہ عناصر میں اعتدال کہاں

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہیں سب دوستوں کو جن سے کتابت رہتی ہے اُردو ہی میں نیاز نامے لکھا کرتا ہوں جن جن صاحبوں کی خدمت میں آگے میں نے فارسی زبان میں خطوط لکھے اور بھیجے تھے اُن میں سے جو صاحب الی الآن موجود ہیں اُن سے بھی عند الضرورت اسی زبان مروّج میں مکاتبت و مراسلات کا اتفاق ہوا کرتا ہے۔ پارسی مکتوبوں و رسالوں و نسخوں اور کتابوں کے مجموعے اجزا چھاپا ہو کر اطراف و اقصائے عجم میں پھیل گئے۔ حال کی نثروں کو کون فراہم کرے جو نثریں کہ مجموع و یکجا ہو کر جہاں جہاں منتشر ہو گئی ہیں اور آئندہ ہوں اُنہیں کو جناب احدیت جلت عظمتہ مقبول قلوب اہلِ سخن و مطبوع طبائع اربابِ فن فرمائے اور میں اب انتہائے عمر ناپائدار کو پہنچ کر آفتاب لبِ بام اور ہجوم امراضِ جسمانی و آلامِ روحانی سے زندہ درگور ہوں کچھ یادِ خدا بھی چاہیے نظم و نثر کی قلمرو کا انتظام ایزدِ دانا و توانا کی عنایت و اعانت سے خوب ہو چکا۔ اگر اس نے چاہا تو قیامت تک میرا نام و نشان باقی و قائم رہے گا۔ پس اُمیدوار ہوں کہ آپ انہیں نذور مختصرہ یعنی تحریرات روزمرہ اُردوے سادہ و سرسری کو غنیمت جان کر قبول فرمائیں اور اس درویش دل ریش و فرو ماندہ کشاکش معاصی کے خاتمہ بخیر ہونے کی دعا مانگیں۔ اللہ بس ماسوا ہوس ٭

ایضاً قبلہ و کعبہ فقیر پا در رکاب ہے۔ شنبہ چار شنبہ ان دونوں دنوں میں سے ایک دن روانہ ہو ویگا۔ تقریب وہاں کے جانیکی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت دو چار مہینے وہاں رہنا ہے اب جو کوئی خط آپ بھیجیں تو رامپور بھیجیں مکان کا پتا لکھنا ضرور نہیں شہر کا نام اور میرا نام کافی ہے مخمس بعد اصلاح بھیجا جاتا ہے۔ حق تو یہ ہے کہ شعر آپ کہتے ہیں اور خط میں لکھتا ہوں حسنِ اتفاق سے اصلاح خمسہ کے وقت دوستِ غمگسار یار وفا شعار علامۂ روزگار خاتم العلماء المتبحرین

مولوی مفتی صدر الدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور سابق دہلی المتخلص بہ آزردہ دام لقاؤہ وزاد علاؤہ مجھ سے ملنے کو غم خانہ پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا حضور کی بلاغت کی تحسین عربی مصرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہو کر مزے لوٹے اور آپ کی شیرینی گفتار کے وصف میں تا دیر عذب البیان اور رطب اللسان رہے اور مجھ سے بقدر میرے معلوم اور بیان کے آپ کے صفاتِ حمیدہ سے واقف و آگاہ ہو کر بہت شاد و خرسند ہوئے نادیدہ و غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ بتمنائے ملاقات سلام لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں لہٰذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا

بنام مولوی عزیز الدین صاحب

صاحب کیسی صاحبزادوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ دلّی کو ویسا ہی آباد جانتے ہو جیسی آگے تھی قاسم جان کی گلی میر خیراتی کے پھاٹک سے فتح اللہ بیگ خاں کے پھاٹک تک بے چراغ ہے ہاں اگر آباد ہے تو یہ ہے کہ غلام حسن خان کی حویلی ہسپتال ہے اور ضیاء الدین خاں کے کمرے میں ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں اور کالے صاحب کے مکانوں میں ایک اور صاحب عالی شان انگلستان تشریف رکھتے ہیں۔ ضیاء الدین خاں اور اُن کے بھائی مع قبائل و عشائر لوہارو میں ہیں۔ لال کنوئیں کے محلہ میں خاک اُڑتی ہے۔ آدمی کا نام نہیں۔ تمھارے مکان میں جو چھوٹی بیگم رہتی تھی وہ لاہور گئی ہوئی ہے۔ مکھی کی کان میں کتّے لوٹتے ہیں۔ مولوی صدر الدین خان لاہور میں ہیں امر بخش تراب علی ان لوگوں سے میری ملاقات نہیں میں نے آپ خبر کردی حکیم احسان اللہ خان اور میاں غلام نجف اور بہادر بیگ اور نبی بخش خاں ساکن دریبہ کی خبریں ہو گئیں۔ محضر آپ کے پاس بھیجتا ہوں خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے۔ پوسٹ پیڈ خط اکثر تلف ہو جاتے ہیں چنانچہ قاضی عبد الجمیل صاحب کا خط جس کا آپ نے ذکر لکھا ہے آنکھیں پھوٹ جائیں اگر میں نے دیکھا ہو۔ آپ اُن سے میرا سلام نیاز کہیے۔ اور خط کے نہ پہنچنے کی اُن کو خبر پہنچائیے

بنام مفتی سید محمد عباس صاحب

قبلہ حضرت کا نوازش نامہ آیا۔ میں نے اس کو حرز بازو بنایا۔ آپ کی تحسین میرے واسطے سرمایۂ عز
و افتخار ہے فقیر امیدوار ہے کہ یہ دفتر بے معنی سراسر دیکھا جائے نہ بہ نظر سرسری ہے بلکہ بغور
دیکھا جائے۔ میں نے جو نسخہ بھجوایا ہے گویا کسوٹی پر سونا چڑھایا ہے نہ ہٹ دھرم ہوں نہ مجھے
اپنی بات کی پچ ہے دیباچہ و خاتمہ میں جو کچھ لکھ آیا ہوں سب سچ ہے کلام کی حقیقت کی داد
چاہتا ہوں۔ طرز عبارت کی داد جدا چاہتا ہوں۔ نگارش لطافت سے خالی نہ ہوگی۔ گزارش صداقت
سے خالی نہ ہوگی۔ علم و ہنر سے عاری ہوں لیکن پچپن برس سے سخن گزاری ہوں مبداء
فیاض کا مجھ پر احسان عظیم ہے۔ ماخذ میرا صحیح اور طبع میری سلیم ہے۔ فارسی کے ساتھ ایک مناسبت
ازلی و سرمدی لایا ہوں۔ مطابق اہل پارس کے منطق کا بھی مزہ ابدی لایا ہوں۔ مناسبت
خداداد۔ تربیت استاد۔ حسن و قبح۔ ترکیب پہچاننے فارسی کے غوامض جاننے لگا۔ بعد
اس تکمیل کے تلامذہ کی تہذیب کا خیال آیا۔ قاطع برہان کا لکھنا کیا ہے۔ گویا باسی کڑھی میں
ابال آیا۔ لکھنا کیا تھا کہ سہام ملامت کا ہدف ہوا ہے کہ یہ تنک مایہ معارض اکابر سلف ہوا۔
ایک صاحب فرماتے ہیں کہ قاطع برہان کی ترکیب غلط ہے۔ عرض کرتا ہوں کہ حضرت برہان قاطع
و قاطع برہان کی ایک نمط ہے۔ برہان قاطع نے کیا لٹھا بینو۔ نین سکھ قطع کیا ہے جو آپ نے
اس کو قاطع لقب دیا ہے۔ برہان جب تک غیر کے کسی برہان کو قطع نہ کرے کیونکر برہان
قاطع نام پائے گی۔ برہان قاطع کی صحت میں جتنی تقریر کیجیے گا وہ قاطع برہان کی صحت
ہونے کے کام آئے گی۔ قطع تاریخ کیا کہنا گویا یہ کتاب معشوق اور یہ قطع اس کا گہنا ہے
جناب نواب صاحب کا نیازمند اور بندۂ فرمانبردار ہوں۔ بعد عرض سلام کے شعر کے پسند
آنے کا شاکر گزار ہوں۔ آپ کے علم و فضل و فہم و ادراک کی جو تعریف کی جائے وہ حق ہے

لیکن میرے شعر کی تعریف صرف خریداری دکان بے رونق ہے ۔

بنام عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں صاحب

سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں طال بقاءہ ۔ تمہارا رقعہ پہنچا ۔ جو دم ہے غنیمت ہے اس وقت تک مع عیال و اطفال جیتا ہوں ۔ بعد گھڑی بھر کے کیا ہو کچھ معلوم نہیں ۔ قلم ہاتھ میں لیئے پر جی بہت لکھنے کو چاہتا ہے مگر کچھ نہیں لکھ سکتا ۔ اگر مل بیٹھنا قسمت میں ہے تو کہہ لیں گے ورنہ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ نواسی کا حال معلوم ہوا ۔ حق تعالیٰ اُس کی ماں کو صبر دے اور زندہ رکھے ۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ یہ چھوکری قسمت والی اور حرمت والی تھی تمہاری استانی تمکو اور ظہیر الدین کو اور اُس کی ماں کو اور اُس کی بہن کو دعا کہتی ہیں اور میں پیار کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں ۔ غالب ۔ سہ شنبہ ۔ ۱۹ جنوری ۱۸۵۸ء ۔

ایضاً ۔ میاں حقیقت حال اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ابتک جیتا ہوں ۔ بھاگ نہیں گیا نکالا نہیں گیا ۔ لٹا نہیں کسی محکمہ میں اب تک بلایا نہیں گیا معرض باز پرس میں نہیں آیا آئندہ دیکھیے کیا ہوتا ہے ۔ شیر زماں خاں نے مجھے آگرہ سے خط لکھا اُس میں ایک رقعہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب کی طرف سے بنام ظہیر الدین کے ۔ اب مجکو ضرور آپڑا کہ اُس کو تمہارے پاس بھیجوں ۔ آدمی کوئی ایسا نظر نہ چڑھا ناچار بطریق ڈاک بھیجتا ہوں اگر پہنچ جائے تو آگرہ کا جواب لکھ کر میرے پاس بھیجدینا ۔ میں یہاں سے آگرہ کو روانہ کر دوں گا ۔

غالب ۔ مرسلہ دوشنبہ ۔ چہارم جمادی الاول ۱۲۷۴ھ ۔ جواب طلب ۔

ایضاً صبح شنبہ ۔ ۲۱ ماہ اکتوبر ۱۸۵۸ء ۔ اقبال نشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خاں کو غالب علی شاہ کی دعا پہنچے ۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم کو میرے کھانے پینے کی طرف سے

تشویش ہے خدا کی قسم میں یہاں خوش اور تندرست ہوں۔ دن کا کھانا ایسے وقت آتا ہے کہ
پہر دن چڑھے تک میرے آدمی بھی روٹی کھا چکتے ہیں۔ شام کا کھانا بھی سویرے آتا ہے
کسی طرح کے سالن پلاؤ متنجن پسندے دونوں وقت روٹیاں خمیری چپاتیاں۔ مربے اچار
میں بھی خوش لڑکے بھی خوش۔ کلّو اچھا ہوگیا ہے۔ سقا مشعلچی۔ خاکروب سرکار سے متعین ہے
حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہے۔ آجتک دو ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ تعظیم تواضع اخلاق کسی باب میں
کمی نہیں۔ ظہیر الدین خاں بہادر کو دعا پہنچے۔ یہ خط لے کر تم اپنی دادی صاحب کے
پاس جاؤ اور یہ خط پڑھ کر سناؤ۔ اور ان سے یہہ کہدو کہ وہ بات جو میں نے تم سے
کہی تھی وہ غلط ہے۔ اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ باقی خیر و عافیت۔

ایضاً۔ میاں تمھارا خط پہنچا۔ آج میں نے اس کو اپنے خط میں ملفوف کرکے آگرہ کو روانہ
کیا۔ تم جو کہتے ہو کہ تم نے کبھی مجھکو خط نہیں لکھا اور اگر شیخ نجم الدین حیدر کا خط نہ آتا تو آپ
بھی نہ لکھتے۔ انصاف کرو لکھوں تو کیا لکھوں کچھ لکھ سکتا ہوں۔ کچھ قابل لکھنے کے ہے تم نے جو مجھکو
لکھا تو کیا لکھا اور اب جو میں لکھتا ہوں تو کیا لکھتا ہوں بس اتنا ہی ہے کہ اب تک ہم تم جیتے ہیں زیادہ
اس سے نہ تم لکھوگے نہ میں لکھوں گا۔ ظہیر الدین کو دعا کہنا اور میری طرف سے پیار کرنا تمکو اور ظہیر الدین کو
اسکی ماں کو اور اسکی بہن کو اور اسکی لڑکی کو تمھاری ماں دعا کہتی ہے اور دعائیں دیتی ہے

یہ رقعہ حیدر حسن خاں کے نام کا ہے انکو حوالہ کر دینا اسد اللہ نگاشتہ شنبہ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۵ء

ایضاً میاں تم کو مبارک ہو کہ حکیم صاحب پر سے وہ سپاہی جو ان کے اوپر متعین تھا اٹھ گیا اور ان کو حکم
ہوگیا کہ اپنی وضع پر رہو۔ مگر شہر میں رہو باہر جانے کا اگر قصد کرو تو پوچھ کر جاؤ اور ہر ہفتہ میں
ایکبار کچہری میں حاضر ہوا کرو۔ چنانچہ وہ بیچے باغ کے پچھواڑے سے مرزا جاگن کے مکان میں
آرہے ہے۔ صفدر میرے پاس آیا تھا۔ یہ اسکی زبانی ہے۔ جی ان کے دیکھنے کو چاہتا ہے مگر از راہ

احتیاط جا نہیں سکتا۔ مرزا بہادر بیگ نے بھی رہائی پائی۔ ایک وقت سُنا ہے کہ وہ خاں صاحب کے
پاس آئے ہیں یقین ہے کہ بعد ملاقات باہر چلے جائیں گے یہاں نہ رہیں گے۔ قدم شریف میں وہ
بیٹھے ہیں آج پانچواں دن ہے کہ حکیم محمود خاں مع قبائل و عشائر پٹیالہ کو گئے ہیں بمقتضائے
وقت اپنی سکونت کے مکان چھوڑ کر یہاں آرہا ہوں اس طرح کہ محلسرا میں زنانہ اور دیوان خانہ
میں مردانہ۔ پنشن کی درخواست کا ابھی کچھ حکم نہیں معلوم ہوا۔ کلکٹر سے کیفیت طلب ہوئی ہے
دیکھئے بعد کیفیت کے جانے کے پنشن ملتا ہے یا جواب۔ پنجشنبہ ۱۶ شعبان ۱۲۷۴ھ مطابق یکم مئی ۱۸۵۸ء

ایضاً۔ بھائی ہوش میں آؤ میں نے تم کو خط کب بھیجا اور رقعہ میں کب لکھا کہ شیر زماں کا خط تمہارے
پاس بھیجتا ہوں میں نے ایک لطیفہ لکھا تھا کہ شیر زماں خاں نے میرے خط میں بندگی لکھی تھی اور میں
وہ بندگی اس رقعہ میں لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہوں۔ بس بات اتنی ہی تھی۔ وہ ہی بندگی لکھی ہوئی گویا
لپٹی ہوئی تھی سو حضرت کو پہنچ گئی۔ خاطر عاطر جمع رہے۔ غالب

ایضاً۔ میاں چاول بُرے۔ بڑھتے نہیں۔ لمبے نہیں۔ پتلے نہیں۔ اب زیادہ قصہ کرو پُرانے
اور پتلے چاول آئیں۔ ایک روپیہ کے خرید کر کے بھیج دو۔ یاد رہے۔ نئے چاول قابض ہوتے ہیں
اور پرانے چاول قابض نہیں ہوتے۔ یہ میرا تجربہ ہے۔ شام کو میر مجید والدین صاحب کہتے تھے
کہ حکیم غلام نجف خاں کے پاس ایک کاتب ہے۔ بھائی وہ نو بارہ جزو کی ایک کتاب شعر کی مجھکو لکھوانی
ہے یہ معلوم کر لو کہ وہ صاحب روپیہ کے کئے جزو لکھیں گے اور روز کس قدر لکھ سکتے ہیں یہ تو
آپ لکھو اور پھر دوپہر کے بعد اُن کو میرے پاس بھیج دو تاکہ میں اُن کو کاغذ اور منقول عنہ حوالہ
کر دوں۔ ظہیر الدین کو دعا کہو اور اُس کا حال لکھو۔ غالب

ایضاً حکیم غلام نجف خاں سُنو اگر تم نے مجھے بنایا ہے یعنی اُستاد اور باپ کہتے ہو۔ یہ امر
از روئے تمسخر ہے تو خیر اور اگر از روئے اعتقاد ہے تو میری عرض مانو۔ اور میر اسنگہ کی تقصیر معاف

کرو۔ بھائی انصاف کرو اُس نے اگر حکیم احسن اللہ خاں سے رجوع کی اور وہ تمہارے بھائی بھی ہیں اور تم کو اُن سے استفادہ بھی ہے اگر گھبرا کر حکیم محمود خاں کے پاس گیا تو اُن کے باپ سے تم کو نسبت تلمذ کی ہے ابتدا میں اُن سے پڑھے ہو۔ پس یہ غریب سوائے تمہارے اگر گیا تو تمہارے ہی علاقہ میں گیا وہ بھی گھبرا کر۔ اور خفقان سے تنگ آکر۔ اب جو حاضر ہوتا ہے تو لازم ہے کہ اُس پر بہ نسبت سابق کے توجہ زیادہ فرماؤ اور بدل اُس کا معالجہ کرو۔ التفات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً۔ میاں پہلے ظہیر الدین کا حال لکھو پھر حکیم صاحب کی حقیقت لکھو۔ کہیں اور جائیں گے یا یہاں آئیں گے اگر یہاں آئیں گے تو کب تک آئیں گے پھر تم خط لکھو میاں نظام الدین کو اور ان کو لکھو کہ تم نے غالب کے خط کا جواب نہیں لکھا وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں کہ میاں نظام الدین اور میرے خط کا جواب نہ لکھیں۔ خدا جانے مجھ سے ایسی کیا تقصیر ہوئی ہے۔ نجات کا خدا سے اور تم سے اس رقعہ کے جواب کا طالب۔ غالب۔

ایضاً بھائی میں تم کو کیا بتاؤں کہ میں کیا ہوں۔ طاقت یک قلم جاتی رہی ہے۔ پھوڑا بدستور رستا ہے۔ خیر محل اندیشہ نہیں۔ پھر رس رس کر مادہ نکل جائیگا۔ اس سے اور زیادہ خستہ و قشر ہوں قبض کہ وہ دشمن جانی ہے ان دنوں میں حد کو پہنچ گیا ہے۔ بہرحال سے کر گئے ہیں۔ نام انند گالی چھٹرت عذر کی جگہ ہے۔ ایک مکان دلکشا۔ کوچہ کی سیر۔ بازار کا تماشہ۔ دو کمرے دو کوٹھریاں۔ آتشدان۔ صحن وسیع اس کو چھوڑ کر وہ مکان لوں جو ایک تنگ گلی کے اندر ہے دروازہ وہ تاریک کہ دن کو بغیر چراغ کے راہ نہ ملے۔ اور پھر ڈیوڑھی پر حلال خوروں کا مجمع کوڑے کے ڈھیر۔ کہیں حلال خوروں کا بچہ ہگ رہا ہے۔ کہیں بیل بندھا ہوا ہے۔ کہیں کوڑا پڑا ہوا ہے۔ عیاذاً باللہ خدا نہ لیجائے ایسے مکان میں۔ تم نے وہ مسودہ کیوں نہیں بھیجا۔ میں خدمتگزاری کو آمادہ ہوں۔ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً صاحب تم سچ کہتے ہو۔ بھائی فضل اللہ خاں کی غمخواری اور مددگاری کا کیا کہنا ہے مگر اُن سے مجھکو لینا نہیں یاد رکھنا کہ وہاں سے مجھے کچھ نہ آئے گا۔ بفرضِ محال اگر ملا تو ڈھائی سو روپیہ بابت سُود بھی مجھے بھائی فضل اللہ خاں کا دینا ہے۔ اُن کا قرض ادا ہو جائے گا۔ اچیانا اگر خلافِ توقع میرے عقیدے کے پانسو روپیہ کا حکم ہوا اور وہ آجائیں تو تم بعد اطلاع ڈھائی سو میاں فضل کو دیکر مجھکو لکھنا۔ باقی کے واسطے میں جس طرح لکھوں اُس طرح کرنا۔ لو صاحب شیخ چلی کی سی بنا خیالی پلاؤ پکا لیا۔ اب رو داد سُنو۔ نواب صاحب کا اخلاص و التفات روز افزوں ہے۔ آج منگل کا دن ۱۴ جمادی الثانی کی اور ۲۴ اکتوبر کی ہے۔ کھانے کی اور گھوڑوں اور بیلوں کی گھاس دانے کی نقدی ہوگئی لیکن اس میں میرا فائدہ ہے نقصان نہیں۔ دسمبر کی پہلی سے جشن شروع ہوگا ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اُس کی ہے۔ بعد جشن کے رخصت ہوں گا۔ خدا چاہے تو آخر دسمبر تک تم کو آ دیکھتا ہوں۔ ظہیر الدین خاں کو دُعا ؂

ایضاً۔ صاحب کل آخر روز تمہارا خط آیا میں نے پڑھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر بھائی ضیاء الدین خاں صاحب کے پاس بھجوایا۔ یقین ہے کہ اُنہوں نے پڑھ لیا ہوگا ما کتب فیہ معلوم کیا ہوگا۔ تمہارے یہاں نہ ہونے سے ہمارا جی گھبراتا ہے۔ کبھی کبھی ناگاہ ظہیر الدین کا آنا یاد آتا ہے۔ کہو اب خیر سے کب آؤ گے کے برس کے مہینے کے دن راہ دکھاؤ گے۔ یہاں کا حال جیسا کہ دیکھ گئے ہو بدستور ہے

؎ زمین سخت ہے آسمان دُور ہے ؂ جاڑا خوب پڑ رہا ہے۔ تونگر غرور سے مفلس سردی سے اکڑ رہا ہے۔ آبکاری کے بندوبست جدید نے مارا۔ عرق کے نہ کھینچنے کی قید شدید نے مارا۔ اِدھر انسداد دروازۂ آبکاری ہے۔ اُدھر ولایتی عرق کی قیمت بھاری ہے۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مولوی فضل رسول صاحب حیدرآباد گئے ہیں۔ مولوی غلام امام شہید گئے ہیں وہاں ہیں حمی الدولہ محمد یار خاں صُورتی نے ان صورتوں کو وہاں بُلایا ہے پر یہ نہیں معلوم کہ وہاں انکو

کیا پیش آیا ہے اگر تم معلوم کر سکو یا کچھ تم کو معلوم ہو گیا ہو تو مجھ کو ضرور لکھو۔ زیادہ کیا لکھوں۔ کیوں ظہیر الدین
کیا میں اس لائق نہ تھا کہ تو ایک خط مجھ کو الگ لکھتا یا اپنے باپ کے خط میں اپنے ہاتھ سے اپنی بندگی لکھتا۔ حکیم
غلام نجف خاں خط لکھنے بیٹھے تیری بندگی لکھ دی۔ تیرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں۔ اس بندگی کے
آگے آنے کی مجھے کیا خوشی۔ غالب صبح یکشنبہ۔ ۱۸ جنوری سنہ ۱۸۶۱ع ۔

ایضاً بھائی میرا ذکر سنو۔ ہر شخص کو غم موافق اس کی طبیعت کے ہوتا ہے۔ ایک تنہائی سے نفور
ہے ایک کو تنہائی منظور ہے۔ تاہل میری موت ہے۔ میں کبھی اس گرفتاری سے خوش نہیں رہا
پنشن بند ہو جانے میں ایک سبکی اور ذلت تھی اگرچہ مجھ کو دولت تنہائی میسر آجاتی لیکن اس تنہائی چند روزہ
اور تجرید مستعار کی کیا خوشی۔ خدا نے مجھ لا ولد رکھا تھا شکر بجا لاتا تھا خدا نے میرا شکر مقبول نہ کیا
یہ بلا بھی قبیلہ داری کی شکل کا نتیجہ ہے یعنی جس لوہے کا طوق اسی لوہے کی دو ہتکڑیاں بھی
پڑ گئیں خیر اس کا کیا رونا ہے یہ قید جاودانی ہے۔ جناب حکیم صاحب ایک روز از راہ عنایت یہاں
آئے کیا کہوں کہ ان کے دیکھنے سے دل کیا خوش ہوا ہے خدا ان کو زندہ رکھے میاں میں
کثیر الاحباب شخص ہوں۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوست اس باسٹھ برس میں مر گئے۔ خصوصاً
اس فتنہ و آشوب میں تو شاید کوئی میرا جاننے والا نہ بچے گا۔ اس راہ سے مجھ کو جو دوست اب
باقی ہیں بہت عزیز ہیں۔ واللہ دعا مانگتا ہوں کہ اب ان احبا میں سے کوئی میرے سامنے نہ مرے
کیا معنی کہ جب میں مروں کوئی میرا یاد کرنے والا اور مجھ پر رونے والا بھی تو دنیا میں ہو
مصطفیٰ خاں کا حال سنا ہوگا۔ خدا کرے مرافعہ میں چھوٹ جائے ورنہ حبس ہفت سالہ
کی تاب اس ناز پروردہ میں کہاں۔ احمد حسین میکش کا حال کچھ تم کو معلوم ہوا یا نہیں
مخنوق ہوا۔ گویا اس نام کا آدمی شہر میں تھا ہی نہیں۔ پنشن کی درخواست دے رکھی
ہے بشرط اجرا بھی میرا کیا گزارہ ہوگا۔ ہاں دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ میری صفائی

اور بے گناہی کی دلیل ہے۔ وہ یہ ہے کہ موافق قول تمہارے جو پہلے ولد رتہ ہوگا۔ مجھکو میری جان کی
قسم اگر میں تنہا ہوتا تو اس وجہ قلیل میں کیسا فارغ البال و خوش حال رہتا۔ یہ بھی غبطہ ہے جو
میں کہہ رہا ہوں خدا جانے پنشن جاری ہوگا یا نہ ہوگا۔ احتمال تعیش و تنعم بشرط تجرید صورت اجرائے
پنشن میں سمجھتا ہوں اور وہ موہوم ہے۔ بیدل کا شعر مجھکو مزا دیتا ہے ؎ نہ شام ما را سحر نویدی
نہ صبح ما را قدم سپیدی ÷ چو حاصل ماست ناامیدی غبار دنیا بفرق عقبیٰ ÷ اس وقت جی تم سے
باتیں کرنے کو چاہا جو کچھ دل میں تھا وہ تم سے کہا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ از غالب

بنام حکیم غلام نجف خاں

جان جانان و از جان و جانان عزیز تر حکیم غلام نجف خان سلمہ اللہ تعالےٰ قبلہ یہ تو معلوم ہوا کہ
میرٹھ میں پہنچے و شہر آگرہ میں کہ وہ اس میں عزیز بھی تھے یہ سب وہاں سے نکالے گئے
مگر حقیقت نہیں معلوم کہ کیوں کر نکلے۔ پیادہ یا سوار کچھ ہاتھ آئی یا مال و اسباب۔ مستورات کو تو رتھیں
دستیاب ہوئی تھیں۔ خیر یہ تو حال کیا ہوا۔ اور پھر وہاں سے نکلنے کے بعد کیا ہوا۔ کہاں
پہنچے اور کہاں رہیں گے۔ سرکار انگریزی کی طرف سے مورد تفقد و ترحم ہیں یا نہیں۔
رنگ کیا نظر آتا ہے۔ جاگیر کی توقع ہے یا نہیں۔ تفضل حسین خاں کا حال خصوصاً
اور ان سوالات کا جواب مفصل لکھو۔ میرزا منغل میرا حقیقی بھانجا کہ وہ منشی خلیل الدین خاں
مرحوم کا خویش ہے اس کی بی بی ہے اور شاید ایک یا دو بچے بھی ہیں اور غالب ہے
یہ امر کہ وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو اس کا حال بالانفراد لکھیے۔
خواجہ جان اور خواجہ امان کی حقیقت بھی بشرط اطلاع ضرور ہی فرمائیے اور ہاں صاحب
آپ جانتے ہوں گے۔ علی محمد خاں کہ وہ جو میر منشی عزیز اللہ خاں کا خویش ہے اگر
کچھ اس کا بھی فقرہ گزرتا ہو تو میں اس کا خیر طلب ہوں۔ غالب۔ جواب طلب ÷

ایضاً۔ بھائی تمھارے رقعہ کا جواب پہلے تم کو شیر زماں خاں نے دیا ہوگا۔ پھر ظہیر الدین خاں
نے تم سے کہا ہوگا۔ کہو کوئی طرح شہر میں تمھارے آنے کی بھی ٹھہری یا نہیں۔ بعد تیس کوس اور
آدھ کوس کا برابر ہے۔ میری جان تم ہنوز دو جانے میں ہو مجھکو بھی تم جانتے ہو کہ میرا شہر میں رہنا
باجازتِ سرکار ہے نہیں اور باہر نکلنا بے ٹکٹ ممکن نہیں پھر میں کیا کروں کیونکر وہاں آؤں
شہر میں تم ہوتے تو جرأت کر کے تمھارے پاس چلا آتا۔ شیر زماں خاں صاحب ایک بار آئے
تھے کہہ گئے تھے کہ پھر بھی آؤں گا مگر نہیں آئے۔ خدا جانے اُنکے والد کی رہائی ہوئی یا
نہیں۔ اگر تم سے ملیں تو میرا سلام کہنا اور اُنکو میرے پاس بھیج دینا۔ اور تم کو اُنکے والد کا جو
حال اُن کی زبانی معلوم ہوا ہو وہ مجھکو لکھ بھیجو۔ ظہیر الدین کو دُعا۔ از غالب۔

ایضاً بھائی ہاں غلام فخر الدین خاں کی رہائی زندگی دوبارہ ہے خدا تم کو مبارک کرے
سنا ہے کہ لوہارو بھی اُن دونوں صاحبوں کو مل گیا۔ یہ بھی ایک تہنیت ہے۔ خدا سب کا بھلا
کرے۔ مجھکو ڈپٹی کمشنر نے بلا بھیجا تھا صرف اتنا ہی پوچھا کہ غدر میں تم کہاں تھے جو سنا تھا وہ کہا
گیا وہ ایک خط آمد ولایت میں نے پڑھا ہے تفصیل لکھ نہیں سکتا۔ انداز ادا سے پنشن کا بحال
برقرار رہنا معلوم ہوتا ہے۔ مگر چند روز مہینے پچھلے ملتے نظر نہیں آتے۔ میاں یہ الور میں
کیا فساد برپا ہوا ہے۔ خدا خیر کرے۔ واسطے خدا کے جو تم کو معلوم ہوا ہو اور جو معلوم
ہو جائے اُس سے مجھکو بھی اطلاع دینا۔ غالب۔

ایضاً برخوردار سعادت و اقبال نشان حکیم غلام نجف خاں کو میری دعا پہنچے۔ تمھاری تحریر
پہنچی تم جداگانہ خط کیوں لکھا کرو خط لکھا اور بیرنگ یا پوسٹ پیڈ جس طرح چاہا اپنے آدمی کے ہاتھ
ڈاک گھر بھیج دیا۔ مکان کا پتا ضرور نہیں۔ ڈاک گھر میرے گھر کے پاس ہے ڈاک منشی میرا آشنا
اب تم ایک کام کرو آج یا کل ڈیوڑھی پر جاؤ اور جتنے خط جمع ہیں وہ لو ان سب کی مضبوط کاغذ کا لفافہ کرو

اور بیرنگ لکھ کر کلیان کے ہاتھ ڈاک گھر میں بھجوا دو۔ اور اپنے خط میں جو حال شہر میں ہو وہ
مفصل لکھو۔ جناب حکیم صاحب کو سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد خاں کو دعا کہنا۔ اب میرا حال سنو
تعظیم و توقیر بہت۔ ملاقاتیں تین ہوئی ہیں ایک مکان کہ وہ تین مکانوں پر مشتمل ہے رہنے کو ملا ہے
یہاں پتھر تو دوا کو بھی میسر نہیں خشتی مکان گنتی کے ہیں۔ کچی دیواریں اور کھپریل
سارے شہر کی آبادی اسی طرح پر ہے مجھکو مکان ملے ہیں وہ بھی ایسے ہیں۔ ہنوز کچھ
گفتگو درمیان نہیں آئی میں خود ان سے ابتدا نہ کروں گا وہ بھی مجھ سے بالمشافہ
نہ کہیں گے مگر بواسطہ کارپردازان سرکار۔ دیکھوں کیا کہتے ہیں اور کیا مقرر کرتے ہیں میں
سمجھا تھا کہ میرے پہنچنے کے بعد جلد کوئی صورت قرار پائے گی لیکن آج تک کہ جمعہ آٹھواں دن
میرے پہنچنے کو ہے کچھ کلام نہیں ہوا۔ کھانا دونوں وقت سرکار سے آتا ہے اور وہ سب کو
کافی ہوتا ہے۔ غذا میرے بھی خلاف طبع نہیں۔ پانی کا شکر کس منہ سے ادا کروں۔
ایک دریا ہے کوسی سبحان اللہ اتنا میٹھا پانی کہ پینے والا گمان کرے کہ یہ پھیکا شربت ہے
صاف سبک گوارا سریع النفوذ۔ اس آٹھ دن میں قبض و انقباض کے صدمہ سے محفوظ ہوں
صبح کو بھوک خوب لگتی ہے۔ لڑکے بھی تندرست۔ آدمی بھی توانا۔ مگر ہاں ایک عنایت
دو دن سے کچھ بیمار ہے۔ خیر اچھا ہو جائیگا۔ والدعا۔ جمعہ۔ ۳ فروری سنہ ۱۸۶۰ء

ایضاً میاں تم نے برا کیا کہ لفافہ کھول کر پڑھ لیا۔ بارے آج سہ شنبہ ۱۴ فروری صبح
وقت یہ لفافہ پہنچا۔ اور اسی وقت پڑھوایا گیا۔ خط لفٹنٹ گورنر بہادر کا نہیں چیف نواب
گورنر جنرل بہادر کے چیف سکرٹر کا ہے ترجمہ اس کا یہ ہے۔ از دفتر خانہ سکرٹر اعظم۔ حکم دیا جاتا ہے
عرضی دینے والے کو کہ جواب اس عرضی کا نواب گورنر جنرل بہادر بعد دریافت کے ارشاد
فرمائیں گے۔ از کیمپ چھیانہ۔ ۲۳ فروری سنہ ۱۸۶۰ء یہاں کا یہ حال ہے کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر

آگرہ مراد آباد آیا چاہتے ہیں۔ مراد آباد یہاں سے بارہ کوس ہے۔ نواب صاحب دو چار دن میں پھر آئیں گے اگر اُن کی ملاقات کو مراد آباد جائیں گے۔ میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سے کچھ علاقہ نہیں مگر دیکھوں کیا گفتگو درمیان آتی ہے جو واقع ہوگا تمہیں لکھوں گا۔ یہ تم کیا لکھتے ہو کہ گھر میں خط جلد جلد لکھا کرو۔ تم کو جو خط لکھتا ہوں گویا تمہاری اُستانی کو لکھتا ہوں کیا تم سے نہیں ہو سکتا کہ جاؤ اور پڑھ کر سناؤ؟ اب اُن کو خیال ہوگا کہ انگریزی خط میں کیا لکھا ہے۔ تم یہ خط میرا ہاتھ میں لئے جاؤ اور حرف بہ حرف پڑھ سناؤ لڑکے دونوں اچھی طرح ہیں۔ کبھی میرا دل بہلاتے رہیں۔ کبھی مجھکو ستاتے ہیں۔ بکریاں۔ کبوتر بٹیریں۔ تکل۔ کنکوا۔ سب سامان درست ہے۔ فروری مہینے کے دو دو روپے لیکر دس دن میں اُٹھا ڈالے۔ پھر بسوں چھوٹے صاحب آئے کہ دادا جان کچھ ہم کو قرض حسنہ دو ایک روپیہ دونوں کو قرض حسنہ دیا گیا آج ۱۴ ہے مہینا دور ہے دیکھئے کے بار قرض لیں گے یہاں کا رنگ نواب صاحب کے آنے پر جو ہوگا اور جو قرار پائے گا وہ مفصل تم کو لکھوں گا اور تم اپنے والد کو سنا دینا۔ اور ہاں بھائی یہ بھی گھر میں پوچھ لینا کہ کدارناتھ نے اندر باہر کی تنخواہ بانٹ دی یا نہیں تو وفادار اور حلال خوری تک کی بھی تنخواہ بھیجدی ہو۔ غالب شنبہ ۱۴ فروری سنہ ۱۸۶۱ع

ایضاً صاحب تمہارے دو خط متواتر آئے۔ ظہیر الدین خاں کا آگرہ جانا میرا خط اُس کا موسومہ تمہارے پاس پہنچا اور اُس کا آگرہ کو روانہ ہونا۔ ظہیر الدین کی دادی کا بعارضہ سُرفہ و سعال رنجور ہونا کدارناتھ کا مجھ سے خفا ہونا مکان کے روکنے کی اجازت کا مانگنا۔ فضل حسن سے میرے واسطے دریوزہ تفقد کرنا یہ مدارج و مطالب معلوم ہوئے۔ ظہیر الدین کا خط تم نے کیوں کھولا وہ مغلوب الغضب ہے تم پر خفا ہوگا اُس کی دادی اس موسم میں ہمیشہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ایک نسخہ اُس کے پاس حکیم کا ہے وہ پکوا دو اور ذرا خبر لیتے رہو۔ کدارناتھ لڑکا ہے وہ مجھ سے کیا خفا ہوگا

روپیہ جو خزانہ میں جمع ہوگا آخر وہی لائیگا۔ خفا ئیں ہُوں کہ روپیہ دام دام پایا اور میرا تمسک دیا اور چھاپے کا نہ بانٹا۔ مکان کے روکنے کو اور کس طرح لکھوں۔ شہاب الدین خاں کو لکھا۔ شمشاد علی بیگ کو لکھا۔ اب تم کو لکھتا ہوں ستمبر کے چھوڑ دے آیا ہوں۔ اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر یہ تین مہینے کے روپے آکر دوں گا۔ بلکہ اگر موقع بنے گا تو یہ سہ ماہہ یہاں سے بطریق ہنڈوی بھیج دوں گا۔ اسمٰعیل خاں صاحب کو میری دُعا کہو اور یہ کہ ڈیوڑھی کی سیڑھی بنوا دیں اور حویلی کے پاے خانہ کی صورت درست کروا دیں۔ ہائے قسمت اس قسمت پر لعنت کہ میاں فضل حسن میرے مُربّی و محسن نہیں اور پھر والے محرومی کہ مطلب برآری نہ ہو۔ خدا کرے نہ ہو۔ لونڈوں کا احسان زہرِ قاتل ہے۔ فضل اللہ خاں میرا بھائی ہے اُس کا احسان مجکو گوارا۔ سو بار اُس سے کہا اور ہزار بار کہوں گا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب آپ اُس سے زنہار نہ کہیئے گا اور نہ لکھیئے گا اگر کچھ کہو تو فضل سے کہو۔ والا لا۔ نواب صاحب دَورے سے آج شام کو یا کل آ جائیں گے جشنِ جمشیدی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ نجات کا

طالب۔ غالب۔ یکشنبہ ۱۲ ۔ نومبر سنہ ۶۰ع۔ صبح کا وقت۔

ایضاً ۔ شنبہ ۴ ذیقعدہ۔ یکم اپریل۔ میاں تمہارا گلہ میرے سر و چشم پر۔ لیکن میرا حال سُن لو اور اپنے وہم و قیاس پر عمل نہ کرو۔ پہلے ظہیر دلپذیر کا خط آیا۔ پڑھتے ہی اُس کا جواب لکھ رکھا۔ دوسرے دن ڈاک میں بھجوایا۔ مضمون بہ تغیرِ الفاظ یہ تم جو پھوڑے پھنسی میں مبتلا رہتے ہو اس کا سبب یہ کہ مجھ میں تمہارا لہو ملتا ہے اور مَیں احتراقِ خون کا پتلا ہوں۔ پھر تمہارا خط آیا۔ تیسرے دن اُس کا جواب بھجوا دیا۔ مضمون یہ کہ تم سے تو میرا پیارا پوتا ظہیر الدین اچھا کہ جاتے وقت مجھ سے مل گیا اور وہاں پہنچتے ہی مجکو خط لکھا۔ رسید ڈاک گھر سے ملتی نہیں۔ خط دونوں بیرنگ تھے۔ یہاں کے ڈاک گھر میں ممکن نہیں کہ میرے وہ دونوں خط رہ گئے ہوں۔ شیخوپور کی ڈاک کے ہرکاروں نے نہ پہنچایا میرا کیا قصور۔ البتہ سرنامہ پر صرف بستی کا نام اور تمہارا نام تھا۔ محلہ کا نام نہ تھا۔ شاید اس سبب سے

خط نہ پہنچا ہو ایسے وقت تمھارا خط آیا۔ میں نے لیٹے لیٹے یہ سطریں لکھیں۔ اَب عنایت اللہ کو تمھارے گھر بھیجتا ہوں اور ٹِکٹ منگواتا ہوں کہ پتا وہاں سے کیا لکھا جاتا ہے۔ لو صاحب عنایت اللہ آیا اور یہ پُرزہ لایا ہے پتہ سرنامہ پر لکھتا ہوں مگر ڈاک کا وقت نہیں رہا۔ کل بھیجوں گا۔ حکیم ظہیر الدین خاں کو دُعا پہنچا۔ اسوقت مجھ میں دَم نہیں دُعا پر قناعت کر۔ تیرے خط کا جواب جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں بھیج چکا ہوں۔ جھوٹے پر لعنت تو بھی کہہ بیش باد۔ نواب مصطفےٰ خاں کل شہر میں آ گئے مع قبائل آئے ہیں۔ ذی قعدہ میں چھوٹے لڑکوں کے ختنہ اور ذی الحجہ میں محمد علی خاں کی شادی کریں گے۔ آج پانچواں دن ہے شہر میں مرغ کے انڈے برابر اولے پڑے کہیں کہیں اس سے بڑے بھی۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر جدید آئے۔ دربار کیا۔ میری تعظیم اور مجھ پر عنایت میری تمنا سے زیادہ کی۔ آؤ گے تو مفصّل سن لو گے۔ نجات کا طالب۔ غالب۔

ایضاً میاں آج صبح کو تم آئے تھے۔ میں اُس ٹٹکے قصے میں اُلجھا کہ تم سے کہنا بھول گیا ہے۔ میر عنایت حسین صاحب تمھارے پاس پہنچتے ہیں۔ جس امر میں یہ تم سے کوشش چاہیں تم کو میری جان کی قسم بدل متوجہ ہو کر اُس کام کو انجام دو۔ امر سہل ہے کچھ بات نہیں ہے مگر در صورت سعی خدا کے ہاں سے تم کو بڑا اجر ملے گا۔ اور میں تمھارا ممنون ہوں گا۔ نجات کا طالب غالب

ایضاً میاں میں تم سے رخصت ہو کر اُس دن مرادنگر میں رہا۔ دوسرے دن یعنی جمعہ کو میرٹھ پہنچا نواب مصطفےٰ خاں نے ایک دن رکھ لیا آج شنبہ ۱۲ر جنوری یہاں مقام ہے۔ نو بج گئے ہیں۔ بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ مُفت کا کھانا ہے خوب پیٹ بھر کر کھاؤں گا۔ کل شاہجہان پور۔ پرسوں گڈھ مکتیسر رہوں گا۔ مرادآباد سے پھر تم کو خط لکھوں گا۔ لڑکوں کے ہاتھ کے دو خط لکھے ہوئے اُنکی دادی کو بھجوا دیئے ہیں تم اس اپنے نام کے خط کو لیکر ڈیوڑھی پر جانا اور اُستانی جی کو پڑھکر سُنا دینا اور خیر و عافیت کہدینا۔ جناب خانصاحب کو میرا سلام نیاز اور ظہیر الدین احمد کو دُعا کہدینا۔ ہاں

بھائی میں ازروئے مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہہ آیا ہوں اب جو شخص تم سے پوچھا کرے اُس سے پردہ نہ کرنا اور صاف کہدینا کہ رام پور کو گیا ہے یعنی سب کو معلوم ہو جائے اور کوئی تذبذب میں نہ رہے ۔ مرقومۂ چاشتگاہ سشنبہ ۱۲ جنوری ۔

ایضاً ۔ برخوردار حکیم غلام نجف خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے ۔ بدھ کا دن پہر بھر چڑھا ہوگا کہ میں فقط پالکی پر مراد آباد پہنچا ۔ ۲۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہے ۔ دونوں لڑکے دونوں گاڑیاں اور رتھ اور آدمی سب پیچھے ہیں اب آئے جاتے ہیں ۔ رات بخیر گزرے بشرط حیات کل رام پور پہنچ جائیں گے گھبرایا ہوا ہوں تیسرا دن ہے پاخانہ پھرنے کو ۔ لڑکے بخیر و عافیت ہیں اپنی استانی سے کہدینا ۔ مرزا شہاب الدینخان کو نواب ضیاء الدین کو سلام ۔ میرا رقعہ ان دونوں صاحبوں کو پڑھا دینا ۔ ضرور ضرور ۔ ظہیر الدین کو دعا ۔ سے خفا ہوگا اسکو میری بندگی کہنا ۔ غالب ۔

بنام حکیم ظہیر الدین احمد خاں صاحب

پنجشنبہ ۲ نومبر ۱۸۶۵ء ۔ اقبال نشان حکیم ظہیر الدین احمد خاں کو فقیر غالب علی شاہ کی دعا پہنچے ۔ کہو میاں تمھارا مزاج کیسا ہے اور تمھارے بھائی مرزا افضل حسین خاں کیسے ہیں اگر ملو تو میری دعا کہنا اور مزاج کی خیر پوچھنا اور اپنے والد ماجد کو میری دعا کہنا کہ تمھارا خط میرے خط کے جواب میں تھا اُس میں اور کوئی بات جواب طلب نہ تھی ۔ سنو میاں ظہیر الدین تم اپنی دادی کے پاس ابھی چلے جاؤ اور اُن سے میری اور دونوں لڑکوں کی خیر و عافیت کہو اور پوچھو کہ شہاب الدینخان نے اکتوبر کے مہینے کی تنخواہ کے پچاس روپئے پہنچا دیئے یا نہیں ۔ کدار ناتھ ڈیوڑھی پر آکر جعفر بیگ وفادار وغیرہ کی تنخواہ بانٹ گیا یا نہیں ۔ اچھا میرا بیٹا ۔ یہ دونوں باتیں اپنی دادی سے پوچھکر جلد مجھ کو لکھو دیر نہ کیجیو ۔ خط کے جواب کا طالب غالب

از جانب حکیم ظہیر الدین احمد خاں بنام نجم الدین حیدر صاحب عم الیشان

جناب فیض مآب چچا صاحب قبلہ و کعبہ دوجہاں کے حضور میں کورنش و تسلیم پہنچاتا ہوں اور ہزار زبان سے اس توپ کے مرحمت فرمانے کا شکر بجالاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیا توپ ہے جس کی آواز سے رعد کا دم بند۔ اور رنجک کے رشک سے بجلی کو رنج۔ گولہ اس کا خدا کا قہر۔ دھواں اس کا دریائے عشق کی لہر۔ استغفر اللہ کیا باتیں کرتا ہوں جھوٹ سے دفتر بھرتا ہوں کیسی رنجک کیسا دھواں۔ کیسا گولہ یہ وہ توپ ہے کہ بغیر ان عوارض کے صرف اس کی آواز سے رستم کا زہرہ آب ہو جائے۔ اب بارود ہو تو رنجک اڑے آگ دہکائیں تو دھواں ہو۔ گولہ چھر اگر اس میں بھریں تو ظاہر میں کہیں نشان ہو۔ صرف اس کی آواز پر مدار ہے۔ نئی ترکیب اور نیا کاروبار ہے ایک آواز اور اس میں یہ اعجاز کہ دوست کو فتح کی شلک کی صدا سنائے۔ دشمن سنے تو ہیبت سے اس کا کلیجہ پھٹ جائے۔ آواز کا صدمہ اگرچہ صدائے صور سے دونا ہی مگر ہیں یہی کہتے بن آتا ہے کہ صور کا نمونا ہے۔ کیا خدا کی قدرت ہی دیکھو تو کیسی مدت ہی توپ کا گولہ توپ ہی میں رہ جائے اور جو قلعہ روبرو آئے وہ ڈھہ جائے۔ دانا آدمی اسے زنجیری گولا کہتا ہی کہ توپ میں سے نکل کر پھر وہیں الجھ رہتا ہے اچھے میرے چچا جان یہ توپ کس نے بنائی اور تمھارے ہاتھ کہاں سے آئی جو دیکھتا ہے وہ حیران ہوتا ہے اب شہر میں جا بجا اسی کا بیان ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہ تم کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ہمیشہ بدولت و اقبال و عزت و کرامت رکھے۔

بنام نواب میر ابراہیم علیخاں صاحب بہادر المتخلص بہ وفا

ولی نعمت کو غالب کی بندگی۔ بسبب ضعف پیری کے خدمتگزاری میں درنگ واقع ہو جائے تو معاف رہوں۔ قاصر کبھی نہ رہونگا ان شاء اللہ العظیم۔ دو غزلوں میں سے ایک غزل بعد اصلاح پہنچتی ہے۔ دوسری غزل ہفتۂ آیندہ میں پہنچ جائے گی۔ ضعف اعضا اور دوام مرض سے علاوہ اختلال حواس کا کیا حال لکھوں۔ دو تین دن ہوئے

کہ قبلہ و کعبہ میر عالم علی خاں کا خط آیا وہ لکھتے ہیں کہ آزردہ تخلص کی دو غزلیں اصلاحی
پہنچیں۔ دیکھئے اس سہو کو کہ کس کی غزلیں کس کو پہنچیں۔ مزا اس میں ہے کہ اب یہ بھی
یاد نہیں آتا کہ آزردہ کا نام کیا ہے اور وہ کون ہے اور کہاں کا ہے۔ شاید اس بندۂ خدا
کو حضرت کی غزلیں بھیجی ہوں گے۔ خدا کرے وہ بزرگوار میر صاحب کی غزلیں میر صاحب کو
میرے پاس بھیجدے تو میر صاحب کی خدمت میں بھیجدوں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو اُن غزلوں
جو آپ کی آئی ہیں دیکھوں گا یہ اکہتر برس کی عمر کی خوبی ہے آپ میر صاحب قبلہ کو خط
پڑھوا دیجئے گا۔ لطف و کرم کا طالب غالب۔ ۲ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ء۔

ایضاً۔ سید صاحب قبلہ نواب میر ابراہیم علی خاں بہادر غالب علی شاہ کا سلام۔
وہ غزل جس کا مطلع یہ ہے ؎ بس شوق قتل سے ہے الم گم ہو گئی ہے پھر لکھ کر بھیجیے۔
اور قصور معاف کیجیے یہ غزل جو اُس غزل کے بعد بھیجی ہے فی الحال بعد اصلاح کے پہنچتی ہے
میر صاحب قبلہ سید عالم علیخاں بہادر کی دو غزلیں پہنچیں۔ مگر وہ یہ لکھتے ہیں کہ میں رجب کے مہینے
میں وطن کو جاؤں گا اور وہاں سے تیرے پاس آؤں گا آج بحساب جنتری ۲۷۔ اور از روئے رؤیت
۲۶ رجب کی ہے۔ غزلیں اُن کی موجود مگر بھیج نہیں سکتا۔ آپ میری بیگناہی کے گواہ رہیں
قبلہ ضعف نے مضمحل کر دیا ہے۔ حواس بجا نہیں۔ اس مہینے یعنی رجب کی آٹھویں تاریخ سے
بہتّرواں برس شروع ہو گیا ہے۔ غذا باعتبار آرد و برنج مفقود محض۔ صبح کو پان سات بادام کا
شیرہ ۱۲ بجے آب گوشت۔ شام کو چار کباب تلے ہوئے۔ بس آگے خدا کا نام۔ ہاں حضرت جناب
حکیم سید محمد حسن صاحب کی تحریر سے کچھ حال ناسازی کا اخوان و احباب سے معلوم ہوا اور وہ علم باعث تشویش
خاطر ہے متوقع ہوں کہ اُس فساد کے رفع ہونے اور اپنی طمانیت خاطر سے فقیر کو آگہی بخشیئے
اور اس غزل کا جواب مع سہ غزل جلد ارسال فرمائیے گا۔ اسد بے دستگاہ پنجم دسمبر سنہ ۱۸۶۶ء

رجب کی تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

ایضاً پیر و مرشد جناب سید ابراہیم علی خاں صاحب کو بندگی۔ غزل پہنچی ہے خط از روئے احتیاط بیرنگ بھیجا ہے۔ قبلہ آپ کے بھائی صاحب میر عالم علی خاں صاحب مجھ پر کیوں خفا ہیں کہ اپنی غزل نہیں بھیجتے۔ یہ امر اُن کے خاطر نشان ہو جائے کہ غالب آپ کے دادا کا غلام اور خدمت بجالانے کو آمادہ ہے جواب کا طالب غالب۔ نہم ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۰ ہجری

ایضاً بخدمت قبلہ سید احمد حسن صاحب مودودی تسلیم۔ و بجناب میر ابراہیم علی خاں بہادر کورنش مقبول باد۔ تصویر مہر تنویر مجھے پہنچی۔ اور میں نے رسید لکھ بھیجی۔ عجب ہے کہ آپ کو اُس کے پہنچنے میں تردد ہے۔ ارسال فقیر نے جو اپنی خاکساری کا یعنی تصویر میاں داد خاں کی معرفت نذر کی ہے یقین ہے کہ وہ بھی پہنچی ہو گی۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح کے بھیجتا ہوں۔ اپنی غزل آپ رہنے دیں اور سید صاحب کی غزل اُن کو حوالہ کر دیں۔ نجات کا طالب غالب جمعہ ۱۷ اگست سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً جناب تقدس انتساب سید صاحب قبلہ والا مناقب عالیشان نواب سید ابراہیم علیخان بہادر مدظلہ العالی۔ بعد بندگی معروض ہے حضرت سید احمد حسن خاں صاحب مدظلہ العالی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ کے گھر مولود مسعود پیدا ہوا۔ ایک عبارت رنگین مرتب کر کے اکمل الاخبار میں میں نے چھپوا دی ہے۔ اور ایک رباعی اور ایک قطعہ اپنا اور ایک قطعہ سید صاحب ممدوح کا جو انہوں نے یہاں بھیجا تھا وہ بھی چھپوا دیا۔ اور تین قطعے تاریخی بہاری لال منتظم اور میر فخر الدین مہتمم مطبع نے جو یہاں تاریخیں لکھی تھیں وہ چھپوا دیں۔ چنانچہ اپنی لکھی ہوئی رباعی اور قطعہ عرض کرتا ہوں

رباعی

حق داد بہ سید زبے انعامش	فرخ پسرے کہ وجہ سست آرامش
تاریخ ولادتش بود بے کم و بیش	ارشاد حسین خاں کہ باشد نامش

قطعہ

غالب حال سنین ہجری	معلوم کن از خجستہ فرزند
چوں یکصد و بست و چار ماند	این ست شمار عمر دلبند

یہ تو ظاہر ہے کہ ۱۳۸۹ھ ہیں جب خجستہ فرزند کے اعداد میں سے ۱۲۸۵ لے لیئے تو ایک سو چوبیس بچتے ہیں اُن کو مَیں نے دُعاے عمر مولود قرار دیا۔ حق تعالیٰ اس مولود کو تمھارے سامنے عمر طبعی کو پہنچاوے۔ خط کی رسید کا طالب غالب۔

بنام مولوی احمد حسن صاحب قنوجی

یارب یہ ایک خط جو مجکو بڑودہ گجرات سے آیا ہے کاتب نے اپنے کو احمد حسن قنوجی بتایا ہے اُدھر سے اظہار آشنائی ہے۔ میری طرف سے یہ بیحیائی ہے کہ مجکو ان کی اور اپنی ملاقات یاد نہیں آتی۔ سوچتا ہوں کوئی بات یاد نہیں آتی۔ خانہ نسیان خراب۔ عشرۂ قبالہ کے مرحلہ کا رہ پیما ہوں شاید اگر جیوں گا تو اس کا بھی مجکو علم نہ رہے گا۔ کہ مَیں کون ہوں اور کیا ہوں۔ ۶۵ برس کی عمر ہوئی حواس ظاہری میں سے سامعہ و شامہ باطل۔ حواس باطنی میں سے حافظہ زائل بسبب نسیان کے اکثر مطالب ضروری تلف ہو جاتے ہیں۔ خدایا کیا اس عمر میں سب آدمی ایسے ہو جاتے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپ کو سید لکھوں۔ مولوی لکھوں۔ خان لکھوں۔ خط میں تو خیر کچھ لکھ دونگا خط کا کیا عنوان لکھوں۔ بندہ پرور فقیر معاف رہے۔ حضرت کا دل غبار کدورت سے صاف ہے۔ مولوی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو جانتا ہوں بلکہ اُن کا احسان مانتا ہوں کہ باوجود عدم ملاقات ظاہری اکثر اُن کے خطوط آتے رہتے ہیں گویا وہ اپنا نام ہمیشہ مجکو یاد دلاتے رہتے ہیں۔ نہ آپ کہ بعد ایک عمر کے ناگاہ بنامہ یاد فرمائیں اور اپنی اور میری ملاقات کا زمانہ یاد نہ دلائیں بہر حال تمھارا دُعاگو ہوں۔ خیر مَیں جو ہوں۔ اس خط کے جواب میں ایسا کچھ لکھو کہ تمکو پہچان جاؤں۔ کب ملے تھے کے ملاقاتیں ہوئی تھیں۔ یہ سب مدارج جان جاؤں نثر کے

شیوہ و انداز کا ڈھنگ اچھا ہے۔ خود تمہاری تحریر سے معلوم ہوا کہ شاعر ہو شاعر بھی ہو تخلص کیا ہے
نامہ نگار کا حال بسبیل اجمال یہ ہے کہ سیاست سے محفوظ رہا ہوں اور حکام کی عنایت سے محفوظ رہا ہوں۔
بے وفائی کا داغ نہیں لگا ہے پنشن قدیم کو بدستور حکم اجرا ہے۔ زندگی کا رنگ اچھا دیکھتا ہوں۔ دیکھیے
مرنے کے بعد کیا دیکھتا ہوں۔ یہ مکرم مخدوم آپکے ہمنام یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب عالی مقام
ظاہرا بہت درویش نواز ہیں کہ اس گمنام گوشہ نشین کو حضرت نے سلام لکھا ہے۔ میری طرف سے
سلام باشتیاق تمام پہنچا دیجیے۔ والسلام۔ راقم جواب کا طالب۔ اسد اللہ۔ المتخلص بہ غالب۔

ایضاً مخدوم مکرم مولوی سید احمد حسن خاں صاحب باور کریں کہ یہ درویش گوشہ نشین تمہارا دوست اور
تمہارا دعاگو ہے۔ تمہاری شعر کی طرز پسند تمہاری خواہش مقبول سید احمد حسن صاحب کی خدمتگزاری منظور ہے

عشق نے غالب نکما کر دیا ⁂ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

۷۵ برس کی عمر ہوئی اضمحلال قویٰ۔ ضعف دماغ۔ فکر مرگ۔ غم عقبیٰ۔ جو آپ مجھے دیکھ گئے ہیں قبل اسکے
وہ نہیں ہوں۔ نظم و نثر کا کام صرف پچاس برس کی مشق کے زور سے چلتا ہے ورنہ جوہر فکر کی تشنگی
کہاں۔ بوڑھا پہلوان پیچ بتاتا ہے زور نہیں لا سکتا۔ بہرحال حکیم صاحب کو میرا سلام کہیئے اور کہیئے
کہ آپ بے تکلف اپنا کلام بھیجا کریں یہاں سے بعد حک و اصلاح خدمت میں پہنچ جایا کریگا۔ غالب ۱۲ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ء

بنام حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی

حضرت قبلہ پہلے التماس یہ ہے کہ آپ سید صحیح النسب ہم اسم حضرت محمد علیہ السلام کے قبلہ و کعبہ۔
جب آپ مجھکو قبلہ و کعبہ لکھیں تو پھر میں آپکو کیا لکھوں۔ خدا کیواسطے غور کیجیے کہ قبلۂ قبلہ اور کعبۂ کعبہ
یہ کیا ترکیب ہے چونکہ آپ نے مجھے استاد گردانا ہے اس التماس کو بھی از قسم اصلاح تصور کیجیے
زنہار قبلۂ قبلہ کبھی نہ لکھیئے یہ سوء ادب ہے بہ نسبت قبلہ عیاذاً باللہ۔ آپکا عطوفت نامہ پہنچا۔ میرے
پہلے خط کا دیر پہنچنا اور اسکی دیر رسی کا سبب مجھکو معلوم ہوا۔ اب اس کا خیال رکھوں یہ آپکو

معلوم ہے کہ آپ کے کسی خط کا جواب میرے ذمہ باقی نہیں ہے۔ دو باتیں جس خط کا جواب نہیں پہنچا اُسکو یہ سمجھئے کہ وہ خط راہ میں تلف ہوئے اور میرے پاس نہیں پہنچے ۔ بہارِ گلستانِ احمد حسن ٭ یہ سجع کیا بُرا ہے ۔ دلِ حیدر و جانِ احمد حسن ٭ یہ اُس سے بھی بہتر ہے۔ انہیں دونوں میں سے ایک سجع مُہر پر کھُدوا لیجئے۔ غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے ۔ غالب ۔ ۱۹ ۔ ذی الحجہ۔

ایضاً حضرت پیر و مرشد غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے۔ غزل سہو سے رکھ گیا ہوں ۔ دونوں غزلیں پہنچتی ہیں ۔ جناب مولوی انصار علی صاحب سے مجکو تعارف آہی ہے اُن کو میرا سلام کہئیے اور کہئیے کہ حضرت جناب مولوی صدر الدین صاحب بہت دن حوالات میں رہے ۔ کورٹ میں مقدمہ پیش ہوا روبکاریاں ہوئیں ۔ آخر صاحبان کورٹ نے جان بخشی کا حکم دیا ۔ نوکری موقوف ۔ جائداد ضبط ۔ ناچار خستہ و تباہ لاہور گئے ۔ فائنشل کمشنر اور لفٹنٹ گورنر نے ازراہِ ترحم نصف جائداد واگذاشت کی ۔ اب نصف جائداد پر قابض ہیں ۔ اپنی حویلی میں رہتے ہیں ۔ کرایہ پر معاش کا مدار ہے ۔ اگرچہ یہ امداد اُنکی گزارے کو کافی ہے ۔ کسواسطے کہ ایک آپ اور ایک بی بی تیس چالیس روپیے مہینے کی آمد لیکن چونکہ امام بخش صہبائی کی اولاد اُن کی عترت ہے اور وہ دس بارہ آدمی ہیں لہذا فراغ بالی سے نہیں گزرتی ۔ ضعف پیری نے بہت گھیر لیا ہے ۔ عشرہ ثامنہ کے آواخر میں ہیں خدا سلامت رکھے بہت غنیمت ہیں ۔ غالب یکشنبہ ۱۹ جنوری ۱۸۶۲ء

ایضاً سید صاحب قبلہ عنایت نامہ مع قصیدہ پہنچا پس و پیش ایک الفت نامہ پیر و مرشد سید ابراہیم علیخان صاحب بہادر اور ایک عطوفت نامہ قبلہ و کعبہ سید عالم علیخاں بہادر کا پہنچا میں علی کا غلام اور اولاد علی کا خانہ زاد لیکن بوڑھا و ناتوان اور مسلوب الحواس اور بے سر و سامان ۔ خدمت بجالانے میں عذر کروں تو گنہگار درنگ و توقف کا مضائقہ نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا ۔ خداوند نعمت کیا تم دلی کو آباد اور قلعہ کو معمور اور سلطنت کو بدستور سمجھے ہوئے ہو ۔ جو حضرت شیخ کا کلام اور صاحبزادہ شاہ قطب الدین ابن مولانا فخر الدین علیہ الرحمۃ کا حال پوچھتے ہو ۔ این دفتر را گاؤ خورد و گاؤ را قصاب برد و قصاب در راہ مرد

بادشاہ کے دم تک یہ باتیں تھیں۔ خود میاں کالے صاحب مغفور کا گھر اس طرح تباہ ہوا کہ جیسے جھاڑو دی۔ کاغذ کا پرزا سونے کا تار پشمینہ کا بال باقی نہ رہا شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ اُجڑ گیا۔ کیا اب اپنے گانو کی آبادی تھی اُن کی اولاد کے لوگ تمام اُس موضع میں سکونت پذیر تھے اب ایک جنگل ہے اور میدان میں قبر۔ اسکے سوا کچھ نہیں۔ وہاں کے رہنے والے اگر کوئی سونپے ہونگے تو خدا ہی جانتا ہوگا کہ کہاں ہیں۔ اُن کے پاس شیخ کا کلام بھی تھا کچھ تبرکات بھی تھے، اب جب وہ لوگ ہی نہیں تو کس سے پوچھوں۔ کیا کروں کہیں سے یہ مدعا حاصل نہ ہوسکے گا سید صاحب قبلہ کیوں تکلیف کرتے ہیں اگر یہی مرضی ہے تو اتحاف واہدا تکلف محض ہے۔ فقیر منکے سوال ہوں اگر کچھ بھیجدیں گے رد نہ کرونگا۔ کم و بیش پر نظر نکریں جتنے کا چاہیں نوٹ خط میں لپیٹ کر بھیجدیں۔ والسلام از اسد اللہ۔ روز شنبہ۔ یکم ستمبر ۱۸۶۶ع۔

ایضاً پیر و مرشد۔ تین برس عوارض احتراق خون میں ایسا مبتلا رہا ہوں کہ اپنے جسم و جان کی بھی خبر نہیں رہی آپکے خطوط آئے ہونگے کوئی خط پڑھ لیا ہوگا۔ کوئی عنوان ناکشودہ پڑا رہا ہوگا البتہ حاجی مصطفےٰ خاں کا آنا مجکو یاد ہے۔ یقین کرتا ہوں کہ اُنھوں نے از روے مشاہدہ میری خستگی تن کا حال حضرت کو لکھا ہوگا اب میں اپنی زبان سے یہ کیونکر کہوں کہ اچھا ہوں مگر بیمار اور عوارض میں گرفتار نہیں ہوں۔ بوڑھا۔ بہرا۔ اپاہج۔ بدحواس۔ ناتوان فلک زدہ آدمی ہوں عہد کرتا ہوں کہ جب آپکا خط آئیگا اُسکا جواب لکھوں گا۔ جب غزل آئیگی اُسکو دیکھکر بھیجونگا مگر حضرت کے مسکن کا پتا بھول گیا ہوں یہ خط تو مصطفےٰ خاں سوداگر کو بھیجے دیتا ہوں وہ آپکو بھجوادیں گے۔ آیندہ جو عنایت نامہ ڈاک میں آئے اُس میں مسکن و مقام و شہر کا نام لکھا جائے۔ نجات کا طالب غالب۔ ۲۴۔ جولائی ۱۸۶۵ع

ایضاً حضرت پیر و مرشد ان دنوں میں اگر فقیر کے عرائض نہ پہنچے ہوں ! انشاءاللہ کے

جواب آئے نہ ہوئے ہوں تو موجب ملال خاطر اقدس نہ ہو

انچہ از پاے نیا مد ز عصا مے آمد	اتفاقِ سفر افتادہ بہ پیری غالب

رامپور کی سرکار کا فقیر تکیہ دار روزینہ خوار ہوں - رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا دعا گو سے دولت کو درِ دولت پر جانا واجب ہوا - ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور روانہ ہوا - بعد قطع منازل وہاں پہنچا - بعد اختتام بزم عازم وطن ہوا - ہشتم جنوری کو دلی پہنچا - غرض راہ میں بیمار ہوا پانچ دن مرادآباد میں صاحب فراش رہا اب جیسا فرسودہ رواں ناتواں تھا دیسا ہوں - جواب خطوط مجتمعہ لکھ سکتا ہوں - نواب میر جعفر علیخان مبرور و مغفور کا خاندان سبحان اللہ

این خانہ تمام آفتاب ست	این سلسلہ از طلاے ناب ست

نواب میر غلام بابا خاں میرے دوست اور میرے محسن ہیں - راہ و رسم نامہ و پیام مدت سے باہم جاری ہے آپکا حکم بے تکلف بجا لاؤنگا - جناب میر ابراہیم علیخاں صاحب اور حضرت منیر علیخاں القاب کی خدمتگزاری کو اپنا فخر و شرف جانونگا - اسوقت بکس کھولا ہے خطوط اطراف کے جواب لکھ رہا ہوں پہلے حضرت کے خط کا جواب بطریق اختصار لکھا ہے اب جب اس کا جواب آئے گا تب فقیر حکم بجا لائے گا - اسد اللہ - چارشنبہ - ۱۷ - جنوری ۱۸۶۶ء ع

ایضاً پیر و مرشد - آپکو میرے حال کی بھی خبر ہے - ضعف نہایت کو پہنچ گیا - رعشہ پیدا ہو گیا بینائی میں بڑا فتور پڑا - حواس مختل ہو گئے - جہانتک ہو سکا احباب کی خدمت بجا لایا - اوراق اشعار لیٹے لیٹے دیکھتا تھا اور اصلاح دیتا تھا - اب نہ آنکھ سے اچھی طرح سوجھے نہ ہاتھ سے اچھی طرح لکھا جائے کہتے ہیں کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبرسن کے خدا تعالیٰ نے فرض اور پیمبر نے سنت معاف کر دی تھی - میں متوقع ہوں کہ میرے دوست خدمت اصلاح اشعار معاف کریں خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سے ہو سکیگا لکھ دیا کرونگا زیادہ حد ادب - راقم اسد اللہ خان غالب - ۲۸ - اپریل ۱۸۶۶ء ع

ایضاً پیر و مرشد - یکم محرم کا خط کل ۱۸ محرم کو پہنچا - آج ۱۹ - کو جواب لکھتا ہوں - آپ پر اور میر ابراہیم علیخاں
اور میر عالم علیخاں پر میری جان نثار ہے - صفحہ بصفحہ - اب ایک ایک غزل آپ تینوں صاحب بھیجدیا
کیجیے - اسی طرح میں فرداً فرداً بعد اصلاح بھیجدیا کرونگا - مگر میرے قبلہ و کعبہ واسطے خدا کے شجرہ منظومہ
ارسال فرمائیے گا - اسکی اصلاح بھی میری طاقت سے باہر ہے - میرا شیوہ نہیں ہے - خط بیرنگ بھیجدیا - یہ خط
عمداً بیرنگ بھیجتا ہوں کہتے ہیں کہ پیڈ کے تلف ہونیکا احتمال ہے اور بیرنگ کا نہیں - اسد اللہ - شنبہ دوم جون ۱۸۶۶ء

ایضاً قبلہ ڈاک کے ہرکارہ نے کل دو خط ایکبار پہنچائے - ایک آپکا خط مع غزل اور ایک نواب میر ابراہیم علیخاں
کا خط مع غزل - آج تین باتیں ضروری لکھنی تھیں - اسواسطے یہ خط آج روانہ کرتا ہوں - ایک بات یہ غزل کا
کاغذ واپس بھیجتا ہوں نہ اسکو پھاڑ سکوں نہ پانی میں دھو سکوں شہیدی کی غزل ان قافیوں میں بتغییر
ردیف ایسی ہے کہ ایسان قافیوں کا باندھنا ہرگز نہ چاہیئے آپ اور غزل لکھیے اسکو ہرگز دیوان میں نہ
لکھیئے - یہ بھی اس ضمن میں مناسب ہے کہ میر ابراہیم علیخاں صاحب نے اپنی اصلاحی غزل کی رسید کل کے
خط میں لکھ اپنے خط میں کس واسطے لکھتے ہیں کہ وہ غزل اصلاحی مانگتے ہیں - اسی فصل میں
یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ آپکی یہ غزل سلا کر سوئے اور نہا کر سوئے اور تارے چھپا ہے بنا ہے مسجد لکھکر
اور اصلاح دیکر آج پانچواں دن ہے کہ ڈاک میں بھیج چکا ہوں اور دوسری یہ بات ہے کہ آپ سید
صاحب کا حال مفصل لکھیئے - ایسا سنتے ہیں لاکھ کا ملک ضبط شدہ کی سرکار سے ہمارے محسن کو ملا ہے کہ ان سے
دو لاکھ روپیہ نذرانہ مانگا جاتا ہے - آگے اس راج میں حسام الدین حسین خان بڑے معزز اور مکرم
متوسل تھے اور بیر حاصل جاگیریں رکھتے تھے - سید ابراہیم علیخان صاحب اسی خاندان میں ہیں
اور ہاں یہ بھی لکھیئے کہ میر عالم علیخاں کون ہے اور آپکو ان دونوں صاحبوں سے کیا قرابت ہے
تیسری بات یہ ہے کہ جب خط بھیجیے تو اہل کلکتہ کیطرح آدھا آدھا دوبار کرکے نہ بھیجیے گا - میرے نام کا
لفافہ جس شہر سے چلے اسی شہر کے ڈاک گھر میں رہ جائے تو رہ جائے ورنہ دلی کے ڈاکخانہ میں

پہنچ کر کیا امکان ہے کہ تلف ہو۔ اسد اللہ۔ ۲۵۔ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً حضرت یہ آپکے عبد امجد کا غلام تو مر لیا۔ کثرت احکام تواتر ورود اشعار پھر یہ ہنجار کہ سو دو سو روپیہ کے نوٹ کے رسید سو بار مانگتے ہو۔ میر ابراہیم علیخاں صاحب کی غزل جس کا ایک شعر یہ ہے

علی علی جو کہا آخر تو یوں سمجھے	کہ ذوالفقار سے کٹتی ہے اب ہماری رات

بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور آپ اُس کا تقاضا کیے جاتے ہیں۔ غزلیں آپکی برستی ہیں کہاں تک دیکھوں۔ آپکی غزلوں کے ساتھ اور غزلیں بھی گم ہو جاتی ہیں۔ بہتّر برس کا آدمی پھر رنجور دائمی غذا یکقلم مفقود۔ آٹھ پہر میں ایکبار آب گوشت پی لیتا ہوں۔ نہ روٹی نہ بوٹی نہ پلاؤ نہ خشکہ آنکھ کی بینائی میں فرق۔ ہاتھ کی گیرائی میں فرق۔ رعشہ مستولی۔ حافظہ معدوم۔ جہاں جو کا عذر رہا وہ وہیں رہا۔ میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں آئی ہوئی کہیں رکھکر بھول گیا ہوں خلاصہ یہ نوٹ عطیہ سید صاحب کا آپکے خط میں پہنچا۔ روپیہ وصول ہوا۔ صرف خرچ ہوا۔ آپکی ایک غزل ساری رات ہماری رات جسکا ایک شعر اوپر لکھ آیا ہوں بعد اصلاح بھیج چکا ہوں اور کوئی غزل آپکی اب میرے پاس نہیں۔ اور جناب میر عالم علیخاں صاحب کی دو غزلیں یاد ہے کہ آئی ہیں اگر ملجائیں گی تو بعد اصلاح بھیجونگا۔ آپکی غزلیں شاید باہر ہیں بکس میں دیکھوں گا کتابوں میں ڈھونڈھوں گا۔ مدعا یہ کہ آپ اور دونوں سید صاحبوں کا التزام کریں کہ ایک غزل اپنے خط میں بھیجیں جب وہ غزل اور اُس کا جواب پہنچ جائے تب دوسری غزل خط میں ملفوف ہو کر بھیجی جائے اور خط ہر صاحب کا جُدا ہو۔ آپ یہ میرا خط غور سے پڑھ لیں اور دونوں سید صاحبوں کو پڑھوا دیں از روئے احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں۔ اسد بیرنگ ۱۸۔ اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً سید صاحب قبلہ حکیم سید احمد حسن صاحب کو غالب نیمجاں کا سلام پہنچے۔ وہ جو آپ نے سنا ہے کہ اب غالب کو مرض سے افاقہ ہے سو محض غلط ہے۔ آگے ناتواں تھا اب نیمجاں ہوں۔ خط نہیں لکھ سکتا ایک لڑکے سے یہ چند سطریں لکھوا دیں ہیں جو میں کہتا گیا ہوں وہ غریب لکھتا گیا ہے۔ آپ سید ہیں

اور بزرگ ہیں میرے حق میں دُعا کریں کہ اب بہتر برس سے آگے نہ بڑھوں۔ اور اگر زندگی اور ہے تو حق تعالیٰ
تھوڑی صحت اور طاقت عنایت کرے تاکہ دوستوں کی خدمت بجا لاتا رہوں۔ غالب۔ ۳۔ جولائی ۱۸۶۶ء

ایضاً جناب سید صاحب قبلہ سید احمد حسن صاحب کو غالب نیم جاں کی بندگی مقبول ہو اور یہ عرض
بھی قبول ہو کہ جناب معلی القاب نواب ابراہیم علیخاں بہادر کی خدمت میں میری بندگی عرض کیجیے
بارے بصورت تصویر دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچنا معلوم ہوا اگرچہ اس صورت
میں چلنا پھرنا خدمت بجا لانی نہیں ہو سکتی مگر خیر حضرت کے پیش نظر حاضر رہوں گا عنایت کی
نظر ہے میرے حال پر یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کے ہاں اس مہینے میں لڑکا پیدا
ہونے والا ہے مجھ کو تاریخ تولد کا خیال رہے گا جب آپ کی تحریر سے نوید تولد معلوم کر لوں گا
تب قطعہ یا رباعی جو کچھ ہو گئی ہو گی وہ بھیجوں گا اور یہ جو آپ نے اپنی اور نواب صاحب کی
غزلوں کی اصلاح کے واسطے لکھا ہے مجھے اس حکم کی تعمیل بدل منظور ہے۔ جس مہینے تک
میں زندہ ہوں اُس مہینے تک خدمت بجا لاؤں گا۔ ۱۷۔ جولائی ۱۸۶۶ء۔

بنام تفضل حسین خاں صاحب

کیوں صاحب یہ چچا بھتیجا ہونا اور شاگردی و اُستادی سب پر پانی پھر گیا۔ اگر کوئی ہزار پانسو کی چیز
ہوتی اور میں تم سے مانگتا تو خدا جانے تم کیا غضب ڈھاتے۔ میرا کلام خرید آٹھ دس روپیہ کی سو
وہ بھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجھ کو دے ڈالو تم کو مبارک رہے مجھ کو مستعار دو۔ میں اُس کو دیکھ لوں جو میرے
پاس نہیں ہے اُسکی نقل کر لوں پھر تم کو واپس بھیج دوں۔ اس طرح طلب پر نہ دینا دلیل اس کی ہے
کہ مجھ کو جھوٹا جانتا ہو۔ میرا اعتبار نہیں یا کہ مجھ کو آزار دینا اور ستانا بدل منظور ہے وہ کتاب ابھی میرے
آدمی کو دیدو۔ باللہ واللہ اُنہیں سے جو میرے پاس نہیں ہے نقل کر کے تم کو بھیجدوں۔ اگر تم کو واپس ندوں
تو مجھ پر لعنت اور اگر تم میری قسم کو نہ مانو اور کتاب حامل رقعہ کو نہ دو تو تم کو آفریں۔ غالب۔

بنام مرزا حاتم علی صاحب مہر

بہت سہی غم گیتی شراب کم کیا ہے	غلام ساقیٔ کوثر ہوں مجھکو غم کیا ہے
سخن کو خامۂ غالب کی آتش افشانی	یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اُس میں دم کیا ہے

علاقۂ محبت ازلی کو برحق مان کر اور پیوند غلامی جناب مرتضیٰ علی کو سچ جان کر ایک بات اور کہتا ہوں کہ بینائی اگرچہ سب کو عزیز ہے مگر شنوائی بھی تو آخر ایک چیز ہے۔ مانا کہ روشناسی اُس کے اجارے میں آگئی ہے یہ بھی دلیل آشنائی ہے۔ کیا فرض ہے کہ جب تک دید وا دید نہ ہو لے اپنے کو بیگانہ یکدگر سمجھیں البتہ ہم تم دوست دیرینہ ہیں اگر سمجھیں سلام کے جواب میں خط بہت بڑا احسان ہے خدا کرے خط جس میں میں نے آپکو سلام لکھا تھا آپ کی نظر سے گزر گیا ہو اچھا اگر نہ دیکھا ہو تو اب مرزا تفتہ سے لیکر پڑھ لیجیے گا اور خط کے لکھنے کے احسان کو اس خط کے پڑھ لینے سے دوبالا کیجیے گا ہائے میرا جان جاکوب کیا جوان مارا گیا ہے۔ سچ اس کا یہ شیوہ تھا کہ اُردو کے فکر کو مانع آتا اور فارسی زبان میں شعر کہنے کی رغبت دلواتا۔ یہ بھی نہیں ہے کہ جن کا میں ماتمی ہوں۔ ہزارہا دوست مر گئے کس کو یاد کروں اور کس سے فریاد کروں۔ جیوں تو کوئی غمخوار نہیں۔ مروں تو کوئی عزادار نہیں۔ غزلیں آپ کی دیکھیں۔ سبحان اللہ۔ چشم بد دور۔ اُردو کی راہ کے تو سالک ہو گویا اس زبان کے مالک ہو۔ فارسی بھی خوبی میں کم نہیں مشق شرط ہے اگر کہے جاؤ گے لطف پاؤ گے۔ میرا تو گویا بقول طالب آملی آپ یہ حال ہے

لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی	دہن بر چہرہ زخمے بود بہ شد

جب آپ نے بغیر خط کے بھیجے خط مجھکو لکھا ہو تو کیوں کر مجھکو اپنے خط کے جواب کی نہ تمنا ہو۔ پہلے تو اپنا حال لکھیے کہ میں نے سنا تھا کہ اب کہیں کے صدر امین ہیں۔ پھر اکبرآباد میں کیوں خانہ نشین ہیں اس ہنگامہ میں آپ کی صحبت حکام سے کیسی رہی راجہ بلوان سنگھ کا بھی حال لکھنا ضرور ہے کہ کہاں ہیں

اور وہ دو ہزار روپیہ مہینا جو اُن کو سرکار انگریزی سے ملتا تھا اب بھی ملتا ہے یا نہیں ہائے لکھنؤ
کچھ نہیں کھلتا کہ اُس بہارستان پر کیا گزری۔ اموال کیا ہوئے اشخاص کہاں گئے۔ خاندان
شجاع الدولہ کے زن و مرد کا انجام کیا ہوا۔ قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر کی سرگزشت کیا ہے
گمان کرتا ہوں کہ بہ نسبت میرے تمکو کچھ زیادہ آگہی ہو گی امیدوار ہوں کہ جو آپ پر معلوم ہے
وہ مجھ پر مجہول نہ رہے۔ پتا مسکنِ مبارک کا کشمیری بازار سے زیادہ نہیں معلوم۔ ظاہرا اسی قدر
کافی ہوگا ورنہ آپ زیادہ لکھتے۔ مرزا تفتہ کو دُعا کہیے گا اور اُن کی اُس خط کے پہنچنے کی
اطلاع دیجیے گا جس میں آپ کے خط کی اُنہوں نے نوید لکھی تھی۔ والسّلام۔

ایضاً بھائی صاحب از روے تحریر مرزا تفتہ آپ کا کچھ کتابوں کی ترتیب کی طرف متوجہ ہونا
معلوم ہوا۔ پھر بھائی منشی نبی بخش نے دو بار لکھا کہ مَیں باجمال لکھتا ہوں مفصل مرزا حاتم علی صاحب
نے لکھا ہوگا۔ یاں اُن کے دو خط آ گئے مرزا صاحب نے اگر لکھا ہوگا تو اُن کا خط کیوں نہ آیا۔ آپ نے
حسنِ اعتقاد سے یوں سمجھا کہ نہ لکھنا مقتضاے یکدلی ہے جب اپنا کام سمجھ لیے تو مجکو لکھنا کیا ضرور ہے
مگر اسکو کیا کروں کہ جواب طلب باتوں کا جواب نہیں مطبع اخبار آفتاب عالمتاب میں یکم ستمبر ۱۸۵۸ع
سے حال سے حکیم احسن اللہ خاں کا نام لکھوا دینا۔ اور دو نمبروں کا اخبار ایکبار بھجوا دینا۔ اور آئندہ ہر ہفتہ کے
ارسال کا طور ٹھہرا دینا۔ کیوں صاحب یہ امر کیا دشوار تھا کہ آپ نے نہ کیا اور اگر دشوار تھا تو اُسکی اطلاع دینی کیا دشوار
تھی ابھی شکایت نہیں کرتا پوچھتا ہوں کہ آیا یہ امور مقتضی شکایت ہیں یا نہیں۔ مرزا تفتہ کے ایک خط میں قصہ لکھ چکا
ہوں۔ کیا اُنہوں نے بھی وہ خط تمکو نہیں پڑھایا ہرچند محمل و ترائی کوئی درنگ کی وجہ خیال میں آئی اب حصولِ مدعا
سے قطع نظر میں سوچ رہا ہوں کہ دیکھوں چھ مہینے بعد برس دن بعد اگر مرزا صاحب خط لکھتے تو اس امرِ خاص کا
جواب کیا لکھتے ہیں۔ میں بھی شاعر ہوں اگر کوئی مضمون ہوتا تو میرے خیال میں آ جاتا۔ کوئی عذر ایسا میرے
ذہن میں نہیں آتا کہ قابل سماعت کے ہو۔ مَیں بھی تو دیکھوں تم کیا لکھتے ہو۔

ایضاً صاحب میرے۔ عہدۂ وکالت مبارک ہو۔ موکلوں سے کام لیا کیجیے۔ پریوں کو تسخیر کیا کیجیے۔ مثنوی پہنچی۔ جھوٹ بولنا میرا شعار نہیں۔ کیا خوب ڈھال چال ہے۔ انداز اچھا۔ بیان اچھا۔ روزمرہ صاف۔ جلیشوں کا استغنا نہ کیا کہوں کیا مزہ دے رہا ہے۔ اس مثنوی نے اگلی مثنویوں کو تقویم پارینہ کر دیا۔ بیان بخشایش ہم گنہگاروں تک کیوں پہنچے گا۔ مگر ہاں اس راہ سے ؎ کہ مستحق کرامت گنہگارانند۔ بخشش کا متوقع ہوں۔ میں ابھی تک یہ بھی نہیں سمجھا کہ وہ نسخہ نظم ہے یا کہ نثر ہے۔ اور مضمون اسکا کیا ہے۔ مرزا یوسف علیخان آٹھ دس مہینے سے مع عیال و اطفال اسی شہر میں مقیم ہیں میرے مسکن کے پاس ایک مکان کرایہ کو لیلیا ہے اُسمیں رہتے ہیں اُن کو خط بھیجو تو میرے مکان کا پتا لکھدینا۔ اور یہ بھی آپکو معلوم ہے کہ میرے خط کے سرنامہ پر محلہ کا نام لکھنا ضرور نہیں۔ شہر کا نام اور میرا نام قصہ تمام۔ ہاں یار عزیز کے خط پر میرے مکان کے قریب کا پتہ ضرور ہے۔ سو ہر روز سے شجاع مہر کو دیکھ رہے ہیں۔ اکثر تمھارا ذکر خیر رہتا ہے وہ تو ابتک ہر وقت یہیں تشریف رکھتے ہیں۔ رات کو تو پھر چھ گھڑی کی نشست رہتی ہے ابھی یہیں سے اُٹھ کر گئے ہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں اور شجاع مہر کے مداح اور بیان بخشایش کے مشتاق ہیں +

ایضاً جناب مرزا صاحب آپکا غم فزا نامہ پہنچا۔ میں نے پڑھا۔ یوسف علیخان عزیز کو پڑھوا دیا۔ اُنھوں نے جو میرے سامنے اس مرحومہ کا اور آپکا معاملہ بیان کیا۔ یعنی اُس کی اطاعت اور تمھاری اُس سے محبت سخت ملال ہوا اور رنج کمال ہوا۔ سنو صاحب شعرا میں فردوسی اور فقرا میں حسن بصری اور عشاق میں مجنوں یہ تین آدمی تین فن میں سر دفتر اور پیشوا ہیں۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ فردوسی ہو جائے۔ فقیر کی انتہا یہ ہے کہ حسن بصری سے ٹکر کھائے۔ عاشق کی نمود یہ ہے کہ مجنوں کی ہم طرحی نصیب ہو۔ لیلی اُس کے سامنے مری تھی۔ تمھاری محبوبہ تمھارے سامنے مری بلکہ تم اُس سے بڑھ کر ہوئے کہ لیلی اپنے گھر میں اور تمھاری معشوقہ تمھاری گھر میں مری۔ بھئی مغل بچے بھی غضب ہوتے ہیں جسپر مرتے ہیں اسکو مار رکھتے ہیں۔ میں بھی مغل بچہ ہوں۔ عمر بھر میں ایک بڑی ستم پیشہ ڈومنی کو میں نے بھی مار رکھا ہے۔ خدا

اُن دونوں کو بخشے اور ہم تم دونوں کو بھی کہ زخمِ مرگِ دوست کھائے ہوئے ہیں مغفرت کرے۔
چالیس بیالیس برس کا یہ واقعہ ہے۔ باآنکہ یہ کوچہ چھُٹ گیا۔ اس فن سے مَیں بیگانۂ محض ہو گیا ہوں
لیکن اب بھی کبھی کبھی وہ ادائیں یاد آتی ہیں۔ اُس کا مرنا زندگی بھر نہ بھولوں گا۔ جانتا ہوں کہ تمھارے
دل پر کیا گزرتی ہوگی صبر کرو اور اب ہنگامۂ عشقِ مجازی چھوڑو ؎ سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی ؛
عشقِ محمد بس ست و آلِ محمد ؛ اللہ بس ماسوی ہوس۔

ایضاً ؎ شرطِ اسلام بود ورزشِ ایماں بالغیب ؛ اے تو غائب زنظر مہر تو ایمانِ من ست ؛
حلیۂ مبارک نظر افروز ہوا۔ جانتے ہو کہ مرزا یوسف علیخاں عزیز نے جو کچھ تم سے کہا اُسکا منشا کیا
کبھی مَیں نے بزمِ احباب میں کہا ہوگا کہ مرزا حاتم علی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ سُنتا ہوں کہ وہ
طرحداری کا ذکر مَیں نے مغل جان سے سُنا تھا جس زمانہ میں کہ وہ نواب حامد علیخاں کے نوکر تھے
اور اُس میں مجھ میں بے تکلفانہ ربط تھا تو اکثر مغل سے پہروں اختلاط ہوا کرتے تھے اُس نے تمھارے شعر
اپنی تعریف کے بھی مجکو دکھائے۔ بہر حال تمھارا حلیہ دیکھکر تمھارے کشیدہ قامت ہونے پر مجکو رشک نہ آیا
کسواسطے میرا قد بھی درازی میں انگشت نما ہے۔ تمھارے گندمی رنگ پر رشک آیا کسواسطے کہ جب مَیں
جیتا تھا تو میرا رنگ چنپئی تھا اور دیدہ ور لوگ اُس کی ستایش کیا کرتے تھے۔ اب جو کبھی مجکو وہ اپنا رنگ یاد
آتا ہے تو چھاتی پر سانپ سا پھر جاتا ہے ہاں مجکو رشک آیا اور مَیں نے خونِ جگر کھایا تو اس بات پر کہ داڑھی
گھُٹی ہوئی ہے وہ مزے یاد آ گئے۔ کیا کہوں جی پر کیا گزری۔ بقول شیخ علی حزیں ؎

تا دسترسم بود زدم چاک گریباں	شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

جب داڑھی مونچھ میں بال سفید آ گئے تیسرے دن چیونٹی کے انڈے گالوں پر نظر آنے لگے اس سے
بڑھ کر یہ ہوا کہ آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے ناچار مسّی بھی چھوڑ دی اور داڑھی بھی مگر یاد رکھئے کہ اس
بھونڈے شہر میں ایک وردی ہے عام۔ مُلّا۔ حافظ۔ بساطی۔ نیچہ بند۔ دھوبی۔ سقّہ۔ بھٹیارہ۔ جولاہہ۔ کنجڑا

منہ پر ڈاڑھی سر پر بال۔ فقیر نے جس دن ڈاڑھی رکھی اُسی دن سر منڈایا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کیا بک رہا ہوں۔ صاحب بندہ نے دستنبو جناب اشرف الامرا جارج فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال کی نذر بھیجی تھی۔ سو اُن کا فارسی خط محررہ دہم مارچ مشتمل بر تحسین و آفرین و اظہار خوشنودی بطریق ڈاک آ گیا۔ پھر میں نے تہنیت میں لفٹنٹ گورنری کے قصیدہ فارسی بھیجا اُس کی رسید میں نظم کی تعریف اور اپنی رضامندی پر متضمن خط فارسی بسبیل ڈاک مرقومہ چہاردہم آ گیا۔ پھر ایک قصیدہ فارسی مدح و تہنیت میں جناب رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کے خدمت میں بواسطہ صاحب کمشنر بہادر دہلی بھیجا تھا کل ان کا مُہری خط بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی آ گیا۔ پنشن کے باب میں ابھی کچھ حکم نہیں۔ اسباب توقع کے فراہم ہوتے جاتے ہیں۔ دیر آید درست آید اناج کھاتا ہی نہیں ہوں آدھ سیر گوشت دن کو اور پاؤ بھر شراب رات کو ملے جاتی ہے ؎

ہر ایک بات میں کہتے تم کہ تو کیا ہے تمھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اگر ہم فقیر سچے ہیں اور اس غزل کے طالب کا ذوق پکا ہے تو یہ غزل اس خط سے پہلے پہنچ گئی ہوگی۔ رہا سلام وہ آپ پہنچا دیں گے ۔

ایضاً مرزا صاحب ہمکو یہ باتیں پسند نہیں۔ پینسٹھ برس کی عمر ہے۔ پچاس برس عالم رنگ و بو کی سیر کی۔ ابتدائے شباب میں ایک مرشد کامل نے یہ نصیحت کی کہ ہمکو زہد و ورع منظور نہیں۔ ہم مانع فسق و فجور نہیں۔ پیو۔ کھاؤ۔ مزے اُڑاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ مصری کی مکھی بنو شہد کی مکھی نہ بنو۔ سو میرا اس نصیحت پر عمل رہا ہے۔ کسی کے مرنے کا غم کرے جو آپ نہ مرے۔ کیسی اشک فشانی کہاں کی مرثیہ خوانی آزادی کا شکر بجا لاؤ۔ غم نہ کھاؤ اور اگر ایسے ہی اپنی گرفتاری سے خوش ہو تو چنا جان نہ سہی منا جان سہی میں جب بہشت کا تصور کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اگر مغفرت ہو گئی اور ایک قصر ملا۔ اور ایک حور ملی اقامت جاودانی ہے اور اسی ایک نیکبخت کے ساتھ زندگی ہے۔ اس تصور سے جی گھبراتا ہے اور کلیجہ منہ کو

آتا ہے۔ ہے ہے وہ حور اجیرن ہو جائیگی۔ طبیعت کیوں نہ گھبرائیگی۔ وہی زمردیں کاخ اور طوبیٰ کی ایک شاخ۔ چشم بد دور۔ وہی ایک حور۔ بھائی ہوش میں آؤ۔ کہیں اور دل لگاؤ ؎

زن نوکن اے دوست در نوبہار که تقویم پارینہ ناید بہ کار

مرزا مظہر کے اشعار کی تضمین کا مسدس دیکھا فکر سراپا پسند۔ ذکرِ بیہ حیثیت ناپسند۔ اپنے نام کا خط مع اُن اشعار کے مرزا یوسف علی خاں عزیز کے حوالہ کیا۔ مکرمی نواب محمد علیخاں صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں پروردگار اُن کو سلامت رکھے۔ مولوی عبدالوہاب صاحب کو میرا سلام۔ دم دیکھے مجھ سے فارسی کی عبارت میں خط لکھوایا۔ مَیں منتظر رہا کہ آپ لکھنو جائینگے وہ عبارت جناب قبلۂ وکعبہ کو دکھائینگے اُن کے مزاج اقدس کی خیر و عافیت مجھکو رقم فرمائینگے۔ مَیں کیا جانوں کہ حضرت میرے وطن میں جلوہ افروز ہیں ؎ یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم ٭ اب مجھے اُن سے استدعا ہے کہ دستخط خاص سے مجھکو خط لکھیں اور لکھنو نہ جانیکا سبب اور جناب قبلہ و کعبہ کا حال جو کچھ معلوم ہو وہ سب اس خط میں درج کریں۔

ایضاً ؎ مرا بسادہ دلیہاے من توان بخشید خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم ٭

کل دوشنبہ کا دن ۱۰ ستمبر کی تھی۔ صبحکو مَیں نے آپکو شکایت نامہ لکھا اور بیرنگ ڈاک میں بھیجدیا دوپہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا۔ تمھارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب مَیں آپ سے مانگتا ہوں وہ ہنہیں پہنچا کچھ شکوہ سے شرمندگی اور کچھ خط کے نہ پہنچنے سے حیرت ہوئی۔ دوپہر ڈھلے مرزا تفتہ کے خط کا جواب لکھ کر ٹکٹ لگانے لگا۔ بکس میں سے وہ تمھارے نام کا خط لکھکر بھول گیا ہوں اور ڈاک میں نہیں بھیجا اپنے نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا۔ متوقع ہوں کہ میرا قصور معاف ہو۔ بعد جاہئے عفو کرم کے آپکے کل خط کا جواب لکھتا ہوں سُبحان اللہ جلدوں کی آرایش کے باب میں کیا اچھی فکر کی ہے۔ میرے دل میں بھی ایسی ہی ایسی باتیں تھیں۔ یقین ہے کہ متاع شاہوار ہو جائینگے۔ اہار مہرہ اگر ہو جائیگا تو حرف خوب چمک جائیں گے اسکا خیال اُن چار جلدوں میں ہے۔

سہی بارہ روپیہ کی ہنڈوی پہنچتے ہی روپیہ وصول کرکے مجھکو اطلاع دیجیے گا ورنہ میں مشوش رہونگا حضرت
یہاں دو خبریں مشہور ہیں ان کے باب میں آپ سے تصدیق چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آگرہ
میں اشتہار جاری ہوگیا ہے اور ڈھنڈورا پٹ گیا ہے کہ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور بادشاہی عمل ہندوستان
میں ہوگیا۔ دوسری خبر یہ ہے کہ جناب لفٹنٹ صاحب بہادر گورنمنٹ کلکتہ کے چیف سکرٹر اکبرآباد کے
لفٹنٹ گورنر ہوگئے۔ خبریں دونو اچھی ہیں خدا کرے سچ ہوں اور سچ ہونا ان کا آپکے لکھنے پر منحصر ہے
ہاں صاحب ایک بات اور ہے اور وہ محل غور ہے۔ میں نے حضرت ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک
قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے تہنیت فتح اور عملداری شاہی ساٹھ بیت ہے منظور یہ تھا کہ کتاب کے ساتھ
قصیدہ ایک ورق کاغذ مذہب پر لکھ کر بھیجوں۔ پھر یہ خیال میں آیا کہ ولن سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے
یہ بھی چھاپا ہوئی اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل جلد ہو جائیں تو بات اچھی
ہے آپ اور منشی نبی بخش صاحب اور مرزا تفتہ منشی شیو نراین صاحب سے کہہ کر اس کا طور درست کریں اور پھر
مجھکو اطلاع دیں تو میں مسودہ آپکے پاس بھیجدوں۔ جب کتاب چھپ چکے تو یہ چھپ جاوے دو باتیں
ہیں ایک تو یہ کہ چھپے بعد کتاب کے اور لگایا جائے پہلی کتاب سے دوسرے یہ اس کی سیاہ قلم کی لوح
اور پہلے صفحہ پر جس طرح کتاب کا نام چھاپتے ہیں اسطرح یہ بھی چھاپا جاوے کہ قصیدہ در مدح جناب ملکہ انگلستان خلد اللہ ملکہا میرا مدعا
کچھ ضرور نہیں کتاب کے پہلے صفحہ پر تو ہوگا۔ ہنڈوی کی رسید اور اس مطلب خاص کا جواب صواب یعنی نوید قبول جلد لکھیے۔

ایضاً بندہ پرور آپکا مہربانی نامہ آیا۔ آپکی مہر انگیز اور محبت خیز باتوں نے غم بیکسی بھلا دیا۔ کہاں حیان لڑتے ہے
کہاں سے دستنبو کی مناسبت کے واسطے یہ بیضا ڈھونڈھ نکالا ہے آفرین آفرین صد ہزار آفرین۔ تیسرا مصرع اگر لو
تو فقیر کے نزدیک بہت مناسب ہے۔ ع نامۂ خود سال خویش و انشان ہ مرزا تفتہ کا خط ہاتھرس سے آیا انکے لڑکے بیمار
اچھے ہیں آپ گھبرائیں نہیں وہ آئے کو آئے ہیں۔ اگر تمہیں وہ دن انکے آرام نہیں تو ان کو بغیر تمہارے چین کہاں جناب
بندہ اثنا عشری ہوں۔ ہر مطلب کے خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہوں خدا کرے کہ میرا بھی خاتمہ اسی عقیدہ پر ہو ۱۲

ہم تم ایک آقا کے غلام ہیں تم جو مجھ سے محبت کروگے یا میری غمگساری میں محبت کروگے کیا تمکو غیر جانوں
جو تمھارا احسان مانوں۔ تم سراپا مہر و وفا ہو۔ واللہ اسم با مسمی ہو ۱۲ سبحان اللہ اس کتاب کے تصحیح میں اسواسطے
کرتا ہوں کہ عبارت کا ڈھنگ بنا رہے صحیح کا درست پڑھنا بڑی بات ہے اگر غلط ہو جائے تو پھر وہ عبارت
نری خرافات ہے۔ بارے بسبب التفات بھائی منشی نبی بخش صاحب کے صحت الفاظ سے خاطر جمع ہے متوقع ہوں
کہ وہ تکلیف سہیں اور ختم کتاب متوجہ رہیں۔ منشی نراین صاحب نے میری کاپی دیکھنے کو بھیجی تھی سب طرح
میرے پسند آئی۔ چنانچہ ان کو لکھ بھیجا ہے اگر ہو سکے تو سیاہی ذرا اور بھی رنگت کی اچھی ہو ۱۲ حضرت چار
جلدیں یہاں کے حکام کو دونگا اور دو جلدیں ولایت کو بھیجوں گا۔ اللہ اللہ کیا غفلت ہے اور کیا اعتماد ہے
زندگی پر۔ بہرحال یہ ہوس تھی اور شاید اب بھی ہو کہ اب چھ جلدوں کی کچھ تزئین اور آرائش کیجاوے آپ اور
بھائی صاحب اور ان کا فرزند رشید منشی عبداللطیف اور منشی شیونراین یہ چار دل یکجا ہم ہوں اور یہ اجلاس
کونسل یہ امر تجویز کیا جاوے منہدا دو روپیہ کتاب سے زیادہ کا مقدور بھی نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ چار جلدیں چھ روپیہ
میں اور دو جلدیں چھ روپیہ میں تیار ہوں پھر سوچتا ہوں کہ یہ آرائش کی گنجائش کہاں۔ ناچار چار کتابوں کی جلد ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ کی
اور دو کتابوں کی جلد تین تین روپیہ کی بنائی جاوے قصہ مختصر کچھ کیا جاتے یا یہ کہدیا جائے کہ تیری رائے
کونسل میں مقبول اور صرف جلدوں کی تیاری منظور ہوئی بارہ روپیہ بھیجدیئے ۱۲ مطالب مقاصد تمام ہوئے
اور ہم تم بزبانِ قلم ایکدگر ہمکلام ہوئے ۔

ایضاً مرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے ہزار کوس سے بزبان قلم باتیں کیا
کرو۔ ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔ کیا تم نے مجھ سے بات کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ یہ کیا بات
تمہارے جی میں آئی ہے۔ برسوں ہوگئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی نہ کتابوں کا بیورا
بھجوایا۔ ہاں مرزا تفتہ نے ہاتھرس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچوں کتابوں کے آغاز کے انکو دے آیا
ہوں اور انہوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے یہ تو بہت دن ہوئے جو تم نے مجھکو خبر دی ہے کہ وہ کتابوں

کی طلائی لوح مرتب ہو گئی ہے پھر اب کتابوں کی جلدیں بن جانے کی کیا خبر ہے اور ان پانچوں کتابوں کے تیار ہونے میں درنگ کس قدر ہے۔ مہتمم مطبع کا خط پرسوں آیا تھا وہ لکھتے ہیں کہ تمھاری چالیس کتابیں بعد منہائی لینے سات جلدوں کے اسی ہفتہ میں تمھارے پاس پہنچ جائینگی اب حضرت ارشاد کریں کہ یہ سات جلدیں کب آئینگی۔ ہرچند کاریگروں کے دیر لگانیسے تم بھی مجبور ہو۔ مگر ایسا کچھ لکھو کہ آنکھوںکی نگرانی اور دل کی پریشانی دور ہو خدا کرے اُن تینتیس جلدوں کے ساتھ یا دو تین روزکے آگے پیچھے یہ سات جلدیں آپکی عنایت بھی آئیں تا خاص و عام جابجا بھیجی جائیں۔ میرا کلام میرے پاس کبھی کچھ نہیں رہا۔ نواب ضیاء الدین خاں اور نواب حسین مرزا جمع کر لیتے تھے جو مَیں نے کہا اُنہوں نے لکھ لیا۔ اُن دونوں کے گھر لُٹ گئے۔ ہزاروں روپیہ کی کتابخانے برباد ہو گئے اَب مَیں اپنے کلام کے دیکھنے کو ترستا ہوں۔ کئی دن ہوئے کہ ایک فقیر کہ وہ خوش آواز بھی ہے اور زمزمہ پرداز بھی ہے ایک غزل میری کہیں سے لکھوا لایا اُس نے وہ کاغذ جو مجھکو دکھایا یقین سمجھنا کہ مجھکو رونا آیا۔ غزل تمکو بھیجتا ہوں اور صلہ میں اس خط کے جواب چاہتا ہوں۔

غزل

درد منت کش دوا نہ ہوا
مَیں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لے کے دل دلستاں روانہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما
کام گر رُک گیا روا نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

ایضاً بھائی صاحب آپکے خامۂ مشکبار کے صریر نے کتابوں کی لوح طلائی کا آوازہ یہاں تک پہنچایا بلکہ مجھکو اُنکی لوحوں کا خط طلائی مانند شعاع آفتاب نظر آیا کیا پوچھنا ہے اور کیا کہنا ہے مجھکو تو بموجب اس مصرعہ کے ؎ خاموشی از ثنائے تو حدِّ ثنائے تست ٭ دل میں خوش ہو کر چپ رہنا ہے۔ حضرت مدح کو ایک موقع ضرور ہے۔ مجھکو آپکے حکم کا بجالانا منظور ہے۔ اس نذر کے بعد جب کوئی اُن کا عنایت نامہ آئیگا تو بندۂ درگاہ مدح گستری کا جوہر دکھائیگا اُس نظم میں آپکا ذکر خیر بھی آجائیگا اب یہ تو فرمائیے کہ مدت انتظار کب انجام پائیگی اور کتابوں کی روانگی کی خبر مجھکو کب آئیگی آپکے فرط توجہ کا سب طرح یقین ہے۔ سیاہ قلم کی پانچوں لوحیں بھی اگر بن گئی ہوں تو عجیب نہیں ہے۔ جلدوں کا بنانا البتہ چھاپے کے اختتام پر موقوف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بھائی نبی بخش صاحب اور ہمارے شفیق منشی شیو نراین صاحب کی ہمت اُسکے جلد انجام ہونے پر مصروف ہے۔ یارب ابھی اکتوبر کے مہینے میں یہ کام انجام پا جائے اور چالیس جلدوں کا پشتارہ میرے پاس آجائے۔ مرزا تفتہ کو کیا دوں اور کیا لکھوں۔ مگر دُعا دوں اور دُعا لکھوں صاحب ڈھیل نہ کرو کام میں تعجیل کرو ؎ اے ز فرصت بیخبر در ہر چہ باشی زود باش ٭ خدا کرے شرح کی تحریر انجام پا گئی ہو۔ اور قصیدہ کے چھاپنے کی نوبت آگئی ہو۔ قصیدہ کا شرح سے پہلے لگانا از راہ اکرام و اعزاز ہے ورنہ شرح میں اور صنعت او نظم کا اور انداز ہے۔ یہ اُس کا دیباچہ کیوں ہو۔ بلکہ صورت اُن دونوں کے اجتماع کی یوں ہو کہ سر رشتۂ آمیزش توڑ دیا جائے اور قصیدہ سے کے اور دستنبو کے بیچ میں ایک ورق سادہ چھوڑ دیا جائے۔ رائے امید سنگھ کا کوئی خط اگر اندور سے آیا ہو تو مجھکو بھی آگہی دو۔ چاہو تمھیں اندور اکر دو اور ایک خط اُنکو لکھوا دو اسکا پرداز اسبات پر رکھو کہ اب وہ کتابیں تیار ہو چکی آئی ہیں آپکی خدمت میں کہاں بھیجی جائیں اور کیا پتا لکھا جائے۔ یہ خط جواب طلب ہو جائیگا اور اُنکو جواب لکھنا پڑیگا۔

ایضاً بھائی صاحب مطبع میں سے سادہ کتابیں یقین ہے کہ آجکل پہنچ جائیں اور پیش بینی سے

جلدیں آپ کی بنوائی ہوئی آئیں بالفعل ایک وہ عقدہ سررشتہ خیال میں پڑا ہے یعنی از روے اخبار مفید خلائق ذہن لڑا ہے کہ اس ہفتہ میں جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر آگرہ آئیں گے اور مسند لفٹنٹ گورنری پر اجلاس فرمائیں گے اس صورت میں تعلّق ہے کہ ولیم میور صاحب بہادر ان کی جگہ چیف سکرٹر ہو جائیں گے پھر دیکھیے کہ یہ محکمہ لفٹنٹ گورنری میں اپنا سکرٹر کس کو بنائیں گے۔ میر منشی اس محکمہ کے تو وہی منشی غلام غوث خاں بہادر رہیں گے۔ ہمارے منشی مولوی قمرالدین خاں کہاں رہیں گے۔ بہرحال آپ سے یہ استدعا ہے کہ پہلی کتابوں کا احوال لکھیے اور پھر جدا جدا جواب ہر سوال کا لکھیے جب تک اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر تھے تو یہ خیال میں تھا کہ اُنکی نذر اور نواب گورنر جنرل بہادر کی نذر یعنی دو کتابیں مع اپنے خط کے اُن کے پاس بھیجو نگا اب حیران کہ کیا کروں۔ آیا ان کی جگہ سکرٹر کون ہوا اور جو لفٹنٹ گورنر ہوے تو اُنھوں نے سکرٹر کس کو کیا۔ میر منشی لفٹنٹ گورنر کا کون رہا اور گورنر جنرل کا منشی کون ہے جو آپ کو معلوم ہو اور جو نہ معلوم ہو وہ دریافت کر کے لکھیے۔ قمرالدین خاں کا حال ضرور۔ منشی غلام غوث خاں کا حال پھر ضرور۔ بھائی میرے سر کی قسم اس خط کا جواب ضرور لکھنا اور مفصّل لکھنا اور ایسا واضح لکھنا کہ مجھ سا کُند ذہن اچھی طرح اُس کو سمجھ لے زیادہ کیا لکھوں۔ غالب

ایضًا بھائی صاحب جانا تم کو دولت و اقبال روز افزوں عطا کرے اور ہم تم ایک جگہ رہا کریں۔ خدا کرے قصیدے کے چھاپے کی منظوری اور ہنڈوی کی رسید آ لے گویا صفر کے مہینے میں عید آئے۔ ہنڈوی کا روپیہ جب چاہو منگواؤ۔ اور کتابوں کی لوحیں اور جلدیں موافق اپنی رائے کے بنوا لو۔ اب آپ وہ ورقہ کا ڈاک میں بھیجنا موقوف رکھیں اور کتابوں کی درستی پر ہمّت مصروف رکھیں۔ قصیدے کے مسودہ کا ورق مرزا تفتہ کے خط میں پہنچ گیا ہوگا آپ نے اور مرزا تفتہ نے اور بھائی منشی نبی بخش صاحب نے قصیدہ کو دیکھا ہوگا قصیدہ کا شامل کتاب ہونا بہت ضرور ہے پر دیکھا چاہیے کہ صاحب مطبع کو کیا منظور ہے۔ اگر وہ کاغذ کی قیمت کا عذر کریں گے تو ہم پانچ سات روپیہ سے اُور بھی اُن کا بھرنا بھریں گے۔

جناب اڈمنسٹن صاحب بہادر سے میں صورت آشنا نہیں کبھی میں نے اُن کو دیکھا نہیں خطوں کی میری اُنکی ملاقات ہے اور نامہ و پیام کی یوں بات ہو کہ جب کوئی نواب گورنر جنرل بہادر بنتے آتے ہیں تو میری طرف سے ایک قصیدہ بطریق نذر جاتا ہے میں نے بذریعہ جناب صاحب ایجنٹ بہادر دہلی - اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ بھیجتا ہوں اور صاحب سکرٹر بہادر گورنمنٹ کا خط اُسکی رسید میں بسبیل ڈاک پاتا ہوں جب جناب لارڈ کیننگ صاحب بہادر نے کرسی گورنری پر اجلاس فرمایا تو میں نے موافق دستور کے قصیدہ ڈاک بھجوایا - اڈمنسٹن صاحب بہادر چیف سکرٹر کا جو مجکو خط آیا تو اُنھوں نے باوجود عدم سابقہ معرفت میرا القاب بڑھایا - قبل ازین خانصاحب بسیار مہربان دوستان میرا القاب تھا - اس قدرشناس نے از راہِ قدر افزائی خانصاحب مشفق بسیار مہربان مخلصان لکھا - اب فرمایئے انکو کیونکر اپنا محسن اور مربّی نہ جانوں کیا کافر ہوں جو احسان نہ مانوں - برخوردار مرزا تفتہ کو دُعا کہتا ہوں - بھائی اب میں اس کا منتظر رہتا ہوں تم اور مرزا صاحب مجکو لکھو کہ لو صاحب دستنبو کا چھاپا تمام کیا گیا اور قصیدہ چھاپ کر ابتدا میں لگا دیا گیا - مادّہ تاریخ میں کیا برائی ہے جو تمھارے جی میں یہ بات آئی ہے کہ مجھ سے بار بار پوچھتے ہو مادّہ اچھا ہے قطعہ لکھ لو اور خاتمہ کتاب پر لگا دو - ایک قطعہ مرزا صاحب کا ایک قطعہ تمھارا - یہ دونوں قطعے رہیں - اور اگر وہاں کوئی اور صاحب شاعر ہوں تو وہ بھی کہیں - اس عبارت سے یہ نہ سمجھنا کہ رُوے سخن سیارکی خدائی کی طرف ہے بلکہ خاص یہ اشارہ بھائی کی طرف ہے مولانا حقیر کو توجہ اس باب میں چاہیئے اور ان کا نام بھی اس کتاب میں چاہیئے - اس خط کو لکھ کر بند کر چکا تھا کہ ڈاک کا ہرکارہ میرے مشفق منشی شیو نراین صاحب کا خط لایا - بارے قصیدہ کا مسودہ پہنچ گیا اور منشی صاحب نے اُسکا چھاپنا قبول کیا - یہ تشویش بھی رفع ہو گئی - اب اُن سے میرا سلام کہیئے اور یہ کہیئے گا کہ ؎ شکر نعمتہاے تو چندانکہ نعمتہاے تو ⁂ اور یہ اُن کو اطلاع دیجیگا کہ اخبار کا لفافہ ہرگز مجکو نہیں پہنچا ورنہ کیا امکان کہ میں اُس کی رسید نہ لکھتا ⁂

ایضاً خود شکوہ دلیل رفع آزار بس ست   آید بزبان ہر آنچہ از دل برود

بندہ پرور فقیر شکوہ سے بُرا نہیں مانتا مگر شکوہ کے فن کو سوا میرے کوئی نہیں جانتا۔ شکوہ کی خوبی یہ ہے کہ راہِ رسمِ سے مُنہ نہ موڑے اور مہند دوسرے کے واسطے جواب کی گنجایش نہ چھوڑے۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجکو آپ کا فرخ آباد جانا معلوم ہو گیا تھا اسواسطے آپ کو خط نہیں لکھا تھا۔ کیا میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھجوائے اور وہ اُلٹے پھر آئے آپ شکوہ کاہے کو کرتے ہیں اپنا گناہ میرے ذمہ دھرتے ہیں جاتے وقت لکھا کہ میں کہاں جاتا ہوں نہ وہاں جا کر لکھا کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ کل آپکا مہربانی نامہ آیا۔ آج میں نے اُس کا جواب بھجوایا۔ کہئیے اپنے دعوے میں صادق ہوں یا نہیں۔ پس دردمندوں کو زیادہ ستانا اچھا نہیں۔ مرزا تفتہ سے آپ فقط اُن کے خط نہ لکھنے کے سبب سرگران ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ ان دنوں میں کہاں ہیں آج توکلت علی اللہ سکندر آباد خط بھیجتا ہوں دیکھوں کیا دیکھتا ہوں۔

ایضاً بھائی صاحب تمہارا خط اور قصیدہ پہنچا۔ اصل خط تمہارا لفافہ میں لپیٹ کر مرزا تفتہ کو بھیجدیا تاکہ حال اُن کو مفصل معلوم ہو جائے۔ بعد اس رپورٹ کے تم کو تہنیت دیتا ہوں پروردگار بتصدق ائمہ اطہار یہ پیش آمد اقبال تمکو مبارک کرے۔ اور منصب ہاے خطیر اور مدارج عظیم کو پہنچا دے واقعی کیا تم نے بڑی جرأت کی فی الحقیقت اپنی جان پر کھیلے تھے۔ بات پیدا کی مگر اپنی مردمی مردانگی سے دولت کا ہاتھ آنا مع نیکنامی اس سے بہتر دُنیا میں کوئی بات نہیں۔ اب یقین یہ ہے کہ خدمت منصفی ملے اور جلد ترقی کرو ایسا کہ سال آیندہ تک صدر الصدور ہو جاؤ۔ اللہ اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ مُغل نے تمہارا ذکر مجھ سے کیا تھا اور وہ اشعار جو تم نے اُسکے حُسن کے وصف میں لکھے تھے تمہارے ہاتھ کے لکھے ہوئے مجکو دکھائے تھے۔ اب ایک زمانہ ہے کہ طرفین سے نامہ و پیام آتے جاتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن بھی آ جائیگا کہ ہم تم بیٹھیں اور باتیں کریں۔ قلم بیکار ہو جائے۔ زبان بر سرِ گفتار آئے۔ انشاء اللہ خان

کا بھی قصیدہ میں نے دیکھا ہے۔ تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے اور اچھا سماں باندھا ہے۔ زبان پاکیزہ مضامین اچھوتے۔ معانی نازک۔ مطالب کا بیان دل نشین۔ زیادہ کیا لکھوں۔

ایضاً خدا کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ پاتا ہوں۔ مرزا تفتہ کا خط جو آپ نے نقل کر کے بھیجدیا ہے۔ میں نے منشی شیو نراین کا بھیجا ہوا اصل خط دیکھ لیا ہے۔ اگر تم مناسب جانو تو ایک بات میری مانو۔ رقعات عالمگیری یا انشاء خلیفہ اپنے سامنے رکھ لیا کرو جو عبارتیں ان میں سے پسند آیا کرے وہ خط میں لکھدیا کرو۔ خط صفت میں تمام ہو جایا کرے گا اور تمھارے خط کے آنے کا نام ہو جایا کرے گا اگر کبھی کوئی قصیدہ کہا اُس کا دیکھنا مشاہدہ اخبار پر موقوف رہا ع برات عاشقان بر شاخ آہو۔ واقعی جو اخبار آگرہ سے دلی آتے ہیں وہ میرے سامنے پڑھے جاتے ہیں صاحب ہوش میں آؤ اور مجھکو بتاؤ کہ یہاں جو پارسیوں کی دکانوں میں فرنچ اور شامپین کے درجن دھرے ہوئے ہیں یا ساہوکاروں اور جوہریوں کے روپیہ اور جواہر سے بھرے ہوئے ہیں میں کہاں وہ شراب پینے جاؤں گا اور وہ مال کیونکر اُٹھاؤں گا۔ بس زیادہ باتیں نہ بنائیے اور وہ قصیدہ مجکو بھجوائیے۔ میں نے کتابیں جا بجا بسبیل پارسل ارسال کی ہیں اگرچہ پہنچنے کی خبر پائی ہے مگر نوید قبول ابھی کہیں سے نہیں آئی ہے ع رات دن گردش میں ہیں سات آسماں ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔ دیکھنا بھائی اس غزل کا مطلع کیا ہے ع

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا	کہتے ہیں ہم تجکو منہ دکھلائیں کیا
موج خون سر سے گزر ہی کیوں نہ جائے	آستان یار سے اُٹھ جائیں کیا
لاگ ہو تو اُس کو ہم سمجھائیں لگاؤ	جب نہ کچھ بھی ہو تو دھوکا کھائیں کیا
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

غزل ناتمام ہے

ہے بسکہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشاں اَور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اَور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جا کر دل و جاں اَور

لوگوں کو ہے خورشید جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہوں میں اک داغ نہاں اَور

آبرو سے ہے کیا اُس نگہ ناز کو پیوند
ہے تیر مقرر مگر اس کی ہے کماں اَور

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل اُن کو جو نہ دے مجھ کو زباں اَور

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اَور

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اَور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اُڑ جائے
جلاد سے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اَور

ہیں اور بھی دنیا میں سخنور بہت اچھے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اَور

دوشنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی۔ صبح کا وقت ہے۔ انگیٹھی رکھی ہوئی ہے۔ آگ تاپ رہا ہوں اور خط لکھ رہا ہوں یہ اشعار یاد آ گئے تم کو لکھ بھیجے۔ والسّلام

ایضاً بھائی جان کل جو جمعہ روز مبارک و سعید تھا گویا میرے حق میں روز عید تھا۔ چار گھڑی دن چڑھے نامۂ فرحت فرجام اور چار گھڑی کے بعد وقت شام سات جلدوں کا پارسل پہنچا واہ کیا خوب برمحل پہنچا۔ آدمی کو موافق اُس کی تمنا کے آرزو بر آنی بہت محال ہے۔ میری آرزو ایسی بر آئی کہ برتر از وہم و خیال ہے۔ یہ بناؤ تو میرے تصور میں بھی نہیں گزرتا تھا میں تو صرف اس قدر خیال کرتا تھا کہ جلدیں بندھی ہوئی۔ دو کی لوحیں زریں اور پانچ لوحیں سیاہ قلم کی ہونگی۔ واللہ اگر تصور میں بھی گزرتا ہو کہ کتابیں اس قسم کی ہوں گی۔ جبتک جہاں ہے تم جہان میں رہو۔ ائمۂ اطہار علیہم السلام کی اماں میں رہو۔ میرا مقصود یہ تھا کہ ایک کتاب مثل اُن چار کے بنجائے نہ یہ کہ دو کتابوں کا رنگ کھلائے اب میں حیران ہوں کہ آیا شمار ائمہ نے اُن بارہ روپوں میں برکت دی یا کچھ تمہارا روپیہ بھی صرف ہوا

دو پارسلوں کا محصول - دو رجسٹریوں کا معمول - تین کتابوں کی لوحیں طلائی - یہ ساری بات اُس ہیچ
میں کیونکر بن آئی - اور کیونکر معلوم کروں - کس سے پوچھوں - خدا کرے تم تکلف نہ کرو اور اس امر کے
اظہار میں توقف نہ کرو - خفقانی آدمی کو بغیر حال معلوم ہوئے آرام نہیں آتا - جہاں تحقیق منبع اور
روحانی ہو وہاں تکلف نہیں آتا - زیادہ اس سے کہ شکر گزار رہوں اور شرمسار رہوں - کیا لکھوں -

ایضاً بندہ پرور آپ کا خط کل پہنچا آج جواب لکھتا ہوں - واہ دنیا کتنا شتاب لکھتا ہوں مطالب
مندرجہ کے جواب کا بھی وقت آتا ہے پہلے تم سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ برابر کئی خطوں میں تمکو غم واندوہ
کا شکوہ گزار پایا ہے - پس اگر کسی بے درد پر دل آیا ہے تو شکایت کی کیا گنجایش ہے بلکہ یہ غم تو
نصیبہ دوستاں درخور افزایش بقول غالب علیہ الرحمۃ ؎

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنج فغاں کیوں ہو ÷ نہ ہو جب دل ہی پہلو میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

یہ ہے حسن مطلع ؎

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے ÷ ہوا تو دوست جس کا دشمن اُسکا آسماں کیوں ہو

افسوس ہے کہ اس غزل کے اور اشعار یاد نہ آئے - اگر خدانخواستہ یہ غم دنیا ہے تو بھائی ہمارے ہمدرد ہو
ہم اس بوجھ کو مردانہ اُٹھا رہے ہیں تم بھی اٹھاؤ اگر مرد ہو بقول غالب مرحوم ؎

دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر ÷ نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

سحر ہوگی - خبر ہوگی - اس زمین میں وہ شعر یعنی ؎

تمہارے واسطے دل سے مکاں کوئی نہیں بہتر ÷ جو آنکھوں میں تمہیں رکھوں تو ڈرتا ہوں نظر ہوگی

کتنا خوب ہے اور اُردو کا کیا اچھا اسلوب ہے - قصیدہ کا مشتاق ہوں خدا کرے جلد چھپ جاوے تو
ہمارے دیکھنے میں بھی آجاوے - کیا کہیے بھلا کہیے - یہ زمین ایکبار جہاں طرح ہوئی تھی مگر ہم ادھر ہی تھی ؎

کہوں جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے ÷ تم ہی کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے

رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے　　کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
سفینہ جب کہ کنارے پہ آلگا غالب　　خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

اور جو فعلاتن فعلاتن فعلن یہ بحر ہے۔ اس میں میرا ایک قطعہ ہے کہ وہ مَیں نے کلکتہ میں کہا تھا تقریب یہ کہ مولوی کرم حسین ایک میرے دوست تھے اُنھوں نے ایک مجلس میں چکنی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کفِ دست پر رکھکر مجھ سے کہا کہ اسکی کچھ تشبیہات نظم کیجیے مَیں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطعہ لکھ کر اُن کو دیا اور صلہ میں وہ ڈلی اُن سے لی۔ اب سوچ رہا ہوں جو شعر یاد آتے جاتے ہیں لکھتا جاتا ہوں **قطعہ**

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی　　زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے
خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے　　ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے
اخترِ سوختۂ قیس سے نسبت دیجے　　خالِ مشکینِ رخِ دلکشِ لیلیٰ کہیے
حجر الاسودِ دیوارِ حرم کیجے فرض　　نافہ آہوے بیابانِ ختن کا کہیے
صومعہ میں اسے ٹھہرایئے گر مہرِ نماز　　میکدہ میں اسے خشتِ خمِ صہبا کہیے
مسی آلودہ سرِ انگشتِ حسیناں لکھیے　　سرِ پستانِ پریزادے مانا کہیے

غرضکہ بیس اکیس پھبتیاں ہیں یہ اشعار سب کب یاد آتے ہیں اخیر کی بیت یہ ہے

اپنے حضرت کے کفِ دست کو دل کیجیے فرض　　اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

لو حضرت آپکے خط کے جواب نے انجام پایا۔ اب میرا دردِ دل سنو برخوردار منشی شیونراین نے میرے دو خطوں کا جواب نہیں لکھا اور وہ خطوط جواب طلب تھے۔ تم اُن کو میری دعا کہو اور کہو کہ میاں میرا کلام بند ہے۔ اُس مطلبِ خاص کا جواب جلد لکھو یعنی اگر وہ کتاب بن چکی ہے تو جلد بھیجو اور اگر اُس کے بھیجنے میں دیر ہے تو یہ لکھ بھیجو کہ وہ سیاہ قلم کی لوح کی ہے یا طلائی۔ +

ایضاً جناب مرزا صاحب دلی کا حال تو یہ ہے ؎

گھر میں تھا کیا جو ترا غم اُسے غارت کرتا	وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

یہاں دھرا کیا ہے جو کوئی لوٹے گا۔ وہ خبر محض غلط ہے اگر کچھ ہے تو بدیں نمط ہے کہ چند روز گوروں نے اہل بازار کو ستایا تھا۔ اہل قلم اور اہل فوج نے باتفاق رائے ہمدگر ایسا بندوبست کیا کہ وہ فساد مٹ گیا اب امن و امان ہے ناسخ مرحوم جو تمھارے اُستاد تھے میرے بھی دوست صادق الوداد تھے مگر یک فنے تھے صرف غزل کہتے تھے قصیدہ اور مثنوی سے اُن کو کچھ علاقہ تھا۔ سبحان اللہ تم نے قصیدہ میں وہ رنگ دکھایا کہ انشا کو رشک آیا۔ مثنوی کے اشعار جو میں نے دیکھے کیا کہوں کیا حظ اُٹھایا ہے ؎

خدا سے میں بھی چاہوں از رہِ مہر	فروغ میرزا حاتم علی مہر

اگر اسی انداز پر انجام پائیگی تو یہ مثنوی کارنامہ اُردو کہلائیگی خدا تمکو جیتا رکھے تمھارا دم غنیمت ہے۔ صاحب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ معیار الشعرا میں تم نے اپنا خط کیوں چھپوایا تمھارے ہاتھ کیا آیا۔ سنو تو سہی اگر سب کا کلام اچھا ہو تو امتیاز کیا ہے۔

بنام منشی نبی بخش صاحب مرحوم

بھائی صاحب آپ کا عنایت نامہ پہنچا حال معلوم ہوا۔ میاں کا عذر مقبول و مسموع حقتعالیٰ اُن کو زندہ اور تندرست اور خوش و خورم رکھے اور دولت و اقبال عطا کرے بالفعل جناب مرزا حاتم علی صاحب کا خط آیا اُنھوں نے جو صورت چھ کتابوں کی آرایش کی جس تفریق سے ٹھہرائی ہے وہ مجکو پسند آئی ہے کل مَیں نے اُن کو اجازت اُسی طرح کی تزئین کی لکھ بھیجی ہے۔ حال تصحیح کا بتصریح آپکو لکھ چکا ہوں اُسی پر عمل رہے۔ مَیں نے مرزا تفتہ کو کہ وہ غیاث اللغات کے بہت معتقد ہیں اس امر کی اطلاع کر دی ہے۔ بھائی جان مَیں نے ایک قصیدہ جناب ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں لکھا ہے

ساٹھ شعر ہیں چھ صفحہ یعنی تین ورق پر چھپ کر دستبو سے پہلے شیرازہ میں شامل کر دیئے جائیں تو کتاب کو قصیدہ سے عزت اور قصیدہ کو کتاب کے سبب سے شہرت ہو جائیگی - کل جناب مرزا صاحب کو یہ خط لکھ چکا ہوں یقین ہے کہ وہ بھی آپ سے کہیں گے اور آپ اور مرزا صاحب اور مرزا تفتہ اور منشی شیو نراین صاحب اس خواہش کو منظور اور اس قاعدہ کو مقبول کریں گے اور جب باتفاق تم چاروں صاحب تسلیم کر لو گے تو گویا باجلاس کونسل اس قانون کا اجرا منظور ہو جائیگا اور اُمیدوار ہوں کہ اجراے قانون سے پہلے مجکو منظوری کی اطلاع ہو جائے تاکہ مسودہ اس قصیدہ کا بھیجدوں - مہتمم مطبع کو اگر کچھ تامل ہو تو ہو ورنہ بات آسان ہے منشی عبد اللطیف کو دُعا کہنا - اور اُنکے عذر مقبول ہونے کی اُن کو اطلاع دینا - بیگم کو دُعا پہنچے اور سب لڑکے بالوں کو یہاں باقر علی اور حسین علی تمکو بندگی اور اپنے بھائی بہنوں کو علی قدر مراتب بندگی سلام دُعا کہتے ہیں ہاں حضرت اب ایک امر مختصر کے واسطے جداگانہ خط مرزا تفتہ کو کیا لکھوں - میری طرف سے دُعا کہکر اُن کو کہیئے گا کہ اخبار گزشتہ کے اوراق مع خط مہتمم مطبع آفتاب عالمتاب حکیم صاحب کو پہنچ گئے - کل وہ چار روپیہ کی ہنڈوی اور اُن کے خط کا جواب روانہ کریں گے - آپ چندر بھان سہائے سے کہد یجیئے گا اور تاکید کر دیجیئے گا کہ چار نمبر سابق کا منتخب کاتب سے نقل کروا کر جلد بھیجیں - بھائی مجکو اس مصیبت میں کیا ہنسی آتی ہے کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ میں مراسلت گویا مکالمت ہو گئی ہے روز باتیں کرتے ہیں - اللہ اللہ یہ دن بھی یاد رہیں گے خط سے خط لکھے گئے ہیں مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے میں گزرتے ہیں اگر خط نہ لکھوں گا تو لفافے بناؤنگا غنیمت ہے کہ محصول آدھ آنہ ہے ورنہ باتیں کرنے کا مزا معلوم ہوتا - چارشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۸ع - جو باتیں جواب طلب ہیں اُن کا جواب طلب ہے - * -

ایضاً بھائی میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ آج میرے پاس لکھنو کے ایک پارسل کی رسید آ گئی -

دوسرا بھی یقینی پہنچ گیا ہوگا خاطر جمع رکھو جناب ارنلڈ صاحب بہادر آج تشریف لے گئے سُنتا ہُوں کہ کلکتے جائینگے۔ میم اور بچّوں کو ولایت بھیجکر پھر آئینگے۔ مجھ سے وہ سلوک کر گئے ہیں اور مجھپر وہ احسان کر گئے ہیں کہ قیامت تک اُنکا شکر گزار رہونگا مرزا حاتم علی صاحب اگر آجائیں تو اُنکو میرا سلام کہنا مرزا تفتہ کو اگر کبھی خط لکھو تو میری دُعا لکھنا۔ ازغالب۔ مرقومہ دوشنبہ ہفتدہم جنوری ۱۸۵۹ع

بنام منشی عبداللطیف صاحب ابن منشی نبی بخش

صاحب آگئے تمھارا ایک خط پھر بارہ کتابوں اور ایک جنتری کا پارسل پہنچا بعد اُس کے کل ایک خط اور آیا۔ ریڈ صاحب کے وہاں آنے کا حال معلوم ہوا۔ آج ۱۶ دسمبر کی ہے۔ ۷ کو بموجب تمھارے لکھنے کے وہ وہاں سے جانیوالے ہیں اور مجکو معلوم ہے کہ میرٹھ آئیں گے۔ دو دن کے بعد بمقام میرٹھ خط روانہ کرونگا خاطر جمع رکھو۔ وہ صاحب مُہر جیسا لکھیں مجکو اطلاع دینا۔ رہی تمھاری مُہر اُس کا کچھ خیال نہ کرو وہ جس طرح تمنے لکھا ہے بنجائیگی۔ مگر بھائی ۱۸۵۸ع میں دن کے باقی رہے ہیں۔ آج ۱۶ دسمبر کی ہے ۲۴ و ۲۵ دن باقی رہے ہیں۔ ۱۸۵۹ع جنوری مہینے میں خدا چاہے تو کھُد جائیگی تم میرے بجائے فرزند ہو۔ میرے بھتیجے ہو۔ جو تمھارا کام ہو نہ تکلّف کہو شرم کیا اور تکلّف کیوں یہ مُہر کا کھُدنا کونسا کام ہے۔ میرزا حاتم علی صاحب ملیں تو میرا سلام کہنا اور مرزا تفتہ کو خط لکھو تو میری سفارش لکھنا وہ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں اور خط نہیں لکھتے۔ غالب۔ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۸ع

بنام خواجہ غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص بہ بیخبر

قبلہ اس نامہ مختصر نے وہ کیا جو پارہ ابر کشت خشک سے کرے۔ یعنی خط اور پارسل کا پہنچ جانا ایسا نہیں کہ اُس سے خبر پاکر بخت کی رسائی کا سپاس گزار نہ ہوں۔ یہ تو حضرت کو لکھ چکا ہوں کہ دوسرا پارسل اور خط معًا اس خط کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور ہرگونہ توقع کا خیال اُسی پارسل پر ہے کس واسطے کہ اُس خط میں حاکم اعظم کے نام عرضی ملفوف ہے۔ جانتا ہُوں کہ محکمہ ایک ڈاک ایک

دونوں پارسل اور دونوں لفافے ایک دن پہنچے ہوں گے مگر دل نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ نہ مانو کہ جناب حضرت اُس سررشتہ سے معلوم کر کے نہ لکھیں گے۔ اب آپ جانئے اور یہ دل سودازدہ میں اسکی سفارش کرنیوالا اور اس کے مدعا کا گزارش کرنیوالا کون۔ ہاں اتنی بات ہے کہ آپ لکھ سکتے ہیں بلکہ یہ بھی آپ مجھ پر جتا سکتے ہیں کہ نذر ولایت کی ولایت کو روانہ ہوئی یا نہیں۔ میرے جگر کاوی کی قدر ہوئی یا نہیں۔ پیشگاہ حکام سے موافق دستور کے خط کا امیدوار ہوں یا نہیں۔ اپنے حسن طبع کا شکرگزار ہوں یا نہیں۔ اس خط کا جواب جتنا جلد عنایت کیجئے گا مجھکو جِلا لیجئے گا۔ لوہارو کا خط ایک معتمد کے ہاتھ بھیجدیا گیا۔

ایضاً قبلہ کبھی آپ کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ کوئی ہمارا دوست جو غالب کہلاتا ہے وہ کیا کھاتا پیتا ہے اور کیونکر جیتا ہے۔ پنشن قدیم اکیس مہینے سے بند۔ اوس پر سیاہ دل فتوح جدید کا آرزومند پنشن کا احاطۂ پنجاب کے حکام پر مدار ہے سو اُنکا یہ شیوہ اور یہ شعار ہے کہ نہ روپیہ دیتے ہیں نہ جواب مہربانی نہ عتاب۔ خیر اُس سے قطع نظر کی۔ اب سنیئے اودھ کی ۱۸۵۶ع سے بموجب تحریر وزیر عطیہ شاہی کا امیدوار ہوں۔ تقاضا کرتے ہوئے شرماؤں اگر نہ کا ٹھہرا تو گولی یا پھانسی سے مرا اس بات پر کہ میں بے گناہ ہوں۔ مفسد و مقتول نہ ہونے سے آپ آپ گواہ ہوں۔ پیشگاہ گورنمنٹ کلکتہ میں کوئی کاغذ بھجوایا ہے بعلم چیف سکرٹر بہادر اور اُسکا جواب پایا ہے اب کی بار دو کتابیں بھیجیں ایک پیشکش گورنمنٹ اور ایک نذر شاہی ہے نہ اُسکے قبول کی اطلاع نہ اُسکے ارسال سے آگاہی ہے جناب ولیم میور صاحب بہادر نے بھی عنایت نفرمائی اُن کی بھی کوئی تحریر مجھکو نہ آئی۔ یہ سب ایک طرف اب خبریں ہیں مختلف۔ کہتے ہیں کہ چیف سکرٹر بہادر لفٹنٹ گورنر ہوئے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ اُنکی جگہ کون سے صاحب عالیشان چیف سکرٹر ہوئے۔ مشہور جناب ولیم میور صاحب بہادر صدر بورڈ میں تشریف لے گئے یہ کوئی نہیں بتاتا کہ لفٹنٹ گورنری کے سکرٹری کا کام کس کو دے گئے۔ آپکا حال کوئی نہیں کہتا کہ آپ کہاں ہیں

ہاں از روے قیاس جانتا ہوں کہ آپ اسی منصب و اسی قدر میں شاد و شاداں ہیں جو لفٹنٹ کے سکٹری ہوئے ہونگے اُن سے علاقہ رہتا ہوگا۔ میور صاحب بہادر سے کاہے کو ملنا ہوتا ہوگا لفٹنٹ گورنری اور صدر بورڈ یہ دونوں محکمہ الہ آباد آ گئے یا آئیں گے بہرحال اب کیوں آگرہ کو جائیں گے۔ نواب گورنر جنرل بہادر کی روانگی کی خبر میں اختلاف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ۲۰ جنوری کو گئے۔ کوئی کہتا ہے فروری میں کوچ فرمائیں گے۔ میں تو اُدھر سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ہر طرح اپنی قسمت کو رو بیٹھا مگر یہ چاہتا ہوں حقیقت واقعی پر کما حقہ اطلاع حاصل ہو تاکہ تسلی خاطر اور تسکین دل ہو۔ اگر ان مطالب کا جواب مجمل بلکہ مفصل نہ دیر بلکہ جلد مرحمت کیجیے گا تو مجھکو مول لے لیجیے گا۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

ایضاً جناب عالی آج دوشنبہ ۳ جنوری ۱۸۵۹ء کی ہے۔ پہر دن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رہا ہے ترشح ہو رہا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ پینے کو کچھ میسر نہیں ناچار روٹی کھائی ہے ع

افق ہا پر از ابر بہمن مہی — سفالینہ جام من از مے تہی

غم زدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاکخانہ کا ہرکارہ تمہارا خط لایا۔ سرنامہ کو دیکھکر اس راہ سے کہ تمہارا خط خاص کا لکھا ہوا ہے بہت خوش ہوا۔ خط کو پڑھ کر اس رو سے کہ حصولِ مدعا کے ذکر پر حاوی تھا افسردگی حاصل ہوئی ع

ما خانہ رسیدگان ظلمیم — پیغام خوش از دیار ما نیست

اسی افسردگی میں جی چاہا کہ حضرت سے باتیں کروں بارے آپکے خط کا جواب طلب تھا جواب لکھنے لگا۔ پہلے یہ سنیئے کہ آپکے دوست کو آپکا خط پہنچ گیا مگر وہ دوبار مجھکو لکھ چکا ہے کہ میں جواب اس کا بنشان مرقومہ لفافہ کے مطابق ڈاک میں بھیج چکا ہوں۔ جواب الجواب کا منتظر ہوں آپ جانتے ہیں کہ کمال یاس مقتضی استغنا ہے۔ بس اب اس سے زیادہ یاس کیا ہوگی کہ بامید مرگ جیتا ہوں۔ اس راہ سے کچھ مستغنی ہوتا چلا ہوں۔ وہ ڈھائی برس کی زندگی اور ہے ہر طرح گذر جائیگی۔ جانتا ہوں کہ تم کو ہنسی آئیگی کہ کیا بکتا ہے مرنیکا زمانہ کون بتا سکتا ہے۔ چاہیے الہام سمجھیے۔ چاہیے اوہام سمجھیے میں نے یہ قطعہ لکھ رکھا ہے

قطعہ

.	من کہ باشم کہ جاوداں باشم	چوں نظیری نماند و طالب مُرد	
	در بگویند در کدامی سال	مُرد غالب بگو کہ غالب مُرد	

اب بارہ سو چھتر ہیں اور غالب مُرد کے بارہ ستتر ہیں - اس عرصہ میں جو کچھ مسرت پہنچتی ہو پہنچ لے ورنہ پھر کہاں

ایضاً پیر و مرشد یہ خط ہے یا کرامت ہے، صاف صفائی ضمیر و کشف حجت کی علامت ہے۔ مدعا ضروری التحریر اور اندیشہ نشان مسکن دامنگیر - اگر یہ خط کل نہ آجاتا تو آج خط کیونکر لکھا جاتا - سبحان اللہ جس دن یہاں مجکو وہ مطلب خطیر پیش آیا ہے اُسی دن آپنے وہاں لکھنے کو قلم اُٹھایا ہے آپکو عارف کامل کیونکر نہ کہوں اور کیا کہوں ولی اگر نہ کہوں۔ مدعا بیان کرتا ہوں مگر یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ خط پہنچنے نہ پائیگا کہ وہ رازِ سربستہ آپ پر کھل جائیگا یعنی یکشنبہ ۲۸- نومبر کو دو خط اور دو پارسل ایک میں دستنبو کا ایک مجلد اور ایک میں تین مع البسیل ڈاک روانہ کرچکا ہوں خطوں کا چوتھے پانچویں دن اور پارسلوں کا چھٹے ساتویں دن پہنچنا خیال کرتا ہوں - پارسلوں کے عنوان پر خطوں کی معیت رقم کی ہے اور خطوں کے سرنامہ پر پارسلوں کے ارسال کی اطلاع دی ہے۔ تین کتاب کے پارسل اور ایک خط پر جناب چیف سکرٹر بہادر اوّل کا نام نامی ہے - اور ایک کتاب کے پارسل اور ایک خط پر جناب سکرٹر دوم کا اسم سامی ہے آج پانچواں دن ہے خط دونوں اگر پہنچ گئے ہوں تو کیا عجب ہے بلکہ سچ تو یوں ہے کہ اگر نہ پہنچے ہوں تو بڑا غضب ہے۔ اگلے عرائض کے نہ پہنچنے میں کچھ شک نہیں جواب امر آخری دفتر میں اُسکا پتا آجتک نہیں - اب کارپردازانِ ڈاک ڈاکو نہ بن جائیں اور میرے ان دونوں خطوں اور پارسلوں کو باحتیاط پہنچائیں۔ صرف عنایت کی گنجایش تو آپ جب پائیں کہ وہ خط اور پارسل پہنچ جائیں گے ابھی تو آپسے مجکو اُنکے نہ پہنچنے کا سوال ہے کسواسطے کہ جبتک آپ مجکو اطلاع نہ دیں گے اُن کے نہ پہنچنے کی بھی خبر مجھ تک پہنچنی محال ہے بہرحال یہ نیازنامہ جس دن پہنچے اُسکے دوسرے دن جواب لکھیے - جیسا میں نے جلد لکھا ایسا ہی آپ بھی شتاب لکھیئے - آپ کے عنایت نامہ میں

کوئی امر ایسا نہ تھا کہ جس کا جواب لکھا جائے۔ یا اس باب میں کچھ اور عرض کیا جائے۔ لوہارو کی روانگی کا خط آئے گا۔ لوہارو کو بھیجا جائے گا۔ جناب منشی نواب جان صاحب و جناب منشی ظہار حسین صاحب میں اور آپ میں اگر ربط بے تکلف ہو تو اُن دو صاحب کی خدمت میں میرا سلام نیاز پہنچانے میں توقف نہ ہو

تم سلامت رہو قیامت تک

ایضاً مولانا بندگی۔ آج صبح کے وقت شوقِ دیدار میں بے اختیار نہ ریل نہ ڈاک۔ توسنِ ہمت پر سوار چل دیا ہوں۔ جانتا ہوں کہ تم تک پہنچ جاؤں گا مگر یہ نہیں جانتا کہاں پہنچوں گا اور کب پہنچوں گا اتنا سمجھتا ہوں کہ جب تک تم جواب دو گے میں نہ جانوں گا کہ کہاں پہنچا اور کب پہنچا۔ آپ کا پہلا خط راہ میں سے دلی آیا میں راہ میں تھا پھر دلی سے خط رامپور پہنچا میں وہاں بھی نہ تھا۔ خط دلی روانہ ہوا اب کئی دن ہوئے کہ میں نے ڈاک سے پایا اُس حال میں کہ میں بیمار تھا۔ معہذا جاڑے کی شدت بھادوں کا مینہ۔ دھوپ کا پتا نہیں۔ پردے چھٹے ہوئے نشیمن تاریک۔ آج نیرِ اعظم کی صورت نظر آئی دھوپ میں بیٹھا ہوں۔ خط لکھ رہا ہوں۔ حیران ہوں کہ کیا لکھوں۔ اس خط کے مضامین اندوہ فزا نے دل کو مضمحل کر دیا۔ جانتا تھا کہ خواجہ صاحب مغفور تمھارے ماموں ہیں مگر اُن کے اور تمھارے معاملات مہر و ولا جیسے کہ تمھاری تحریر سے اب معلوم ہوئے میرے دل نشین نہ تھے۔ ایسے محب کا فراق اور پھر بقید دوام کیوں کر جاں گزا نہ ہو۔ حق تعالیٰ اُن کو بخشے اور تمکو صبر دے۔ حضرت میں بھی اب چراغ سحری ہوں۔ رجب ۱۲۸۳ھ کی آٹھویں تاریخ سے اکہترواں سال شروع ہو گیا۔ طاقت سلب حواس مفقود۔ امراض مستولی۔ بقول نظامی ع یکے مردہ شخصم بمردی رواں ۞ آج میں اونگھی باتیں کرتا مگر خاص تراش آ گیا۔ مہینا بھر سے حجامت نہیں بنوائی۔ خط لپیٹ کر ڈاک میں بھیجتا ہوں اور خط بنواتا ہوں

ایضاً قبلہ پیری و صد عیب سنا تو ہیں وہ اسکے جھیلنے گن رہا ہوں۔ قولنج آگے دوری تھا۔ اب دائمی ہو گیا ہے۔ مہینا بھر میں پانچ سات بار فضولِ مجتمعہ دفع ہو جاتے ہیں اور یہی نشاطِ حیات ہے۔ غذا کم ہو تھے وقتے

اگر معدوم نہ کہو تو بمنزلہ مفقود کہو۔ پھر گرمی نے مار ڈالا۔ ایک حرارت غریبہ جگر میں پاتا ہوں جسکی شدت سے
بھُنا جاتا ہوں۔ اگرچہ جرعہ جرعہ پیتا ہوں مگر صبح سے سوتے وقت تک نہیں جانتا کہ کتنا پانی پی جاتا ہوں
میرے ایک رشتہ کے بھتیجے نے بوستان خیال کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے مَیں نے اُس کا دیباجہ لکھا ہے
ایک دو ورقہ اُس کا بصورت پارسل بلکہ بہیئت خط بھیجتا ہوں۔ آپ کا مقصود دیباچہ ہے سو نقل کر لیجئے میرا مدعا
اس دو ورقہ کے ارسال سے یہ ہے کہ اگر آپ کے پسند آوے یا اواشخاص خرید کرنا چاہیں تو چھ روپیہ قیمت
اور محصول ذمہ خریدار ہے۔ *

ایضاً بندۂ گنہگار سراسر عرض کرتا ہے کہ پرسوں غازی آباد کا اُٹھا ہوا گیارہ بجے اپنے گھر پر
مثل بلائے ناگہانی نازل ہوا ہوں ؎

	بایدکہ کنم ہزار نفریں برخویشتن	آنا بہ زبان جادۂ راہ وطن

خواجہ صاحب کی رحلت کا اندوہ بقدر قرب قرابت آپ کو اور باندازہ مہر و محبت مجھکو۔ وہ مغفور میرا
قدردان اور مجھپر مہربان تھا حق تعالیٰ اُسکو اعلیٰ علیین میں سبیل دوام قیام دے۔ رامپور ہی میں کہا
کہا اودھ اخبار میں حضرت کی غزل نظر فروز ہوئی کیا کہنا ہے ابداع اسکو کہتے ہیں۔ جدت طرز اسکا نام
ہے جو ڈھنگ تازہ نوایان ایران کے خیال میں نہ گزرا تھا وہ تم بروے کار لائے خدا تمکو
سلامت رکھے اور میرے اور دکھنی برہان قاطع کے جھگڑے میں بخلاف اور فارسی دانوں کے توفیق
انصاف عطا کرے۔ لو اب خط کا جواب جلد بھیجو تا یہ طریقہ مسلسل ہو جائے *

ایضاً قبلہ آپ کا خط پہلا آیا اور میں اسکا جواب لکھنا بھول گیا۔ کل دوسرا خط آیا مگر شام کو
اُسی وقت پڑھ لیا۔ آدمی کے حوالہ کیا آج صبحدم مجھکو دیا۔ مَیں جواب لکھ رہا ہوں بعد اختتام تحریر
سنعول کر کے ڈاکخانہ میں بھجوا دونگا۔ والی رامپور کو خدا سلامت رکھے۔ اپریل مئی ان دو مہینوں
کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا۔ جون ماہ آیندہ کا روپیہ خدا چاہے تو آجاے آج جمعہ ۸ جولائی ہے معمول کیے

دسویں بارھویں کو رئیس کا خط مع ہنڈوی آیا کرتا ہے۔ میں نے قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا اُسکا جواب آگیا اب میں نظم و نثر کا مسودہ نہیں رکھتا۔ دل اس فن سے نفور ہے دو ایک دوستوں کے پاس اسکی نقل ہے انکو اسوقت کہلا بھیجا ہے اگر آج وہ آگیا۔ کل اور اگر کل آگیا پرسوں بھیجدونگا۔ بھائی امین الدین خاں صاحب کے اصرار سے خسرو کی غزل پر ایک غزل لکھی ہے۔ علاؤالدین خاں نے اُسکی نقل اُنکو بھیجدی میں دیوان پر نہیں چڑھاتا۔ مسودہ بھیجتا ہوں۔ تقدیم و تاخیر ہندسوں کے مطابق ملحوظ رہے۔ گرمی کی شدت سے حواس بجا نہیں۔ معہذا امراضِ جسمانی و آلامِ رُوحانی۔ ۴ ۔

ایضاً

در نا اُمیدی بسے اُمید ہست	پایانِ شبِ سیہ سپید است

قبلہ آج آپ کی خوشی اور خوشنودی کے واسطے اپنی روداد لکھتا ہوں توطیہ ۱۸۶۰ء میں لارڈ صاحب بہادر نے میرٹھ میں دربار کیا۔ صاحب کمشنر بہادر دہلی کو ساتھ لے گئے۔ میں نے کہا میں بھی چلوں فرمایا کہ نہیں۔ جب لشکر میرٹھ سے دلّی میں آیا موافق اپنے دستور کے روز ورود لشکر خیم میں گیا میر منشی صاحب سے ملا۔ اُنکے خیمہ میں سے اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر کے پاس بھیجا۔ جواب آیا کہ تم غدر کے دنوں میں بادشاہی باغی کی خوشامد کیا کرتے تھے۔ اب گورنمنٹ کو تم سے ملنا منظور نہیں۔ میں کہ ابھی تک اس حکم پہ مطلع نہ ہوا۔ جب لارڈ صاحب بہادر کلکتہ پہنچے میں نے قصیدہ حسبِ معمولِ قدیم بھیجدیا۔ مع اس حکم کے واپس آیا کہ آپ یہ چیزیں ہمارے پاس نہ بھیجا کرو۔ میں مایوسِ مطلق ہو کر بیٹھ رہا۔ اور حکّامِ شہر سے ملنا ترک کیا۔ واقع اواخر ماہ گذشتہ یعنی فروری ۱۸۶۲ء میں نواب لفٹنٹ گورنر پنجاب دلّی آئے اہالی شہر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے پاس گئے اور اپنے نام لکھوائے۔ میں تو بیگانۂ محض اور مطرودِ حکّام تھا جگہ سے نہ ہلا کسی سے نہ ملا۔ دربار ہوا ہر ایک کامگار ہوا۔ شنبہ ۸ فروری کو آزادانہ منشی من پھول سنگھ صاحب کے خیمہ میں چلا گیا۔ اپنے نام کا ٹکٹ صاحب سکرٹر بہادر پاس بھیجا۔ بُلایا گیا مہربان پاکر نواب صاحب کی ملازمت کی استدعا کی وہ بھی حاصل ہوئی۔ دو حاکمِ جلیل القدر کی عنایتیں دیکھیں ج

میرے تصور میں بھی نہیں جملہ معترضہ میر منشی لفٹنٹ گورنر سے سابقہ تعارف نہ تھا وہ بطریق حسن طلب
میرے خواہاں ہوئے تو میں گیا جب حکام مجبور استدعا مجھ سے بے تکلف ملے تو میں قیاس کر سکتا ہوں
کہ میر منشی کی جانب سے حسن طلب پایا ہے حکام ہو گی وللہ حسن الطاف خفیہ بقیہ رو داد یہ ہے کہ دو شنبہ
دوم مارچ کو سوادِ شہر مخیم خیام گورنری ہوا - آخر روز میں اپنے شفیق قدیم جناب مولوی اظہار حسین خان بہادر
کے پاس گیا - اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ تمہارا دربار و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے - متحیرانہ میں نے پوچھا
حضرت کیونکر حضرت نے کہا کہ حاکم حال نے ولایت سے آکر تمہارے علاقہ کے سب کاغذ انگریزی و
فارسی دیکھے اور باجلاس کونسل حکم لکھوایا کہ اسد اللہ خاں کا دربار و نمبر و خلعت بدستور بحال و برقرار ہے
میں نے پوچھا کہ حضرت یہ امر کس اصل پر متفرع ہوا فرمایا کہ ہم کو کچھ معلوم نہیں بس اتنا جانتے ہیں کہ
یہ حکم دفتر میں لکھوا کر ۱۴ دن یا ۱۵ دن بعد ادھر کو روانہ ہوئے ہیں میں نے کہا سبحان اللہ ؎

کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

شنبہ ۲۲ مارچ کو ۱۲ بجے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مجھکو بلایا خلعت عطا کیا اور فرمایا کہ لارڈ صاحب
بہادر کے ہاں کا دربار اور خلعت بھی بحال ہے - انبالہ جاؤ گے تو دربار اور خلعت پاؤ گے عرض کیا گیا
حضور کے قدم دیکھے خلعت پایا لارڈ صاحب بہادر کا حکم سن لیا - نہال ہو گیا - اب انبالہ کہاں
جاؤں جیتا رہا تو اور دربار میں کامیاب ہو رہوں گا ؎

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد ہر چہ گیرید مختصر گیرید

ایضاً حضور خدا کا شکر پھر آپ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ آپ نے خط لکھا اور میرا حال پوچھا یہ پرسش حکم
نشتر کا رکھتی ہے اب رگِ قلم کی خونابہ فشانی دیکھو - گورنمنٹ عظمیٰ نے میرے حق میں دربار کا حکم دیا - صاحب
بہادر دہلی نے سات جاگیرداروں میں سے جو تین بقیۃ السیف تھے ان کو حکم دیا اور دربار عام میں
سے سوائے میرے کوئی نہ تھا یا چند مہاجن مجکو حکم نہ پہنچا جب میں نے استدعا کی تو جواب ملا کہ اب

نہیں ہو سکتا۔ جب یہ شہر میں مخیم خیامِ گورنری ہوئی میں اپنی عادتِ قدیم کے موافق خیمہ گاہ میں پہنچا
مولوی اظہار حسین خاں صاحب بہادر سے ملا چیف سکرٹر بہادر کو اطلاع کی جواب آیا کہ فرصت نہیں
میں سمجھا کہ اس وقت فرصت نہیں دوسرے دن پھر گیا۔ میری اطلاع کے بعد حکم ہوا کہ ایامِ غدر
میں تم باغیوں سے اخلاص رکھتے تھے اب گورنمنٹ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔ اُس دن چلا آیا
دوسرے دن میں نے انگریزی خط اُن کے نام لکھکر اُن کو بھیجا۔ مضمون یہ کہ باغیوں سے میرا
اخلاص مظنۂ محض ہے امیدوار ہوں کہ اسکی تحقیقات ہو تا کہ میری صفائی اور بیگناہی ثابت ہو
یہاں کے متعلقات پر جواب ہوا۔ اب ماہ گزشتہ یعنی فروری میں پنجاب کے لاٹ کے جواب آیا کہ
لارڈ صاحب بہادر فرماتے ہیں کہ ہم تحقیقات نہ کریں گے پس یہ مقدمہ طے ہوا دربار و خلعت موقوف
پنشن مسدود۔ وجہ نامعلوم لاموجود الا اللہ ولا موثر فی الوجود الا اللہ۔ ۱۸۵۵ء میں نواب یوسف علی خاں
بہادر والیِ رامپور کہ میرے آشنائے قدیم ہیں اس سال ۱۸۵۷ء میں میرے شاگرد ہوئے۔ ناظم
کو اُن کو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غزلیں اُردو کی بھیجتے ہیں اصلاح دیکر بھیج دیتا۔ گاہ گاہ
کچھ روپیہ اُدھر سے آتا رہتا۔ قلعہ کی تنخواہ جاری۔ انگریزی پنشن کھلا ہوا۔ اُن کے عطایا فتوح
گنے جاتے تھے جب یہ دونوں تنخواہیں جاتی رہیں۔ تو زندگی کا مدار اُن کے عطیہ پر رہا۔ بعد
فتح دہلی وہ ہمیشہ میرے مقدم کے خواہاں رہتے تھے میں عذر کرتا تھا جب جنوری ۱۸۶۰ء میں
گورنمنٹ سے وہ جواب پایا کہ اوپر لکھ آیا ہوں تو میں آخر جنوری میں رامپور گیا چھ سات ہفتہ وہاں
رہ کر دلی آیا۔ یہاں آپ کا خط محررۂ ۸۔ مارچ پایا۔ جواب بھیجا جاتا ہے۔

ایضاً قبلہ میں نہیں جانتا کہ ان روزوں میں بقول ہندی اختر شناسوں کی کون سی گھڑی گرہ
آئی ہوئی ہے کہ ہر طرف سے رنج و زحمت کا ہجوم ہے۔ مولوی صاحب میری ایک ملاقات جیسی دو
دلی آئے تھے اور میر خیراتی کے گھر میں اُترے ہوئے تھے شرفاء میں تعارف بنا سے محبت اور مروت

چرچا ہے آنکہ معانقہ اور مکالمہ اور مشاعرہ واقع ہوا ہو روز ملاقات سے اُس دن تک کہ حضرت کُن کو روانہ ہوں کوئی امر ایسا کہ باعث ناخوشی کا ہو درمیان نہیں آیا۔ اور میرے اس قول کی اس سے کہ مولوی صاحب آپ کے ہمنشین و ہمدم تھے۔ اور مجھ میں آپ میں پیوند ولا سے روحانی متحقق ہے آپ بھی گواہ ہوسکتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ مجھ میں اُن میں رنج پیدا ہوتا تو آپ بہت جلد اصلاح بین الاثنین کی طرف متوجہ ہوتے۔ اب سُنیئے حال منشی حبیب اللہ کا میں نے اُن کو دیکھا ہو تو آنکھیں پھوٹیں تین چار برس ہوئے کہ ناگاہ ایک خط حیدرآباد سے آیا۔ اُس میں دو غزلیں خط کا مضمون یہ میں مختارالملک کے دفتر میں نوکر ہوں۔ آپ کا تلمذ اختیار کرتا ہوں۔ ان دونوں غزلوں کو اصلاح دیجیئے۔ اس امر کی فقط وہ یادی نہیں۔ دہلی اور لکھنؤ اور کلکتہ اور بمبئی اور سورت سے اکثر حضرات نظم و نثر فارسی اور ہندی بھیجتے رہتے ہیں۔ میں خدمت بجا لاتا ہوں اور وہ صاحب میرے حک کی اصلاح کو مانتے ہیں۔ کلام کا حسن و قبح میری نظر میں رہتا ہے اور ہر ایک کا پایہ اور دستگاہ فن شعر میں معلوم ہو جاتا ہے۔ عداوت و عنایت عدم ملاقات ظاہری کے سبب میں کیا جانوں۔ آمدم بر سر مدعا۔ منشی حبیب اللہ ذکا کے اشعار آتے رہے اور میں اصلاح دیکر بھیجتا رہا بعد وارد ہونے مولوی صاحب کے ایک غزل انکی آئی اور اُنھوں نے یہ لکھا کہ مولوی غلام امام شہید اکبرآبادی کی غزل پہ غزل لکھ کر بھیجتا ہوں۔ میں نے حسب معمول غزل کو اصلاح دیکر بھیجا اور یہ لکھا کہ مولانا شہید اکبرآباد کے نہیں لکھنؤ اور الہ آباد کے ہیں۔ اس کلمہ سے زیادہ کوئی بات میں نے نہیں لکھی۔ اس میں سے توہین کے معنے مستنبط ہوں تو میں اُن کا متہم سہی۔ اب میں نہیں جانتا کہ منشی صاحب نے مولوی صاحب سے کیا کہا اور مولوی صاحب نے آپ کو کیا لکھا

ایضاً قبلہ میرا ایک شعر ہے ؎ خود پیش خود کفیل گرفتاری من است ٭ ہر دم بہ پرسش دل مایوس میرسد ٭ یہ معاملہ میرا اور آپکا ہے۔ خارج سے مسموع ہوا کہ میں نے جو اغلاط برہان قاطع کے

نکال کر ایک نسخہ موسوم بہ قاطع برہان لکھا ہے اور ایک مجلد اُس کا آپ کو بھی بھیجدیا ہے آپ اُسکی تردید میں کوئی رسالہ لکھ رہے ہیں اگرچہ باور نہیں آیا لیکن عجب آیا۔ ایک مولوی نجف علی صاحب ہیں۔ باوجود فضیلت علم عربی فارسی میں اُن کا نظیر نہیں وہ جو ایک شخص مجہول الحال نے اہل دہلی میں سے میرے کلام کی تردید میں کتاب تصنیف کی ہے مسمی بہ محرق قاطع برہان۔ اُنہوں نے اُسکی توہین اور مسودہ کی تفضیح میں دو جزو کا ایک نسخہ مختصر لکھا ہے اور ایک طالب علم مسمی بہ عبد الکریم نے سعادت علی مؤلف محرق قاطع سے سوالات کئے ہیں اور ایک محضر اُس نے لکھوا کے علماے شہر مرتب کیا ہے۔ ایک میرے دوست نے بصرف زر اُسکو چھپوایا ہے۔ ایک نسخہ اُس کا آج اسی خط کے ساتھ بسبیل پارسل رسال کیا ہے اس شہر میں ایک میلا ہوتا ہے پھول والوں کا میلا کہلاتا ہے۔ بھادوں کے مہینے میں ہوا کرتا ہے اُمرا شہر سے لیکر اہل شہر قطب جاتے ہیں وہ تین ہفتہ تک وہیں رہتے ہیں مسلمان ہنود دونوں فرقے کی شہر میں دکانیں بند پڑی رہتی ہیں۔ بھائی ضیاء الدین خان اور شہاب الدین خان اور میرے دونوں لڑکے سب قطب گئے ہوئے ہیں اب دیوان خانہ میں ایک میں ہوں اور ایک داروغہ اور ایک خدمتگار۔ بھائی صاحب وہاں سے آئیں گے تو مقرر آپ کو خط لکھیں گے۔ بڑے پہاڑ سے اُترے چھوٹے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ عدم تحریر کی وجہ یہ ہے۔

ایضاً قبلۂ حاجات قطعہ میں جو حضرت نے الہام درج کیا ہے وہ تو ایک لطیفہ بسبیل دعا ہے مگر ہاں یہ کشف یقینی ہے اور مخدوم کی روشن دلی اور دوربینی ہے کہ جو سوالات میں نے ۳۰ جنوری کو کئے اُنکے جواب تم نے ۲۷ جنوری کو لکھ کر بھیجے کیوں نہ کہوں روشن ضمیر ہو۔ اگرچہ جوان ہو مگر میرے پیر ہو۔ خلاصہ تقریر یہ کہ ۳۰ جنوری کو آخر روز میں نے ڈاک میں خط بھجوایا اور ۳۱ کو دن کا ہرکارہ پہر دن چڑھے تمہارا خط لایا۔ سوالات میں ایک سوال کا جواب باقی رہا ہے یعنی جناب ایڈمنسٹن صاحب بہادر کی جگہ چیف سکرٹر گورنمنٹ کلکتہ کون ہوا۔ یہ دل میں پیچ و تاب باقی رہا۔ کتابے با

جو کچھ لکھا ہے وہ بھی کیا درست اور بجا ہے جو کچھ واقع ہوا اسکو مفید مطلب فرض کروں لیکن اگر اجازت پاؤں تو اسی باب میں یہ عرض کروں کہ پیشگاہ گورنمنٹ میں بتوسط چیف سکرتر بہادر سابق لفٹنٹ گورنر بہادر حال دو مجلد پیش کئے ہیں۔ ایک نذر گورنمنٹ اور دوسری کیواسطے یہ سوال کہ میری عزت بڑھائی جاوے اور یہ مجلد حضور حضرت شاہنشاہی میں بھجوائی جاوے۔ اچھا نذر گورنمنٹ میں تو مولوی اظہار حسین صاحب کا وہ اظہار ہے۔ نذر سلطانی کے ارسال و عدم ارسال میں کیا وار و مدار ہے دو نسخے جو ان دونوں صاحبوں کے پیشکش مقرر ہوئے انہیں سے ایک صدر بورڈ کے حاکم اور لفٹنٹ گورنر ہوئے رد و قبول۔ نفرین و آفرین کچھ بھی نہیں قیاساً جو چاہوں سو کروں یقین کچھ بھی نہیں ۱۷۔ دسمبر ۱۸۵۶ء کا لکھا ہوا حکم وزیر اعظم کا ولایت کی ڈاک میں مجھکو آیا ہے کہ اُس قصیدہ کے صلہ اور جائزہ کے واسطے کہ جو بتوسط لارڈ ڈالن برا سائل نے بھیجا ہے خطاب اور خلعت اور پنشن کی تجویز ضرور ہے جو حکم صادر ہوگا سائل کو بتوسط گورنمنٹ اسکی اطلاع دینی ضرور ہے۔ یہ حکم مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۸۵۶ء آخر جنوری ۱۸۵۷ء میں نے پایا۔ فروری مارچ اپریل خوشی اور توقع میں گزرے۔ مئی ۱۸۵۷ء میں فلک نے یہ فتنہ اٹھایا۔ اب اس کتاب اور دوسرے قصیدہ کی جا بجا نذر گزرنے کا یہ سبب ہے کہ سائل حکم ولایت کو یاد دہی کرتا ہے اور گورنمنٹ سے تحسین طلب ہے۔ جب یہاں سے تو یہ تحسین نہیں تو ولایت کو نذر کے ارسال کا بھی یقین نہیں۔ تحسین اور آفرین سے گزرا۔ نذر کے ولایت جانیکا یقین کیونکر حاصل ہو۔ جہاں یہ تفرقہ اور بے التفاتی اور یہ دشواری اور مشکل ہو۔ جی میں آتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر اور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اور حاکم صدر بورڈ کو ایک ایک عریضہ جدا جدا لکھوں پھر یہ سوچتا ہوں کہ انگریزی لکھواؤں۔ فارسی لکھوں اور دو صورتوں میں کیا لکھوں۔ کل کا بھیجا ہوا خط اور یہ آج کا خط یقین ہے کہ دونوں ایک وقت میں پہنچیں تو جواب طلب نہیں اسکا جواب لکھئے اور بہت شتاب لکھئے

ایضاً میں سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہوں ✤ یعنی سبق شوق مکرر نہ ہوا تھا ✤ پیر و مرشد

خفا نہیں ہوا کرتے یوں سُنا مجھے یاد نہ آیا۔ یہاں تک تو مَیں مورد نہیں ہو سکتا جھگڑا استعجاب پر ہے۔
محلِ استعجاب وہ ہے کہ آپ کا دوست کہتا ہو کہ میر منشی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر میرے شاگرد ہیں اور
وہ قاطع برہان کا جواب لکھ رہے ہیں۔ اولیا کا یہ حال ہے۔ واے برحال ہم اشقیا کے یہ حکایت
شکایت نہیں۔ میں دُنیا داری کے لباس میں فقیری کر رہا ہوں لیکن فقیر آزاد ہوں نہ شیّاد و کیّاد
ستّر برس کی عمر ہے بے مبالغہ کہتا ہوں۔ ستّر ہزار آدمی نظر سے گزرے ہونگے۔ زُمرہ خواص میں
سے۔ عوام کا شمار نہیں۔ دو مخلص صادق الولا دیکھے ایک مولوی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ
دوسرا منشی غلام غوث سلمہ اللہ تعالی۔ لیکن وہ مرحوم حُسنِ صورت نہیں رکھتا تھا۔ اور خلوص
اخلاص اُسکا خاص میرے ساتھ تھا۔ اللہ اللہ۔ دوسرا دوست خیر خواہِ خلق۔ حُسن و جمال چشم بد
دُور کمال مہر و وفا صدق و صفا نوراً علی نور۔ مَیں آدمی نہیں۔ آدم شناس ہوں ۵

نگہم نقبِ ہمیں زد نہ نہاں خانۂ دل — مژدہ باد اہلِ ریا کز میدان رفتم

غایتِ مہر و محبت جس کے ملکہ کا تمکو مالک سمجھا ہوں وہ بہ نسبت اپنے اس قدر یقین کرتا ہوں کہ
پہلے دو آدمیوں کو اپنے بجا پنا ماتم دار سمجھا ہوا تھا ایک کو تو مَیں رو لیا۔ اب اللہ آمین کا ایک
دوست رہ گیا۔ دُعائیں مانگتا ہوں کہ خدایا اُس کا داغ نہ مجھے دکھائیو۔ اس کے سامنے مَروں
میاں مَیں تمھارا عاشقِ صادق ہوں۔ بھائی ابھی قطبے نہیں آئے۔ دافع ہذیان کے وہ مجلّد اور بھیجوں گا

بنام نواب ضیاء الدین احمد خاں صاحب بہادر

خدا جانے کیا آپ کو دیوان کے دینے میں تامل کیوں ہے۔ روز آپ کے مطالعہ میں نہیں رہتا
بغیر اسکے دیکھے آپ کو کھانا ہضم ہوتا ہو یہ بھی نہیں پھر آپ کیوں نہیں دیتے۔ ایک جلد ہزار جلد
بن جائے میرا کلام شہرت پائے میرا دل خوش ہو۔ تمھاری تعریف کا قصیدہ اہلِ عالم دیکھیں
تمھارے بھائی کی تعریف کی نثر سب کی نظر سے گزرے۔ اتنے فوائد کیا تھوڑے ہیں۔ رہا کتاب کے

تلف ہونے کا اندیشہ یہ خفقان ہے۔ کتاب کیوں تلف ہو گی۔ احیاناً اگر ایسا ہوا اور دلّی لکھنو کی عرض راہ میں ڈاک لٹ گئی تو میں فوراً بسبیل ڈاک رامپور جاؤنگا۔ اور نواب فخر الدین خاں مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان نکلوا دونگا۔ اگر یہ کہتے ہو کہ اٹ ہاں سے لیکر بھیجدو۔ وہ یہ کہیں گے کہ وہیں سے کیوں نہیں بھیجتے۔ ہاں یہ لکھوں کہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب نہیں دیتے تو کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جبکہ وہ تمھارے بھائی اور تمھارے قریب ہو کر نہیں دیتے تو میں اتنی دور سے کیوں دوں۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ تفضل سے لیکر بھیجدو وہ اگر نہ دیں تو کیا کروں۔ اگر دیں تو میرے کس کام کا۔ پہلے تو ناتمام پھر ناقص بعض بعض قصائد اس میں سے اوروں کے نام کر دیے گئے ہیں اور اسمیں ہی ممدوح سابق کے نام پر ہیں شہاب الدین خاں کا دیوان جو یوسف مرزا لے گیا ہے اس میں یہ دونوں قباحتیں موجود۔ تیسری یہ کہ سراسر غلط ہر شعر غلط ہر مصرعہ غلط یہ کام تمھاری مدد کے بغیر انجام نہ پائیگا اور تمھارا کچھ نقصان نہیں ہاں احتمال نقصان وہ بھی از روے وسوسہ و وہم اس صورت میں میں تلافی کا کفیل جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں۔ بہر حال راضی ہو جاؤ اور مجھکو لکھو تو میں طالب کو اطلاع دوں اور طلب اسکی جیسے بارہ ہو تو کتاب بھیجدوں۔ رحم و کرم کا طالب۔ غالب

بنام مرزا شہاب الدین احمد خاں صاحب

بھائی تمھارا خط حکیم محمود خاں صاحب کے آدمی کے ہاتھ پہنچا۔ خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ انصاف کرو کتاب کوئی شے ہو اُس کا پتہ کیونکر لگے۔ لوٹ کا مال چوری چوری سینکڑے کھتیریوں میں بک گیا اور اگر شہر کی یہ بکا تو میں کہاں جو دیکھوں۔ صبر کرو اور چپکے ہو رہو

بہ دل نفس اندوہ گیتی بسر آید	گیرید کہ گیتی ہمہ یکسر بسر آمد

آدمی تو آتے جاتے رہتے ہیں خدا کرے یہاں کا حال سن لیا کرتے ہو۔ اگر جیتے رہے اور ملنا نصیب ہوا تو کہا جائیگا۔ ورنہ قصہ مختصر قصہ تمام ہوا لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ اور وہ بھی کون سی خوشی کی بات ہے

جو لکھوں۔ اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میری اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہہ دینا۔ اور تمکو بھی تمہاری اُستانی
دعا کہتی ہیں۔ زیادہ زیادہ از غالب۔ دوشنبہ ۴ فروری ۱۸۶۶ع ۔

ایضاً بھائی شہاب الدین خاں واسطے خدا کے تم نے اور حکیم غلام نجف خاں نے میرے دیوان
کا کیا حال کر دیا ہے یہ اشعار جو تم نے بھیجی ہیں خدا جانے کس ولد الزنا نے داخل کر دیے ہیں
دیوان جو چھاپے کا ہے متن میں اگر یہ شعر ہوں تو میرے ہیں اور اگر حاشیہ پر ہوں تو میرے نہیں ہیں
بالفرض اگر یہ شعر متن میں پائے بھی جاویں تو یوں سمجھنا کہ کسی ملعون زن جلب نے اصل کلام کو چھیل کر
یہ خرافات لکھ دیے ہیں خلاصہ یہ جس مفسد کے یہ شعر ہیں اُسکے باپ پر اور دادا پر اور پردادا پر لعنت
اور وہ ہفتاد پشت پر ولد الحرام اس کے سوا اور کیا لکھوں۔ ایسا تو لڑکے میاں غلام نجف۔ دوسرے
میرے کمبختی بڑھاپے میں آئی کہ میرا کلام تمہارے ہاتھ پڑا۔ بعد ان سطروں کے لکھنے کے تمہارا
خط پہنچا یہ دوسرا حادثہ مجکو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا قضا و قدر کے امور میں دم مارنے کی گنجایش
نہیں ہے کہیں جاگیر پر جلد جانے کی اجازت ہو جائے تاکہ سب یکجا بہم آرام سے رہو۔ اپنے
کاتب کو کہہ دینا کہ یہ خرافات متن میں نہ لکھے۔ اگر لکھ دیے ہوں تو وہ ورق نکلوا ڈالنا اور ورق اُسکے
بدلے لکھوا کر لگا دینا مناسب تو یوں ہے کہ تم کسی آدمی کے ہاتھ وہ دیوان جو تمہارے کاتب نے
نقل کیا ہے میرے پاس بھیجدو تاکہ میں اُس کو ایک نظر دیکھکر پھر تمکو بھیجدوں۔ زیادہ زیادہ۔
آج میرے پاس ٹکٹ ہے ورنہ دام معاف رکھنا۔ والسلام

ایضاً بھائی تمہارا خط پہنچا۔ کوئی مطلب جواب طلب نہیں تھا کہ میں اُس کا جواب لکھتا۔ پھر سوچا
کہ مبادا تم آزردہ ہو۔ اس واسطے آج یہ رقعہ تمکو لکھتا ہوں۔ میرا جی تو یہ چاہتا تھا کہ اب جو خط تمہیں
لکھوں اُس کے آغاز میں یہ لکھوں کہ مبارک ہو۔ تمہارے ابا و عمّ مع الخیر اپنی جاگیر کو روانہ ہو گئے
ان شاء اللہ تعالیٰ اب کے جو خط تم کو لکھوں گا اُسکا مضمون یہی ہوگا خاطر جمع رکھنا۔ اور اگر میرا خط

دو چار دن نہ پہنچے تو مجکو اُسی مضمون کے ظہور کا منتظر سمجھنا اور گلہ نہ کرنا اور ہاں صاحب تم جو خط لکھتے ہو
تو اُس میں احمد سعید خاں کا کچھ ذکر نہیں لکھتے - لازم ہے کہ اُسکی خیر و عافیت اور اُسکی بہن کی خیر و عافیت
لکھتے رہا کرو - یہاں تمھاری پھوپھی اور تمھارے دونوں بھتیجے اچھی طرح ہیں - والدعا - از غالب -

یکشنبہ ۱۲ اپریل ۱۸۵۹ء

ایضاً میاں مرزا شہاب الدین خاں - اچھی طرح ہو - غازی آباد کا حال شمشاد علی سے سُنا ہوگا
ہفتے کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے احباب کو رخصت کرکے راہی ہوا - قصد یہ تھا کہ پلکھوسے
رہوں وہاں قافلے کی گنجایش نہ پائی - ہاپور کو روانہ ہوا - دونوں برخوردار گھوڑوں پر سوار پہلے چل دیے
چار گھڑی دن رہے میں ہاپور کی سرائے میں پہنچا - دونوں بھائیوں کو بیٹھے ہوئے اور گھوڑوں کو
ٹہلتے ہوئے پایا - گھڑی بھر دن رہے قافلہ آیا - میں نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا - دو شامی کباب
اُس میں ڈالدیے - رات ہوگئی تھی شراب پی لی کباب کھائے - لڑکوں نے ادہر کی کھچڑی پکوائی
خوب گھی ڈال کر آپ بھی کھائی اور سب آدمیوں کو بھی کھلائی - دن کے واسطے سادہ سالن پکوایا
ترکاری نہ ڈلوائی یار آجتک دونوں بھائیوں میں موافقت ہے - آپس کی صلاح و مشورے سے کام کرتے ہیں
اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اُترکر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے دونوں بھائی
مل کر کھا لیتے ہیں آج میں نے تمھارے والد کی نصیحت پر عمل کیا - چار بجے پانچ کے عمل میں ہاپور سے
چل دیا - سورج نکلے بابوگڈھ کی سرائے پر آ پہنچا - چارپائی بچھائی - اُس پر بچھونا بچھا کر حقہ پی رہا ہوں
اور یہ خط لکھ رہا ہوں - دونوں گھوڑے کوتل آگئے دونوں لڑکے رتھ میں سوار آتے ہیں - آ
وہ آئے اور کھانا کھالیا اور چلے - تم اپنی اُستانی کے پاس جاکر یہ رقعہ سراسر پڑھ کر
سُنا دینا - شمشاد کو کتاب کے مقابلہ اور تصحیح کی تاکید کر دینا - ٭ -

ایضاً میاں وہ قاضی تو مسخرہ ہوتا ہے - اُن کا خط دیکھ لیا - خیر ہاں علاء الدین خاں کا خط

گھنٹہ بھر بھانڈ کے طائفہ کا تماشہ ہے اب تم کہو اُستاد میرجان کو کیوں کر بھیجو گے اُن کو کہاں پاؤ گے اور علاؤ الدین خاں نے حسب الحکم تمھارے چچا کے لکھا ہے۔ لوہارو کی سواریاں آئی ہوئی شاید کل یا پرسوں جائیں اس کی فکر آج کرو۔ امین الدین خاں بیچارہ اکیلا گھبراتا ہوگا۔ چکیدن دہیم۔ رسیدن دہیم یہ غزل علاء الدین کو بھیج چکا ہوں۔ تم علاؤ الدین خاں کو لکھو کہ بڑی شرم کی بات ہو کہ ؎ مردم آزرگی غیر سبب را چہ علاج ؎ اس غزل کو حافظ کی غزل سمجھتے ہو۔ واہ واہ غیر سبب یہ کہاں کی بولی ہے ؎ از خواندن قرآن تو قاری چہ فائدہ ؎ بھاؤ آبا ﷲ امیر خسرو قرآن کو کہ بسکون راے قرشت والف ممدودہ ہے۔ قرآن بروزن پُران لکھیں گے۔ یہ دونوں غزلیں دو گدھوں کی ہیں۔ شاید ایک نے مقطع میں حافظ اور ایک نے مقطع میں خسرو لکھ دیا ہو۔ غالب

ایضاً نورچشم شہاب الدین خاں کو دُعا کے بعد معلوم ہو یہ جو رقعہ لے کر پہنچتے ہیں ان کا نام حسین علی ہے اور یہ سید ہیں۔ دَوا سازی میں یگانہ۔ رکاب داری میں یکتا۔ جان محمد انکا باپ ملازم سرکار شاہی تھا۔ اب ان کا چچا میر فتح علی پندرہ روپیہ مہینے کا الور میں نوکر ہے۔ بہرحال ان سے کہا گیا کہ پانچ روپیہ مہینا ملے گا اور لوہارو جانا ہوگا۔ انکار کیا کہ پانچ روپیہ میں میں کیا کھاؤنگا۔ یہاں زن و فرزند کو کیا بھجواؤں گا۔ جواب دیا گیا کہ سرکار بڑی ہے اگر کام تمھارا پسند آئیگا تو اضافہ ہوجائے گا۔ اَب وہ کہتا ہے کہ خیر توقع پر یہ قلیل مشاہرہ قبول کرتا ہوں مگر دونوں وقت روٹی سرکار سے پاؤں بغیر اسکے کسی طرح نہیں جا سکتا۔ سُنو میاں حق بجانب اس غریب کے ہو روٹی بغیر بات نہیں بنتی۔ یقین ہے کہ تم رپورٹ کرو گے تو اس امر کی منظوری کا حکم آجائے۔ یہ قصہ فیصل ہوا۔ اَب یہ کہتا ہے کہ دو ماہہ مجھے پیشگی دو تا کہ کچھ کپڑا لتا بناؤں اور کچھ گھر میں دے جاؤں راہ میں روٹی اور سواری سرکار سے پاؤں تو یہاں بھی حق بجانب سائل کے جانتا ہوں مگر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اپنی راے اس باب میں لکھ نہیں سکتا۔ خیر تم بھی میرا رقعہ

اپنے نام کا علائی مولائی کو بھیجو۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۲۴ ستمبر ۱۸۶۱ء

ایضاً تمہارے بھائی کا خط تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ کلیات اُردو جو تم نے خریدے ہیں ایک اُن میں سے چاہو اپنے چچا کی نذر کرو چاہو بھائی کو تحفہ بھیجو۔ میں نے اسوقت اُنکے نام کا خط لوہارو کو روانہ کیا ہے بعد ارسالِ خط مولوی سدید الدین خاں صاحب میرے ہاں آئے اثناے حرف و حکایت میں میں نے شاہین کی حقیقت پوچھی جواب دیا کہ ہاں عربی میں ایک باجے کا نام شاہین ہے۔ صورت اُسکی پوچھی گئی کہا مجھے معلوم نہیں صراح میں میں نے دیکھا ہے فقط تم مولانا علائی کو خدا کے واسطے لکھو یہ رقعہ ملفوف کردو۔ غالب۔

رباعی

رقعہ کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے	ثاقب حرکت یہ کی بیجا تم نے
حاجی کلو کو دے کے بیہودہ جواب	غالب کا پکا دیا کلیجا تم نے

ایضاً

اے روشنیِ دیدہ شہاب الدین خاں	کٹتا ہے بتاؤ کس طرح سے رمضاں
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک	سنتے ہو تراویح میں کتنا قرآں

بنام نواب انوار الدولہ سعد الدین خاں صاحب شفق

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق	ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خداوند نعمت آج دوشنبہ ۹ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ہے۔ اس وقت کہ بارہ پر تین بجے ہیں۔ عطوفت نامہ پہنچا۔ اُدھر پڑھا۔ اِدھر جواب لکھا۔ ڈاک کا وقت نہ رہا۔ خط کو معنون کر رکھتا ہوں۔ کل شنبہ ۱۶ فروری کو ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ حال گزشتہ مجھ پر بہت سخت گزرا۔ ۱۲۔ ۱۳ مہینے صاحب فراش رہا اُٹھنا دشوار تھا۔ چلنا پھرنا کیسا۔ نہ تپ نہ کھانسی نہ اسہال نہ فالج نہ لقوہ ان سب سے بدتر ایک صورت پر کدورت یعنی احتراق کا مرض مختصر یہ کہ سر سے پاؤں تک

بارہ پھوڑے پھر ہر پھوڑا ایک زخم - ایک نگار ہر روز بے مبالغہ بارہ تیرہ پھاہے اور پاؤ بھر مرہم درکار
نو دس مہینے بے خور و خواب رہا ہوں اور شب و روز بیتاب - راتیں یوں گزری ہیں کہ اگر کبھی آنکھ
لگ گئی دو گھڑی غافل رہا ہوں گا کہ ایک آدھ پھوڑے میں ٹیس اٹھی - جاگ اٹھا - تڑپا کیا
پھر سو گیا - پھر ہوشیار ہو گیا - سال بھر میں سے تین حصے دن یوں گزرے - پھر تخفیف
ہونے لگی - دو تین مہینے میں لوٹ پوٹ کر اچھا ہو گیا - نئے سر سے روح قالب میں آئی
اجل نے میری سخت جانی کی قسم کھائی - اب اگرچہ تندرست ہوں - لیکن ناتوان و شستہ ہو لی
حواس کھو بیٹھا - حافظہ کو رو بیٹھا - اگر اٹھتا ہوں تو اتنی دیر میں اٹھتا ہوں کہ جتنی دیر میں ایک
قد آدم دیوار اٹھے - آپ کی پرسش کے کیوں نہ قربان جاؤں کہ جب تک میرا مرنا نہ سنا -
میری خبر نہ لی - میری مرگ کے مخبر کی تقریر اور منشی میری یہ تحریر آدھی سچ ہے اور آدھی جھوٹ
در صورت مرگ نیم مردہ اور در حالت حیات نیم زندہ ہوں ؎

در کشاکش ضعفم نگسلد روان از تن	اینکہ من نمی میرم ہم ز ناتوانیہاست

اگر ان سطروں کی نقل میرے مخدوم مولوی غلام غوث خان صاحب بہادر میر منشی لفٹنٹ گورنری
غرب و شمال کے پاس بھیج دیجیے گا تو ان کو خوش اور مجھ کو ممنون کیجیے گا - * -

ایضاً پیر و مرشد حضور کا توقیع خاص اور آپ کا نوازش نامہ - یہ دونوں حرز بازو ایک دن
اور ایک وقت پہنچے - توقیع کا جواب دو چار دن میں لکھوں گا - ناسازی مزاج مبارک موجب
تشویش و ملال ہوئی - اگرچہ حضرت کی تحریر سے معلوم ہوا کہ مرض باقی نہیں مگر ضعف باقی ہے
لیکن تسکین خاطر منحصر اس میں ہے کہ آپ بعد اس تحریر کے ملاحظہ فرمانے کے اپنے مزاج کا
حال پھر لکھیں مئی کی ہنڈوی پہنچی - اس کا بھی حال سابق کی ہی ہنڈوی کا سا ہے
یعنی ساہوکار کہتا ہے کہ ابھی ہم کو کالپی کے ساہوکار کی اجازت نہیں آئی جو ہم روپیہ دیں

اگر سرکار کے کارپرداز وہاں کے ساہوکار سے کہکر اجازت لکھوا بھیجیں تو مناسب ہے۔ صہبائی کے تذکرہ کی ایک جلد میرے پلک میں سے میرے پاس بھی وہ میں اپنی طرف سے بسبیل ارمغاں آپ کو بھیجتا ہوں نذر قبول ہو۔ اب میں حضرت سے باتیں کر چکا۔ خط کو سرنامہ کرکے کہار کو دیتا ہوں کہ ڈاک میں دے آوے بارہ پر دو بجے کتاب کا پارسل بطریق بیرنگ روانہ کروں گا۔ پیشگاہ وزارت میں میری بندگی پہنچے۔ عرضداشت بعد اس کے پہنچے گی۔ جناب میر صاحب قبلہ میر امجد علی صاحب کو سلام نیاز اور جناب منشی تاج حسین صاحب کو سلام

ایضاً پیر و مرشد۔ اگر میں نے اُمیدگاہ بکاف عربی از راہ شکوہ لکھا تو کیا گناہ کیا نہ خط کا جواب نہ قصیدہ کی رسید ؎

بدین خستگی پوزش از من مجو
بود بندہ خستہ گستاخ گوے

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ ان موانع کے سبب سے میں قصیدہ کی تحسین نہیں لکھ سکا بندہ پرور میں تحسین طلب نہیں ایسے مجمع میں محشور ہوں کہ سوائے احترام الدولہ کے کوئی سخندان نہیں۔ میں جو اپنا کلام آپ کے پاس بھیجتا ہوں گویا آپ اپنے اوپر احسان کرتا ہوں ؎ واے بر جان سخن گر بہ سخندان نہ رسد ٭ افسوس کہ میرا حال اور یہ لیل و نہار آپ کی نظر میں نہیں ورنہ آپ جانیں کہ اس بجھے ہوئے دل اور اس ٹوٹے ہوئے دل اور اس مرے ہوئے دل پر کیا کر رہا ہوں نواب صاحب اب نہ دل میں وہ طاقت نہ قلم میں وہ زور سخن گستری کا ایک ملکہ باقی ہے بے تامل اور بے فکر جو خیال میں آجائے وہ لکھ لوں ورنہ فکر کی صعوبت کا متحمل نہیں ہو سکتا بقول مرزا عبدالقادر بیدل ؎

جہدہا در خورِ توانائی است
ضعف یکسر فراغ مے خواہد

مہر کا حال معلوم ہوا پہلے آپ لکھ بھیجیے کہ کیا کھدوا جائے گا۔ مہدی حسن خاں۔ مہدی حسین خاں بہادر لکھ رہا ہوں۔ صرف یاد پر لکھ رہا ہوں ورنہ خط لڑکوں نے کھو دیا یاد پڑتا ہے کہ نگینہ

وہاں سے بھیجنے کو آپ نے لکھا ہے سو اب میں مکرر خواہاں ہوں کہ یہ معلوم ہو جاے کہ نگینہ بھیجئے گا یا یہاں خریدا جائے گا اور نقش و نگین کیا ہوگا تاکہ شمار حروف کا مجکو معلوم رہے اب جب آپ مجکو لکھیں گے تب میں اس کا جواب لکھوں گا۔ حافظ صاحب کا پہنچنا تقریباً معلوم ہوا یعنی اُن کی طرف سے آپنے مجکو سلام لکھا ہے سو میں بھی انکی خدمت میں بندگی اور جناب نادر حسین خاں صاحب کی جناب میں سلام عرض کرتا ہوں۔ زیادہ حد ادب۔

ایضاً قبلۂ حاجات قصیدہ دوبارہ پہنچا چونکہ پیشانی پر دستخط کی جگہ نہ تھی ناچار اُس کو ایک اَور دو ورقہ پر لکھوایا اور حضور میں گزرانا اور تمنّاے دیرینہ حاصل کی یعنی دستخط خاص مشتمل اظہار خوشنودی طبع اقدس ہو گئے۔ احترام الدولہ بہادر میرے ہم زباں اور آپ کے ثنا خواں رہے گویا اس مرخاص میں وہ شریک غالب ہیں۔ ہم بطریق کسرۂ اضافی و ہم بطریق کسرۂ توصیفی پروردگار اس بزرگوار کو سلامت رکھے قدر دان کمال بلکہ حق تو یوں ہے کہ خیر محض ہے غیاث اللغات ایک نام موقر و معزز جیسے الفرپہ خواہ مخواہ مرد آدمی آپ جانتے ہیں کہ یہ کون ہے ایک معلم فرومایہ رامپور کا رہنے والا۔ فارسی سے ناآشناے محض اور صرف و نحو میں ناتمام انشاء خلیفہ و منشآت مادھو رام کا پڑھانے والا چنانچہ دیباچہ میں اپنا ماخذ بھی اس نے خلیفہ شاہ محمد و مادھو رام و غنیمت و قتیل کے کلام کو لکھا ہے۔ یہ لوگ راہِ سخن کے غول میں آدمی کے گمراہ کرنے والے یہ فارسی کو کیا جانیں۔ ہاں طبع موزوں رکھتے تھے شعر کہتے تھے **ع**

ہرزہ مشتاب و پے جادہ شناساں بردار	اے کہ در راہِ سخن چوں تو ہزار آمد و رفت

میرا دل جانتا ہے کہ آپکے دیکھنے کا میں کس قدر آرزومند ہوں۔ میرا ایک بھائی ماموں کا بیٹا کہ وہ نواب فضل اللہ خاں بہادر کی حقیقی خالہ کا بیٹا ہوتا تھا اور مسندنشین حال کا چچا تھا۔ اور وہ میرا ہمشیر بھی تھا یعنی میں نے اپنی ممانی اور اُس نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تھا وہ باعث ہوا تھا۔

میرے باندا بوندیل کھنڈ آنے کا۔ میں نے سب سامان سفر کر لیا۔ ڈاک میں روپیہ ڈاک کا دیدیا۔
قصد یہ تھا کہ فتح پور تک ڈاک میں جاؤں گا۔ وہاں سے نواب علی بہادر کے ہاں کی سواری میں
باندے جاکر ہفتہ بھر رہ کر کالپی ہوتا ہوا آپ کے قدم دیکھتا ہوا بسبیل ڈاک دلی چلا آؤں گا
ناگاہ حضور والا بیمار ہو گئے۔ اور مرض نے طول کھینچا وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آیا اور پھر مرزا
اورنگ خاں میرا بھائی مر گیا ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ واللہ وہ سفر اگرچہ بھائی کی
استدعا سے تھا مگر بیشتر اس شکل کا آپ کے دیدار کو سمجھا ہوا تھا۔ ہرزہ سرائی کا جرم معاف کیجئے گا
میرا جی آپ کے ساتھ باتیں کرنے کو چاہا۔ اسواسطے جو دل میں تھا وہ اس عبارت سے زبان پر لایا۔

ایضاً پیر و مرشد۔ کورنش۔ مزاج اقدس۔ الحمدللہ تو اچھا ہے حضرت دعا کرتا ہوں۔ پرسوں
آپ کا خط مع سارٹیفکٹ کے پہنچا۔ آپ کو مبداء فیاض سے اشرف الوکلا خطاب ملا ہنستا ہنستا
ایک لطیفہ نشاط انگیز سنئے۔ ڈاک کا ہرکارہ جو بلی ماروں کے خطوط پہنچاتا ہے ان دنوں میں ایک
نیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلاں ناتھ ڈھکدواس ہے۔ میں بالاخانہ پر رہتا ہوں حویلی میں
آکر اس نے داروغہ کو خط دے کر مجھ سے کہا کہ ڈاک کا ہرکارہ بندگی عرض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ
مبارک ہو آپ کو جیسا کہ دلی کے بادشاہ نے نوابی کا خطاب دیا تھا اب کالپی سے خطاب کپتانی کا
حیران کہ یہ کیا کہتا ہے۔ سرنامہ کو غور سے دیکھا کہیں قبل از اسم مخدوم نیاز کیشاں لکھا تھا۔ اس
قرم ساق نے اور الفاظ سے قطع نظر کرکے کیشاں کو کپتان پڑھا۔ بھائی ضیاء الدین خاں صاحب
شملے گئے ہوئے ہیں۔ شاید ماہ حال یعنی جولائی یا اوائل ماہ آئندہ یعنی اگست میں یہاں آجائیں
آپ کو نوید تخفیف تصدیع دیتا ہوں۔ آپ نواب صاحب سے کتابیں کیوں مانگیں اور زحمت کیوں اٹھائیں جسقدر
کہ حال اُنکو اس خاندان مجددت نشان کے حال سے حاصل ہو گیا ہو کافی ہے۔ مولانا تعلق کے نام کی عرضی اُن کو
پہنچا دیجئے گا اور جناب ابو حسین خاں صاحب کو میرا سلام فرما دیجئے گا۔

ایضاً پیرومرشد شب گذشتہ کو مینہ خوب برسا۔ ہوا میں فرط برودت سے گزند پیدا ہوگیا۔ اب
صبح کا وقت ہے ہوا ٹھنڈی لیے گزند چل رہی ہے۔ ابر تنک محیط ہے۔ آفتاب نکلا ہے پر نظر
نہیں آتا ہے۔ مَیں عالم تصور میں آپکو مسند عز و جاہ پر جانشین اور منشی نادر حسین خاں صاحب کو
آپکا جلیس مشاہدہ کرکے آپکی جناب میں کورنش بجا لاتا ہوں اور منشی صاحب کو سلام کرتا ہوں۔ کافر نعمت
ہوجاؤں اگر یہ مدارج بجا نہ لاؤں۔ حضرت نے۔ اور منشی صاحب نے میری خاطر سے کیا زحمت اُٹھائی
ہے۔ بھائی صاحب بہت خوشنود ہوئے۔ منت پذیر ہیں میرے شریک غالب ہیں فی الحال بتوسط میر
سلام نیاز عرض کرتے ہیں اغلب ہے کہ نامہ جداگانہ بھی ارسال کریں۔ حضرت آپ غالب کی شرارتیں
دیکھتے ہیں سب کچھ کہے جاتا ہے اور اُس اہل کا کہ جس پر یہ مراتب متفرع ہوں فکر نہیں کرتا۔ فقیر کو بطریق رشید
نہ آئی مطلب اصلی کو مقدر چھوڑ جانا کیا شیوہ ہے۔ یوں لکھتا تھا کہ آپکا عنایت نامہ اور اُسکے ساتھ
نسب نامہ خاندان مجد و علا کا پارسل پہنچا میں ممنون ہوا۔ نواب ضیاء الدین خاں بہادر بہت ممنون
شاکر ہوئے۔ جناب عالی مَیں تو غالب ہرزہ سرا کا معتقد نہ رہا آپنے اُسکو مصاحب بنا رکھا ہے اُس سے اُسکا
دماغ چل رہا ہے۔ قبلہ و کعبہ جناب مولانا اقلق میں حضرت شفق نے جو غالب کی شکایت کی تھی وہ
مقبول نہ ہوئی۔ اب جناب ہاشمی کو اپنا ہم زبان اور مددگار بنا کر پھر کہتے ہیں۔ آپکی بات اس باب میں
کبھی نہ مانوں گا جب تک سید صاحب کا خوشنودی نامہ نہ بھجوائیے گا۔ اس سارٹیفکٹ
کے حصول میں رشوت دینے کو بھی موجود ہوں۔ والسلام۔

ایضاً پیرومرشد مَیں آپکا بندہ فرمانبردار۔ اور آپکا حکم بطیب خاطر بجا لانیوالا ہوں مگر سمجھ تو لوں کہ
کیا لکھوں۔ وہ مکتوب کہاں بھیجوں۔ آپکے پاس بھیجدوں یا اُنھیں منشی صاحب کے پاس بھیجدوں
اور وسیم الدین ظہیر الدین کو منشی۔ میر۔ شیخ۔ خواجہ۔ کیا کرکے لکھوں۔ دو حاکم کی رائے کی شمول کا قید
اور اس زمانہ میں سینکڑوں جزیرہ نشین رہائی پاکر اپنے اپنے گھر آگئے بایں ہمہ منشی کو کیا اختیار ہے

وہ چھوڑ دے۔ یہ آپکی تحریر سے نہیں معلوم ہوتا کہ ایسا ہی منحصر یہیں ہے کہ قیدی دریاے شور کو نہ جاوے
اور یہیں محبوس رہے یا یہ منظور ہے کہ جزیرہ کو بھی نہ جاوے اور یہاں کی قید سے بھی رہائی پاوے۔ خواہش
کیا ہے اور کارپرداز سے کسطرح کی اعانت چاہوں پہلے تو یہ سوچتا ہوں کہ کیا لکھوں۔ پھر جو کچھ لکھوں
اُسکو کہاں بھیجوں۔ طریق یہ ہے کہ میاں امیر الدین وہ نگارش لیکر منشی صاحب کے پاس جائیں
اور بذریعہ اُس خط کے روشناس ہوں۔ میں کیا جانوں کہ امیر الدین کا مسکن کہاں ہے۔ منشی صاحب کو خط
بھیجدوں اُنکے نزدیک احمق بنوں کہ کس امر موہوم مجہول میں مجکو لکھا ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس خط کو پڑھ
کر تفحص کریں کہ امیر الدین کون ہے اور کہاں ہے اور کیا چاہتا ہے بہر حال اس خط کے ساتھ ایک اور لفافہ
آپکے نام کا روانہ کرتا ہوں۔ اُسمیں صرف ایک خط موسومہ منشی صاحب ہے۔ کھلا ہوا اُسکو پڑھ کر میاں
امیر الدین کے پاس بھیجدیجیگا۔ مگر گوند لگا کر۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو میری طرف سے منشی صاحب کے نام کا
خط کا مسودہ لکھ کر میرے پاس بھیجئے اور لکھ بھیجیے کہ اُس مسودہ کو صاف کر کے کہاں بھیجوں۔

ایضاً خداوند نعمت۔ شرف افزا نامہ پہنچا۔ شاہ اسرار الحق کے نام کا مکتوب اُنکی خدمت میں بھیجدیا
جناب شاہ صاحب سالک مجذوب یا مجذوب سالک ہیں۔ اگر جواب بھجوا دینگے تو جناب میں ارسال کیا جائیگا
قصیدہ کو بارہا دیکھا اور غور کی جس طور سے ہے اُسمیں گنجایش اصلاح کی نہ پائی۔ یعنی لفظ کی جگہ لفظ مرادف
بالمعنی لانا صرف اپنی دستگاہ کا اظہار ہے اور نہ کوئی لفظ مہمل اور بے موقع ہے۔ کوئی ترکیب فارسی محاورے
سے باہر نہیں مگر ہاں طرز گفتار کا بدلنا اُس کے واسطے چاہیئے۔ دوسرا قصیدہ اس میں ہے ایک اور
لکھنا اور وہ تکلف بار رہی۔ بلکہ شاید حضرت کو یہ منظور بھی ہو۔ پس شرم کم خدمتی سے دلریش اور فرط
خجلت سے سر در پیش ہو کر قصیدہ کو اس لفافہ میں بھیجتا ہوں۔ خدا کرے مورد عتاب نہ ہوں۔ غلہ
کی گرانی آفت آسمانی امراض وموی بلاے جانی انواع واقسام کے اورام و بثور شائع۔ چارہ
ناسودمند دوسی ضائع۔ میں نہیں جانتا کہ ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء کو پہر دن چڑھے وہ لچ باغی میرٹھ کے

دلّی آئی تھی۔ یا خود قہر الٰہی کا پے بہ پے نزول ہوا تھا۔ بقدر خصوصیت سابق دلّی ممتاز ہے ورنہ سرتاسر قلمرو ہند میں فتنہ و بلا کا دروازہ باز ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ جناب میر امجد علی صاحب کو بندگی۔ جناب منشی نادر حسین خان صاحب کو سلام۔

ایضاً پیر و مرشد ۱۲ بجے تھے میں ننگا اپنے پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نے آکر خط دیا میں نے کھولا پڑھا۔ بھلے کو انگرکھا یا کرتا گلے میں نہ تھا اگر ہوتا تو میں گریبان پھاڑ ڈالتا حضرت کا کیا جاتا میرا نقصان ہوتا۔ سرے سے سُنئے آپ کا قصیدہ بعد اصلاح بھیجا اُسکی رسید آئی کٹے کٹے ہوئے شعر اُلٹے آئے اُنکی قباحت پوچھی گئی۔ قباحت بتائی گئی۔ الفاظ قبیح کی جگہ بے عیب الفاظ لکھدیئے گئے۔ لو صاحب اشعار بھی قصیدہ میں لکھ لو۔ اس نگارش کا جواب جناب نہیں آیا شاہ اسرار الحق کے نام کا کاغذ اُن کو دیا جواب میں جو کچھ اُنھوں نے زبانی فرمایا۔ آپ کو لکھا گیا۔ حضرت کی طرف سے اس تحریر کا بھی جواب نہ ملا ۔

اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے	پُرہوں میں شکوہ سے یوں راگ سے جیسے باجا

سو سمجھا ہوں کہ دونوں خط بیرنگ کئے تھے۔ تلف ہونا کسی طرح متصوّر نہیں۔ خیر اب بہت دن کے بعد شکوہ کیا لکھا جائے۔ باسی کڑھی میں اُبال کیوں آئے۔ بندگی بیچارگی۔ پانچ لشکر کا حملہ پے بہ پے اس شہر پر ہوا۔ پہلا باغیوں کا لشکر اُس میں اہل شہر کا اعتبار لٹا۔ دوسرا لشکر خاکیوں کا اُس میں جان و مال و ناموس و مکان و مکین و آسمان و زمین و آثار ہستی۔ سراسر لُٹ گئے۔ تیسرا لشکر کال کا اُس میں ہزارہا آدمی بھوکے مرے۔ چوتھا لشکر ہیضہ کا۔ اُسمیں بہت سے پیٹ بھرے مر گئے پانچواں لشکر تپ کا اُس میں تاب و طاقت عموماً لُٹ گئی اب تک اس لشکر نے شہر سے کوچ نہیں کیا۔ میرے دو آدمی تپ میں مبتلا ہیں۔ ایک بڑا لڑکا۔ ایک داروغہ۔ خدا ان دونوں کو جلد صحت دے۔ برسات یہاں بھی اچھی ہوئی ہے لیکن نہ ایسی کہ جیسی کالپی اور بنارس میں۔ زمیندار خوش۔

کھیتیاں تیار ہیں۔ خریف کا بیڑا پار ہے۔ ربیع کیواسطے پوہ ماہ میں مینہ درکار ہے۔ کتاب کا پارسل پرسوں ارسال کیا جائیگا۔ آہاہا جناب حافظ محمد بخش صاحب میری بندگی۔ مغل علیخاں غدر سے کچھ دن پہلے مستسقی ہوکر مرگئے۔ ہی ہی کیونکر لکھوں حکیم رضی الدین خان کو قتل عام میں ایک خاکی نے گولی ماردی اور احمد حسین خاں اُن کے چھوٹے بھائی اُسی دن مارے گئے۔ طالع یار خاں کے دونوں بیٹے ٹونک سے رخصت لیکر آئے تھے غدر کے سبب جانہ سکے یہیں رہے۔ بعد فتح دہلی دونوں بے گناہوں کو پھانسی ملی۔ طالع یار خاں ٹونک میں ہیں زندہ ہیں پر یقین ہے کہ مُردہ سے بدتر ہوں گے۔ میر چھوٹم نے بھی پھانسی پائی۔ حال صاحبزادہ میاں نظام الدین کا یہ ہے کہ جہاں سب اکابر شہر کے بھاگ گئے تھے وہاں وہ بھی بھاگ گئے تھے۔ بڑودہ میں رہے۔ اورنگ آباد میں رہے۔ حیدرآباد میں رہے۔ سال گزشتہ یعنی جاڑوں میں یہاں آئے۔ سرکار سے اُن کی صفائی ہوگئی لیکن صرف جان بخشی۔ روشن الدولہ کا مدرسہ جو عقب کوتوالی چبوترہ ہے وہ اور خواجہ قاسم کی حویلی جس میں مغل علیخاں مرحوم رہتے تھے وہ اور خواجہ صاحب کی حویلی یہ املاک خاص حضرت کالے صاحب کی اور کالے صاحب کے بعد میاں نظام الدین کی قرار پاکر ضبط ہوئی اور نیلام ہوکر روپیہ سرکار میں داخل ہوگیا۔ ہاں قاسم جان کی حویلی جس کے کاغذ میاں نظام کی والدہ کے نام کے ہیں وہ یعنی میاں نظام الدین کی والدہ کو ملگئی۔ فی الحال میاں نظام الدین پاکپٹن گئے ہیں یہاں آویں تو یہ بھی جانینگے

ایضاً پیر و مرشد آداب۔ غلط نامہ قاطع برہان کو بھیجے ہوئے تین دن۔ اور آپ کی خیر و عافیت مولوی حافظ عزیز الدین کی زبانی سُنے ہوئے دو دن ہوئے تھے کہ کل آپ کا نوازشنامہ پہنچا قاطع برہان کے پہنچنے سے اطلاع پائی معتقدانِ برہانِ قاطع برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہنوز دو اعتراض مجھ تک پہنچے ہیں ایک تو یہ کہ قاطع برہان غلط ہے یعنی ترکیب خلاف قاعدہ ہے کلام قطع کیا جاتا ہے برہان قاطع نہیں ہوسکتی ہے۔ لو صاحب

برہان قاطع صحیح اور قاطع برہان غلط۔ مگر برہان قطع کی فاعل ہو سکتی ہے اور قطع کا فعل آپ نہیں کر سکے قاطع برہان میں برہان کا لفظ ہی مخفف برہان قاطع ہے۔ برہان قاطع کے رد کو قطع سمجھ کر قاطع برہان نام رکھا تو گناہ ہوا۔ دوسرا ایراد یہ ہے ع با انگشتیان ستیزہ بیجا ۔ انگشت کا نون لفظ میں نہیں آتا۔ میں پوچھتا ہوں خدا کے واسطے انگشت اور انگبین کا نون باعلان کہاں ہے اور اگر ہے بھی تو ضرورت شعر کے واسطے لغات عربی میں سکون و حرکت کو بدل ڈالتے ہیں اگر انگشت سے نون کو مخفی کر دیا تو گناہ ہوا۔ وہ ورق جو چھاپے کا آپ کے پاس بھیجا ہے اسکو غلط نامہ شاطلہ کے بعد لگا کر جلد بندھوا لیجیے گا۔ حضرت کیوں آپ نے مراسلہ اور میرے مکتوب کا حال پوچھا ع ایں ہم کہ جواب نو لیسند جواب است ۔ سمجھ لو اور چپ رہو۔ میں نے مانا جس کو تم نے لکھا ہے وہ کہے گا کہ میں نے تجھ سے پوچھا اس نے یوں کہا پھر میں نے یوں کہا۔ اب یہ بات قرار پائی ہے تو اس تقدیر پر حضرت ہی یاد کریں گے فقیر کبھی نہ مانے گا۔ ایک حکایت سنو امجد علی شاہ کی سلطنت کے آغاز میں۔ ایک صاحب میر ابراہیم یعنی خدا جانے کہاں کے رہنے والے کسی زمانہ میں وارد اکبرآباد ہوئے تھے۔ کبھی کہیں کے تحصیلدار بھی ہو گئے تھے۔ زبان آور اور چالاک اکبرآباد میں نوکری کی جستجو کی کہیں کچھ نہ ہوا۔ میرے ہاں دو ایک بار آئے تھے پھر وہ خدا جانے کہاں گئے میں دلی آ رہا۔ کم و بیش بیس برس ہوئے ہوں گے امجد علی شاہ کے عہد میں ان کا خط ناگاہ مجھکو بسبیل ڈاک آیا۔ چونکہ ان دنوں میں دماغ درست اور حافظہ برقرار تھا میں نے جانا کہ یہ وہی بزرگوار ہیں خط میں مجھکو پہلے یہ مصرعہ لکھا ع از نجابت شکر دارم از روزگار ہم ۔ آپ سے جدا ہو کر بیس برس آوارہ پھرا بھرت پور نوکر ہو گیا وہاں سے دو برس کے بعد کہاں گیا اور کیا کیا۔ اب لکھنؤ میں آیا ہوں وزیر سے ملا ہوں۔ بہت عنایت کرتے ہیں۔ بادشاہ کی ملازمت انہیں کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے۔ بادشاہ نے خاں اور بہادر کا خطاب دیا ہے مصاحبوں میں نام لکھا ہے مشاہرہ ابھی قرار نہیں پایا وزیر کو میں نے آپکا بہت مشتاق کیا ہے

اگر آپ کوئی قصیدہ حضور کی مدح میں اور عرضی یا خط جو مناسب جانیں وزیر کے نام لکھکر میرے پاس بھیجدیجئے تو بیشک بادشاہ آپ کو بُلائینگے اور وزیر کا خط فرمان طلب آپ کو پہنچیگا۔ میں نے اُسی عرصہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کی بیت اسم یہ ہے

امجد علی شہ آنکہ بہ ذوق دُعاے او ‌ ‌ صدرہ نماز صبح قضا کرد روزگار

الخ - متردد تھا کہ کس کی معرفت بھیجوں۔ تو کلت علی اللہ بھیجدیا رسید آگئی صرف پھر دو ہفتہ کے بعد ایک خط آیا کہ قصیدہ وزیر تک پہنچا۔ وزیر پڑھ کر بہت خوش ہوا۔ آئین شائستہ پیش کرنیکا وعدہ کیا۔ میں متوقع ہوں کہ میاں بدرالدین مُہرکن سے میری مُہر خطابی کھُدوا کر بھیج دیجیے چاندی کا نگینہ مربع اور قلم جلی فقیر نے سرانجام کر کے بھیج دیا۔ رسید آئی۔ اور قصیدہ کی بادشاہ تک گزرنے کی نوید۔ پس پھر دو مہینے تک اُدھر سے کوئی خط نہ آیا۔ میں نے جو خط بھیجا اُلٹا پھر آیا۔ ڈاک کی یہ توجیع کہ مکتوب الیہ یہاں نہیں۔ ایک رات کے بعد حال معلوم ہوا کہ اُس بزرگ کا وزیر تک پہنچنا اور حاضر رہنا سچ۔ بادشاہ کی ملازمت اور خطاب ملنا غلط۔ بہادری کی مہر تم سے بغیر حاصل کرکے مرشد آباد کو چلا گیا۔ چلتے وقت وزیر نے دو سو روپے دیئے تھے۔ ایک قاعدہ کلیہ دلی کا سمجھ لو۔ خالق کی قدرت تقتضائے سکے ہو کہ جو اس شہر پناہ کے اندر پیدا ہوا۔ مرد یا عورت خفقان۔ مراق اُسکی خلقت و فطرت میں ہو۔ آٹھ دس برس کے بعد ساون کے آخر میں مینہ خوب برسا۔ لیکن نہ دریا جاری ہوئے نہ طوفان آیا۔ ہاں شہر کے باہر ایک دن بجلی گری۔ دو ایک آدمی کچھ جانور تلف ہوئے مکان گرے۔ دس بیس آدمی دب کر مرے۔ دو تین شخص کوٹھے پر سے گر کر مرے۔ مراقیوں نے غل مچانا شروع کیا۔ اپنے اپنے عزیزان بسفر رفتہ کو لکھا۔ جابجا اخبار نویسوں نے اُن سے سُن کر درج اخبار کیا۔ لو اب دس بارہ دن سے مینہ کا نام نہیں۔ دھوپ آگ سے زیادہ تر تیز ہے۔ وہی دہقانی جو اب روتے پھرتے ہیں کہ کھیتیاں جلی جاتی ہیں اگر مینہ نہ برسیگا تو پھر کال پڑیگا

مکانات کے گرنے کا حال یہ ہے کہ چار پانچ برس ضبط رہے۔ یغمائی لوگ۔ کڑی۔ تختہ۔ کیواڑ چھوٹ بعض مکانات کی چھت کا مصالح سب لے گئے۔ اب اُن غربا کو وہ مکان ملے تو اُن میں مرمت کا مقدور کہاں۔ فرمائیے مکانات کیوں نہ گریں۔+۔

ایضًا پیر و مرشد ایک نوازشنامہ آیا اور دستنبو کے پہنچنے کا مژدہ پایا۔ اُسکا جواب بھی کارپردازان ڈاک کا احسان مانا۔ اور اپنی محنت کو رائگاں نہ جانا۔ چند روز کے بعد ایک عنایت نامہ اَور پہنچا گویا ساغر التفات کا دوسرا دَور پہنچا اب ضرور آ پڑا کہ کچھ حال استفسار دہ دُم دار کا لکھوں چنانچہ جس وقت وہ خط پڑھا ہے سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں۔ چونکہ بسبب فقدان اسباب یعنی عدم رصد و کتاب کچھ نہیں کہا جاتا ہے۔ ناچار مرزا صاحب کا مصرع زبان پر آجاتا ہے ؎ ازین ستارۂ دُنبالہ دارمی ترسم * یہ مطلع ہے اور یہ پہلا مصرع ہے ؎ زخال گوشۂ ابروی یار مے ترسم * کیا آپ مجکو بے ہنری اور ہیچ میرزی میں صاحب کمال نہیں جانتے۔ اور اس عبارت فارسی کو میرا مصداق حال نہیں مانتے۔ پیش بلا طبیب و پیش طبیب ملا پیش ہیچ ہر دو و پیش ہر دو ہیچ۔ آرایش مضامین شعر کے واسطے کچھ تصوّف کچھ نجوم لگا رکھا ہے ورنہ سوائے موزونی طبع کے یہاں اَور کیا رکھا ہے۔ بہرحال علم نجوم کے قاعدہ کے موافق جب زمانہ کے مزاج میں فساد کی صورتیں پیدا ہوتی ہیں تب سطح فلک پر یہ شکلیں دکھائی دیتی ہیں جس برج میں یہ نظر آئے اُس کا درجہ و دقیقہ دیکھتے ہیں۔ ہزار طرح کی چال ڈالتے ہیں تب ایک حکم نکالتے ہیں۔ شاہجہان آباد میں بعد غروب آفتاب افق غربی شہر پر نظر آتا تھا اور اُن دنوں میں آفتاب اول میزان میں تھا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ صورت عقرب میں ہے درجہ و دقیقہ کی حقیقت نامعلوم رہی۔ بہت دن شہر میں اس ستارہ کی دھوم رہی اب دس بارہ دن سے نظر نہیں آتا۔ وہاں شاید اب نظر آتا ہے جو آپ نے اُس کا حال پوچھا ہے۔ بس میں اتنا جانتا ہوں

کہ یہ صورتیں قہرِ الٰہی کی ہیں اور دلیلیں مُلک کی تباہی کی۔ قران النحسین پھر کسوف۔ پھر خسوف۔ پھر صورت پُر کدورت عیاذاً باللہ پناہ بخدا۔ یہاں پہلی نومبر کو بدھ کے دن حسب الحکم حکام گورچہ و بازار میں روشنی ہوئی اور شب کو کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹ جانا اور قلمرو ہند کا بادشاہی عمل میں آنا سنایا گیا نواب گورنر جنرل لارڈ کیننگ بہادر کو ملکہ معظمہ انگلستان نے فرزند ارجمند خطاب دیا اور اپنی طرف سے نائب اور ہندوستان کا حاکم کیا۔ مَیں قصیدہ پہلے ہی اس تہنیت میں لکھ چکا ہوں چنانچہ بشمول دستنبو نظر انور سے گزرا ہوگا ؎ تا نہال دوستی کے بر دہد ٭ حالیا رفتیم و تخمی کاشتیم

ایضاً حضرت پیر و مرشد اگر آج میرے سب دوست و عزیز یہاں فراہم ہوتے اور ہم اور وہ باہم ہوتے تو مَیں کہتا کہ آؤ اور رسمِ تہنیت بجالاؤ۔ خدا نے پھر وہ دن دکھایا کہ ڈاک کا ہرکارہ انوار الدولہ کا خط لایا ؎ این کہ مے بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب ٭ مُنہ پیٹتا ہوں اور سر پٹکتا ہوں کہ جو کچھ لکھا چاہتا ہوں نہیں لکھ سکتا ہوں۔ الٰہی حیاتِ جاودانی نہیں مانگتا پہلے انوار الدولہ سے مل کر سرگزشت بیان کروں۔ پھر اُس کے بعد مر جاؤں۔ روپیہ کا نقصان اگرچہ جانکاہ اور جاں گزا ہے پر بموجب تلف المال خلف العمر غم فزا ہے۔ جو روپیہ ہاتھ سے گیا ہے اُسکو عمر کی قیمت جانئے اور بقائے ذات و بقائے عرض و ناموس کو غنیمت جانئے۔ اللہ تعالیٰ وزیر اعظم کو سلامت رکھے اور اس خاندان کے نام و نشان و عز و شان کو برقرار تا قیامت رکھے۔ مَیں نے گیارھویں مئی ۱۸۵۷ء سے اکتیسویں جولائی ۱۸۵۸ء تک روداد نثر میں بعبارتِ فارسی ناآمیختہ بعربی لکھی ہے اور وہ پندرہ سطر کے مسطر سے چار جزو کی کتاب آگرہ کو مفید الخلائق میں چھپنے کو گئی ہے۔ دستنبو اُسکا نام رکھا ہے اور اُس میں صرف اپنی سرگزشت اور اپنے مشاہدہ کے بیان سے کام رکھا ہے بعد چھپ جانے کے وہ نسخہ حضرت کی نظر سے گزرانوں گا اور اُس کو ہم سخنی اور ہم زبانی جانونگا۔ جناب میر امجد علی صاحب کا جو آپ کے خط میں ذکر نہیں آیا ہے تو اس خیر خواہ احباب کا دل گھبرایا ہے اب جو خط لکھیئے تو اُنکی

خیر و عافیت بہر نمط لکھیے۔ ان کو بندگی اور جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کو سلام پہنچے۔

ایضاً پیرو مرشد معاف کیجیے گا۔ میں نے جمنا کا کچھ حال نہ لکھا۔ یہاں کبھی کسی نے رسم یا سی کوئی حکایت ایسی نہیں کی کہ جس سے استبعاد اور استعجاب پایا جائے۔ پرسش کے بعد بھی کوئی بات نہیں سنی۔ سنیئے تو سہی موسم کیا ہے گرمی۔ جاڑا۔ برسات تینوں فصلیں اکٹھی ہوگئی ہیں۔ مگر کہ باری علاوہ ایک بحر روان کی حقیقت متغیر ہو جائے تو محل استعجاب کیوں ہو۔ اور یہ بات کہ دلی میں تغیر نہ ہو۔ اور یورپ میں ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہاں جمنا بانفراد بہ رہی ہے اور وہاں کہیں کہیں کہیں۔ اور ندی کہیں گنگا باہم ملگئی ہیں۔ مجمع البحار ہے۔ حضرت نے خوب وکالت کی۔ مولانا قلق سے تقصیر میری معاف نکروائی۔ کہدو گے کہ گناہ معاف ہوگیا۔ میں بغیر سارٹیفکٹ کے کب مانوں گا یہ دن مجھ پر برے گزرتے ہیں۔ گرمی میں میرا حال بعینہ وہ ہوتا ہے۔ جیسا زبان پانی پینے والے جانوروں کا۔ حضور کا اس تموز میں کہ غم و ہم کا ہجوم ہے

آتش دوزخ میں یہ گرمی کہاں	سوز غم ہاے نہانی اور ہے

ایضاً قبلہ و کعبہ وہ عنایت نامہ جس میں حضرت نے مزاج کی شکایت لکھی تھی پڑھکر بے چین ہوگیا ہوں اور عرض کرچکا ہوں کہ مزاج کا مفصل لکھیئے۔ چونکہ آپ نے کچھ نہیں لکھا تو اور زیادہ مشوش ہوں نسخہ رفع تشویش یعنی شفقت نامہ جلد بھیجیے۔ جناب منشی نادر حسین خاں صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ حضرت میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں۔ متوقع ہوں کہ ان دونوں صاحبوں کی خدمت میں میرا اسلام پہنچے اور آپ ان کی خیرو عافیت لکھیں۔ کبوتر کا نسخہ جیسا کہ میرے پاس آیا بجنسہ ارسال کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ میرن صاحب نے انتقال کیا۔ یہ چھوٹے بھائی تھے۔ مجتہد العصر لکھنؤ کے نام ان کا سید حسین اور خطاب سید العلما نقش نگین۔ میر حسین ابن علی ہیں نے ان کی رحلت کی ایک تاریخ پائی۔

اُس میں پانچ بڑھتے ہیں یعنی ۱۲۷۸ ہوتے ہیں۔ تخرجہ نئی روش کا میرے خیال میں آیا۔ میں تو اچھا جانتا ہوں اچھا ہے دیکھوں آپ پسند فرماتے ہیں یا نہیں **قطعہ**

حسین ابن علی آبروے علم و عمل	کہ سید العلما نقش خاتمش بود بے
نماند و ماندے اگر بودے پنج سال دگر	بعمر حسین علی سال خاتمش بودے

زیادہ حد ادب فقط

ایضاً پیر و مرشد خط لکھنا نہیں ہے باتیں کرنی ہیں اور یہی سبب ہے کہ میں القاب و اداب نہیں لکھتا خاکسار نے عرض کیا ہے کہ آج شہر میں بدرالدین علی خاں کا نظیر نہیں۔ بس مُہر اور کون کھود سکے گا۔ ناچار میں نے آپ کا نوازشنامہ جو میرے نام تھا وہ اُن کے پاس بھجوا دیا۔ انہوں نے رقعہ میرے نام آج بھیجا۔ سو وہ رقعہ حضرت کی خدمت میں بھیجتا ہوں آپ پڑھ لیں سمجھ لیں اور نگین باحتیاط ارسال فرما دیں۔ پھر اس کے بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جب میں عرض کروں تب بھیجئے گا۔ تعجب ہو کہ جناب میر امجد علی صاحب قلق کا اس خط میں سلام نہ تھا۔ متوقع ہوں کہ چھاپے کے قصیدے اُن کو سنا دیئے جاویں اور میری بندگی کہی جاوے جناب منشی نادر حسین عرف تھا کو میرا سلام بہ ارشتیاق پہنچے۔

ایضاً للہ الشکر کہ پیر و مرشد کا مزاج اقدس بہ خیر و عافیت ہے پہلے نوازشنامہ کا جواب باآنکہ وہ مشتمل ایک سوال پر تھا۔ ہنوز لکھنے نہیں پایا کہ کل ایک کرمت نامہ آیا۔ بندہ عرض کر چکا ہے کہ سہل میں ہوں چنانچہ کل سیرا ہل ہو گا۔ اس سبب سے اس توقیع کا پاسخ نگار نہ ہو سکا تھا اور لکھتا بھی تو یہی لکھتا جو آپ نے لکھا ہے۔ ارنی کی رے کی حرکت و سکون کے باب میں قول فیصل یہی ہے جو حضرت نے لکھا ہے۔ اگر تقطیع شعر مساعدت کر جاے اور ارنی بروزن نجھے گنجایش پاے تو نعم الاتفاق ہے ورنہ قاعدہ تصرف مقتضی جواز ہے مرزا عبد القادر بیدل ع

جو رسی بطور ہمت ارنی مگو و مگذر	کہ نیرزد این تمنا بجواب لن ترانی

اسد اللہ بیگ غالب

رفت آنکہ باز از حسن مدارا طلب کنیم — سر رشتہ در کف ارنی گوے طور بود

زوائد سے فارغ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ ہائے کیا غزل لکھی ہے۔ قبلہ آپ فارسی کیوں نہیں کہا کرتے کیا پاکیزہ زبان ہے اور کیا طرز بیان۔ کیا میں سخن ناشناس اور نا انصاف ہوں کہ ایسے کلام کے حک و اصلاح پر جرأت کروں ؎ چہ حاجت ست بمشاطہ روے زیبا را ۔ ہاں ایک جگہ آپ تحریر میں سہو کر گئے ہیں ؎ اے مطرب جادو فن بازم رہ ہوشم زن ۔ دو میم آ پڑے ہیں۔ ایک میم محض بیکار ہے دیگر کی جگہ آپ بازم لکھ گئے ہیں ؎ اے مطرب جادو فن دیگر رہ ہوشم زن ۔ اب دیکھیے اور صاحبوں کی غزلیں کب آتی ہیں۔ اتنی عنایت فرمائیے گا کہ صاحب کے تخلص کے ساتھ اُن کا اسم مبارک اور کچھ حال رقم کیجیے گا۔ زیادہ حدّ ادب۔

ایضاً کیونکر کہوں کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ہاں اتنے ہوش باقی ہیں کہ اپنے کو دیوانہ سمجھتا ہوں۔ واہ کیا ہوشمندی ہے۔ کہ قبلہ ارباب ہوش کو خط لکھتا ہوں نہ القاب نہ آداب نہ بندگی نہ تسلیم سُن غالب ہم تجھ سے کہتے ہیں بہت مصاحب نہ بن۔ اے ایاز حدّ خود بشناس۔ مانا کہ تو نے کئی برس کے بعد نو بیت کی غزل لکھی ہے اور آپ اپنے کلام پر وجد کر رہا ہے مگر یہ تحریر کی کیا روش ہے۔ پہلے القاب لکھ پھر بندگی عرض کر۔ پھر ہاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ پھر عنایت نامہ آنے کا شکریہ ادا کر۔ اور یہ کہہ کہ جو میں تصور کر رہا تھا وہ ہوا یعنی جس دن صبح کو میں نے خط بھیجا۔ اُسی دن آخر روز حضور کا فرمان پہنچا۔ معلوم ہوا کہ حرارت ہنوز باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائیگی موسم اچھا آ گیا ہے

گرمی از آب بروں رفت و حرارت ز ہوا — محمل مہر جہانتاب بمیزان آمد

اگر صرف تبرید و تعدیل سے کام نکل جاوے تو کیا کہنا ہے ورنہ بحسب راے طبیب تنقیہ کروا لیجے مجکو بھی آج دسواں منضج ہے۔ پانچ سات دن کے بعد مسہل ہو گا۔

ایضاً پیر و مرشد۔ آداب۔ مزاج مقدس۔ میرا جو حال آپ نے پوچھا اس پرسش کا شکر بجا لاتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ کا بندۂ بے درم خریدہ اچھی طرح ہے۔ ایک فصد بائیں منضج چار مسہل کہاں تک آدمی کو ضعیف نہ کرے۔ بارے آفتاب عقرب میں آگیا۔ پانی برف آب ہو گیا ہے۔ کابل کشمیر کا میوہ بکنے لگا ہو۔ چہ حقیقت ضعف قسمت تو نہیں کہ ایسے ایسے امور اس کو زائل کر سکیں۔ غزلوں کو پرسوں سے پڑھ رہا ہوں اور وجد کر رہا ہوں۔ خوشامد میرا شیوہ نہیں ہے جو ان غزلوں کی حقیقت میری نظر میں ہے وہ مجھ سے سن لیجیے اور میری داد دینے کی داد دیجیے۔ مولانا قبلی نے متقدمین یعنی امیر خسرو و سعدی و جامی کی روش کو سر حد کمال کو پہنچایا ہے اور میرے قبلہ و کعبہ مولانا شفق اور مولانا ہاشمی اور مولانا عسکری متاخرین یعنی صائب و کلیم و قدسی کے انداز کو آسمان پر لے گئے ہیں اور تکلف و تملق سے کہتا ہوں تو مجھ کو ایمان نصیب نہ ہو۔ یہ جو آپ اپنے کلام کے حک و اصلاح کے واسطے مجھ سے فرماتے ہیں یہ آپ میری آبرو بڑھاتے ہیں۔ کوئی بات بیجا ہو کوئی لفظ نا روا ہو تو میں حکم بجا لاؤں۔ زیادہ حد ادب۔

ایضاً قبلہ و کعبہ کیا لکھوں۔ امور نفسانی میں اضداد کا جمع ہونا محالات عادیہ میں سے ہے کیونکر ہو سکے ایک وقت خاص میں ایک امر خاص موجب انشراح کا بھی ہو اور باعث انقباض کا بھی ہو۔ یہ بات میں نے آپ کے اس خط میں پائی کہ اس کو پڑھ کر خوش بھی ہوا اور غمگین بھی ہوا۔ سبحان اللہ اکثر امور میں تم کو ہم طالع پاتا ہوں۔ عزیزوں کی ستم کشی اور رشتہ داروں سے ناخوشی میرا ہم قوم تو سراسر قلمرو ہند میں نہیں۔ سمرقند میں دو چار۔ یا دشت قبچاق میں سو دو سو ہوں گے مگر ہاں اقربا سے سبھی ہیں۔ سو پانچ برس کی عمر سے ان کے دام میں اسیر ہوں۔ اکسٹھ برس ستم اٹھائے ہیں

رسم امید ہمانا ز جہاں برخیزد	گرد ہم شرح ستم ہائے عزیزاں غالب

تم میری خبر لے سکتے ہو نہ میں تم کو داد دے سکتا ہوں۔ اللہ اللہ دریا سارا تیر چکا ہوں۔ ساحل

نزدیک ہے دو ہاتھ لگائے اور بیڑا پار ہے

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ / مر گئے پر دیکھئے دکھلائیں کیا

شاہ اسرار الحق کو حافظ نظام الدین صاحب کا خط بھجوا دیا۔ ہفتہ بھر کے بعد جواب مانگا۔ جواب دیا کہ اب بھیجتا ہوں۔ دس بارہ دن ہوئے کہ حضرت خود تشریف لائے۔ جواب آپکے اور حافظ جی کے خط کا مانگا کہا کہ کل بھیجدونگا۔ اس واقعہ کو آج قریب دو ہفتہ کے عرصہ ہوا۔ ناچار اُن کے جواب سے قطع نظر کر کے آپ کو یہ چند سطریں لکھیں

از خونِ دل نوشتم نزدیک دوست نامہ / انی رأیت دھراً فی ہجرک القیامہ

حافظ جی صاحب کو میری بندگی کہیئے گا اور یہ خط اُنکو پڑھوا دیجیئے گا۔ جناب منشی نادر حسین خانصاحب کو میرا سلام پہنچے۔ اگرچہ آپ مبتلاے رنج و الم ہو مگر یہ شرف کیا کم ہے کہ انوار الدولہ کے ہمدرد ہو مورد ستم ہاے روزگار ہونا شرافت ذاتی کی دلیل ہے ساطع اور برہان ہے قاطع۔ ہاں حضرت بہت دن سے جناب میر امجد علی صاحب کا کچھ حال معلوم نہیں اُن کے تخلص نے مجکو حیران کر رکھا ہے یعنی قلق میں مبتلا ہوں۔ آپ اُن کا حال لکھیئے۔ خواجہ اسمٰعیل خاں صاحب کہاں ہیں اور کس طرح۔ سنیئے قبلہ میں تو آپ سے شاہ انوار الحق کے خط کے جواب کا طالب نہیں ہوں کہ آپکے خط کے حاصل ہونیکے انتظار میں مجکو خط نہ لکھ سکیں مترصد ہوں کہ اس اپنے خط کا جواب جلد پاؤں

بنام میر افضل علی عرف میرن صاحب

سعادت و اقبال نشان میر افضل علی صاحب المعروف بہ میرن صاحب خدا تمکو سلامت رکھے۔ اور پھر تمھاری صورت مجکو دکھا دے۔ تمھارا خط پہنچا۔ آنکھوں سے لگایا۔ آنکھوں میں نور آیا۔ دل نے مزا پایا۔ کل تک اس نام کو سُن کر شرماتے تھے اور آپ ہی آپ کھلے جاتے تھے اب بن بن کر باتیں بناتے ہو اور ہم کو کہانیاں سناتے ہو۔ کاش کہ تم یہاں آجاؤ تب اس تحریر کا مزا پاؤ۔ میر مہدی صاحب

وہ تحریر تمھاری بہ نسبت میرے دیکھکر بہت خفا ہوئے چنانچہ اب جو تمھاری ان کی ملاقات ہو گی تو تمکو معلوم ہو گا بھائی تمھارے سالے صاحب غرور کے پتلے ہیں وہ اکیلا ریں نے ان کو بلایا اُنھوں نے کرم نہ فرمایا۔ تم سچ کہتے ہو یہ لوگ وہی آپ گل سکے ہیں۔ تمھاری ان کی کبھی نبنے گی اور گھڑی نہ چھنے گی۔ وہیں بیٹھے رہو دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ رنج و عذاب کا زمانہ جلد گزرتا ہے۔ میر سرفراز حسین صاحب کو میری دُعا کہنا اور کہنا بھائی وہ زمانہ آیا ہے کہ سینکڑوں عزیز راہی ملک عدم ہوئے سینکڑوں ایسے مفقود الخبر ہوئے کہ اُن کی مرگ و زیست کی خبر نہیں دو چار جو باقی رہے ہیں خدا جانے کہاں بستے ہیں کہ ہم اُن کے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میر نصیر الدین کو پہلے بندگی پھر دُعا۔ دو شنبہ ۹ نومبر ۱۸۵۸ء بین الظہر و العصر۔ ہوالدہ میر مہدی طال عمرہٗ۔ +

ایضاً برخوردار کامگار میر افضل علی عرف میرن صاحب طال عمرہٗ۔ بعد دُعا کے واضح رای سعادت انتما ہو آپ کا خط پہنچا۔ اگرچہ میں نے صرف پڑھا۔ میر مہدی کے جلانے کو لکھتا ہوں کہ میں نے آنکھوں سے لگایا۔ ہاں صاحب تم نے جو لکھا ہے کہ قبلہ و کعبہ کہنے سے وہ صاحب بہت خوش ہوتے ہیں کیوں نہ خوش ہوں خوشی کی بات ہے۔ تمھارے سر کی قسم میں گویا دیکھ رہا ہوں اور میری نظر میں پھر رہا ہے وہ میر سرفراز حسین کا شرما کر آنکھیں نیچی کرنی اور مسکرانا خدا کبھی مجکو بھی وہ صورت دکھائے۔ میر نصیر الدین یہاں آگئے ہیں۔ تم مجتہد العصر اور حکیم میر اشرف علی کو میری دُعا کہنا اور میر مہدی سے پوچھیو تو کہنا کہ تم کو کچھ یہاں لکھا۔ کل میں نے خبر سنی کہ گائی تھی سولڑ کی کو ابھی تک تپ آلئے جاتی ہے۔ یقین ہے کہ تم نے وہاں پہنچکر مولوی مظہر علی کو خط لکھا ہو گا۔ ہاں تم کو ضرور ہے ان سے نامہ و پیام کی رسم رکھنی۔ والدعا۔ چہار شنبہ ششم جولائی ۱۸۵۹ء۔ غالب۔ +

ایضاً میری جان تمھارا رقعہ پہنچا۔ نہ کھلا کہ میر سرفراز حسین جے پور کیوں جاتے ہیں بہر حال میر مہدی کو دُعا کہنا اور میر سرفراز حسین سے یہ پوچھنا کہ تم جے پور چلے میں نے تلوہ شنا کو ہنایا

تم مجھے کس کو سونپ چلے۔ جواب کا طالب غالب۔ ۱۲ر جولائی سنہ ۱۸۶۱ء۔

بنام مرزا قربان علی بیگ خان صاحب سالک

واللہ الرحمن الطاف خفیہ۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ دم غنیمت ہے۔ جان ہے تو جہان ہے
کہتے ہیں کہ خدا سے نا امیدی کفر ہے۔ میں تو اپنے باب میں خدا سے نا امید ہو کر کافر مطلق ہو گیا
موافق عقیدہ اہل اسلام جب کافر ہو گیا تو مغفرت کی بھی توقع نہ رہی۔ چل بچھی دنیا نہ دین۔ مگر تم حتی الوسع
مسلمان بنے رہو اور خدا سے نا امید نہ ہو۔ ان مع العسر یسرا کو اپنے نصب العین رکھو۔ در طریقت
ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست۔ گھر میں تمھارے سب طرح خیر و عافیت ہے۔ محمد میرزا پنجشنبہ اور
جمعہ کو داستان کے وقت آجاتا ہے۔ رضوان ہر روز شب کو آتا ہے۔ یوسف علی خاں عزیز سلام
اور باقر علی اور حسین علی بندگی کہتے ہیں۔ کلو داروغہ کورنش عرض کرتا ہے۔ اور ان کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ
وہ کورنش بھی بجا لائیں۔ خط بھیجتے رہا کرو۔ والدعا۔ نجات کا طالب غالب۔ صبح دوشنبہ ۲ر صفر و ۱۵ر جولائی سال حال

ایضاً میری جان کن اوہام میں گرفتار ہے۔ جہاں باپ کو پیٹ چکا اب چچا کو بھی رو۔ تجھکو خدا جیتا رکھے۔
اور تیرے خیالات و احتمالات کو صورت وقوعی دے۔ یہاں خدا سے بھی توقع باقی نہیں مخلوق کا کیا ذکر
کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو
اپنا غیر تصور کیا ہے۔ جو دکھ مجھے پہنچتا ہے کہتا ہوں کہ لو غالب کے ایک اور جوتی لگی۔ بہت اتراتا تھا کہ
میں بڑا شاعر اور فارسی دان ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔ لے اب تو قرضداروں کو
جواب دے۔ سچ تو یوں ہے کہ غالب کیا مرا بڑا ملحد مرا بڑا کافر مرا۔ ہم نے ازراہ تعظیم جیسا بادشاہوں کو
بعد ان کے جنت آرامگاہ و عرش نشیمن خطاب دیتے ہیں۔ چونکہ یہ اپنے کو شاہ قلمرو سخن جانتا تھا۔
سقر مقر اور ہاویہ زاویہ خطاب تجویز کر رکھا ہے۔ آئیے نجم الدولہ بہادر ایک قرضدار کا گریبان میں ہاتھ
ایک قرضدار بھوگ سنا رہا ہے۔ میں ان سے پوچھ رہا ہوں۔ اجی حضرت نواب صاحب۔ نواب صاحب کیسے

اور خان صاحب آپ جوتی اور انوا سیابی ہیں یہ کیا بے حرمتی ہو رہی ہے کچھ تو کچھ بولو۔ بولے کیا
بے حیا بے عزت۔ کوٹھی سے شراب۔ گندھی سے گلاب۔ بزاز سے کپڑا میوہ فروش سے آم
صراف سے دام قرض لیئے جاتا ہے یہ بھی تو سوچا ہوتا کہاں سے دوں گا۔

بنام مرزا شمشاد علی بیگ خاں صاحب رضواں

فرزند دلبند شمشاد علی بیگ خاں کو۔ اگر خفا ہوں تو دعا اور اگر آزردہ ہوں تو بندگی۔ غازی آباد سے
جا کر طبع اقدس ناساز ہو گئی ہے از آمدن کعبہ پشیمانی شدہ باشی۔ قربان علی بیگ خاں کو دعا کہنا
مرزا تفضل حسین خاں کو دعا کہنا۔ اور ان کا حال لکھنا۔ آج شنبہ ۴ نومبر کی ہے۔ پرسوں نواب جناب
دوزہ کو گئے ہیں۔ فرما گئے ہیں کہ وہ ہفتہ میں آؤنگا۔ اگر چار روز یہاں رہیں گے پھر نمائشگاہ بریلی
کی سیر کو جائیں گے۔ وہاں سے پھر کر جب آئیں گے تو صاحب کمشنر بریلی کا انتظار کریں گے وہ پنجم
دسمبر تک آجائیں گے۔ تین دن جشن رہے گا۔ اس کے دو چار روز بعد غالب رخصت ہو گا۔ خدا
کرے تم تک زندہ پہنچ جاتے۔ پیرجی بہت یاد آتے ہیں اُن کو دعا کہنا اور یہ کاغذ پہلے تم پڑھنا
پھر سالک کو پڑھانا۔ پھر میاں خواجہ امان اور حکیم رضا خان کو دکھانا۔ پھر مرزا تفضل حسین خاں کے
پاس لے جانا۔ اس قصیدہ کے ساتھ کی نثر نواب ضیاء الدین خاں یا مرزا ثاقب سے مانگ لینا اور
اسکی نقل کر لینا اور قاطع برہان کا حال لکھنا۔ میں نے تیس روپیہ کی ہنڈوی سو روپیہ کی باقی
حکیم جی کو بھیجدی ہے حضرت نے رسید بھی نہیں لکھی اُن سے رسید لکھوا بھیجو اور سب جلدوں کے
شیرازے بندھ جائیں اور موٹا کاغذ دونوں طرف لگ جائے۔ خبردار کوئی نسخہ بے جلد نہ رہے
تین سو مجلد کے تیار ہونے کی خبر اور بقیہ حساب میرے پاس بھیجدینا یا روپیہ فوراً بھیجدوں گا یا
آکر دونگا۔ گورنر کا حال لکھو۔ کون کون حاضر ہوا کس کس کی ملاقات ہوئی۔ فرخ سیر کے دادا
صاحب آئے ہیں یا نہیں اگر آئے ہیں تو روداد مفصل لکھو۔ تاں بھائی ٹونک والے سید سراج احمد کا بھی حال ضرور لکھنا

علی نقی خاں وزیر شاہ اودھ کی حقیقت بھی ضرور لکھنا اور مجکو ان مقاصد کے جواب کا منتظر سمجھنا آج دوشنبہ ۱۴ نومبر کی ہے۔ آٹھ دن میں خط کی آمد و شد یقینی ہے نو دن راہ دیکھوں گا۔ دسویں دن اگر تمھارا خط نہ آیا تو میں تمھارا رفضی بن جاؤنگا۔ مطالب مندرجہ کے جواب کا طالب غالب۔

ایضاً مرزا رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترک ہوتی جاتی ہے تحریر کا تارک نہیں ہوں بلکہ متروک ہوں اب مجھے ویسا نہ سمجھو جیسا چھوڑ گئے ہو۔ رامپور کے سفر میں تاب طاقت حسن فکر لطف طبیعت یہ سب اسباب لٹ گیا۔ اگر تمھارے خط کا جواب لکھوں تو محل ترحم ہے نہ مقام شکایت۔ سنو میرے خط کے نہ پہنچنے سے تمکو تشویش کیوں ہے جبتک زندہ ہوں غمزدہ و افسردہ ناتوان و نیمجان ہوں جب مر جاؤنگا تو میرے مرنے کی خبر سن لوگی پس جبتک میرے مرنے کی خبر نہ سنو جانو کہ غالب جیتا ہے خستہ و شرمندہ مجبور و دردمند یہ سطریں لکھ کر اسوقت تمھارے بھائی پاس بھیجتا ہوں مگر انکو ہمیشہ سفر در وطن ہے بفرض محال اگر گھر میں ہیں تو بعنایت اللہ انکو ورنہ محمد مرزا کو دے آئیگا ربیع الثانی جمعہ کا دن صبح کا وقت ہے

بنام مرزا باقر علی خاں صاحب کامل

اقبال نشان مرزا باقر علی خاں کو غالب نیمجان کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط آیا۔ تمھارے روزگار کی درستی آگے سن چکا تھا۔ اب تمھارے لکھنے سے دیکھ بھی لی۔ دل میرا خوش ہوا اور تم خاطر جمع رکھو جیسا کہ مہاراج نے تم سے کہا ہے تمھاری ترقی ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہوگی۔ مجھ سے جو تم گلہ کرتے ہو خط کی نہ بھیجنے گا۔ بھائی اب میری انگلیاں بیکمی ہوگئی ہیں اور بصارت میں بھی ضعف آگیا ہے دو سطریں نہیں لکھ سکتا۔ اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوئے دھرے رہتے ہیں جب کوئی دوست آجاتا ہے میں اُس سے جواب لکھوا دیتا ہوں۔ پرسوں کا تمھارا خط آیا ہوا دھرا تھا اب اس وقت مرزا یوسف علیخاں آگئے میں نے اُن سے خط لکھوا دیا۔ تمھاری اماں اچھی طرح۔ تمھاری خالہ اچھی طرح ہے تمھارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے تمھاری لڑکی اچھی طرح ہے۔ کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے میرے پاس آجاتی ہے۔ *

ایضاً نورچشم و راحتِ جان مرزا باقر علیخان کو فقیر غالب کی دعا پہنچے۔ تمھارا خط جو میرے خط کے جواب میں تھا وہ مجکو پہنچا اسمیں کوئی بات جواب طلب نہ تھی۔ اس خط میں ایک نئے امر کی تمھیں اطلاع دیتا ہوں وہ امر یہ ہے کہ میں نے اگلے مہینے میں سبد چین کی ایک جلد مع عرضی اقبال نشان مرزا افضل حسین خان کی معرفت الور کو بھجوائی تھی سو ایکے ہفتے میں حضور پُرنور مہاراؤ راجہ بہادر کا خط انہیں کی معرفت مجکو آیا۔ حضور نے ازراہِ بندہ پروری قدر افزائی القاب بہت بڑا مجھے لکھا اور خط میں فقرے بہت عنایت اور التفات کے بھرے ہوے درج کیئے۔ تم تو وہیں ہو تمکو اس کی اطلاع ہو گئی تھی یا نہیں۔ اور اگر ہو گئی تھی تو تم نے مجکو کیوں نہیں لکھا اب میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ کبھی دربار میں کچھ میرا بھی ذکر آتا ہے یا نہیں اور اگر آتا ہے تو کس طرح آتا ہے۔ حضور سُن کر کیا فرماتے ہیں۔ غالب۔ ۷ دسمبر ۱۸۶۶ء۔

ایضاً۔ اقبال نشان باقر علیخان کو غالب نیمجان کی دُعا پہنچے۔ بہت دن ہوئے کہ تمھارا خط آیا مگر تمنے اپنے مکان کا پتا تو لکھا ہی نہ تھا فقط الور کا نام لکھکر چھوڑ دیا میں کیونکر خط بھیجتا۔ بارے اب شہاب الدین خاں کی زبانی پتا معلوم ہوا۔ سو اب میں تمکو خط لکھتا ہوں۔ جینا بیگم اچھی طرح ہے میرے پاس آتی رہتی ہے اور تمھارے گھر میں سب طرح خیر و عافیت ہے۔ اکتوبر کے مہینے کی تمھاری تنخواہ تمھارے گھر بھیجدی۔ مرزا حسین علی خاں بندگی عرض کرتا ہے۔ اسد اللہ۔ تحریر تاریخ ۱۶ نومبر ۱۸۶۶ء۔

بنام ذوالفقار الدین حیدر خاں عرف حسین مرزا صاحب

بھائی تمھارے خطوں کا اور یوسف مرزا کے خطوں کا جواب بھیج چکا ہوں۔ محمد قلی خاں صاحب ہمہ تن مصروف ہیں۔ دو ولی کی تعطیل ہو چکی ہے۔ تو ندرا ے کی بی بی مر گئی ہے وہ غمزدہ ہو رہا ہے مگر خیر کام کریگا۔ کاشی ناتھ بے پروا آدمی ہے۔ تم ایک خط تاکیدی اُسکو بھی لکھ بھیجو۔ اکثر وہ کہا کرتا ہے کہ حسین مرزا جب لکھتے ہیں مرزا نوشہ صاحب ہی کو لکھتے ہیں یہ امر اُس پر ظاہر نہ ہو کہ میں نے تمھیں یوں لکھا ہے مطلب اپنا اس کو لکھو میں کیا کروں۔ اگر کہوں کہ میری جان بھی تمھارے کام آئے تو میں حاضر ہوں

یہ کہنا تکلفِ محض ہے۔ کون جان دیتا ہے اور کون کسی سے جان مانگتا ہے مگر جو فکر مجکو تمھاری ہے اور جو میری دسترس ہے اُسکو میرا خدا اور میرا خداوند جانتا ہے۔ دسترس کو تو تم بھی جانتے ہو انشاءاللہ تعالیٰ اوائل ماہ آیندہ یعنی نومبر میں نیر والا مقدمہ درست ہو جاے ان سطور کی تحریر سے مراد یہ ہے کہ ابھی حسینی لال تمھارا قرضخواہ آیا تھا۔ تمھارا حال پوچھتا تھا کچھ جھوٹ کہکر اُسکو اس راہ پر لایا ہوں کہ سو دو سو روپیہ تمکو بھیجدے۔ نیوں کی طرح تقریر اُسکو سمجھائی ہے کہ لالا جس درخت کا پھل کھانا منظور ہوتا ہے تو اُسکو پانی دیتے ہیں حسین مرزا تمھارے کھیت ہیں۔ پانی دو تو اناج پیدا ہو۔ بھائی کچھ تو نرم ہوا ہے تمھارے مکان کا پتا لکھوا کر لے گیا ہے اور یہ کہہ گیا ہے کہ میں اپنے بیٹے راجی داس سے صلاح کر کے جو بات ٹھہریگی آپ سے آکر کہونگا۔ اگر وہ روپیہ بھی بھیجدے تو کیا کہنا ہے اور اگر وہ خط لکھے اور تم اسکا جواب لکھو تو یہ ضرور لکھنا کہ اسداللہ نے جو تم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور وہ امر ظہور میں آنے والا ہے بس زیادہ کیا لکھوں۔ یہاں تک لکھ چکا تھا کہ سردار مرزا صاحب تشریف لاے۔ میں نے خط اُن کو خط نہیں دکھایا۔ مگر عند الاستفسار کہا گیا کہ خط حسین مرزا صاحب کو لکھتا ہوں اُنھوں نے کہا میرا سلام لکھنا اور لکھنا کہ یہاں سب خیر و عافیت سے ہیں اور سب کو دُعا سلام کہتے ہیں۔ یوسف مرزا کو بعد دُعا کے معلوم ہو کہ اسوقت سردار مرزا سے دریافت ہو گیا کہ عباس مرزا کے نام کا تمھارا رقعہ اُنکو پہنچ گیا۔ شنبہ ۲۹ اکتوبر

ایضاً نواب صاحب آج تیسرا دن ہے کہ تمکو حال لکھ چکا ہوں۔ محمد قلی خان آئے۔ ہم میں اُنمیں باہم گفتگو ہوئی۔ نواب گورنر کی آمد آمد میں کچہریاں بند۔ حکام میرٹھ کو چلے جاتے ہیں۔ ۱۹ یا ۲۰ دسمبر کو میرٹھ خیام ہو گا۔ دربار وہیں ہو گا۔ رہا دلی کا آنا مشتبہ ہے۔ کوئی کہتا ہے نہ آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے جریدہ بسبیل ڈاک آئیں گے۔ کوئی کہتا ہے مع لشکر آئیں گے ۱۳ دن یہاں رہیں گے آج ۱۵ دسمبر کی ہے جو کچھ واقع ہو گا وہ تمکو لکھوں گا۔ نقل حکم کی درخواست اور اس مقدمہ کی فکر بعد اس ہنگامے کے عمل میں آئیگی خاطر عاطر جمع رہے۔ تمھارا دوست بھی حسب الحکم کمشنر ہانسی حصار کل یا پرسوں میرٹھ کو جائیگا اور

اُدھر سے امین الدین خاں بھی وہاں آئیگا۔ میرا دربار اور خلعت دہا بُرد ہو گیا۔ نہ پنشن کی توقع
نہ دربار و خلعت کی صورت نہ نذرانہ انعام نہ رسم معمولی قدیم۔ یوسف مرزا صاحب کو دعا پہنچے۔ پرسوں کلو
جُوتا لے آیا۔ کل دونوں طرف سے کھلا ہوا لے کر گیا۔ ڈاک کے کارپردازوں نے اُلٹا پھیر دیا اور کہا کہ
پولندہ بنا لاؤ۔ پولندہ بنا کر لے گیا کہا بارہ پر دونٹ لے لیا۔ بیٹھا رہا۔ رات کو نو بجے اُسکے سامنے
روانہ ہوا۔ رسید لیکر اپنے گھر آیا خدا کرے تمکو پہنچ جاوے اور پسند آئے۔ قصیدہ کے باب میں میں
مایوس مطلق ہوں مگر خیر جو کچھ واقع ہو بطریق خبر لکھ بھیجنا۔ مثنوی بادِ مخالف کی تمہاری تحریر سے معلوم ہو گئی
خیر مفتی صاحب کے حکم کی تعمیل ہو گئی۔ فیلخانہ تک پیر الال ڈگی کی محاذی کے مکانات سب گرا دیے گئے۔ بُلاقی بیگم کا کوچہ
التوا میں ہے اہلِ فوج ڈھانا چاہتے ہیں۔ اہلِ قلم بچاتے ہیں پایانِ کار دیکھئے کیا ہو۔ جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۸۵۹ء

ایضاً جنابِ عالی۔ کل آپکا خط لکھا ہوا شنبہ یکم نومبر کا پہنچا۔ لطف یہ کہ کل ہی سہ شنبہ کا دن ۸ نومبر
کی تھی۔ آج بدھ کا ۹ نومبر کی صبح کیوقت میں تمکو خط لکھنے بیٹھا تھا کہ برخوردار یوسف مرزا خان کا خط لکھا ہوا
سہ نومبر کا پہنچا۔ اب میں دونوں خطوں کا جواب باہم لکھتا ہوں۔ دونوں صاحب باہم پڑھ لیں ۱۲ مرزا آغا جانی
صاحب اچھی طرح ہیں اُن کو تپ آ گئی تھی اب تپ مفارقت کر گئی ہے مگر ضعف باقی ہے۔ آج چوتھا دن ہے
کہ میرے پاس آئے تھے۔ کاشی ناتھ سراسر پہلوتہی کرتا ہے۔ لونڈے کو تاکید کرتے ہیں آجکل یہاں
پنجاب احاطہ کے بہت حاکم فراہم ہیں۔ پون ٹوٹی کے باب میں کونسل ہوئی۔ پرسوں ۷ نومبر سے
جاری ہو گئی۔ سالگ رام خزانچی۔ چھنا مل۔ مہیش داس ان تینوں شخصوں کو یہ کام بطریق امانی سپرد ہوا
غلہ اور اُپلے کے سوا کوئی جنس ایسی نہیں کہ جسپر محصول نہ ہو۔ آبادی کا حکم عام ہے۔ خلق کا ازدحام ہے
آگے حکم تھا کہ مالکانِ مکان رہیں کرایہ دار نہ رہیں پرسوں سے حکم ہو گیا کہ کرایہ دار بھی رہیں کہیں کچھ
نہ سمجھنا کہ تم پائیں یا کوئی اپنے مکان میں کرایہ دار کو آباد کرے۔ وہ لوگ جو گھر کا نشان نہیں رکھتے
اور ہمیشہ سے کرایہ کے مکان میں رہتے تھے وہ بھی آ رہیں مگر کرایہ سرکار کو دیں۔ تم انصاف کرو

ہمشیرہ کی درخواست کیونکر گزرے جب وہ خود آئیں اور درخواست دیں اور منظور ہو اور مکان ملے تو اُس تمام شہرستان ویران میں سے ایک حویلی ملے گی اور اُن کو یہاں رہنا ہوگا کیونکہ اُس ویرانہ میں تنہا بیٹھنگی سہم کر دم نکل جائیگا۔ مانا کہ جبر اختیار کر کر رہیں۔ کھائیں گی کہاں سے۔ بہرحال یہ سب خیالات خام اور جملے ناتمام ہیں ہاں نقل لینی اور مرافعہ نکرنا اور نقل حکم لینی اور پھر مرافعہ کرنا پھر اُس حکم کی نقل لینی یہ موسم ایسے نہیں کہ جلد فیصل ہو جائیں حکّام بے پروا۔ مختار کار عدیم الفرصت۔ مَیں پاشکستہ۔ محمد قلی خاں کبھی یہاں کبھی وہاں۔ وقت پر موقوف ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ حکیم احسن اللہ خاں کے مکانات شہر اُنکو مل گئے اور یہ حکم ہے کہ شہر سے باہر نہ جاؤ۔ دروازہ سے باہر نہ نکلو۔ اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ نواب حامد علیخاں کے مکانات سب ضبط ہو گئے وہ قاضی کے حوض پر کرایہ کے مکانات میں مع متوسلین کے رہتے ہیں۔ باہر جانیکا حکم اُنکو بھی نہیں۔ مرزا الٰہی بخش کو حکم کراچی بندر جانے کا ہے۔ اُنہوں نے زمین پکڑی ہے۔ سلطان جی میں رہتے ہیں عذر کر رہے ہیں۔ دیکھیئے یہ جبر اُٹھ جاوے یا یہ خود اُٹھ جائیں۔ ❊

ایضاً نواب صاحب پرسوں مجھکو تمھارا خط پہنچا۔ پہر دن چڑھے لارڈ صاحب کا لشکر آیا۔ کابلی دروازہ کی فصیل کے قریب بھولو شاہ کی قبر کے سامنے خیمہ خاصہ برپا ہوا۔ اور باقی لشکر تیس ہزاری باغ تک اُترا ہے پنجشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۹ع۔ اب غالب کے مصیبت کی داستان سنیئے۔ پرسوں تمھارا خط پڑھکر لشکر کو گیا۔ میر منشی سے ملا۔ اُن کے خیمہ میں بیٹھکر صاحب سکرتر بہادر کو اطلاع کروائی۔ چپراسی کے ساتھ کلو بھی گیا تھا۔ جواب آیا کہ ہمارا سلام دو اور کہو کہ فرصت نہیں ہے۔ خیر میں اپنے گھر آیا۔ کل پھر گیا۔ خبر کروائی۔ حکم ہوا کہ غدر کے زمانہ میں تم باغیوں کی خوشامد کرتے رہتے تھے اب ہم سے ملنا کیوں مانگتے ہو عالم نظر میں تیرہ و تار ہو گیا۔ یہ جواب پیام نومیدی جاوید ہے نہ دربار نہ خلعت نہ پنشن اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بقیہ خیر شکر ہے کہ راجہ بھرتپور برات لیکر پٹیالہ گیا تھا اور اس سبب سے آگرہ میں لاٹ صاحب سے نہیں ملا تھا۔ ایک ہفتہ سے معاودت کر کے یہاں آیا ہوا تھا آج اُس کی ملازمت ہے شنبہ

شنبہ ۳۱ دسمبر ۱۸۵۹ء گیارہ بجے ہوں گے میں خط لکھ رہا ہوں توپیں چل رہی ہیں شاید راجہ صاحب کی ملاقات اسوقت ہوئی۔ کل یکشنبہ ہے۔ پرسوں دوشنبہ کو یا سہ شنبہ کو لارڈ صاحب کا کوچ ہے۔ کہتے ہیں کہ پٹیالہ کو جائینگے۔ کل صبح کو محمد قلی خاں آئے ایک عرضی انگریزی اُن کے ہاتھ میں۔ کہنے لگے یہ عرضی طالع یار فیلبان نے مجکو بھیجی ہے اور کہا ہے کہ اسکے گزراننے کا موقع نہیں۔ میں اسوقت سوار ہوا چاہتا تھا تمھارے پاس سُنکر گیا۔ اپنا داغ حسرت جیسا اوپر لکھ آیا ہوں لیکر آیا۔ ابراہیم علیخان الور میں مستسقی ہو کر مرگئے۔ خدا اُن کو بخشے اور مجکو بھی یہ دن نصیب کرے۔ کمشنر صاحب کا نائب یہاں کوئی نہیں اور نہ کسی انگریزی خوان سے اُسکی تصدیق ہو سکتی ہے اتنا سمجھا ہوں کہ ایک محکمہ لاہور معاوضہ نقصان رعایا کے واسطے تجویز ہوا ہے اور حکم یہ ہے کہ جو رعیت کا مال کالونی لوٹا ہے البتہ اُسکا معاوضہ بحساب دہ در صد ملیگا یعنی ہزار روپے مانگنے والے کو سو روپیہ ملیں گے اور جو گوروں کے وقت کی غارتگری ہے وہ ہدر اور بجل ہے اُسکا معاوضہ نہ ہوگا۔ شاید یہ ہی کمشنر ہوں مکانات کا۔ حامد علی خاں کا ذکر کیوں لکھتے ہو وہ تو مدت سے ضبط ہو کر سرکار کا مال ہو گیا۔ باغ کی صورت بدل گئی تھی۔ محل سرا اور کوٹھی میں گورے رہتے تھے اب پھاٹک اور ستر اور تمام دکانیں گرا دی گئیں۔ سنگ و خشت کا نیلام کر کے روپیہ داخل خزانہ ہوا مگر یہ نہ سمجھو کہ حامد علی خاں کے مکان کا عملہ بکا ہے۔ سرکار نے اپنا مملوکہ و مقبوضہ ایک مکان ڈھا دیا۔ جب بادشاہ اودھ کی املاک کا وہ حال ہو تو رعیت کی املاک کو کون پوچھتا ہے۔ تم اب تک سمجھے نہیں ہو کہ حکام کیا سمجھتے ہیں اور نہ کبھی سمجھو گے کیسا قانون۔ راے کیسی نقل، حکم کیسا مرافعہ۔ جو احکام کہ دلی میں صادر ہوتے ہیں وہ احکام قضا و قدر ہیں اُنکا مرافعہ کہیں نہیں۔ اب یوں سمجھ لو کہ نہ ہم کبھی کہیں کے رئیس تھے نہ جاہ و حشم رکھتے تھے نہ املاک رکھتے تھے نہ پنشن رکھتے تھے۔ رامپور زندگی میں میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہو گیا۔ جب تم لکھتے ہو کہ للہ تم وہاں جاؤ تو مجکو ہنسی آتی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ ملا ماہ رجب المرجب رامپور میں دیکھوں جو تدبیر وثیقہ کے باب میں تم نے کی ہے بہت مناسب ہے بشرط پیش ہونے اور ولایت پہنچنے کے سجاد مرزا اور اکبر مرزا اپنی پیرانہ سری میں

انشاء اللہ العلی العظیم۔ یوسف مرزا خاں کو دعا پہنچے۔ حال قصیدہ و مخمس کا معلوم ہوا۔ قبلہ و کعبہ وہ کہہ رہے ہیں جو آبا
و اجداد سے اور آقا غلام سے سلوک کرتا ہے اُن کو منظور ہے کہ دعا کا عطیہ جدا پاؤں اور ثنا کا صلہ جدا پاؤں
کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما۔ لیکن میری جان انصاف تو کر۔ ان صلوں میں زندگی تو بسر نہیں ہوتی یہ فکر بھی بیہودہ
ہے۔ زندگی میری کیا تک سات مہینے یہ اور بارہ مہینے سال آئندہ کے۔ اسی مہینے میں اپنے آقا کے
پاس جا پہنچتا ہوں۔ وہاں نہ روٹی کی فکر نہ پانی کی پیاس نہ جاڑے کی شدت۔ نہ گرمی کی حدت۔ نہ حاکم کا
خوف نہ مخبر کا خطر۔ نہ مکان کا کرایہ دینا پڑے نہ کپڑا خریدنا پڑے نہ گوشت گھی منگاؤں نہ روٹی پکواؤں
عالم نور اور سراسر سرور ؎ یا رب این آرزوے من چہ خوش ست ٭ تو بدین آرزو مرا برسان ٭
بندۂ علی ابن ابی طالب۔ آرزومند مرگ۔ غالب۔ روز سہ شنبہ ۱۳ دسمبر ۱۸۵۹ء ٭

بنام یوسف مرزا صاحب

کوئی ہے ذرا یوسف مرزا کو بلائیو۔ لو صاحب وہ آئے۔ میاں میں نے کل خط تمکو بھیجا ہے مگر تمھارے
ایک سوال کا جواب رہ گیا ہے۔ اب سن لو تفضل حسین خاں اپنے ماموں مؤید الدین خاں پاس میرٹھ
ہے۔ شاید دلی آیا ہو مگر میرے پاس نہیں آیا۔ والد اُن کے غلام علی خاں اکبرآباد میں ہیں کتب داری
کرتے ہیں۔ لڑکے پڑھاتے ہیں۔ روٹی کھاتے ہیں۔ تم لکھتے ہو کہ پچاس محل واجد علی شاہ کے کلکتہ گئے
تمھارے ماموں محمد قلیخاں کے خط میں لکھتے ہیں کہ شاہ اودھ بنارس آگئے۔ اس خبر کو اُس خبر کے
ساتھ منافات نہیں ہے۔ اُدھر سے آپ بنارس کو چلے ہوں۔ اِدھر سے بیگمات کو وہاں بلا ہو مگر مگر
میری جان ہم کو کیا ؎ عالم پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب ٭

ایضاً۔ آؤ صاحب میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ آج یکشنبہ کا دن ہے۔ ساتویں تاریخ رمضان کی اور
اُنیسویں اپریل کی صبح کو بھائی فضلو جنکو میر کاظم علی بھی کہتے ہیں۔ اور ہمنے احتلام الدولہ خطاب دیا
ہے وہ تین پاؤ کھجوریں اور ایک ٹین کا لوٹا اور دو سوت کی رسیاں لیکر بھٹیارے کے ٹٹو پر سوار ہو کر الور

روانہ ہوئے۔ پھر دن چڑھے ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط میرے نام کا اور ایک حکمنامہ محکمہ لاہور موسومہ میر کاظم علی لایا
یہاں تک لکھ چکا تھا کہ تمھارے ماموں صاحب مع سجاد مرزا تشریف لائے۔ تمھارا خط اُنکو دیدیا وہ اُسکو پڑھ رہے
ہیں اور میں یہ خط تمکو لکھ رہا ہوں۔ پہلے تو یہ لکھتا ہوں کہ حکمنامہ میر کاظم علی کو دیدینا اور میری طرف سے
تعزیت کرنا کہ میرے بھائی صبر کرو اور چپ ہو رہو۔ تاریخ کے دو قطعوں میں ایک قطعہ رہا۔ ماہرو خوش خرام
کی جگہ مہرخ خوش خرام بنا دیا ہے۔ قطعہ اچھا ہے بشرط آنکہ متوفیہ کا شوہر یہ الفاظ اپنے زوجہ کیواسطے
گوارا کرے۔ خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے والیٔ رامپور کو اس پنشن کے اجرا میں کچھ دخل نہیں یہ کام
خداساز ہے۔ بہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ناظر جی نے تمھارے قول کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں
مسودہ عرضی کا میرے پاس آ گیا۔ میں تمکو دکھاؤنگا خیر تمنے جو لکھا ہوگا وہ مناسب ہوگا خدا اُسے لائے
اور کام بن جائے۔ الکزنڈر ہدرلی صاحب میرے دوست کے فرزند ہیں اور نیکبخت اور سعادتمند ہیں
میر کاظم علی وغیرہ کی تنخواہ میں میری سپارش کو دخل نہیں ہے۔ تم کاظم علی سے دریافت کر لو۔ ہاں
دو مقدموں میں مَیں نے اُن کو دو خط لکھے مگر اُنھوں نے ایک کا بھی جواب نہیں لکھا۔ اور اُن مقدموں میں
کوشش بھی نہیں کی۔ اب اس کو سمجھکر جو کچھ لکھا اُسکے موافق عمل میں لاؤ۔ ناظر جی صاحب و سجاد مرزا اپنے
گھر گئے وہ تمکو دعا اور سجاد بندگی کہہ گیا ہے۔ اپنے آنے میں جلدی نہ کرو۔ ماں کی رضاجوئی کو سب اُمور پر
مقدم جانو۔ میں ابھی رامپور نہیں جاتا۔ برسات بعد بشرطِ حیات جاؤں گا یعنی اواخر اکتوبر یا اوائل نومبر
میں قصد ہے۔ یقین ہے کہ یہ خط دو دن میر کاظم علی کے پہنچنے سے پہلے تمھارے پاس پہنچے۔ اُن کے
نام کا حکمنامہ بہت احتیاط سے اپنے پاس رہنے دینا۔ خبردار جاتا نہ رہے جب وہ پہنچیں تب اُن کو حوالہ
کرنا۔ صاحب خس نہ نور۔ یہ باتیں غیرت کی ہیں۔ جس طرح اپنے اور بچوں کو دونگا مظفر میرزا اور تمکو
بھی اُسیطرح بھجواؤں گا۔ ہمشیرہ عزیزہ کو یعنی اپنی والدہ کو میری دعا کہنا۔ مرقومہ یکشنبہ وقت نیمروز
ہفتم رمضان و ۲۹ اپریل۔ غالب۔

ایضاً - یوسف مرزا کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تمہارا خط کل منگل کو پہنچا۔ آج بدھ ۱۷ شوال اور ۹ مئی کی ہے اُس کا جواب بھیجتا ہوں۔ خدا کی قسم ماسٹر ہرلی صاحب سے میری ملاقات نہیں ہے۔ ہاں الکھ صاحب سے سو اُن کے نام کا خط کھلا ہوا تمکو بھیجتا ہوں پڑھ کر بند کر کے اُن کو دو اور اُن سے ملو اور جو کچھ وہ کہیں مجھکو لکھو۔ احتشام الدولہ بھائی فضلو میر کاظم علی بہادر کیا جانے کتاب کسکو کہتے ہیں اور اگر کس ہتھیار کا نام اور سکندر شاہ کون سے درخت کا پھل ہے میر اُردو کا دیوان میرٹھ کو گیا۔ سکندر شاہ لے گئے مصطفیٰ خاں کو دے آئے ڈاک میں اُسکی رسید آگئی۔ نہ برہان قاطع نہ قاطع برہان۔ کل جسوقت تمہارا خط آیا اُسوقت منشی میر احمد حسین میرے پاس بیٹھے تھے اور اسوقت سالک مجذوب بیٹھا ہوا ہے یہ دونوں صاحب تمکو اور بھائی فضلو کو سلام کہتے ہیں۔ اور بھائی فضلو سے یہ کہدینا کہ باتفاق رائے منشی میر احمد حسین اب باغ کی درخواست کی عرضی [illegible] منحصر ہے۔ تمہارا کاغذ قیمتی ایک روپیہ کا منشی جی کے پاس موجود ہے وہ اُسکو بیچ کر روپیہ تمکو بھجوا دیں گے۔ غالب۔

ایضاً یوسف مرزا کیونکر تجھکو لکھوں کہ تیرا باپ مر گیا۔ اور اگر لکھوں تو پھر آگے کیا لکھوں کہ اب کیا کرو مگر صبر۔ یہ ایک شیوۂ فرسودہ ابنائے روزگار کا ہے۔ تعزیت یوں ہی کیا کرتے ہیں اور یہی کہا کرتے ہیں کہ صبر کرو۔ ہائے ایک کا کلیجا کٹ گیا ہے اور لوگ اُسے کہتے ہیں کہ تو نہ تڑپ۔ بھلا کیونکر نہ تڑپے گا۔ صلاح اس میں نہیں بتائی جاتی۔ دُعا کو دخل نہیں۔ دوا کا لگاؤ نہیں۔ پہلے بیٹا مرا پھر باپ مرا۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ بے سر و پا کسکو کہتے ہیں تو میں کہوں گا۔ یوسف مرزا کو۔ تمہاری دادی لکھتی ہیں کہ رہائی کا حکم ہو چکا تھا یہ بات سچ ہے۔ اگر سچ ہے تو جوانمرد ایکبار دونوں قیدوں سے چھوٹ گیا نہ قید حیات رہی۔ نہ قید فرنگ۔ ہاں صاحب وہ لکھتے ہیں کہ پنشن کا روپیہ مل گیا تھا وہ تجہیز و تکفین کے کام آیا۔ یہ کیا بات ہے کہ مجرم ہو کر ۱۴ برس کو مقید ہوا ہو اُس کا پنشن کیونکر ملے گا۔ اور کس کی درخواست سے ملیگا۔ رسید کس سے لیجائیگی۔ مصطفیٰ خاں کی رہائی

کا حکم ہوا اگر پنشن ضبط - ہرچند اس پرسش سے کچھ حاصل نہیں لیکن بہت عجیب بات ہے تمھارے خیال میں جو کچھ آئے وہ مجھکو لکھو - دوسرا امر یعنی تبدّل مذہب معاذاً باللہ - علی کا غلام کبھی مرتد نہ ہوگا - ہاں یہ ٹھیک ہے حضرت چالاک اور سخن ساز اور ظریف ہیں سوچے ہوں گے کہ ان رسموں میں اپنا کام نکالو اور رہا ہو جاؤ عقیدہ کب بدلتا ہے - اگر یہ بھی تھا تو اُن کا گمان غلط تھا - اس طرح رہائی ممکن نہیں - قصہ مختصر تمھاری دادی کا خط جو تمھارے بھائی نے مجھکو بھیجا تھا وہ میں نے تمھارے ماموں کے پاس بھیجدیا - اُن کی جاداد کی واگذاشت کا حکم ہو گیا ہے اگر اُن کے بڑے بھائی کے یار انکو چھوڑیں - سو دیکھیے انجام کار کیا ہوتا ہے - مظفر مرزا کو دعا پہنچے - تمھارا خط جواب طلب نہ تھا - تمھارے چچا کا آغاز اچھا ہے خدا کرے انجام آغاز کے مطابق ہو - ان کا مقدمہ دیکھکر تمھاری پھوپھی کا اور تمھارا سر انجام دیکھا جائیگا کہ کیا ہوتا ہے - ہوگا کیا اگر جاداد مل بھی گئی تو قرضدار دام دام لے لیں گے - رزاق حقیقی پنشن دلوادے کہ روٹی کا کام چلے - جناب میر قربان علی صاحب کو میرا سلام نیاز اور میر کاظم علی کو دعا - غالب - مرقومہ شنبہ ۲۷ شوال و ۹ مئی سال حال -

ایضًا ای میری جان اے میری آنکھیں ؏ ہجراں طفلے کہ در خاک رفت * چہ نالی کہ پاک آمد و پاک رفت وہ خدا کا مقبول بندہ تھا - وہ اچھی روح اور اچھی قسمت لیکر آیا تھا یہاں رہ کر کیا کرتا - ہرگز غم نہ کرو اور اور ایسی ہی اولاد کی خوشی ہے تو ابھی تم خود بچے ہو خدا تمکو جیتا رکھے اولاد بہت - نانا - نانی کی مرنیکا غم کیوں کرتے ہو وہ اپنی اجل سے مرے ہیں - بزرگوں کا مرنا بنی آدم کی میراث ہے - کیا تم یہ چاہتے تھے کہ وہ اس عہد میں ہوتے اور اپنی آبرو کھوتے - ہاں مظفر الدولہ کا غم منجملہ واقعات کربلا سے معلی ہے یہ داغ ماتم جیتے جی نہ مٹے گا - والد کی خدمت بجالانے کا ہرگز افسوس نہ چاہیے کچھ ہو سکتا ہو اور نہ کیا ہو تو مستحق ملامت ہوتے کچھ ہو ہی نہ سکے نہ کیا کرو - اب تو فکر یہ پڑی ہوتی ہے کہ دیکھیے کہاں دکھائے کیا مولانا کا حال کچھ تم سے مجھکو معلوم ہوا کچھ تم مجھ سے معلوم کرو - مرافعہ میں حکم دوام حبس بحال رہا - بلکہ تاکید ہوئی کہ جلد دریائے شور کی طرف روانا کرو - چنانچہ تمکو معلوم ہو جاوے گا - انکا ٹاپو ولایت میں

اپیل چاہتا ہی۔ کیا ہوتا ہی جو ہونا تھا سو ہو لیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ناظر جی کو سلام کہنا اور کہنا کہ حال اپنا تم کو مفصل لکھ چکا ہوں۔ وہ دلی اردو اخبار کا پرچہ اگر مل جائے تو بہت مفید مطلب ہے ورنہ خیر کچھ محل خوف و خطر نہیں ہے۔ حکام صدر ایسی باتوں پر نظر نہ کریں گے میں نے سکہ کہا نہیں اگر کہا تو اپنی جان اور حرمت بچانے کو کہا یہ گناہ نہیں اور اگر گناہ بھی ہے تو کیا ایسا سنگین ہے کہ ملکہ معظمہ کا اشتہار بھی اسکو نہ مٹا سکے۔ سبحان اللہ گولہ انداز کا بارود بنانا اور توپیں لگانی اور بنک گھر اور میگزین کا لوٹنا معاف ہو جائے اور شاعر کے دو مصرعے معاف نہ ہوں۔ ہاں صاحب گولہ انداز کا بہنوئی مددگار ہے اور شاعر کا سالا بھی جانب دار نہیں۔ لو حضرت میر عنایت حسین صاحب کل آئے۔ میر افضل حسین کا خط دیدیا۔ عینک لگا کر خوب پڑھا۔ کہہ گئے ہیں کہ اس کا جواب کل لاؤں گا۔ میں تو صبح کو یہ خط روانہ کرتا ہوں وہ آج یا کل جب خط لاویں گے اسکو جدا گانہ لفافہ میں روانہ کر دونگا۔ منتظر رہا دیکھیے کب تک آوے اور مجھ سے کیونکر ملے۔ ایک لطیفہ پرسوں کا سنو۔ حافظ ممّوں بے گناہ ثابت ہو چکے۔ رہائی پا چکے۔ حاکم کے سامنے حاضر ہوا کرتے ہیں۔ املاک اپنی مانگتے ہیں قبض و تصرف انکا ثابت ہو چکا ہے صرف حکم کی دیر۔ پرسوں وہ حاضر ہیں۔ مثل پیش ہوئی۔ حاکم نے پوچھا حافظ محمد بخش کون۔ عرض کیا کہ میں۔ پھر پوچھا کہ حافظ ممّوں کون۔ عرض کیا کہ میں۔ اصل نام میرا محمد بخش ہے۔ ممّوں ممّوں مشہور ہوں۔ فرمایا یہ کچھ بات نہیں۔ حافظ محمد بخش بھی تم اور حافظ ممّوں بھی تم۔ سارا جہان بھی تم۔ جو دنیا میں ہے وہ بھی تم۔ ہم مکان کسکو دیں۔ مثل داخل دفتر ہوئی۔ میاں ممّوں اپنے گھر چلے آئے۔ ہاں صاحب خواجہ بخش درزی کل تیسرے پہر کو میرے پاس آیا۔ میں نے جانا ایک ہاتھی کوٹھے پر چڑھ آیا۔ کہتا تھا کہ آغا صاحب کو میری بندگی لکھ بھیجنا۔ میرن صاحب آج کل پانی پت کو جایا چاہتے ہیں۔ میر کاظم علی ابن میر قلندر علی الور سے آئے ہوئے سلطان جی میں اترے ہوئے ہیں۔ دن پندرہ ایک ہوئے محمد قلیخاں میری ملاقات کو آئے تھے۔ علی جی میرے بھتیجے

ہیں۔ رضا شاہ پوڈری ہوئے ہیں۔ میر اشرف علی ابن میر اسد علی مرحوم نے رہائی پائی۔ ابھی ملاک کی درخواست نہیں دی۔ ہماری بھابی صاحبہ یعنی زوجہ میر احمد علی خاں مغفور اپنی حویلی میں چین کر رہی ہیں۔ ایک آدھ دن میں جاؤنگا خدا جانے جمعہ کے دن ناظر جی کی درخواست پر کیا گزری۔ اسوقت تک اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ دھیان لگا ہوا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں +

ایضاً میری جان خدا تیرا نگہبان۔ میں نے گرد پھنک کو دام میں پھنسایا۔ پھر قفس میں بند کر کے یہ رقعہ لکھوایا۔ میر ارتضیٰ حسین کو فقط اُن کے نام کی جو عبارت ہے وہ پڑھا دینا تاکہ انکی خاطر جمع ہو جائے۔ مثنوی کبھی اصلاح نہ پائیگی جبتک تمام نہو۔ مثنوی جبتک سب نہ لکھی ہو کیونکر اصلاح دیجائے اپنے چھوٹے ماموں صاحب کو میرا سلام باعتبار محبت کے اور بندگی باعتبار سیادت کے۔ اور دُعا باعتبار یگانگی اور اُستادی کے کہنا اور کہنا کہ بھائی اور کیا لکھوں۔ جس حکم کی نقل کیواسطے تم لکھتے ہو وہ اصل کہاں ہے جسکی نقل لوں۔ ہاں زبان زدِ خلق ہے کہ قدیم نوکروں سے بازپرس نہیں مشاہدہ اسکے خلاف ہے۔ اے لو کئی دن ہوئے کہ حمید خاں گرفتار آیا ہے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں حوالات میں ہیں۔ دیکھیے حکم اخیر کیا ہو۔ صرف نوندرائے کی مختار کاری پر قناعت کیجئے جو کچھ ہوتا ہے وہ ہو رہیگا۔ ہر شخص کی سرنوشت کے موافق حکم ہو رہے ہیں نہ کوئی قانون ہے نہ قاعدہ ہے نہ نظیر کام آئے نہ تقریر پیش جائے۔ ارتضیٰ خاں ابن مرتضیٰ خاں کی پوری دو سو روپے کی پنشن کی منظوری کی رپورٹ گئی اور اُن کی دو بہنیں سو سو روپیہ پاتے والیوں کو حکم ہوا کہ چونکہ تمہارے بھائی مجرم تھے تمہاری پنشن ضبط۔ بطریق ترحم دس دس روپیہ مہینا تمکو ملیگا ترحم یہ ہے تو قتل کیا قہر ہوگا۔ میں خود موجود ہوں اور حکام صدر کا رُو شناس۔ پنشن نہیں اُکھڑ سکتا ۳ ۵ برس کا پنشن تقرری اُسکا بہ تجویز لارڈ لیک و منظوری گورنمنٹ اور پھر نہ ملا ہے نہ ملے گا۔ خیر احتمال ہے ملنے کا جانتے ہو کہ علی کا بندہ ہوں۔ اُسکی قسم کبھی جھوٹ نہیں کھاتا۔ اسوقت کلو کے پاس ایک روپیہ آٹھ

باقی ہیں۔ بعد اسکے نہ کہیں سے قرض کی اُمید ہے نہ کوئی جنس رہن و بیع کے قابل۔ اگر رامپور سے کچھ آیا تو خیر ورنہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعض لوگ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ اس مہینے میں پنشن کی تقسیم کا حکم آجائیگا۔ دیکھیے آتا ہے یا نہیں اگر آتا ہے تو میں مقبولوں میں ہوں یا مردودوں میں۔ مظفر مرزا کا خط الور سے آگیا۔ بخیر و عافیت پہنچے۔ میر قاسم علی کا قافلہ بھی وہیں ہے۔ میر قاسم علی کی بی بی الور کی تنخواہ میں سے بموجب سہام شرعیہ و ثلث مظفر مرزا کو اور ایک ثلث اپنے کو تجویز کر گئی ہے ظاہرا بموجب تعلیم میر قاسم علی کے ہے۔ غالب۔ محررہ جمعہ ۱۳ ذی الحجہ و ۱۵ جولائی سال حال۔

ایضاً میاں پرسوں قریب شام مرزا آغا جانی صاحب آئے وہ اور اُنکے متعلق سب اچھی طرح ہیں ستو بیگ بانسی گئے۔ کل تمھارا خط آیا۔ بھائی تمھیں خارش کیوں ہوئی۔ حسین مرزا صاحب کیوں بیمار ہوئے۔ خدایا اُن آوارگانِ دشت غربت کو جمعیت جب تو چاہے عنایت کر۔ مگر تصدق مرتضیٰ علی کا تندرست رکھ۔ اللہ اللہ حسین مرزا کی ڈاڑھی سفید ہوگئی یہ شدت غم و رنج کی خوبیاں ہیں اس خط کے پہنچتے ہی اپنی اور اُنکی خیر و عافیت لکھنا جہاں تمنے اپنے نام کا خط پڑھا اُنکا حال ہے

دمے پیدا و دیگر دم نہان است	نگفتند احوال ما برقِ جہان است
گہے بر پشتِ پائے خود نہ بینم	گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم

ہمارے خداوند ہیں۔ ہمارے قبلہ و کعبہ ہیں خدا اُنکو سلامت رکھے۔ آغا باقر کا امام باڑہ اس سے علاوہ کہ خداوند کا عزاخانہ ہو ایک بنائے قدیم رفیع مشہور۔ اُسکے انہدام کا غم کس کو نہ ہوگا یہاں دو سڑکیں دوڑتی ہیں۔ ایک ٹھنڈی سڑک اور ایک آہنی سڑک محل اُن کا الگ الگ اس سے بڑھکر یہ بات ہے کہ گوروں کا بارگ بھی شہر میں بنے گا۔ اور قلعہ کے آگے جہاں لال ڈگی ہے ایک میدان کا نکالا جائیگا۔ محبوب کی دکانیں۔ بہلیوں کے گھر۔ فیلخانہ۔ بلاقی بیگم کے کوچے تک سواے لال ڈگی اور دو چار کنووں کے آثار عمارت باقی نہ رہینگی۔ آج جان نثار خاں کے

چھتے کے مکان ڈھنے شروع ہو گئے ہیں۔ کیوں میں دلی کے ویرانے سے خوش ہوں۔ جب اہلِ شہر ہی نہ رہے۔ شہر کو لے کے کیا چولھے میں ڈالوں۔ حسین مرزا صاحب کو میرا سلام کہنا۔ یہ قصہ سن چکا ہوں۔ ان کا خط موسومہ محمد قلی خاں آیا۔ کلو کے ہاتھ ان کے گھر بھجوا دیا۔ ان کا گھر کہاں وہ تو میر احمد علی خاں مرحوم کی بی بی کے ہاں رہتے ہیں۔ وہ یہ سمجھے جب بھابی صاحبہ کو معلوم ہوا کہ میرے دیور کا آدمی ہے۔ انھوں نے مدعا دریافت کر کے خط رکھ لیا اور کلو سے کہا کہ بھائی کو سلام کہنا کہ محمد قلی خاں علی جی گئے ہوئے ہیں خط انکے پاس بھجوا دوں گی۔ کل ضیا شاہ آئے تھے میں نے ان کو کہا تھا کہ تم میر احمد علیخاں کی بی بی کو تاکید کر دینا کہ خط ضرور کا ہے انکو پہنچا دینا۔ صاحب تمھاری آنا کو میں کیا جانوں۔ کس پتے سے ڈھونڈوں۔ دو ایک جگہ سے میں نے پوچھا۔ امیر النسا کو وہ تو بھیجی واجد علی کی ماں کر کے پہچانا۔ سو وہ کہتی تھی کہ واجد علی مع اپنی ماں کے پہاڑ گنج ہے۔ ہمشیرہ کی عرضی کے روانہ ہونے کا حال معلوم ہوا۔ تم سمجھو اگر وہ عرضی فی الحقیقت کمشنر نے بھیجدی ہے تو بیشک تمنا سے سائلہ قبول کر کے بھیجی ہے۔ اگر غور منظور کرتا تو کبھی نہ بھیجتا۔ باقر علی اور حسین علی اپنی دادی کے ساتھ نواب ضیاء الدینخاں کی والدہ کے پاس قطب صاحب گئے ہوئے ہیں۔ ایاز اور نیاز علی ان کے ساتھ ہیں۔ دو بندگیاں اور ایک دعا اور دو آداب ملتوی ہیں۔ جوا اور کلو اور کلیان کی بندگیاں پہنچیں۔ قمر الدین خاں پرسوں آیا تھا۔ اب آئے گا تو دعا تمھاری اس کو کہدوں گا۔ غالب۔

ایضاً ۔ حق تعالیٰ تمھیں عمر و دولت و اقبال عطا کرے۔ خط تحریرہ دوم محرم میں کوئی مطلب جواب طلب نہ تھا۔ مرزا حیدر بیگ صاحب کی رحلت کی خبر تھی اور بس۔ کل بدھ کا دن دو مہینوں کی ۸ تاریخ تھی۔ صبح کے وقت مرزا آغا جانی صاحب آئے اور انھوں نے فرمایا کہ حسین مرزا کی حرم لکھنؤ سے آئی تھی۔ بی بی ختن کے ہاں اتری تھی۔ اب وہ بیوی کو لینے بیٹے کے پاس گئی۔ کہتی تھی کہ نصیبِ اعدا ظفر بھی بہت بیمار ہیں

خدا اچھا کرے۔ یوسف مرزا میری جان نکل گئی کیا کروں۔ کیونکر خبر منگاؤں۔ یا علی یا علی یا علی میں بارہ
بار دل میں کہا ہوگا کہ مداری کا بیٹا دوڑا ہوا آیا اور تین خط لایا۔ یعنی وہ نیچے حویلی میں تھا۔ ڈاک
کے ہرکارہ نے خط لا کر دیئے۔ نیاز علی وہ پہلے آیا ایک خط یار عزیز کا اور ایک خط ہرگوپال تفتہ کا
اور ایک خط ذوالفقار الدین حیدر مولوی کا۔ میاں قریب تھا کہ خوشی کے مارے مجھکو رونا آجائے
بارے اس خط کو میں نے آنکھوں سے لگایا بلائیں لیں۔ اب تم تماشا دیکھو ۱۳ محرم کا خط ۱۷ کو
مجھے پہنچا۔ اُس میں مندرج کہ جمعہ کے دن ۱۹ کو اسپیشل ڈاک کلکتے جاؤنگا اور پھر حضرت مجھ سے
مطالب کا جواب مانگتے ہیں۔ ہاں جب کلکتہ پہنچ لیں گے اور وہاں سے مجھکو خط بھیجیں گے اور اپنے
مسکن کا پتہ لکھیں گے تب کچھ مجھکو لکھنا ہوگا لکھوں گا۔ آغا صاحب کو سب خط سُنا دیا۔ اور ان کو اسی وقت
کاشی ناتھ کے پاس بھیجا ہے تاکہ وہ اُسکو گرائیں اور شہرائیں اور کچھ سجاد مرزا کو سہلی بھجوائیں
ضیاء الدین خاں دو ہفتہ سے یہاں ہیں اپنے باغ میں اُترے ہوئے ہیں۔ دو بار میرے پاس بھی دو
دو گھڑی کے واسطے آئے تھے کچھ اُن کو منظور ہے برعایت اخلاص و محبت قدیم خدا چاہے تو کچھ سجاد مرزا
کو اور کلکتے سے اُن کے خط کے آنیکے بعد کچھ ناظرجی کو اُن سے بھجواؤں۔ میرا وہی حال ہے
بھوکا نہیں ہوں مگر کسی خفی متگذاری کی توفیق نہیں ہے۔ بُرے بھلے حال سے گذرے جاتی ہے۔
افسوس ہزار افسوس جو تم سے اور ناظرجی سے میرے دل کا حال ہے اگر کہوں تو کون باور کرے
اور وہ بات خود کہنے کی نہیں کرنے کی ہے سو کرنیکا مقدور نہیں۔ تفضل حسین خاں ابن غلام غوث خاں میرٹھ
میں اپنے ماموں صاحب کے پاس سے شہر میں آیا تھا۔ میرے پاس بھی آیا تھا۔ تمہارا سلام کہدیا۔ پرسوں
پھر وہ میرٹھ گیا۔ بھائی فضلو عرب سرائے میں ہیں پرسوں کے آئے ہوئے ہیں۔ وہ ٹٹو لیے پھرتے ہیں
عرضیاں دیتے پھرتے ہیں۔ کوئی سنتا نہیں۔ تمکو سلام کہتے ہیں۔ آمد و رفت کا ٹکٹ موقوف
ہوگیا۔ فقیر اوستھیا جس پاس ہو وہ آوے اور باقی ہندو مسلمان عورت مرد۔ سوار پیادہ جو چاہے

چلا جائے چلا آئے مگر غیر آبادی کے رات کو شہر میں رہنے نہ پائے۔ وہ شور و غل تھا کہ شہر کیں نکلینگے
اور گوروں کی چھاؤنی بنے گی کچھ بھی نہ ہوا۔ مربیٹ کر ایک جان نثار خاں کے چھتے کی سڑک نکلی
ہے۔ دلی والوں نے لکھنؤ کا خاکا اُڑا رکھا ہے کہتے ہیں کہ لاکھوں مکان ڈھا دیے اور صاف
میدان کر دیا۔ میں جانتا ہوں ایسا نہ ہوگا۔ بات اتنی ہی ہے جتنی تم نے لکھی ہے۔ بہر حال اب جو کچھ
ہو لکھو۔ اور ناظر جی کے روانہ ہو جانے کی خبر اور بھیا داور اکبر اور اُن کی ماں کی خیریت اور اپنے
بات کا حال لکھو۔ پنجشنبہ۔ ۱۸ محرم الحرام۔ ⁂

ایضاً۔ میری جان شکوہ کرنا سیکھو۔ یہ باب میں نے تم کو ابھی پڑھایا نہیں۔ کوئی خط تمہارا
نہیں آیا کہ میں نے اُسی دن یا دوسرے دن جواب نہ لکھا ہو۔ بلکہ میں ایسا جانتا ہوں کہ یہ جو تم
مجکو شکایت نامہ بھیجا ہے اسکے بعد ایک خط میرا ابھی تم کو پہنچا ہوگا یہ خط کل آیا آج میں اس کا جواب
لکھتا ہوں۔ سنو صاحب تم جانتے ہو کہ میں سہ پارچہ کا خلعت ایک بار اور پشمینہ خاص شال و
دوشالہ ایک بار پیشگاہ حضرت سلطان عالم سے پا چکا ہوں مگر یہ بھی جانتے ہو کہ یہ خلعت
مجکو دو بار کس کے ذریعہ سے ملا ہے۔ یعنی جناب قبلہ و کعبہ حضرت مجتہد العصر مدظلہ العالی۔ اب
آدمیت اسکی مقتضی نہیں ہے کہ میں بے اُن کے توسط کے مدح گستری کا قصد کروں۔ چنانچہ قصیدہ
لکھکر اور جیسا کہ میرا دستور ہے کاغذ کو بنا کر حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بھیجدیا ہے یقین ہے کہ حضرت نے
وہاں بھیجدیا ہوگا۔ اور میں تمکو بھی لکھ چکا ہوں کہ میں نے قصیدہ لکھنؤ کو بھیجدیا ہے۔ اُسی خط میں
یہ بھی تمکو لکھا ہے کہ حضرت زبدۃ العلما سید نقی صاحب اگر کلکتے پہنچ گئے ہوں تو مجکو اطلاع دو۔
داروغگی املاک کے باب میں جو مناسب اور معقول اور واقعی ہے تو میں بے پردہ عالی شان
منظفر حسین خاں کے خط میں لکھتا ہوں ——— یہ ورق پڑھ کر
اُن کی خدمت میں گذران دو اور جو وہ ارشاد کریں مجکو لکھو۔ تمہارے اس خط کے مطالب مندرجہ کا

جواب بھیج چکا اس سے زیادہ میرے پاس کوئی بات اسوقت لکھنے کو نہیں ہے مگر یہ ایک خط تمہارے ماموں صاحب کے نام کا بھیج چکا ہوں اگر وہ پہنچے گا اور خدا کرے پہنچے تو اس سے تمکو ایک حال معلوم ہوگا۔ غالب۔ سہ شنبہ۔ ۵ نومبر ۱۸۵۹ء۔

ایضاً۔ یوسف مرزا میرا حال سوائے میرے خدا اور خداوند کے کوئی نہیں جانتا۔ آدمی کثرتِ غم سے سودائی ہوجاتے ہیں عقل جاتی رہتی ہے۔ اگر اس ہجوم غم میں میری قوتِ متفکرہ میں فرق آگیا ہو تو کیا عجب ہے بلکہ اسکا باور نہ کرنا غضب ہے۔ پوچھو کہ غم کیا ہے۔ غمِ مرگ۔ غمِ فراق۔ غمِ رزق غمِ عزت۔ غمِ مرگ میں قلعۂ نامبارک سے قطع نظر کرکے اہلِ شہر کو گنتا ہوں۔ مظفر الدولہ میر ناصر الدین مرزا عاشور بیگ میرا بھانجا۔ اُسکا بیٹا احمد مرزا اُنیس برس کا بچہ۔ مصطفیٰ خاں ابن اعظم الدولہ اُسکے دو بیٹے۔ ارتضیٰ خاں و مرتضیٰ خاں۔ قاضی فیض اللہ۔ کیا میں اُنکو اپنے عزیزوں کے برابر نہیں جانتا تھا اے لو بھول گیا۔ حکیم رضی الدینخاں۔ میر احمد حسین میکش اللہ اللہ انکو کہاں سے لاؤں۔ غمِ فراق حسین مرزا۔ یوسف مرزا۔ میر مہدی۔ میر سرفراز حسین۔ میرن صاحب خدا ان کو جیتا رکھے کاش یہ ہوتا کہ جہاں ہوتے وہاں خوش ہوتے۔ گھر اُن کے بے چراغ وہ خود آوارہ۔ سجاد اور اکبر کے حال کا جب تصور کرتا ہوں کلیجا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ کہنے کو ہر کوئی ایسا کہہ سکتا ہے مگر میں علی کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ ان اموات کے غم میں اور زندوں کے فراق میں عالم میری نظر میں تیرہ و تار ہے۔ حقیقی میرا ایک بھائی دیوانہ مر گیا۔ اُسکی بیٹی اُسکے چار بچے۔ اُسکی ماں یعنی میری بھاوج جیپور میں پڑے ہوئے ہیں اس تین برس میں ایک روپیہ انکو نہیں بھیجا بھتیجی کیا کہتی ہوگی کہ میرا بھی کوئی چچا ہے۔ یہاں اغنیا اور اُمرا کے ازواج و اولاد بھیک مانگتے پھریں اور میں دیکھوں۔ بس مصیبت کی تاب لانے کو جگر چاہئے اب خاص اپنا دکھ روتا ہوں۔ ایک بیوی دو بچے تین چار آدمی گھر کے۔ کلو کلیان ایاز یہ باہر۔ مداری کے جورو بچے بدستور گویا مداری موجود ہے۔ میاں گھمن گئے گئے مہینا بھر سے آگئے کہ بھوکا مرتا ہوں

اچھا بھائی تم بھی ہو - ایک پیسے کی آمد نہیں - بیس آدمی روٹی کھانے والے موجود - مقام معلوم سے کچھ آ جاتا
ہے وہ بقدر سدِ رمق ہے - محنت وہ ہے کہ دن رات میں فرصت کام سے کم ہوتی ہے - ہمیشہ ایک فکر برابر
چلی جاتی ہے - آدمی ہوں - دیو نہیں، بھوت نہیں - ان رنجوں کا تحمل کیونکر کروں - بڑھاپا، ضعفِ قویٰ -
اب مجھے دیکھو تو جانو کہ میرا کیا رنگ ہے - شاید کوئی دو چار گھڑی بیٹھتا ہوں ورنہ پڑا رہتا ہوں
گویا صاحبِ فراش ہوں نہ کہیں جانے کا ٹھکانا نہ کوئی میرے پاس آنے والا وہ عرق بقدرِ طاقت بنا کے رکھتا تھا
اب میسر نہیں - سب سے بڑھ کر آمد آمد گورنمنٹ کا ہنگامہ ہے - دربار میں جاتا تھا - خلعتِ فاخرہ پاتا
وہ صورت اب نظر نہیں آتی - نہ مقبول ہوں نہ مردود ہوں نہ بیگناہ ہوں نہ گنہگار ہوں نہ مخبر نہ مفسد
بھلا اب تم ہی کہو - اگر یہاں دربار ہوا اور میں بلایا جاؤں تو نذر کہاں سے لاؤں - دو مہینے دن رات
خونِ جگر کھایا اور ایک قصیدہ چونسٹھ بیت کا لکھا - محمد فضل مصور کو دیدیا وہ پہلی دسمبر کو مجھکو دیگا اُسکا
مطلع یہ ہے ۔ ز سالِ نو دگر آئے بروئے کار آمد ۔۔ ہزار و ہشتصد و شصت در شمار آمد ۔ آئین
التزام اپنی تمام سرگزشت کے لکھنے کا کیا ہے اُسکی نقل تمکو بھیجوں گا - میر آقازادہ روشن گہر جناب
مفتی میر عباس صاحب کو دکھایا اس بجھے ہوئے بلکہ مرے ہوئے دل پر کلام کا یہ اسلوب ہے - جہاں پناہ
کی مدح کی فکر نہ کر سکا - یہ قصیدہ ممدوح کی نظر سے گزرا نہ تھا - میں نے اسی میں امجد علی شاہ کی جگہ واجد علی شاہ
بٹھا دیا - خدا نے بھی تجھے یہی کہا تھا انوری نے بارہا ایسا کیا ہے کہ ایک کا قصیدہ دوسرے کے نام پر کر دیا -
میں نے باپ کا قصیدہ بیٹے کے نام کر دیا تو کیا غضب ہوا - اور پھر کیسی حالت اور کیسی مصیبت میں جس کا ذکر
بطریق اختصار اوپر لکھ آیا ہوں - اس قصیدے سے مجھکو غرض دستگاہِ سخن منظور نہیں - گدائی منظور ہے بہرحال
یہ تو کہو قصیدہ پہنچا یا نہیں پہنچا - پرسوں تمھارے ماموں کا خط آیا - وہ قصیدے کا پہنچنا لکھتے ہیں - کل
تمھارا خط آیا اُس میں قصیدے کے پہنچنے کا ذکر نہیں - اس تفرقہ کو مٹاؤ اور صاف لکھو کہ قصیدہ پہنچا یا نہیں
اگر پہنچا تو حضور میں گزرا یا نہیں اگر گزرا تو کسکی معرفت گزرا اور کیا حکم ہوا - یہ امور جلد لکھو اور ہاں یہ بھی لکھو کہ

املاکِ واقع شہر دہلی کے باب میں کیا حکم ہوا۔ میں تمکو اطلاع دیتا ہوں کہ کل میں نے فرد فہرست دیہات و باغات و املاک مع حاصل ہر ایک باغ و دہ و ملک ناظر جی کو بھیجدی ہے اس خط سے ایک دن پہلے وہ فرد پہنچے گی۔ یہ فرد کلکٹری کے دفتر سے لی ہے مگر اتنا معلوم ہے کہ شہر کی عمارت جو سڑک میں نہیں آئی اور برسات میں ڈھ نہیں گئی وہ سب خالی پڑی ہے کرایہ دار کا نام نہیں۔ مجھکو یہاں کی املاک کا علاقہ حسین مرزا صاحب کے واسطے مطلوب ہے میں تو پنشن کے باب میں حکم خیر سن لوں پھر رامپور چلا جاؤنگا۔ جمادی اول سے ذی الحجہ تک ۸ مہینے اور پھر محرم سے ۱۲۷۷ھ سال شروع ہوگا اس سال کے دو چار دس گیارہ مہینے غرضکہ انیس ۱۹ بیس ۲۰ مہینے ہر طرح بسر کرنے ہیں اسمیں رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم میں ہے وہ پہنچ جاے اور پھر علی علی کہتا ہوا ملکِ عدم کو چلا جاؤں جسم رامپور میں اور روح عالم نور میں یا علی یا علی یا علی۔ میاں ہم تمھیں ایک اور خبر لکھتے ہیں۔ بیجا کا بیٹا دو دن بیمار پڑا تیسرے دن مر گیا ہے ہے کیا نیکبخت غریب لڑکا تھا باپ اسکا شیو جی رام اسکے غم میں مردہ سے بدتر ہے یہ دو مصاحب میرے یوں گئے ایک مردہ دل افسردہ کون ہے جسکو تمہارا اسلام کہوں یہ خط اپنے ماموں صاحب کو پڑھا دینا اور فرد ان سے لیکر پڑھ لینا اور جسطرح انکی راے میں آئے امیر حصول مطلب کی بنا اٹھانا اور ان سب امور کا جواب شتاب لکھنا۔ ضیاء الدین خاں رہتک چلے گئے اور وہ کام نہ کر گئے دیکھیے آکر کیا کہتے ہیں یا رات کو آ گئے ہوں یا شام تک آجائیں۔ کیا کروں کس کے دل میں اپنا دل ڈالوں۔ بمرتضی علی پہلے سے نیت میں ہے کہ جو شاہ اودھ سے ہاتھ آئے حصہ برادرانہ کروں۔ نصف حسین مرزا اور تم اور سجاد۔ نصف میں مفلسوں کا مدار حیات خیالات پر ہے مگر انہی خیالات سے انکا حسن طبیعت معلوم ہوجاتا ہے والسلام خیر ختام۔ دوشنبہ دوم جمادی الاول ۱۲۷۶ھ ہجری مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۵۹ء وقت صبح

ایضاً میاں صبح کو تمہارے نام کا خط روانہ کیا۔ شام کو تمہارا ایک خط اور آیا۔ حضرت زبدۃ العلماء کا اب تک وہاں نہ پہنچنا تعجب کی بات ہے۔ حق تعالی انکو جہاں رہیں اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ جب چاہیں وہاں پہنچیں میرا مقصود تو اتنا ہی ہے کہ قصیدہ گزرے اور کچھ ہمارے تمہارے ہاتھ آئے لیکن کل کے خط کی نشست

جو سطریں ناظر جی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں اُسکے دیکھنے سے آس ٹوٹ گئی۔ کچھ ہاتھ آتا نظر نہیں آتا
املاک واقع شہر دہلی کے سوال کا جواب ابھی بارِ قلم انداز ہوا۔ مکرر اگر کہا جائیگا تو بشبات جواب آئیگا کہ ہمنے
تو عوض اُن مکانات کے یہ مکانات دیے ہیں معاوضہ ہوگیا۔ بھائی میں پہلے ہی جانتا تھا کہ املاک قتل ہوئی
اور وہ سوا لاکھ روپیہ جو علاوہ زرِ مقررہ ملا ہے وہ دلّی کی املاک کا خون بہا ہے۔ پرسوں ناظر جی کے نام
کے سرنامے میں فرد فہرست مجموع املاک بھیج چکا ہوں۔ خیر یہ وار بھی خالی گیا۔ مولانا غالب علیہ الرحمہ
خوب فرماتے ہیں ؎ منحصر مرنے پہ ہو جس کی اُمید ✤ نا اُمیدی اُس کی دیکھا چاہیے ✤
تمہارے ماموں صاحب کی دستخطی تحریر نے جو میرا حال کیا ہے وہ کس زبان سے ادا کروں۔ ہے ہے حسین مرزا
اور یہ کہے کہ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں۔ اور مجھ کمبخت سے اُس کا جواب سرانجام نہ ہو سکے بہت بڑا امر
تھا اور سرکار کی خدمت نہ سہی۔ عہدہ نہ سہی علاقہ نہ سہی۔ سو ڈیڑھ سو روپیہ درماہہ مقرر ہو جانا کیا مشکل
تھا۔ دلّی کے آدمی خصوصاً اُمرائے شاہی ہر شہر میں بدنام اتنے ہیں کہ لوگ اُنکے سایہ سے بھاگتے ہیں۔
مرشد آباد بھی ایک سرکار تھی۔ حیدر آباد بہت بڑا گھر ہے مگر بے ذریعہ و واسطہ کیونکر جاسے اور جائے تو
کس سے ملے کیا کہے ناچار وہیں رہو۔ کسی طرح شاہ اودھ کا سامنا ہو جائے اور میں کہاں کی صلاح بتاؤں
وہ صاحب ہٹنک گئے ہیں۔ کل یقین ہے کہ آگئے ہوں گے مجھے ابھی خبر نہیں آئی۔ اگر مشیتِ الٰہی
میں ہے تو دسمبر کے مہینے میں کچھ ظہور میں آجائیگا۔ نواب گورنر جنرل بہادر یقین ہے کہ آج آگرہ میں
رونق افروز ہو گئے۔ الور۔ جیپور۔ دھولپور۔ گوالیار۔ ٹونک۔ جاورہ۔ چھ رئیسوں کی [illegible]
ملازمت کی خبر ہے۔ خیر ہمکو کیا۔ لیث الدولہ حسین علیخاں بہادر کی خدمت میں میرا سلام نیاز اور شکر
یادآوری۔ مرقومہ صبح سہ شنبہ۔ ۲۹ نومبر ۳۔ جمادی الاولی بحساب جنتری۔ ✤

ایضاً میاں تمہارا خط رامپور پہنچا اور رامپور سے دلی آیا۔ میں ۲۲ شعبان کو رامپور سے چلا اور
۲۴ شعبان کو دلّی پہنچا۔ اُسی دن چاند ہوا۔ یکشنبہ رمضان کی پہلی۔ آج دو شنبہ ۹ رمضان کی ہے

سولہواں دن یہاں آئے ہوئے ہے۔ میں نے حسین مرزا کو رامپور سے لکھا تھا کہ یوسف مرزا کو میرے آنے تک الور نہ جانے دینا۔ اُنکی زبانی معلوم ہوا کہ وہ میرا خط اُن کو تمھاری روانگی کے بعد پہنچا۔ تم جو مجکو اپنے ماموں کے مقدمہ میں لکھتے ہو۔ کیا مجکو اُنکے حال سے غافل اور اُنکی فکر سے فارغ جانتے ہو۔ کچھ بنا ڈال آیا ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی صورت نکل آئے۔ اب تم کہو کہ کب تک آؤ گے۔ صرف تمھارے دیکھنے کو نہیں کہتا شاید تمھارے آنے پر کچھ کام بھی کیا جائے۔ مظفر مرزا کا اور ہمشیرہ صاحبہ کا آنا تو کچھ ضرور نہیں شاید آگے بڑھکر کچھ حاجت پڑے۔ بہرحال جو ہوگا وہ سمجھ لیا جائیگا۔ تم چلے آؤ ہمشیرہ عزیزہ کو میری دعا کہدینا۔ مظفر مرزا کو دعا پہنچے۔ بھائی تمھارا خط رامپور پہنچا۔ ادھر سے چلنے کی فکر میں جواب لکھ سکا۔ بخشی صاحبوں کا حال یہ ہے کہ آغا سلطان پنجاب کو گئے۔ جگراؤں میں منشی رجب علی کے مہمان ہیں۔ صفدر سلطان اور یوسف سلطان وہاں ہیں۔ نواب الٰہی علیخاں بقدر قلیل بلکہ اقل کچھ اُنکی خبر لیتے ہیں۔ میر جلال الدین خوشنویس اور وہ دونو بھائی باہم رہتے ہیں۔ میں وہیں تھا کہ صفدر سلطان دلی کو آئے تھے۔ اب جو میں یہاں آیا تو سُنا کہ وہ میرٹھ گئے خدا جانے رامپور جائیں یا کسی اور طرف کا قصد کریں۔ تباہی ہے۔ قہر الٰہی ہے۔ مجکو لڑکوں نے بہت تنگ کیا ورنہ چندروز اور رامپور میں رہتا۔ زیادہ کیا لکھوں۔ راقم غالب۔ دوشنبہ ۸ رمضان و ۲ اپریل

بنام منشی شیو نراین صاحب

صاحب خط پہنچا۔ اخبار کا لفافہ پہنچا۔ لفافوں کی جستجو کی۔ آپ نے کیوں تکلیف کی۔ لفافے بنانا دل کا بہلانا ہے۔ بیکار آدمی کیا کرے۔ بہرحال جب لفافے پہنچ جائیں گے ہم آپکا شکریہ بجا لائیں گے

ع ہرچہ از دوست میرسد نیکوست۔ یہاں آدمی کہاں ہے کہ اخبار کا خریدار ہو۔ مہاجن لوگ جو یہاں بستے ہیں وہ یہ ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کہ گیہوں کہاں سستے ہیں۔ بہت سخی ہونگے تو جنس پوری تول دینگے۔ کاغذ دو پیسہ کا کیوں مول لینگے۔ کل آپکا خط آیا رات بھر میں نے فکر شعر میں خونِ جگر کھایا

۱۲ شعر کا قصیدہ کہکر تمھارا حکم بجا لایا۔ میرے دوست خصوصًا میرزا تفتہ جانتے ہیں کہ میں فن تاریخ نہیں جانتا اس قصیدہ میں ایک روش خاص سے اظہار ۱۸۵۵ء کا کر دیا ہے خدا کرے تمھاری پسند آئے تم خود قدر دانِ سخن ہو اور میں استاد اس فن کے تمھارے بارہ میں میری محنت کی داد ملجائے گی ✦

قصیدہ

ملاذِ کشور و لشکر پناہِ شہر و سپاہ — جنابِ عالی ایلن برون والا جاہ
بلند رتبہ وہ حاکم وہ سرفراز امیر — کہ باج تاج سے لیتا ہے جسکا طرفِ کلاہ
وہ محضِ رحمت و رافت کہ بہرِ اہلِ جہاں — نیابتِ دمِ عیسیٰ کرے ہے جس کی نگاہ
وہ عینِ عدل کہ دہشت سے جس کی پرسش کے — بنے ہے شعلۂ آتش انیسِ پرِّ کاہ
زمیں سے شوکت کو ہر اُٹھے بجاے غبار — جہاں ہو توسنِ حشمت کو اُسکے جولاں گاہ
وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں الٰہی شکر — وہ خشمگیں ہو تو گردوں کہے خدا کی پناہ
یہ اُسکے عدل سے اضداد کو ہے آمیزش — کہ دشت و کوہ کے اطراف میں بہر سر راہ
ہژبر پنجے سے لیتا ہے کام شانے کا — کبھی جو ہوتی ہے اُلجھی ہوئی دمِ روباہ
نہ آفتاب ولے آفتاب کا ہم چشم — نہ بادشاہ ولے مرتبہ میں ہمسرِ شاہ
خدا نے اوسکو دیا ایک خوب رو فرزند — ستارہ جیسے چمکتا ہوا بہ پہلوے ماہ
زہے ستارۂ روشن کہ جو اُسے دیکھے — شعاعِ مہرِ درخشاں ہو جسکا تارِ نگاہ
خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں — بنے گا شرق سے تا غرب اُسکا بازیگاہ
جوان ہوکے کریگا یہ وہ جہانبانی — کہ تابع اُسکے ہوں روز و شبِ سپید و سیاہ
کہے گی خلق اُسے داورِ سپہر شکوہ — لکھیں گے لوگ اُسے خسرو ستارہ سپاہ
عطا کرے گا خداوند کارساز اُسے — روانِ روشن و خوے خوش و دلِ آگاہ
ملے گی اس کو وہ عقلِ نہفتہ داں کہ اُسے — پڑے نہ قطعِ خصومت میں احتیاجِ گواہ

یہ ترکتاز سے برہم کرے گا کشور روس | یہ لے گا بادشہ چین سے چھین تخت و کلاہ
سنین عیسوی اٹھارہ سو و اٹھاون | یہ چاہتے ہیں جہان آفریں سے شام و پگاہ
یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں | دراز اس کی عمر اس قدر سخن کوتاہ
امیدوار عنایات شیو نراین | کہ آپ کا ہے نمکخوار اور دولت خواہ
یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عز و جاہ کے ساتھ | تمھیں اور اسکو سلامت رکھے سدا اللہ

ایضاً شفیق میرے مکرم میرے منشی شیو نراین صاحب تم ہزاروں برس سلامت رہو۔ تمھارا خط پہنچا اسوقت پہنچا اور میں نے اسی وقت جواب لکھا بات یہ ہے کہ میں نہیں چاہتا کہ دو جزو یا چار جزو کی ہو چھ جزو سے کتاب کم نہو۔ مسطر دس گیارہ سطر ہو مگر حاشیہ تین طرف برابر ہے شیرازہ کی طرف کا کم ہو یہ باتیں سب تفتہ کو لکھ چکا ہوں۔ اُس بارے پروانے تم سے شاید کچھ نہیں کہا اسکے سوا یہ ہے کہ کاپی کی تصحیح ہو۔ غلطنامہ کی حاجت نہ پڑے۔ آپ خود متوجہ رہیئے گا اور منشی نبی بخش صاحب کو اگر کہیئے گا تو وہ بھی شریک ہیں گے اور مرزا تفتہ تو مالک ہی ہیں کاغذ شیو رام پوری ہو خیر مگر سفید مہرہ کیا ہوا اور لعاب دار ہو۔ پھر یہ ہو کہ حاشیہ پر جو لغات کے معنے لکھے جائیں تو اُسکی طرز تحریر اور تقسیم دلپسند اور نظر فریب ہو۔ حاشیہ کا قلم بہ نسبت متن کی قلم کے خفی ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان جلدوں میں سے دو جلدیں ولایت کو جائیں گی۔ ایک جناب فیضمآب ملکہ معظمہ انگلستان کی نذر اور ایک میرے آقا سے قدیم لارڈ الن برا بہادر کی نذر۔ اور چار جلدیں یہاں کے چار حاکموں کی نذر کرونگا۔ میرزا تفتہ کو پانچ جلدوں کو لکھا تھا لیکن اب چھ جلدیں تیار کر دیجیگا۔ یعنی شیرازہ اور جلد اور جدول اور ان چھ جلدوں کی جلد گیت پٹری روپیہ جلد سے لیکر دو روپیہ جلد تک ہو مجھ سے منگوا بھیجیے گا۔ میں بمجرد طلب کے فوراً ہنڈوی بھیجدونگا ایک خریدار پچاس جلد کے وہاں پہنچے ہیں واسطے خدا کے مرزا تفتہ سے کہیئے کہ اُن سے ملیں یعنی راجہ اُمید سنگھ بہادر اندور والے وہ چھلی اینٹ میں پولس کے پچھواڑے رہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ اُنکا خط

آ گیا اور میرزا تفتہ نے بھی مجھے پارسل کی رسید نہیں لکھی۔ اب میرا خط فارسی اپنے نام کا اور یہ خط دونوں خط اُن کو دکھا دیجیئے گا اور راجہ اُمید سنگھ سے ملنے کو کہیئے گا۔ اور ہاں صاحب اُن کو تاکید کیجیئے گا کہ وہ رباعی جو میں نے لکھ بھیجی ہے اسکو سب سے پہلے جہاں اُسکا نشان دیا ہے اُسی فقرے کے آگے ضرور ضرور۔ اور وہ رباعی بیسویں صفحہ میں اِس فقرے کے آگے ہے لینے اختر بخت خسرو در بلندی بجاے رسید کہ رُخ از خاکیاں نہفت۔ تم اُنکو یاد دلا کر اُن سے لکھوا لینا ضرور ضرور۔ یہ جو تمنے لکھا کہ صاحب نے سُن کر اسکو پسند کیا میں حیران ہوں کہ کونسا مقام تمنے پڑھا ہوگا کیونکہ کہوں کہ صاحب اس عبارت کو سمجھے ہوں گے۔ اس کی جو حقیقت ہو مفصّل لکھو۔ زیادہ زیادہ۔ راقم اسداللہ۔

سہ شنبہ۔ ۳۱۔ ماہ اگست ۱۸۵۸ء۔ ضروری جواب طلب۔

ایضًا۔ مہاراج سخت حیرت میں ہوں کہ منشی ہرگوپال صاحب نے مجکو خط لکھنا کیوں چھوڑا۔ اگر مجھ سے خفا ہیں تو کیوں خفا ہیں اور اگر شہر میں نہیں تو کہاں گئے اور کیوں گئے ہیں اور کب تک آئیں گے آپ مہربانی فرماکر یہ اُمور مجھ کو لکھ بھیجیئے۔ اس سے علاوہ ایک رباعی مرزا تفتہ کو بھیجی ہے اور اُنکو لکھا ہے کہ اسکو دستنبو میں فلاں جگہ درج کر دینا اور ایک دو فقرے بھائی منشی نبی بخش صاحب کو لکھے ہیں اور اُنکو بھی دستنبو میں لکھنے کا محل بتا دیا ہے۔ میں نہیں جانتا ان دونوں صاحبوں نے میرے کہنے پر عمل کیا اور اُنھوں نے نظم کو اور اُنھوں نے نثر کو کتاب کے حاشیہ پر چڑھا دیا یا نہیں ہم تم سے بہزار آرزو خواہش کرتا ہوں کہ اگر وہ رباعی اور وہ فقرے حاشیہ پر چڑھ گئے ہیں تو مجکو اُن کے لکھے جانے کی اطلاع دیجیئے کہ تشویش رفع ہو اور اگر اُن دونوں صاحبوں نے بے پروائی کی ہے تو واسطے خدا کے آپ مرزا تفتہ سے رباعی اور منشی نبی بخش صاحب سے دونوں فقرے لے لیجیئے اور محل تحریر میرے خط سے معلوم کرکے اُنکو جابجا حاشیہ پر رقم کیجیئے اور مجکو اطلاع دیجیئے ضرور ضرور ضرور ضرور۔ اور ایک اور کام آپکو کرنا چاہیئے کہ شاید میرے صفحے کے آخر میں یا چوتھے صفحہ کے اوّل میں یہ فقرہ ہے اگرچہ دم و یگانہ میان

بہم پیوند۔ ہیب کا لفظ عربی ہے یہ سہو سے لکھا گیا ہے اسکو چھیل ڈالیئے گا اور اُسکی جگہ نوا لے مناسب بنا دیجئے
حقیقت لکھکر اب سوالات الگ الگ لکھتا ہوں پہلا سوال میرزا تفتہ کا حال اور اُن کے خط کے نہ آنے
کی وجہ لکھیے۔ دوسرا سوال میرزا تفتہ نے اگر رباعی دستنبو کے حاشیہ پر لکھدی ہے تو اسکی اطلاع ورنہ
اُنکے نام کے خط سے رباعی اور تحریر کا حال معلوم کر کے آپ حاشیہ پر لکھدیں۔ اور مجکو اطلاع دیں۔
تیسرا سوال منشی نبی بخش صاحب نے اگر میری بھیجی ہوئی نثر درج کر دی ہے تو اُسکی اطلاع ورنہ
اُس نثر سے لیکر اور محل معلوم کر کے حاشیہ کتاب پر لکھدیجیے اور مجکو لکھ بھیجیے چوتھا سوال اب جسطرح
لکھ آیا ہوں ہیب کی جگہ نوا کا لفظ بنا کر مجکو عنایت کیجیے۔ پانچواں سوال۔ خریدار پچاس جلدوں کے پہنچے
میرزا تفتہ سے ملے روپیہ پچاس جلد کی قیمت کا دیا یا ہنوز یہ اُمور وقوع میں آئے اسکی اطلاع ضرور دیجیے
چھٹا سوال۔ چھاپا شروع ہو گیا یا نہیں۔ اگر شروع نہیں ہوا تو کیا سبب۔ متوقع ہوں کہ میرے سب کا
ازراہِ عنایت بنا کر ان چھ سوال کا جواب اسیطرح جُدا جُدا لکھیے اور ضرور سب لکھیے اور جلد لکھیے۔

راقم اسد اللہ خاں۔ روز جمعہ۔ سوم ستمبر ۱۸۵۸ء۔

ایضاً۔ نورِ بصر لختِ جگر منشی شیو نراین کو دعا پہنچے۔ خط اور رپورٹ کا لفافہ پہنچا۔ اور سب حال تمہارے
خاندان کا دریافت ہوا۔ سب میرے جگر کے ٹکڑے ہیں اور تم اپنے دودمان کے چشم و چراغ ہو البتہ خاتمہ
شوق سے لکھو آخر کے صفحہ کی دو سطریں از روے مضمون سراسر کتاب کے مضمون کے خلاف ہیں
میں نے سرکار کی فتح کا حال نہیں لکھا صرف اپنی پندرہ مہینے کی سرگذشت لکھی ہے۔ تقریباً شہر و سپاہ کا بھی
ذکر آیا ہے اور وہ اپنی سرگذشت جو میں نے لکھی ہے سو ابتداء ۱۱ مئی ۱۸۵۷ء سے ۳۱ جولائی ۱۸۵۸ء
تک لکھی ہے۔ شہر ستمبر میں فتح ہوا اسکا بیان ضمناً آ گیا۔ خوب ہوا جو تم نے مجھ سے پوچھا ورنہ بڑی قباحت
ہوتی۔ اب میں جس طرح سے کہوں سو کرو۔ پہلے سمجھو کہ تقسیم یوں ہے تین سطریں اوپر اور تین سطریں
نیچے اور بیچ میں ایک سطر اسمیں کتاب کا نام۔ کیوں میاں تقسیم یوں ہی ہے اب میں دوسرے صفحہ پر

ساتویں سطریں لکھ دیتا ہوں اُسکو ملاحظہ کرو اور میرا کہا مانو ورنہ کتاب کی حقیقت غلط ہو جائے گی
اور مطبع پر بات آئیگی۔ اس صفحہ میں دو ایک باتیں اور سمجھاتا ہوں کہ وہ ضروری ہیں۔ سنو میری جان نوابی کا
مجکو خطاب ہے۔ نجم الدولہ اور اطراف و جوانب کے اُمرا سب مجکو نواب لکھتے ہیں بلکہ بعض انگریز بھی
چنانچہ صاحب کمشنر بہادر دہلی نے جو ان دنوں میں ایک روبکاری بھیجی ہے تو لفافہ پر اسد اللہ خاں لکھا لیکن
یہ یاد رہے نواب کے لفظ کے ساتھ میرزا یا میر نہیں لکھتے یہ خلاف دستور ہے یا نواب اسد اللہ خاں لکھو یا میرزا اسد اللہ
خاں لکھو اور بہادر کا لفظ تو دونوں حال میں واجب اور لازم ہے۔ ٭

ایضاً برخوردار نور چشم منشی شیو نراین کو معلوم ہو کہ مَیں کیا جانتا تھا کہ تم کون ہو جب یہ جانا کہ تم ناظر
بنسی دھر کے پوتے ہو تو معلوم ہوا کہ میرے فرزند دلبند ہو۔ اب تمکو مشفق و مکرم لکھوں تو گنہگار۔
تمکو ہمارے خاندان اور اپنے خاندان کی آمیزش کا حال کیا معلوم ہے مجھ سے سُنو تمھارے دادا کے
والد عہد نجف خاں ہمدانی میں میرے نانا صاحب مرحوم خواجہ غلام حسین خاں کے رفیق تھے۔ جب میرے
نانا نے نوکری ترک کی اور گھر بیٹھے تو تمھارے پردادا نے بھی کمر کھولی اور پھر کہیں نوکری نہ کی
یہ باتیں میرے ہوش سے پہلے کی ہیں مگر جب مَیں جوان ہوا تو مَیں نے یہ دیکھا کہ منشی بنسی دھر خاں صاحب
کے ساتھ ہیں اور اُنھوں نے جو کیتھم گانوں اپنی جاگیر کا سرکار میں دعویٰ کیا تو منشی بنسی دھر اُس امر کے منصرم
اور وکالت اور مختاری کرتے ہیں اور وہ ہم عمر تھے۔ شاید منشی بنسی دھر مجھ سے ایک دو برس بڑے ہوں
یا چھوٹے ہوں۔ اُنیس بیس برس کی میری عمر اور ایسی ہی عمر اُنکی باہم شطرنج اور اختلاط اور محبت
آدھی آدھی رات گزر جاتی ہے چونکہ گھر اُن کا بہت دُور نہ تھا اسواسطے جب چاہتے تھے چلے جاتے تھے
بس ہمارے اور اُن کے مکان میں مچھیا رنڈی کا گھر اور ہمارے دو کٹڑے درمیان میں تھے۔ ہماری بڑی حویلی
وہ ہے کہ جو اب لکھمی چند سیٹھ نے مول لی ہے اُسی کے دروازہ کی سنگین بارہ دری پر میری نشست تھی
اور پاس اُسکے ایک کھٹیا والی حویلی اور سلیم شاہ کے تکیہ کے پاس دوسری حویلی اور کالے محل سے لگی ہوئی

ایک اور حویلی اور اُس سے آگے بڑھ کر ایک کٹرہ کہ وہ گڈریوں والا مشہور تھا اور ایک کٹرہ کہ وہ کشمیرن والا کہلاتا تھا اس کٹرے کی ایک کوٹھے پر میں پتنگ اُڑا رہا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے واصل خاں نامی ایک سپاہی تمھارے دادا کا پیش دست رہتا تھا اور وہ کٹروں کا کرایہ اوگا کر تمھارے پاس جمع کرواتا تھا۔ سُنو تو سہی تمھارا دادا بہت کچھ پیدا کر گیا ہے علاقے مول لیئے تھے اور زمینداری اپنا کر لیا تھا۔ دس بارہ ہزار روپے کی سرکار کی مالگزاری کرتا تھا۔ آیا وہ سب کارخانے تمھارے ہاتھ آئے یا نہیں ہم کا حال از روے تفصیل جلد مجھکو لکھو۔ اسد اللہ روز شنبہ ۱۹ اکتوبر وقت ورود خط۔

ایضاً برخوردار اقبال نشان منشی شیو نرائن کو بعد دُعا کے معلوم ہو۔ تمھارے دو خط متواتر پہنچے۔ میرے بھی دو خط پس و پیش پہنچے ہونگے موافق اس تحریر کے عمل کیا ہوگا۔ دو جلدیں پُر تکلف اور پانچ جلدیں بہ نسبت اُسکے کم تکلف مرزا حاتم علی صاحب کے عہد اہتمام میں ہیں اُس سے ہمکو اور تم کو کچھ کام نہیں وہ جیسی چاہیں بنوا کر بھیج دیں۔ تم ایک جلد بس زیادہ صرف کیوں کرو۔ اپنے طور پر ایسی طرح سے جیسی چاہو بنوا کر بھیج دو۔ میں تم کو اپنے پیارے ناظر بنسی دھر جانتا ہوں۔ اُسکو تمھاری نشانی جانکر اپنی جان کے برابر رکھوں گا۔ باقی حال اپنے خاندان اور تمھارے خاندان اور باہم مل کر اپنا اور بنسی دھر کا بڑے ہونا سب تمکو لکھ چکا ہوں۔ مکرر کیوں لکھوں۔ بادشاہ کی تصویر کی یہ صورت ہے کہ اُجڑا ہوا شہر نہ آدمی نہ آدم زاد مگر ہاں دو ایک مصوروں کی آبادی کا حکم ہو گیا ہے وہ رہتے ہیں سو وہ بھی بعد اپنے گھروں کے لٹنے کے آباد ہوئے ہیں۔ تصویریں بھی اُن کے گھروں میں سے لُٹ گئیں کچھ جو رہیں وہ صاحبان انگریز نے بڑی خواہش سے خرید کر لیں۔ ایک مصور کے پاس ایک تصویر ہے وہ تیس روپے سے کم کو نہیں دیتا۔ کہتا ہے کہ تین تین اشرفیوں کو میں نے صاحب لوگوں کے ہاتھ بیچی ہیں تمکو دو اشرفی کو دونگا۔ ہاتھی دانت کی تختی پر وہ تصویر ہے۔ میں نے چاہا کہ اُسکی نقل کاغذ پر اُتروا لے اُس کے بھی بیس روپیہ مانگتا ہے اور پھر خدا جانے اچھی ہو یا نہ ہو۔ اتنا صرف بیجا

کیا ضرور ہے میں نے دو ایک آدمیوں سے کہہ رکھا ہے اگر کہیں سے ہاتھ آجائیگی تو لیکر تمکو بھیج دوں گا
مصوّروں سے خرید کرنیکا نہ خود مجھ میں مقدور نہ تمھارا نقصان منظور - اب چھاپا تمام ہوگیا ہوگا وہ پانچ
اور دو سات کتابیں جو میرزا صاحب کی تحویل میں ہیں وہ اور ایک جلد جو تم نے مجھکو دینی کی ہے وہ یہ سب بعد
اور جلد کی درستی کے بعد پہنچ جائیں گے مگر وہ چالیس کتابیں سراسری جو مجھے چاہیئے ہیں وہ تو جلد
روانہ کرو - اور ہاں میری جان یہ چالیس کتابوں کا پشتارہ کیونکر پہنچے گا اور محصول اُس کا کیا ہوگا
اور یہ بھی تو بتاؤ کہ وہ دس جلدیں راے اُمید سنگھ کے پاس کہاں بھیجی جائیگی - میرزا تفتہ ہاتھرس کو جاتے
ہوئے اُن کا اندور نہ ہونا اور شاید پھر آگرہ اور دلّی کا آنا مجھکو لکھ چکے ہیں - ان باتوں کا جواب مجھکو لکھو
تقویہ کے باب میں جو کچھ لکھو وہ کروں اور اُن مقامات سے اطلاع پاؤں جواب جلد لکھو اور مفصل لکھو -
از غالب - نگاشتہ و روان داشتہ - شنبہ ۲۳ اکتوبر ۱۸۵۶ع -

ایضاً میاں تمھارے کمال کا حال معلوم کر کے میں بہت خوش ہوا - اگر مجکو کبھی انگریزی لکھوانا ہوگا
تو یہاں سے اُردو میں لکھکر بھیجدوں گا تم وہاں سے انگریزی لکھ کر بھیج دیا کرنا - قصّہ قاصدانِ شاہی
میں نے دیکھا اصلاح کے باب میں سوچا کہ اگر سب فقروں کو مقفّیٰ اور عبارت کو رنگین بنانے کا قصد کروں تو
کتاب کی صورت بدل جائیگی - اور شاید تم کو بھی یہ منظور نہ ہو - ناچار اس پر قناعت کی کہ جو الفاظ ٹکسال
باہر تھے وہ بدل ڈالے - مثلاً وے کو کہ یہ گنوارو بولی ہے وہ - یہ ٹھیٹ اُردو ہے - کرانا - یہ پورب پنجاب
کی بولی ہے - کروانا - یہ صحیح ہے - راجے یہ غلط ہے - راجہ صحیح ہے - کہیں کہیں روابط و ضمائر نامربوط
تھے اُن کو مربوط کر دیا ہے - اور ایک جگہ گھنٹے بسے - یہ لفظ میری سمجھ میں نہ آیا اسکو تم سمجھ لینا -
باقی اور سب مربوط اور خوب اور صاف ہے - حاجت اصلاح کی نہیں - صاحب کتابیں کب روانہ ہونگی - دوالی
بھی ہولی - اگر گنگا جانیکا قصد ہو تو بھائی میری کتابیں بھیج کر جانا - اور ہاں یہ میں نہیں سمجھا کہ مرزا جی کی
بنائی ہوئی سات کتابیں بھی انہیں کتابوں کے ساتھ بھیجو گے یا وہ اپنے طور پر جدا روانہ کریں گے وہ تم نے

اپنی بنوائی ہوئی کتاب کا آٹھ دن کا وعدہ کیا تھا اور اس عذر سے یہ بات تراوش کرتی تھی کہ سادہ کتابیں پہلے روانہ
ہونگی اور وہ ایک ہفتہ کے بعد سو وہ ہفتہ بھی گزر گیا۔ یقین ہے کہ اب وہ سب ایک جا پہنچیں۔ اور شاید
کل پرسوں آجائیں۔ وہ نمبر اخبار کا جو تم نے مجھکو بھیجا تھا اُس میں ادمنسٹن صاحب کے لفٹنٹ ہونے کی
اور بہت جلد آگرہ آنے کی خبر لکھی تھی۔ یہاں مجھکو کئی باتیں پوچھنی ہیں ایک تو یہ چیف سکرتر نواب گورنر جنرل
کے تھے۔ جب یہ لفٹنٹ گورنر ہوئے تو اب وہاں چیف سکرتر کون ہوگا۔ یقین ہے کہ ولیم میور صاحب اس
عہدہ پر مامور ہوں۔ پس اگر یوں ہی ہے تو ان کے محکمہ میں چیف سکرتر کون ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ
میر منشی ان کے تو وہی منشی غلام غوث خاں صاحب رہیں گے یقین ہے کہ ان کے ساتھ ہیں۔ تیسری
بات یہ کہ گورنر جنرل کے فارسی دفتر کے میر منشی ایک بزرگ تھے بلگرام کے رہنے والے منشی سید حامد
خاں آیا اب بھی وہی ہیں یا اُن کی جگہ کوئی اور صاحب ہیں۔ ان سب باتوں میں سے جو آپ کو معلوم ہوں
وہ اور جو نہ معلوم ہو اُس کو معلوم کر کے مجھکو لکھیئے اور جلد لکھیئے اور ضرور لکھیئے۔ یقین تو ہے کہ تم سمجھ گئے
ہو کہ میں کیوں پوچھتا ہوں۔ کتابیں جابجا بھیجنے میں جب نام اور مقام معلوم نہ ہو تو کیونکر بھیجوں
جواب لکھو اور شتاب لکھو۔ کتابیں بھیجو اور جلد بھیجو۔ سہ شنبہ ۹ نومبر سنہ ۵۸ء۔ غ

ایضاً۔ برخوردار کامگار منشی شیو نراین طال عمرہٗ وزاد قدرہٗ۔ کل جمعہ کے دن ۱۲ نومبر کو ۴۲
کتابیں آگئیں میں بہت خوش ہوا اور تم کو دعائیں دیں۔ خط تمھارے نام کا ابھی میرا کہار ڈاک میں
لے گیا ہے اس رقعہ کی تحریر سے مقصود یہ ہے کہ میاں عبد الحکیم بہت نیک بخت اور اشراف اور ہنرمند آدمی
ہیں۔ دلی گزٹ میں حرفوں کے چھاپے کا کام کیا کرتے تھے چونکہ وہ چھاپہ خانہ اب آگرہ میں گیا ہے
یہ بھی وہیں آتے ہیں تمھارے پاس حاضر ہوں گے ان پر مہربانی رکھنا بھلا وہ شہر بیگانہ ہے ان کو تمھاری
خدمت میں شناسائی رہے گی تو اچھی بات ہے۔ صحافی کا کام بھی بقدر ضرورت کر سکتے ہیں شاید
اگر دہلی گزٹ میں ان کا طور درست نہ ہو تو اس صورت میں بشرط گنجائش اپنے مطبع میں ان کو رکھ لینا۔

راقم اسد اللہ ۔ نگاشتہ شنبہ ۔ ۱۳ ۔ نومبر ۱۸۵۸ء ۔

ایضاً ۔ صاحب تمھارا خط آیا دل خوش ہوا دیکھیے مرزا مہر کب روانہ کرتے ہیں ۔ اگر بھیج چکے ہیں تو یقین ہے کہ آج یہاں آ پہنچیں آج نہ آئیں کل آئیں کل سے میں شام تک راہ دیکھتا ہوں ۔ مہر نیم روز نہیں اُسکا نام نیم روز ہے اور وہ سلاطین تیموریہ کی تواریخ ہے ۔ اب وہ بات ہی گئی گزری بلکہ وہ کتاب اب نہ چھپانے کے لائق ہے نہ چھپوانے کے قابل ۔ اُردو کے خطوط جو آپ چھپا یا چاہتے ہیں یہ بھی زائد بات ہے ۔ کوئی رقعہ ایسا ہو گا کہ جو مَیں نے قلم سنبھال کر اور دل لگا کر لکھا ہو گا ورنہ صرف تحریر سرسری ہے اسکی شہرت میری سخنوری کے شکوہ کے منافی ہے اس سے قطع نظر کیا ضرور ہے کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں خلاصہ یہ ان رقعات کا چھپانا میرے خلاف طبع ہے ۔ محررہ پنجشنبہ ۱۸ ۔ نومبر ۱۸۵۸ء ۔

ایضاً ۔ برخوردار اقبال نشان کو دعا پہنچے ۔ کل جمعہ کے دن ۱۹ ۔ نومبر ۱۸۵۸ء کو سات گنیاں اور کتابوں کے دو پارسل پہنچے ۔ واقعی کتابیں جیسا کہ میرا جی چاہتا تھا اسی زروپ کی ہیں ۔ حق تعالیٰ میرزا مہر کو سلامت رکھے ۔ رقعوں کے چھاپنے کے باب میں ممانعت لکھ چکا ہوں البتہ اس باب میں میری رائے پر تمکو اور میرزا تفتہ کو عمل کرنا ضرور ہے ۔ مطلب عمدہ جو اس خط کی تحریر سے منظور ہے وہ یہ ہے کہ جو کتاب تم نے بنوائی ہے اور مَیں نے تم کو لکھا تھا کہ پہلے ورق کے دوسرے صفحہ پر انگریزی عبارت لکھکر بھیجنا ۔ خدا کرے وہ عبارت تم نے نہ لکھی ہو ۔ اگر لکھ دی ہو تو ناچار اور اگر نہ لکھی ہو تو اب نہ لکھنا اور صفحہ سادہ رہنے دینا ۔ اور اسی طرح میرے پاس بھیج دینا ۔ یہ بھی معلوم رہے کہ اب اُن گنیوں کی تقسیم اُس کتاب کے آنے تک ملتوی رہیگی اور وہ کتاب میرے پاس جلد پہنچ جاوے تو بہتر ہے ۔ ۲۰ ۔ نومبر ۱۸۵۸ء جواب طلب بلکہ کتاب طلب ۔

ایضاً صاحب تم کندصولی کب آئے اور جب آ گئے تو میرا خط بیرنگ کہ جس میں سات روپیہ کی ہنڈوی

ملفوف بھی پایا یا نہیں پایا۔ اگر پایا تو موافق اُس تحریر کے عمل کیوں نہ فرمایا۔ اور اُس خط میں ایک مطلب جواب طلب تھا
اُس کا جواب کیوں نہ بھجوایا۔ اچھا اگر تم ایک آدھ دن کے واسطے کندھولی گئے تھے تو کارپردازان مطبع نے خط لیکر
رکھ چھوڑا ہوگا اور جب تم آئے ہو گے تو وہ خط تمھیں دیا ہوگا پھر کیا سبب جو تم نے جواب لکھا یا ابھی
کندھولی سے تم نہیں آئے یا وہ خط میرا تلف ہوگیا۔ تاریخ تحریر خط مجھے یاد نہیں۔ اب یہ لکھتا ہوں کہ
اگر خط پہنچا تو مجھکو خط کی اور ہنڈوی کی رسید اور میرے سوال کا جواب لکھو اور اگر خط نہیں پہنچا تو اسکی پیر
بتاؤ کہ اب میں ساہوکار سے کیا کہوں اور ہنڈوی کا ثنی کس طرح سے مانگوں۔ از اسد اللہ مضطرب
روز سہ شنبہ ۳۰ نومبر ۱۸۵۸ء۔ جواب طلب۔ شتاب طلب۔

ایضاً صاحب تم خط کے جواب نہ بھیجنے سے گھبرا رہے ہو گے حال یہ ہے کہ قلم بنانے میں میرا ہاتھ
انگوٹھے کے پاس سے زخمی ہوگیا اور ورم کر آیا۔ چار دن روٹی بھی مشکل سے کھائی گئی ہے۔ بہر حال اب
اچھا ہوں۔ پنج آہنگ تم نے مول لی۔ اچھا کیا۔ دو چھاپے ہیں۔ ایک بادشاہی چھاپے خانے کا اور
ایک منشی نور الدین کے چھاپے خانے کا۔ پہلا ناقص ہے۔ دوسرا سراسر غلط ہے کیا کہوں تم سے
ضیاء الدین خاں جاگیر دار لوہارو میرے بھائی اور میرے شاگرد رشید ہیں جو نظم و نثر میں نے کچھ لکھا
وہ اُنہوں نے لیا اور جمع کیا چنانچہ کلیات نظم فارسی چون پچپن جزو۔ اور پنج آہنگ اور مہر نیمروز اور
اور دیوان ریختہ سب ملکر سو سوا سو جزو مطلّا اور مذہب اور انگریزی ابری کی جلدیں الگ الگ کوئی ڈیڑھ سو
اور سو روپیے صرف میں بنوائی۔ میری خاطر جمع کہ کلام میرا سب جا فراہم ہے پھر ایک شاہزادہ نے [illegible]
نظم و نثر کی نقل کی۔ اب دو جگہ میرا کلام اکٹھا ہوا۔ کہاں سے یہ فتنہ برپا ہوا اور شہر لٹے۔ وہ دونوں
جگہ کا کتاب خانہ خوان یغما ہوگیا۔ ہر چند میں نے آدمی دوڑائے کہیں سے اُن میں سے کوئی کتاب ہاتھ
نہ آئی وہ سب قلمی ہیں۔ غرض اس تحریر سے یہ ہے کہ قلمی فارسی کا کلیات قلمی ہندی کا کلیات قلمی پنج آہنگ
قلمی مہر نیمروز۔ اگر کہیں ان میں سے کوئی نسخہ بکتا ہوا آوے تو اسکو میرے واسطے خرید کر لینا اور

مجکو اطلاع کرنا۔ مَیں قیمت بھیجکر منگوالونگا۔ جناب ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو ابھی مَیں خط نہیں لکھ سکتا
اُنکی فرمایش ہے اُردو کی نثر انجام پائے تو اُس کے ساتھ اُن کو خط لکھوں مگر بھائی تم غور کرو اُردو میں مَیں
اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا اور اُس عبارت میں معانیِ نازک کیونکر بھروں گا۔ ابھی تو یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا
لکھوں۔ کونسی بات کونسی کہانی کوں سا مضمون تحریر کروں اور کیا تدبیر کروں تمھاری راے میں کچھ آئے
تو مجکو بتاؤ۔ ایک قرینہ سے مجکو معلوم ہوا ہے کہ شاید گورنمنٹ سو دو سو دستنبو کی خریداری کریگی اور اُن
نسخوں کو ولایت بھیجے گی۔ کیا بعید ہے کہ ہفتہ دو ہفتہ میں تمھارے پاس الہ آباد سے حکم پہنچے۔ روز دوشنبہ ۱۱ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً بھائی یہ بات تو کچھ نہیں کہ تم خط کا جواب نہیں لکھتے۔ خیر دیر سے لکھو اگر شتاب نہیں لکھتے۔ تمھارا
خط آیا اُس کے دوسرے دن میں نے جواب بھجوایا۔ آجتک تمنے اُسکا جواب نہ بھیجا۔ حالانکہ اُس میں جواب طلب باتیں
تھیں یعنی میں نے اپنی نظم و نثر کی کتب کا حال تمکو لکھ کر تم سے یہ استدعا کی تھی کہ قلمی جو نسخہ تمھارے ہاتھ آجاوے
وہ تم خرید کر کے مجھے بھیجدینا۔ ریڈ صاحب کے باب میں مَیں نے یہ لکھا تھا کہ جب کچھ اُردو کی نثر انکے واسطے لکھونگا
تو دستنبو کی خریداری کی خواہش کرونگا۔ معہذا تم سے صلاح پوچھی تھی کہ کس حکایت اور کس روایت کو فارسی سے
اُردو کروں۔ تم نے اس بات کا بھی جواب نہ لکھا۔ سید حفیظ الدین احمد کی مہر کے کھدوا لینے کو تم نے لکھا تھا
کہ ملتوی ہے۔ پھر اُسکا بھی کچھ بیورا نہ لکھا۔ مَیں اُس کو ابھی کچھ نہیں سمجھا۔ اس کو کیسو کرو۔ ہاں ہاں مجھکو سمجھاؤ
تمھاری مہر بدر الدین علی خاں کو دی گئی ہے۔ یقین تو یہ ہے کہ اسی دسمبر مہینے میں تمھارے پاس پہنچ
جاے اور ۱۸۵۹ سن کھدیں شاید کچھ دیر ہو تو جنوری ۱۸۵۹ء میں کھدے اس سے زیادہ درنگ نہ ہوگی
تمکو روپیہ حرف سے آٹھ آنہ حرف سے کیا علاقہ۔ تم کو اپنی مہر سے کام۔ سچ تو کہو کیا پھر کندہ ہو گئے ہو
کس شغل میں ہو یا مجھ سے خفا ہو اگر خفا ہو تو اور کچھ نہ لکھو خفگی کی وجہ لکھو۔ بہرحال اس خط کا جواب شتاب لکھو
اور اسی خط میں بعد ان سب باتوں کے جواب کے مولوی قمر الدین خاں کا حال لکھو کہ وہ کہاں ہیں اور کس طرح ہیں
برسر کار ہیں یا بیکار ہیں۔ اچھا میرا بھائی اس خط کے جواب میں دیر نہ ہو۔ غالب۔ چہارشنبہ ۱۵ دسمبر ۱۸۵۸ء

ایضاً برخوردار آج اس وقت تمھارا خط مع لفافوں کے لفافے کے آیا - دل خوش ہوا بھائی
میں اپنے مزاج سے لاچار ہوں - یہ لفافے از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ مجھکو پسند نہیں آگے جو
تم نے مجھے بھیجے تھے وہ کئی ایک دوستوں کو بانٹ دیے - اب یہ لفافوں کا لفافہ اس مراد سے
بھیجتا ہوں کہ انکی عوض یہ لفافے جو در مقام و از مقام سے خالی ہیں جن میں تم اپنے خط بھیجا
کرتے ہو مجھکو بھیجدو اور یہ لفافے اُسکے عوض مجھ سے لے لو اور اگر اس طرح کے لفافے نہ ہوں
تو انکی کچھ ضرورت نہیں - مہر کے واسطے صاحب زمرد کا نگینہ اور پھر چنے کی دال کے برابر اور
ہشت پہلو - اس اُجڑے شہر میں کہاں ملے گا - عقیق بہت خوش رنگ سیاہ یا سُرخ جیسا تم نے
آگے لکھا ہے ہشت پہلو ہوگا - یہ مہر میری طرف تم کو پہنچے گی تمکو ہم حرف و حرف سے کچھ مدعا نہیں
آپ اپنی مہر چھاپو زمرد پر چاہو الماس پر کھدواؤ - میں تو عقیق کی مہر تم کو دونگا - رہی وہ دوسری مہر
جب تمھاری مہر کھد چکے گی جس طرح تم کہو گے کھد جائیگی - میاں کیا قرینہ بتاؤں گورنمنٹ کی خریداری کا
ایک بات ایسی ہے کہ ابھی نہیں کہہ سکتا - خدا کرے اُس کا ظہور ہو جائے - ابھی مجھ سے کچھ نہ پوچھو
جناب ریڈ صاحب بھی کرتے ہیں - میں اُردو میں اپنا کمال کیا ظاہر کر سکتا ہوں - اس میں گنجائش
عبارت آرائی کی کہاں ہے - بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ میرا اُردو بہ نسبت اوروں کی اُردو کے
فصیح ہوگا - خیر بہر حال کچھ کر دوں گا اور اُردو میں اپنا زور قلم دکھاؤں گا - تفتے کا ہونا اور
دوستوں کا آنا یہ چاہتا ہو کہ تم نے رات کو بڑی قسم کی شراب مقدار میں زیادہ پی ہوگی - کچھ تدبیر کرو
اور شراب زیادہ نہ پیا کرو - میرا رقعہ تمھارے نام کا اور تفتہ کا رقعہ تمھارے نام کا حسب الحکم تمھارے
واپس بھیجا جاتا ہے - میں نے تفتہ کا خفا ہونا اسی طرح لکھا تھا جیسا تم کو تمھارا خفا ہونا لکھا تھا
بھلا وہ میرے فرزند کیجگہ ہیں مجھ سے خفا کیوں ہونگے اُس دن سے آجتک دو تین خط اُنکے آچکے ہیں چنانچہ
ایک خط ابھی تمھارے خط کیساتھ ڈاک کا ہرکارہ دے گیا ہے - محررہ شنبہ ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۸ع

ایضاً اب ایک امر خاص کو سمجھو۔ دو جلدیں دستنبو کی مجکو لکھنؤ بھیجنی ہیں اور میرے پاس کوئی جلد نہیں رہی
اب جو تم سے منگاؤں اور یہاں سے لکھنؤ بھجواؤں تو ایک قصہ ہے۔ یہ صاحب لوگ اطراف و جوانب
سے مجھ پر فرمائشیں بھیجتے ہیں۔ تم سے بقیمت کوئی نہیں منگواتا۔ چالیس جلدیں پہلی اور بارہ یہ
حال کی سب تقسیم ہو گئیں ان دونو صاحبوں کی خاطر مجکو بہت عزیز ہے ایک روپیہ کے ۲ ٹکٹ
اور ۲ آنے کے دو ٹکٹ اس خط میں ملفوف کر کے تم کو بھیجتا ہوں۔ دو پارسل الگ الگ لکھنؤ
کو ارسال کرو۔ آٹھ آٹھ آنے کے ٹکٹ اُس پر لگا دو۔ ایک پارسل پر یہ لکھو۔ این پارسل بصیغہ بُک
پاکٹ اسٹامپ پیڈ در لکھنؤ۔ بہ محلہ نخاس۔ درامام باڑہ اکرام اللہ خاں۔ بمکان میرزا عنایت علی
بخدمت میر حسین علی صاحب برسد۔ مرسلہ شیو نرائن مہتمم مطبع مفید خلائق۔ از آگرہ۔ دوسرے
پارسل پر بھی یہی عبارت مگر مکان کا پتہ اور نام اور۔ در لکھنؤ بہ احاطہ خانساماں متصل تکیہ
شیر علی شاہ۔ بمکانات مولوی عبدالکریم مرحوم بخدمت مولوی سراج الدین احمد صاحب برسد۔
سمجھ لیئے۔ یعنی دو پارسل اسٹامپ پیڈ دونوں لکھنؤ کو۔ ایک بنام میر حسین علی اور ایک بنام سراج الدین
احمد بسبیل ڈاک روانہ کر دو۔ اور ہاں صاحب ان دونوں پارسلوں کی روانگی کی تاریخ مجکو لکھ بھیجو
تاکہ میں اپنے خط میں اُن کو اطلاع دوں۔ ایک امر اور ہے اگر تم بھی اس رائے کو پسند کرو
یعنی جس طرح سے تم نے ایک جلد ہنری اسٹورٹ ریڈ صاحب کو اپنی طرف سے بھیجی ہے
اسی طرح دو جلدیں ان دونوں صاحبوں کو جنکا نام کاغذ میں لکھا ہوا ہے بھیجدو۔ مگر اپنی
ہی طرف سے۔ میرا اُس میں اشارہ نہ پایا جاوے اور یہ دونوں صاحب بالفعل دلی
میں وارد ہیں۔ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ خواہی نخواہی اسکو کیا ہی چاہیئے۔ ایک صلاح ہے
اور نیک صلاح ہے۔ مناسب جانو کرو ورنہ جانے دو۔ میاں اُردو کیا لکھوں۔ میرا یہ منصب
ہے کہ مجھ پر اُردو کی فرمایش ہو خیر ہوئی۔ اب میں کہانیاں لکھنے کہاں ڈھونڈھتا پھروں۔

کتاب نام کو میرے پاس نہیں۔ پنشن مل جائے۔ حواس ٹھکانے ہو جائیں تو کچھ فکر کروں۔ پیٹ پڑیں
روٹیاں تو سبھی کلاں ہوتیاں۔ زیادہ زیادہ۔ غالبؔ سہ شنبہ ۴ جنوری ۱۸۵۹ء۔ جواب طلب۔

ایضاً ۔ پرسوں اور کل دو ملاقاتیں جناب آرنلڈ صاحب بہادر سے ہوئیں۔ کیا کہوں کہ مجھ پر بے منت
معرفت کیا عنایت فرمائی۔ میں یہ جانتا ہوں کہ گویا مجھ کو مول لے لیا۔ آج وہ یہاں اور ہیں۔
کل جائیں گے۔ دستنبو تمھاری بھیجی ہوئی اُن کے پاس نہیں پہنچی۔ ناچار ایک دستنبو اور ایک
پنج آہنگ اپنے پاس سے اُنکی نذر کر آیا ہوں۔ لکھنؤ کے دونوں پارسلوں کی رسید مجھکو آجتک
نہیں آئی۔ آخر رسید تمکو پارسلوں کی ملی ہوگی۔ ڈاک میں سے معلوم کر کے مجھکو لکھ بھیجو ورنہ میں
مشوش رہوں گا۔ از غالب نگاشتہ صبح شنبہ ۱۵ جنوری ۱۸۵۹ء۔

ایضاً صاحب میں ہندی غزلیں بھیجوں کہاں سے۔ اُردو کے دیوان چھاپے کے ناقص ہیں بہت غزلیں اُس میں
نہیں ہیں۔ قلمی دیوان جو اتم و اکمل تھے وہ لٹ گئے۔ یہاں سب کو کہہ رکھا ہے کہ جہاں بکتا ہوا نظر آ جائے لے لو
تمکو بھی لکھ بھیجا اور ایک بات اور تمھارے خیال میں رہے کہ میری غزل پندرہ سولہ بیت کی بہت شاذ و نادر ہے
بارہ بیت سے زیادہ اور نو شعر سے کم نہیں ہوتی جس غزل کے تم نے پانچ شعر لکھے ہیں تو شعر اُسکی ایک دوست کے پاس
اُردو کا دیوان چھاپے سے کچھ زیادہ ہے۔ اُس نے کہیں کہیں سے مسودات متفرق بہم پہنچائے
ہیں چنانچہ پنہاں ہو گئیں وہ عیاں ہو گئیں۔ یہ غزل مجھکو اُسی سے ہاتھ آ گئی ہے اب میں نے
اُس کو لکھا ہے اور تم کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔ خط لکھ کر رکھ دوں گا۔ جب اُس کے پاس سے ایک غزل
آ جائیگی تو اسی خط میں ملفوف کر کے بھیجدوں گا۔ یہ خط آج روانہ ہو جائے گا یا کل۔ میں نے
ایک قصیدہ اپنے محسن و مربی قدیم جناب فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب لفٹنٹ گورنر بہادر غرب و شمال
کی مدح میں اور ایک قصیدہ جناب منٹگمری لفٹنٹ گورنر بہادر ملک پنجاب کی تعریف میں لکھا ہے۔ اگر
کہو تو بھیجوں مگر فارسی ہیں اور چالیس چالیس پینتالیس پینتالیس شعر ہیں۔ کتب دستنبو کی بک جانے میں خوش ہوا

خدا کرے جسکو دی ہو وہ تین غلطیاں جو معلوم ہیں وہ بنا دی ہوں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ صاحب لوگوں نے خریدیں یا ہندوستانیوں نے لیں۔ تم یہ بات مجھکو ضرور لکھو۔ دیکھو صاحب تم گھبراتے تھے آخر یہ جنس پڑی نہ رہی اور بک گئی۔ بھائی ہندوستان کا قلمرو بے چراغ ہو گیا۔ لاکھوں مر گئے جو زندہ ہیں اُن میں سینکڑوں گرفتار بند بلا ہیں۔ جو زندہ ہے اُس میں مقدور نہیں۔ میں ایسا جانتا ہوں یا تو صاحبان انگریز کی خریداری آئی ہوگی یا پنجاب کے ملک کو یہ کتابیں گئی ہونگی۔ پورب میں کم بکی ہونگی۔ میاں میں تم کو اپنا فرزند جانتا ہوں خط لکھنے نہ لکھنے پر موقوف نہیں ہے۔ تمھاری جگہ میرے دل میں ہے۔ آپ میں طبع آزمائی کرتا ہوں اور جو غزل تم نے بھیجی ہے اُسکو لکھتا ہوں خدا کرے نو کے نو شعر یاد آ جائیں۔

غزل

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے

پیوں شراب اگر خم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تجھ سے
وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے

رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے

یہ تمھارا اقبال ہے کہ نو شعر یاد آ گئے ایک غزل یہ اور دو غزلیں وہ جو آیا چاہتی ہیں تین ہفتہ کا گودام تمھارے پاس فراہم ہو گیا اگر منگواؤ گے تو قصیدے دونوں بھیجدونگا مرقومہ شنبہ ۱۹ ماہ اپریل ۱۸۵۹ء

ایضاً بھائی حاشا ثم حاشا اگر یہ غزل میری ہو ؎ اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں
غریب کو میں کچھ کیوں کہوں لیکن اگر یہ غزل میری ہو تو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص نے
یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے ؎

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی ۔ میرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے ان سے کہا کہ اگر یہ مقطع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی اسد
ہو گزرے ہیں یہ مطلع اور یہ غزل ان کے کلام معجز نظام میں سے ہے اور تذکروں میں مرقوم
ہے۔ میں نے تو کوئی دو چار برس ابتدا میں اسد تخلص رکھا ہے ورنہ غالب ہی لکھتا رہا ہوں
تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے۔ میرا کلام اور ایسا مزخرف۔ یہ قصہ تمام ہوا۔
وہ غزل جو تمھارے پاس پہنچ گئی ہے چھاپنے سے پہلے ایک نقل اسکی مرزا حاتم علی مہر کو دیدیا
جس دن یہ میرا خط پہنچے اسی دن وہ غزل نقل کر کے ان کو بھیج دینا۔ دستنبو کی خریداری کا حال
معلوم ہو گیا۔ میرا بھی یہی گمان تھا کہ لاہور کے ضلع میں گئی ہونگی۔ جناب مکلوڈ صاحب
فنانشل کمشنر پنجاب نے بذریعہ صاحب کمشنر بہادر دہلی مجھ سے منگوائی تھی ایک جلد انکو بھی بھیج چکا
ہوں۔ قصیدے میں نے دو لکھے ہیں۔ ایک اپنے مربی قدیم جناب فریڈرک ایڈمنسٹن صاحب
بہادر کی تعریف میں اور ایک جناب منٹگمری صاحب بہادر کی مدح میں۔ ایک پچپن شعر کا۔ ایک
چالیس بیت کا اور پھر فارسی۔ انکو ریختہ کی غزلوں میں کیا چھاپو گے جانے بھی دو۔ رہیں غزلیں
سابق کی وہ جو میرے ہاتھ آتی جائینگی بھجواتا جاؤں گا۔ میاں تمھاری جان کی قسم نہ میرا
اب ریختہ لکھنے کو جی چاہتا ہے نہ مجھ سے کہا جائے۔ اس دو برس میں صرف وہ پچپن شعر
بطریق قصیدہ تمھاری خاطر سے لکھ کر بھیجے تھے سوائے اسکے اگر میں نے کوئی ریختہ کہا ہوگا تو
گنہگار بلکہ فارسی غزل بھی واللہ نہیں لکھی۔ صرف یہ دو قصیدے لکھے ہیں۔ کیا کہوں کہ دل و

دماغ کا کیا حال ہے پرسوں ایک خط تمھیں اور لکھ چکا ہوں اب اسکا جواب لکھنا والدعا چارشنبہ ۲۶ اپریل ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار منشی شیونراین کو دعا پہنچے۔ خط تمھارا مع اشتہار کے پہنچا یہاں کا حال یہ ہے کہ مسلمان امیروں میں تین آدمی نواب حسن علیخان۔ نواب حامد علی خاں حکیم احسن اللہ خاں۔ سو ان کا یہ حال ہے کہ روٹی ہے تو کپڑا نہیں۔ معہذا یہاں کی اقامت میں تذبذب۔ خدا جانے کہاں جائیں کہاں رہیں حکیم احسن اللہ خاں نے آفتاب عالمتاب کی خریداری کرلی ہو اگر چہ وہ مکرر حالات دربار شاہی کیوں لیں گے۔ سوائے ساہوکاروں کے یہاں کوئی امیر نہیں ہے تو وہ لوگ اس طرف کیوں توجہ کریں گے۔ تم ادھر کا خیال دل سے دھو ڈالو۔ رہا نام اس رسالہ تاریخی جانے دو۔ رستخیز ہند۔ غوغائے سپاہ۔ فتنۂ محشر۔ ایسا کوئی نام رکھو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ رئیس رامپور کے ہاں بھی تمھارا اخبار یا معیار الشعرا جاتا ہے یا نہیں اُسکے تمھارے معیار الشعرا میں میں نے یہ عبارت دیکھی تھی کہ امیر شاعر اپنی غزلیں بھیجتے ہیں ہمکو جبتک اُن کا نام و نشان معلوم نہ ہوگا ہم اُن کے اشعار نہ چھاپیں گے سو میں تم کو لکھتا ہوں کہ یہ میرے دوست ہیں امیر احمد ان کا نام ہے اور امیر تخلص کرتے ہیں۔ لکھنؤ کے ذی عزت باشندوں میں ہیں اور وہاں کے بادشاہوں کے روشناس و مصاحب رہے ہیں۔ اور اب وہ رامپور میں نواب صاحب کے پاس ہیں۔ میں اُن کی غزلیں تمھارے پاس بھیجتا ہوں میرا نام لکھ کر اُن غزلوں کو چھاپ دو۔ یعنی غزلیں غالب نے ہمارے پاس بھیجیں اور اُس کے لکھنے سے اُن کا نام اور اُن کا حال معلوم ہوا۔ نام اور حال وہ جو میں اوپر لکھ آیا ہوں اسکو آپکے معیار الشعرا میں چھاپ کر ایک ورقہ یا چار ورقہ رامپور انکے پاس بھیجو وہ ایسا سرنامہ پر لکھو کہ در رامپور بدر دولت حضور رسیدہ بخدمت مولوی امیر احمد صاحب امیر تخلص برسد۔ اور مجھ کو اس کی اطلاع دو۔ اور اس امر کی بھی اطلاع دو کہ رامپور کو تمھارا اخبار جاتا ہے یا نہیں ؟ مرسلہ یکشنبہ ۱۲ جون ۱۸۵۹ء۔

ایضاً برخوردار نورچشم منشی شیونراین کو دعا پہنچے۔ صاحب میں تو منتظر تمھارے آنے کا تھا کس واسطے کہ منشی پیارے لال بھائیوں میں ہیں ماسٹر رام چندر کے۔ انھوں نے پرسوں مجھ سے کہا تھا کہ منشی شیونراین دو تین دن میں آیا چاہتے ہیں۔ آج صبح کو ناگاہ تمھارا خط آیا۔ اب مجھکو اس کا پوچھنا تم سے ضرور ہوا کہ آنے کی تمھاری خبر جھوٹی تھی یا ارادہ تھا اور کس سبب سے موقوف رہا۔ بابو ہرگوبند سہائے کا میں بڑا احسان مند ہوں حق تعالیٰ اس کوشش کے اجر میں ان کو عمر و دولت دے۔ سعادت مند اور نیکبخت آدمی ہیں ۱۲ تمھاری خواہش کو میں اچھی طرح سمجھا نہیں مصرع تم نے لکھا اور وہ چھاپا گیا۔ ہزار پانسو دو دو سے چھپ گئے۔ اب جو مصرع اور کہیں سے ہم پہنچے گا وہ کس کام آئے گا۔ خود لکھتے ہو کہ پہلا جزو تم کو بھیجا ہے۔ صبر کرو وہ جزو آنے دو۔ میں اس کو دیکھ لوں یقین ہے کہ قلمی ہو گا اس کو دیکھ کر اور مضامین کو سمجھ کر مصرعہ بھی تجویز کر دونگا۔ مگر اتنا تم اور بھی لکھو کہ آیا یوں منظور ہے کہ اس مصرع کی جگہ اور مصرع لکھو یا یہی چاہتے ہو کہ یہ بھی رہے اور وہ بھی رہے۔ خط تمھارا آج آگیا ہے۔ پم فلٹ پاکٹ یا آج شام کو یا کل شام تک آجائیگا ۱۲ سہ شنبہ ۲۰ جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ تمھارا خط پہنچا۔ اور خط سے کئی دن پہلے رسالہ بغاوت ہند پہنچا۔ تمھارے تقسیم عزیمت سے میں خوش ہوا۔ اللہ اللہ اپنے یار بنسی دھر کے پوتے کو دیکھوں گا۔ رسالہ بغاوت ہند ماہ بماہ اور معیار الشعرا ہر مہینے میں دوبار پہنچتا رہے۔ باقی گفتگو عند الملاقات ہو رہے گی۔ اپنے شفیق دلی ماسٹر رامچندر صاحب کو تمھارے آنے کی اطلاع دی وہ بہت خوش ہوئے۔ جو رقعہ انھوں نے میرے رقعہ کے جواب میں لکھا ہے وہ تمکو بھیجتا ہوں پڑھ لینا اگر دستنبوئیں باقی ہوں تو وہ اپنے ساتھ لیتے آنا۔ غالب۔ شنبہ ۲۳ جولائی ۱۸۵۹ء

ایضاً۔ میاں یہ کیا معاملہ ہے ایک خط اپنی رسید کا بھیجکر پھر تم چپکے ہو رہے نہ معیار الشعرا نہ بغاوت ہند۔ نہ میرے خط کا جواب۔ نہ ہنڈوی کی رسید۔ برخوردار نواب شہاب الدین خان نے

اگست سے دسمبر تک پہنچا ہے معیار الشعراء و بغاوت ہند کا بھیجا ہے یعنی ۱۲ سے مجھکو دیئے اور میں نے ہنڈوی لکھوا کر وہ ہنڈوی اپنے خط میں لپیٹ کر تم کو بھیجی یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ خط پہنچا یا نہیں پہنچا۔ جب ان مطالب جزئی کا یہ حال ہے تو کتاب اور انگریزی عرضی کا تو ابھی کیا ذکر ہے۔ خدا کے واسطے ان سب مقاصد کا جواب جدا جدا لکھو۔ آج اگست کی ۱۷۔ بدھ کا دن ہے پہلا نمبر معیار الشعراء کا بھی نہیں آیا یہ ہے کیا؟ پھر تمھاری کھدّی شروع ہو گئی ہے۔ اسی اگست کے مہینے میں تمھارے پاس پہنچ جائے گی۔ اچھا میرا بھائی اس خط کا جواب جلد پاؤں اور کتاب اور عرضی کا بھی تقاضا کروں تو بعید نہیں۔ مگر آج شام تک اس خط کو رہنے دونگا اگر تمھارا خط یا معیار الشعراء یا بغاوت ہند یا کوئی لفافہ شام تک آیا تو اس خط کو پھاڑ ڈالونگا ورنہ کل صبح کو ڈاک میں بھجوا دونگا۔ اپنے والد کو دعا اور اشتیاق دیدار کہدینا۔ غالب مرقومہ چہارشنبہ ۱۷ ماہ اگست ۱۸۵۹ع وقت دوپہر۔

ایضاً - کیوں میری جان۔ تمنے خط لکھنے کی قسم کھائی ہے۔ یا لکھنا ہی بھول گئے ہو۔ شہر میں ہو یا نہیں ہو؟ تمھارے مطبع کا کیا حال ہے؟ تمھارا کیا طور ہے؟ تمھارے چچا کا مقدمہ کیونکر فیصل ہوا؟ میرا کام تمنے کس طرح درست کیا؟ کر گئے یا نہیں؟ معیار الشعراء کا پارسل پہنچگیا؟ بغاوت ہند کا پارسل ابھی نہیں آیا۔ ان سب مطالب کا جواب لکھو۔ اور شتاب لکھو۔ غالب محررہ پنجشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۹ع

ایضاً - برخوردار منشی شیو نراین کو بعد دعا کے معلوم ہو۔ کیا میرے خط نہیں پہنچتے کہ جواب اُدھر سے نہیں آتا۔ دو مجلد بغاوت ہند کے زیادہ پہنچے ہیں اسکے واسطے تم سے پوچھا گیا تھا اُس کا جواب ابھی نہ آیا۔ میں نے یوسف علیخاں عزیز کے خط میں کچھ عبارت تمھارے نام لکھی تھی تمنے تو نہ پڑھائی ہوگی۔ اُس کا بھی تم نے جواب نہ لکھا۔ ولایت کی عرضی

اور کتابوں کے باب میں تو مَیں کچھ کہتا ہی نہیں جو اُس کا جواب مانگوں۔ کچھ مجھ سے خفا ہو گئے ہو تو ویسی کہو۔ یہ خط تم کو بیرنگ بھیجتا ہوں تاکہ تم کو تقاضا معلوم ہو آئے لو ایک اور بات سُنو تمھارا تو یہ حال کہ مجکو خط لکھنے کی گویا تم نے قسم کھائی ہے اور میری خواہش یہ کہ نواب گورنر جنرل بہادر کی خبر جو وہاں تم کو معلوم ہوا کرے مجکو لکھا کرو۔ خصوصًا اکبر آباد میں آکر جو کچھ واقع ہو وہ مفصل لکھو آیا جناب لفٹنٹ گورنر بہادر بھی ساتھ آئیں گے یا جُدا جُدا آکر یہاں فراہم ہو جائیں گے۔ دربار کی صورت خیر خواہوں کے تقسیم انعام کی حقیقت۔ کوئی نیا بندوبست جاری ہو اُسکی کیفیت۔ یہ سب مراتب مجکو لکھا کرو۔ دیکھو خبردار اس امر میں تساہل نہ کرنا۔ اب کیا سُنتے ہو۔ لکھنؤ سے کہاں آئے ہیں۔ کانپور فرخ آباد ہوتے ہوئے آگرہ آئیں گے۔ کہاں کہاں کون کون رئیس آملے گا۔ لکھنؤ کے دربار کا حال جو کچھ سُنا ہوگا وہ لکھو۔ اگرچہ یہاں لوگوں کے ہاں اخبار آتے رہتے ہیں اور میری بھی نظر سے گذر جاتے ہیں مگر مَیں چاہتا ہوں کہ تمھارے خط سے آگہی پاتا رہوں۔ تم جو لکھو گے منقح اور مفصل لکھو گے یقین ہے کہ برادرزادہ عزیز یعنی تمھارے والد ماجد نے مرزا یوسف علیخاں کے کام کی درستی لالہ جوتی پرشاد کی سرکار میں کردی ہوگی اُس کی بھی اطلاع ضرور ہے۔ صبح چہارشنبہ ۲ نومبر ۱۸۵۹ء۔ جوابکا طالب غالب

ایضًا برخوردار دو خط آئے۔ اور آج یکشنبہ ۱۳ نومبر کو لفافہ اخبار آیا۔ یہ اودھ اخبار بھائی ضیاء الدین خاں کے ہاں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیجدیا کرتے ہیں اسکی حاجت نہیں اپنے اور میرے ٹکٹ کیوں برباد کرو۔ میرا مقصود اسی قدر ہے کہ فرخ آباد کے اخبار بسبب قرب کے وہاں معلوم ہوتے ہونگے جو سُنو وہ مجکو لکھو اور جب نواب معلی القاب آگرہ میں آجائیں تو اپنا مشاہدہ مجکو لکھتے رہو بس غرض اتنی ہی ہے۔ آج کا اخبار لفافہ بدل کر آج ہی بھیجدیتا ہوں اور دونوں کتابیں بغاوت ہند پرسوں بھیج چکا ہوں۔ تمھارے والد کی طرف سے مجکو بڑی

تشویش ہے۔ دعا کر رہا ہوں خدا میری دعا قبول کرے اور ان کو شفاے کامل دے۔ میرے دعا اُن کو پہنچا دینا۔ مرزا یوسف علیخاں عزیز کا حال معلوم ہوا۔ یہ عالی خاندان اور نازپروردہ آدمی ہیں۔ ان کو جو راحت پہنچاؤ گے۔ اور جو اُن کی خدمت بجا لاؤ گے اُس کا خدا سے اجر پاؤ گے۔ زیادہ سواے دعا کے کیا لکھوں۔ ۱۲ غالب روز پنجشنبہ ۱۴ نومبر ۱۸۵۹ء

ایضاً میری جان دو جلدیں بغاوت ہند کی پرسوں میرے پاس پہنچیں اُس وقت برخوردار میرزا شہاب الدین خاں بیٹھے ہوئے تھے ایک جلد ان کو دی۔ کل ایک پارسل اور میرے نام کا آیا۔ میں خوش ہوا کہ ولایت کی عرضی و دستنبو کا پارسل ہوگا دیکھا تو وہی دو جلدیں بغاوت ہند کی ہیں حیران رہ گیا کہ یہ کیا۔ ظاہرا مہتمان ارسال نے از راہ سہو دوبارہ بھیجدی ہیں چاہتا تھا کہ لفافہ بدل کر ڈبل ٹکٹ لگا کر بھیجدوں پھر سوچا کہ پہلے تمکو اطلاع کروں شاید یہیں کسی اور کو دلوا دو۔ بس اب تمہارے کہنے کا انتظار ہے۔ جو کہو سو کروں۔ کہو تم کو بھیج دوں کہو کہیں اور تمہاری طرف سے بھیج دوں۔ میرے کسی کام کی نہیں۔ والدعا راقم اسد اللہ۔ مرقومہ ۲۰ اکتوبر ۱۸۵۹ء

ایضاً برخوردار کامگار کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ دستنبو کے آغاز کی عبارت از روے احتیاط دوبارا رسال کی ہے یقین ہے کہ پہنچ گئی ہوگی اور چھاپی گئی ہوگی اور آپ نے اُسی عبارت سے اشتہار بھی اخبار میں چھپایا ہوگا یا اب چھاپیے گا۔ بہر حال اس شہر کے اخبار سُنئیے۔ حکم ہوا ہے کہ دوشنبہ کے دن پہلی تاریخ نومبر کو رات کے وقت سب خیرخواہان انگریز اپنے اپنے گھروں میں روشنی کریں۔ اور بازاروں میں اور صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر بھی روشنی ہوگی۔ فقیر بھی اسی تہیہ میں ہے کہ اٹھارہ مہینے سے پنشن مقرری نہیں پاتا اپنے مکان پر روشنی کرے گا اور ایک قطعہ پندرہ بیت کا لکھکر صاحب کمشنر شہر کو

بھیجا ہے آپنے کے پاس اُسکی نقل بھیجتا ہُوں ۔ اگر تمھارا جی چاہے تو اُس کو چھاپ دو اور جس نمبر میں یہ چھاپا جاوے وہ نمبر میرے دیکھنے کو بھیج دینا اور اب فرمائیے کہ میں کتابوں کے آنے کا کب تک انتظار کروں ۔ **قطعہ**

دریں روزگارِ ہمایون و فرخ — کہ گوئی بود روزگارِ چراغاں
شدہ گوش پر نور چوں چشم بینا — ز آوازۂ اشتہارِ چراغاں
مگر شہر دریاے نور ست کاینجا — نگہ گشتہ ہر سو دو چارِ چراغاں
بسر بردہ بر چرخ مہرِ منوّر — ہمہ روز در انتظارِ چراغاں
گواہِ من اینک خطوطِ شعاعی — کہ دارد دلش خارخارِ چراغاں
دریں شب روا باشد ار چرخ گردان — کند گنجِ انجم نثارِ چراغاں
نبودست در دہر زیں پیش ہرگز — بدیں روشنی رُوے کارِ چراغاں
شد از فیضِ شاہنشہِ انگلستاں — فزوں رونقِ کاروبارِ چراغاں
جہاندار وکٹوریا کز فروغش — ز آتش دمد لالہ زارِ چراغاں
ز عدلش جہاں گشت پروانہ ایمن — کہ شد دیدبانِ حصارِ چراغاں
بفرمانِ سر جان لارنس صاحب — شد ایں شہر آئینہ دارِ چراغاں
بدہلی فلک رتبہ سانڈرس صاحب — برآراست نقش و نگارِ چراغاں
شد از سعیِ ہنری اجرٹن بہادر — رواں ہر طرف جوئبارِ چراغاں
سخن سنج غالب ز روی عقیدت — دُعا مے کند در بہارِ چراغاں
کہ باد افزوں سالِ عمرِ شہنشہ — بروے زمیں از شمارِ چراغاں

ایضاً برخوردار منشی شیو نراین کو دُعاے دوام دولت پہنچے ۔ کل تمھارا خط پہنچا

دل خوش ہوا۔ باقر علیخاں اور حسین علیخاں یہ دونو میرے پوتے ہیں اور تم بھی میرے پوتے ہو لیکن چونکہ تم عمر میں بڑے ہو تو پہلے تم اور بعد تمھارے یہ۔ میں حسب الطلب نواب صاحب کے دوستانہ یہاں آیا ہوں۔ اور اپنی صفائی بذریعۂ ان کے گورنمنٹ سے چاہتا ہوں دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ کتاب اور عرضی اواسطِ ماہ جنوری میں ولایت کو روانہ کرکے یہاں آیا ہوں۔ چھ ہفتہ میں جہاز پہنچتا ہے۔ یقین ہے کہ پارسل ولایت پہنچ گیا ہوگا

به بینم که تا کردگار جہاں	دریں آشکارا چہ دارد نہاں

اپنے والد کو میری دعا کہدینا۔ میرزا یوسف علیخاں کو میری دعا کہنا اور کہنا میں تمھاری فکر سے فارغ نہیں ہوں۔ اگر خدا چاہے تو کوئی راہ نکل آئے شنبہ ۳ مارچ ۱۸۶۰ء غالب

ایضاً برخوردار اقبال آثار منشی شیو نراین کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ ایک نسخہ بغاوت ہند کا ایک ورقہ معیار الشعرا کا معرفت برخوردار میرزا شہاب الدین خاں کے پہنچا۔ اور آج چار شنبہ ۱۴ مارچ کی ہے کہ ایک نسخہ بغاوت ہند بھیجا ہوا تمھارا رامپور پہنچا۔ خدا تمکو جیتا رکھے اب میں شنبہ کے دن ۱۷ مارچ کو دلی روانہ ہونگا تمکو بطریق اطلاع لکھا ہے اب بدستور ارسال خطوط دلی کو رہے یہاں نہ بھیجنا۔ ہاں بھائی ان دنوں میں برخوردار میرزا یوسف علی خاں وہاں آئے ہوئے ہیں آج ہی اُن کا خط مجکو پہنچا ہے تم ضرور اُن سے ملنا۔ منشی میر علی صاحب کے ہاں وہ اُترے ہوئے ہیں۔ ان کو بلاکر میری دعا کہنا اور کہنا کہ اچھا ہے دلی چلے آؤ وہاں جو مجھ سے ہوگے تو زبانی سب کلام ہو رہے گا۔ اور اگر وہ ہاترس گئے ہوں تو یہ رقعہ جو تمھارے نام کا ہے ایک کاغذ میں لپیٹ کر ٹکٹ لگاکر ہاترس کو شیخ کریم بخش چوکیداروں کے دفعدار کے گھر کے پتے سے بھیج دینا۔ ضرور ضرور۔ از غالب۔ رواں داشتہ چہار شنبہ ۱۴ مارچ ۱۸۶۰ء وقت دوپہر*

ایضاً میاں دیوان کے میرٹھ میں چھاپے جانے کی حقیقت سُن لو تب کچھ کلام کرو۔ میں رامپور میں تھا کہ ایک خط تمھارا پہنچا۔ سرنامہ پہ لکھا تھا عرضداشت عظیم الدین احمد۔ بمقام میرٹھ۔ واللہ باللہ اگر میں جانتا ہوں کہ عظیم الدین کون ہے اور کیا پیشہ رکھتا ہے۔ بہرحال یہ تو معلوم ہوا کہ ہندی دیوان اپنی سوداگری اور فائدہ اُٹھانے کے واسطے چھاپا چاہتے ہیں میں چُپ ہو رہا۔ جب میں رامپور سے میرٹھ آیا۔ بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کے ہاں اُترا۔ وہاں منشی ممتاز علی صاحب میرے دوست قدیم مجکو ملے اُنھوں نے کہا کہ اپنا اُردو کا دیوان مجکو بھیج دیجیے گا۔ عظیم الدین ایک کتاب فروش اُس کو چھاپا چاہتا ہے اب تم سُنو دیوان ریختہ اتم و اکمل کہاں تھا۔ ہاں میں نے غدر سے پہلے لکھوا کر نواب یوسف علیخاں بہادر کو رامپور بھیج دیا تھا اب جو میں دلی سے رامپور جانے لگا تو بھائی ضیاء الدین خاں صاحب نے مجکو تاکید کر دی تھی کہ تم نواب صاحب کی سرکار سے دیوان اُردو لے کر اُس کو کسی کاتب سے لکھوا کر مجکو بھیج دینا میں نے رامپور میں کاتب سے لکھوا کر بسبیل ڈاک ضیاء الدین خاں کو دلی بھیجدیا تھا۔ آمدم بر سر مُدعائے سابق۔ اب جو منشی ممتاز علی صاحب نے مجھ سے کہا تو مجھے یہی کہتے بن آئی کہ اچھا دیوان تو میں ضیاء الدین خاں سے لیکر بھیجدوں گا مگر کاپی کی تصحیح کا ذمہ کون کرتا ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں نے کہا کہ میں۔ اب کہو میں کیا کرتا۔ دلی آکر ضیاء الدین خاں سے دیوان ایک آدمی کے ہاتھ نواب مصطفیٰ خاں کے پاس بھیجدیا۔ اگر میں اپنی خواہش سے چھپواتا تو اپنے گھر کا مطبع چھوڑ کر پرائے چھاپے خانے میں کتاب کیوں بھجواتا۔ آج اسی وقت میں نے تمکو یہ خط لکھا اور اسی وقت بھائی مصطفیٰ خاں صاحب کو ایک خط بھیجا ہے اور اُن کو لکھا ہے اگر چھاپا شروع نہ ہوا ہو تو نہ چھاپا جائے اور دیوان جلد میرے پاس بھیجا جائے۔ اگر دیوان آگیا تو فوراً تمھارے پاس بھیجدوں گا اور اگر وہاں کاپی شروع ہو گئی ہے

تو میں ناچار ہوں میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ اگر سرگزشت کو بھی سن کر مجکو گنہگار ٹھہراؤ تو اچھا میرا
بھائی میری تقصیر معاف کیجیو۔ رمضان اور عید کا قصہ لگا ہوا ہے یقین ہے کہ کاپی شروع نہ
ہوئی ہو۔ اور دیوان میرا میرے پاس آئے اور تم کو پہنچ جائے۔ ۱۹ یا ۲۰ جنوری ۱۸۶۶ء
کتاب اور دونوں عرضیاں ولایت کو روانہ کر کے رامپور گیا ہوں۔ تین مہینے کی جہاز کی آمد
ورفت ہے سو گزر چکی ہے۔ خواہی اسی مہینہ میں خواہی آغاز ماہ آیندہ یعنی مئی میں
جواب کے آنے کا مترصد ہوں دیکھیے آئے یا نہ آئے۔ آئے تو خاطر خواہ آئے یا ایسا ہی سرسری آئے

ایضاً - برخوردار منشی شیو نراین کو دعا کے بعد معلوم ہو۔ تصویر پہنچی تحریر پہنچی۔ سنو
میری عمر ستر برس کی ہے اور تمھارا دادا میرا ہم عمر اور ہمباز تھا اور میں نے اپنے نانا صاحب
خواجہ غلام حسین مرحوم سے سنا کہ تمھارے پردادا صاحب کو اپنا دوست بتاتے تھے اور فرماتے
تھے کہ میں بنسی دھر کو اپنا فرزند سمجھتا ہوں۔ غرض اس بیان سے یہ ہے کہ سو سوا سو
برس کی ہماری تمھاری ملاقات ہے پھر آپس میں نامہ و پیام کی راہ و رسم نہیں اور اس
راہ و رسم کے مسدود ہونے کا حاصل یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کے حال کی خبر نہیں اگر
تم کو میرے حال سے آگاہی ہوتی تو مجکو بسبیل ڈاک کبھی اکبر آباد نہ بلاتے لو اب میری حقیقت
سنو۔ چھٹا مہینا ہے کہ سیدھے ہاتھ میں ایک پھنسی نے صورت پھوڑے کی پیدا کی
پھوڑا پک کر پھوٹ کر ایک زخم۔ زخم کیا ایک غار بن گیا۔ ہندوستانی جراحوں کا
علاج رہا۔ بگڑتا گیا۔ دو مہینے سے کالے ڈاکٹر کا علاج ہے۔ سلائیاں دوڑ
رہی ہیں۔ استرہ سے گوشت کٹ رہا ہے۔ بیس دن سے صورت افاقت کی نظر
آنے لگی ہے۔ اب ایک اور داستان سنو۔ غدر کے رفع ہونے اور دلی کے فتح ہونے
اور دلی کے فتح ہونے کے بعد میرا پنشن کھلا۔ چڑھا ہوا روپیہ دام دام ملا۔ آیندہ کو

بدستور بے کم و کاست جاری ہوا۔ مگر لارڈ صاحب کا دربار اور خلعت جو معمولی و مقرری تھا
مسدود ہوگیا۔ یہاں تک کہ صاحب سکرٹر بھی مجھ سے نہ ملے اور کہلا بھیجا کہ اب گورنمنٹ
کو تم سے ملاقات کبھی منظور نہیں۔ میں فقیر متکبر مایوس دائمی ہوکر اپنے گھر بیٹھ رہا
اور حکام شہر سے بھی ملنا موقوف کر دیا۔ بڑے لارڈ صاحب کے ورود کے زمانے میں
نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی میں آئے دربار کیا۔ خیر کرو مجکو کیا۔ ناگاہ دربار
کے تیسرے دن بارہ بجے چپراسی آیا اور کہا کہ نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے۔
بھائی یہ آخر فروری ہے اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اُس دائیں ہاتھ کے زخم کے
سیدھی ران میں اور بائیں ہاتھ میں ایک ایک پھوڑا جدا ہے۔ حاجتی میں پیشاب کرتا
ہوں۔ اُٹھنا دشوار ہے بہرحال سوار ہوگیا پہلے صاحب سکرٹر بہادر سے ملا پھر نواب
صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تصور میں کیا بلکہ تمنا میں بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل
ہوئی۔ یعنی عنایت سے عنایت اخلاق سے اخلاق۔ وقت رخصت خلعت دیا۔ اور فرمایا
کہ یہ ہم تجکو اپنی طرف سے ازراہِ محبت دیتے ہیں اور مژدہ دیتے ہیں کہ لارڈ صاحب کے دربار
میں بھی تیرا نمبر اور خلعت کھُل گیا۔ انبالہ جا دربار میں شریک ہو۔ خلعت پہن۔ حال عرض کیا
گیا فرمایا خیر اور کبھی کے دربار میں شریک ہونا۔ اس پھوڑے کا بُرا ہو انبالے نہ جا سکا
آگرے کیونکر جاؤں۔ بابو ہرگوبند سہائے صاحب کو سلام مضمون واحد۔ ۳ مئی۔

ایضاً میاں تمہاری باتوں پر ہنسی آتی ہے۔ یہ دیوان جو میں نے تم کو بھیجا ہے اتم و اکمل
ہے وہ اور کون سی دو چار غزلیں ہیں جو مرزا یوسف علی خان عزیز کے پاس ہیں اور اس
دیوان میں نہیں اس طرف سے آپ اپنی خاطر جمع رکھیں کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان
سے باہر نہیں معہذا اُن سے بھی کہوں گا اور وہ غزلیں اُن سے منگا کر دیکھ لوں گا

تصویر میری لے کر کیا کرو گے۔ بیچارہ عزیز کیونکر کھچوا سکے گا۔ اگر ایسی ہی ضرورت ہے تو مجکو لکھو۔ مَیں مصوّر سے کھچوا کر تم کو بھجوا دوں نہ نذر در کار نہ نثار۔ مَیں تم کو اپنے فرزندوں کے برابر چاہتا ہُوں اور شکر کی جگہ ہے کہ تم فرزندِ سعادت مند ہو۔ خدا تم کو جیتا رکھے اور مطالبِ عالیہ کو پہنچا وے۔ سہ شنبہ ۳ جولائی سنہ ۱۸۶۱ع غالب۔

ایضاً میاں مَیں جانتا ہُوں کہ مولوی میر نیاز علی صاحب نے وکالت اچھی نہیں کی۔ میرا عا یہ تھا کہ وہ تم پر اس امر کو ظاہر کریں کہ دلّی میں ہندی دیوان کا چھپنا پہلے اُس سے شروع ہوا کہ حکیم احسن اللہ خاں صاحب تمھارا بھیجا ہوا فرمہ مجکو دیں اور وہ جو مَیں نے یہاں کے مطبع میں چھاپنے کی اجازت دی تھی یہ سمجھ کر دی تھی کہ اب تمھارا ارادہ اُس کے چھاپنے کا نہیں منورکر دیپرٹھ کے چھاپے خانے والے محمد عظیم نے کس عجز و الحاح سے دیوان لیا تھا اور مَیں نے نظر تمھاری ناخوشی پر پھیر اُس سے پھیر لیا۔ یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اَور کو چھاپنے کی اجازت دُوں۔ تم نے جو خط لکھنا موقوف کیا۔ مَیں سمجھا کہ تم خفا ہو مَیں نے مولوی نیاز علی صاحب سے کہا کہ برخوردار شیو نراین سے میری تقصیر معاف کروا دینا۔ بھائی خدا کی قسم مَیں تمکو اپنا فرزندِ دلبند سمجھتا ہُوں۔ اُس دیوان اور تصویر کا ذکر کیا ضرور ہے۔ رامپور سے وہ دیوان صرف تمھارے واسطے لکھوا کر لایا۔ دلّی میں تصویر بہزار جستجو بہم پہنچا کر مول لی اور دونوں چیزیں تم کو بھیج دیں وہ تمھارا مال ہے۔ چاہو اپنے پاس رکھو چاہو کسی کو دے ڈالو۔ چاہو پھاڑ کر پھینک دو۔ تم نے دستنبو کی جدول اور جلد بنوا کے ہم کو سوغات بھیجی تھی۔ ہم نے اپنی تصویر اور اردو کا دیوان تم کو بھیجا۔ میرے پیارے دوست ناظر بنسی دھر کے تم یادگار ہو ۔ ع لے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری ✤ خوشنودی کا طالب غالب۔ ۱۰ جنوری سنہ ۱۸۶۲ع۔

بنام بابو گوبند سہاے صاحب

برخوردار بہت دن ہوئے کہ میں نے تم کو خط لکھا ہے۔ اب اس خط کا جواب ضرور لکھو اور جلد لکھو۔ دو سوال ہیں تم سے۔ ایک تو یہ کہ یہاں مشہور ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر الہ آباد سے کانپور آ گئے۔ کوئی کہتا ہے آویں گے۔ اس کا حال جو کچھ تم کو معلوم ہو لکھو۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ دو قسم کی انگریزی شراب ایک تو کاس ٹیلن اور ایک اولڈ ٹام یہ میں ہمیشہ پیا کرتا تھا اور یہ دونوں قسم بیس روپیہ چوبیس روپیہ درجن آتی تھی۔ اب یہاں پہلے تو نظر ہی نہیں آتی تھی۔ اب پچاس روپیہ اور ساٹھ روپیہ درجن آتی ہے۔ وہاں تم دریافت کرو کہ اسکا نرخ کیا ہے اور یہ بھی معلوم کرو کہ بطریق ڈاک پہنچ سکتی ہے یا نہیں یہ دونوں امر دریافت کر کے مجھکو جلد لکھو۔ اگر بقیمت مناسب ہاتھ آئے اور اُس کا بھیجنا ممکن ہو تو یہاں سے روپیہ کی ہنڈوی بھیجدوں اور تم خرید کر بیل گاڑی کی ڈاک پر روانہ کر دو۔ جاڑوں میں مجھکو بہت تکلیف ہے اور یہ گڑ چھال کی شراب میں نہیں پیتا۔ یہ مجھکو مضرت کرتی ہے اور مجھے اس سے نفرت ہے

چہارشنبہ ۲۹ دسمبر ۱۸۵۸ء ضروری جواب طلب از غالب جاں بلب۔

ایضاً صاحب تم کو دعا کہتا ہوں اور دعا دیتا بھی ہوں۔ شراب کی قیمت کے دو خط بھیجے۔ بھائی کاس ٹیلن اور اولڈ ٹام دونوں چوبیس روپیہ درجن میں ہمیشہ لیا کرتا تھا اب یہاں مہنگی ملتی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا جب وہاں بھی اس قیمت کو ملتی ہے تو میرا مقدور نہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ شاید وہاں ارزاں ہو۔ خیر اس کو جانے دو۔ روٹی ہی ملے جائے تو غنیمت ہے مہینہ بھر کی روٹی کا مول ایک درجن کی قیمت ہے۔

بنام نواب امین الدین احمد خاں صاحب بہادر رئیس لوہارو

بھائی صاحب ساٹھ ساٹھ برس سے ہمارے تمہارے بزرگوں میں قرابتیں بہم پہنچیں۔ ترنج کا میرا تمہارا

معاملہ کیا ہے پچاس برس سے مَیں تم کو چاہتا ہُوں بے اس کے کہ چاہت تمھاری طرف سے بھی ہو۔ چالیس برس سے محبت کا ظہور طرفین سے ہوا مَیں تمہیں چاہتا رہا تم مجھے چاہتے رہے۔ وہ امرِ عام اور یہ امرِ خاص کیا مقتضیٰ اس کا نہیں کہ مجھ میں تم میں حقیقی بھائیوں کا سا اخلاص پیدا ہو جائے وہ قرابت اور یہ مودّت کیا پیوندِ خون سے کم ہے۔ تمھارا یہ حال سُنوں اور بیتاب نہ ہو جاؤں اور وہاں نہ آؤں۔ مگر کیا کروں مبالغہ نہ سمجھو۔ مَیں ایک قالبِ بے رُوح ہُوں ؎ یکے مُردہ شخصم بپردی رواں ٭ انحلالِ رُوح کار وز افزوں ہے۔ صبحکو تبرید قریب دوپہر کے روٹی۔ شام کو شراب۔ اگر اس میں سے جس دن ایک چیز اپنے وقت پر نہ ملی۔ مَیں مرلیا۔ واللہ نہیں آسکتا۔ باللہ نہیں آسکتا۔ دل کی جگہ میرے پہلو میں پتھر بھی تو نہیں۔ دوست نہ سہی۔ دشمن بھی تو نہ ہُوں گا۔ محبت نہ سہی عداوت بھی تو نہ ہوگی آج تم دونو بھائی اس خاندان میں شرف الدولہ اور فخر الدولہ کی جگہ ہو۔ مَیں لم یلد ولم یولد ہُوں میری زوجہ تمھاری بہن میرے بچّے تمھارے بچّے ہیں خود جو میری حقیقی بھتیجی ہے اسکی اولاد بھی تمھاری ہی اولاد ہے۔ نہ تمھارے واسطے بلکہ ان بیکسوں کیواسطے۔ تمھارا دعاگو ہُوں اور تمھاری سلامتی چاہتا ہُوں۔ تمنّا یہ ہے اور اِن شاءَ اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا کہ تم جیتے رہو اور تم دونوں کے سامنے مَرجاؤں تاکہ اس قافلہ کو اگر روٹی نہ دوگے تو چنے تو دوگے۔ اگر چنے بھی نہ دوگے اور بات نہ پُوچھوگے تو میری بلا سے مَیں تو موافق اپنے تصوّر کے مَرتے وقت ان فلک زدوں کے غم میں نہ اُلجھوں گا۔ جنابِ والدہ ماجدہ تمھاری یہاں آنا چاہتی ہیں اور ضیاء الدین خاں اسی واسطے وہاں پُہنچتے ہیں سُنو بعد تبدیلِ آب و ہوا دو فائدے اور بھی بہت بڑے ہیں۔ کثرتِ اطبّا صحبتِ احبّا تنہائی سے نہ ملول رہوگے۔ حرف و حکایت میں مشغول رہوگے آؤ آؤ شتاب آؤ۔

بھائی مرزا علاؤالدین خاں تم کو کیا لکھوں جو وہاں تمھارے دل پر گذرتی ہو۔ یہاں میری نظر میں ہے۔ خیر دُعا ہے مزید عمر و دولت۔ نجات کا طالب۔ غالب ؛

ایضًا برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون دُعاے بقاے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ عطوفت نامہ کی رُو سے فارسی دو غزلوں کی رسید معلوم ہوئی۔ تیسری غزل گو ہر نتواں گفت۔ آخر نتواں گفت۔ جو تمہارے حسب الطلب بھیجی گئی ہے کیا نہیں پہنچی ہوگی یا تم بھول گئے ہو گے۔ وکیل حاضر باش دربار اسد اللّٰہی یعنی علائی مولائی اپنے موکل کی خوشنودی کیلئے فقیر کی گردن پر سوار ہو کر ایک اُردو کی غزل لکھوائی اگر پسند آئے تو مطرب کو سکھائی جائے۔ جھنجھوٹی کے اونچے سُروں میں۔ راہ رکھوائی جاوے۔ اگر جیتا رہا تو جاڑوں میں آکر میں بھی سُن لوں گا۔ والسلام مع الاکرام۔ نجات کا طالب غالب۔ چہار شنبہ۔ ۱۔ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ ہجری

غزل

میں ہوں مشتاقِ جفا مجھ پہ جفا اَور سہی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے سوا اَور سہی

غیر کے مرگ کا غم کس لئے اے غیرتِ ماہ
ہیں ہوس پیشہ بہت وہ نہ ہوا اَور سہی

تم ہوئے پھر تمھیں پندارِ خدائی کیوں ہے
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اَور سہی

حُسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی
آپ کا شیوہ و انداز و ادا اَور سہی

تیرے کوچہ کا ہے مائل دلِ مضطر میرا
کعبہ اک اَور سہی قبلہ نما اَور سہی

کوئی دُنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ
خلد بھی باغ ہے خیر آب و ہوا اَور سہی

کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملالیں یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اَور سہی

مجکو وہ دو کہ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں
زہر کچھ اَور سہی آبِ بقا اَور سہی

مجھ سے غالبؔ یہ علائی نے غزل لکھوائی
ایک بیدادِ گرِ رنج فزا اَور سہی

ایضاً برادر صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ تمہارے تفریح طبع کے واسطے ایک غزل نئی لکھ کر بھیجی ہے خدا کرے پسند آئے اور مطرب کو سکھائی جائے آج شہر کے اخبار لکھتا ہوں۔ سوانح لیل و نہار لکھتا ہوں۔ کل پنجشنبہ ۲۵ مئی کو اوّل روز پہلے بڑے زور کی آندھی آئی پھر خوب مینہ برسا وہ جاڑا پڑا کہ شہر کرّۂ زمہریر ہوگیا۔ بڑے دریبہ کا دروازہ ڈھایا گیا۔ قابل عطار کے کوچہ کا بقیہ مٹایا گیا۔ کشمیری کٹرہ کی مسجد زمین کا پیوند ہوگئی۔ سڑک کی وسعت دوچند ہوگئی۔ اللہ اللہ گنبد مسجدوں کے ڈھائے جاتے ہیں اور ہنود کے ڈیوڑھیوں کے جھنڈیوں کے پرچم پھراتے ہیں۔ ایک شیر زور آور اور سلیتن بندر پیدا ہوا ہے مکانات جابجا ڈھاتا پھرتا ہے۔ فیض اللہ خاں بنگش کی حویلی پر جو گلدستے ہیں جنکو عوام کنگری کہتے ہیں اُن میں سے ہلا ہلا کر ایک کی بنا ڈھا دی اینٹ سے اینٹ بجا دی واہ رے بندر یہ زیادتی اور پھر شہر کے اندر ترکستان کے ملک سے ایک سردار زادہ کثیر العیال عسیر الحال عربی فارسی انگریزی تین زبانوں کا عالم دلی میں وارد ہوا ہے۔ بلّی ماروں کے محلّہ میں ٹھہرا ہے۔ بسبب ضرورت حکّام شہر سے مل لیا ہے۔ باقی گھر کا دروازہ بند کئے بیٹھا رہتا ہے۔ گاہ گاہ نہ ہر شام و پگاہ غالب علی شاہ درویش کے تکیہ پر آجاتا ہے۔ اہل شہر حیران ہیں کہ کھاتا کہاں سے ہے اس کے پاس روپیہ آتا کہاں سے ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ باپ سے پھر گیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بے سبب باپ کی نظر سے گر گیا ہے۔ دیکھئے انجام کار کیا ہو۔ غالب علی شاہ کا قول یہ ہے کہ کل کا بھلا ہو۔ جمعہ ۲۲ مئی ۱۸۶۶ء

ایضاً۔ جمیل المناقب عمیم الاحسان سلامت۔ بعد سلام مسنون و دُعائے بقائے دولت روز افزوں عرض کیا جاتا ہے کہ اُستاد میر جان آئے اور اُن کی زبانی تمہاری خیر و عافیت معلوم ہوئی۔ خدا تم کو زندہ و تندرست و شاد و شادان رکھے۔ یہاں

کا حال کیا لکھوں بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎ نماند آب جز آبِ چشم در اقلیم ٭ شب و روز آگ برستی ہے۔ یا خاک نہ دن کو سورج نظر آتا ہے نہ رات کو تارے۔ زمین سے اُٹھتے ہیں شعلے۔ آسمان سے گرتے ہیں شرارے۔ چاہا تھا کہ کچھ گرمی کا حال لکھوں عقل نے کہا کہ دیکھ نادان قلم انگریزی دیاسلائی کی طرح جل اُٹھے گی اور نہ کاغذ کو جلا دے گی۔ بھائی ہوا کی گرمی تو بڑی بلا ہے گاہ گاہ جو ہوا بند ہو جاتی ہے۔ وہ اور بھی جانگزا ہے۔ خیر اب فضل سے قطع نظر ایک کودک غریب الوطن کے اختلاط کی گرمی کا ذکر کرتا ہوں کہ وہ جاں سوز نہیں بلکہ دل افروز ہے۔ پرسوں فرخ مرزا آیا۔ اُس کا باپ بھی اُس کے ساتھ تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کیوں صاحب میں تمھارا کون ہوں اور تم میرے کون ہو۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ حضرت آپ میرے دادا ہیں اور میں آپ کا پوتا ہوں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تمھاری تنخواہ آئی کہا جنابِ عالی آغا جان کی تنخواہ آگئی ہے میری نہیں آئی میں نے کہا تو لوہارو جائے تو تنخواہ پائے۔ کہا حضرت میں تو آغا جان سے روز کہتا ہوں کہ لوہارو چلو۔ اپنی حکومت چھوڑ کر دلی کی رعیت میں کیوں بن گئے۔ سبحان اللہ بالشت بھر کا لڑکا اور یہ فہم درست اور طبع سلیم۔ میں اس کی خوبی خو اور فرخی سیرت پر نظر کرکے اس کو فرخ سیر کہتا ہوں۔ مصاحب بے بدل ہے۔ تم اُس کو بُلا کیوں نہیں بھیجتے۔ مگر بھائی غلام حسین خاں مرحوم کے متبع ہو کہ زین العابدین وحید حسن اور اُن کی اولاد کو کبھی مُنہ نہ لگایا۔ علاؤالدین خاں جیسا ہوشمند ہمہ دان بیٹا۔ فرخ سیر جیسا دانشور بذلہ سنج اور شیرین سخن پوتا۔ یہ دو عطیۂ عظمیٰ و موہبت کبریٰ ہیں تمھارے واسطے من جانب اللہ ؎

دگر غافل شدی افسوس افسوس		اگر دریافتی بر دانشت بوس

آج ۲۲ جون کی ہے۔ آفتاب سرطان میں آگیا۔ نقطۂ انقلاب صیفی میں۔ دن گھٹنے لگا چاہیئے کہ تمھارا غیظ و غضب ہر روز کم ہو جائے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً بھائی صاحب آج تک سوچتا رہا کہ بیگم صاحبہ قبلہ کے انتقال کے باب میں تم کو کیا لکھوں۔ تعزیت کے واسطے تین باتیں ہیں۔ اظہارِ غم۔ تلقینِ صبر۔ دعائے مغفرت۔ سو بھائی اظہارِ غم تکلفِ محض ہے۔ جو غم تم کو ہوا ہے ممکن نہیں کہ دوسرے کو ہوا ہو۔ تلقینِ صبر بیدردی ہے۔ یہ سانحۂ عظیم ایسا ہے جس نے غمِ رحلتِ نوابِ مغفور کو تازہ کیا پس ایسے موقع پر صبر کی تلقین کیا کیجائے۔ رہی دعائے مغفرت میں کیا اور میری دعا کیا مگر چونکہ وہ میری مربیہ اور محسنہ تھیں دل سے دعا نکلتی ہے۔ چونکہ تمھارا یہاں آنا سنا جاتا تھا اسواسطے خط نہ لکھا۔ اب جو معلوم ہوا کہ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔ اور اس سبب سے آنا نہ ہوا۔ یہ چند سطریں لکھی گئیں حق تعالیٰ تمکو سلامت اور تندرست اور خوش رکھے۔ تمھاری خوشی کا طالب غالب ۱۵ نومبر ۱۸۶۲ء

ایضاً اخ مکرم خدا اکرم کی خدمت میں بعد ادائے سلامِ مسنون ملتمس ہوں۔ تمھارا شہر میں رہنا موجبِ تقویتِ دل تھا ؎ گو نہ ملتے تھے پر اک شہر میں تو رہتے تھے ۔ بھائی ایک سیر دیکھ رہا ہوں۔ کئی آدمی طیورِ آشیاں گم کردہ کی طرح ہر طرف اڑتے پھرتے ہیں۔ ان میں سے دو چار بھولے بھٹکے کبھی یہاں بھی آجاتے ہیں۔ لو صاحب اب وعدہ کب وفا کرو گے۔ علائی کو کب بھیجو گے ابھی تو شب کے چلنے اور دن کے آرام کرنے کے دن ہیں بارش شروع ہو جائیگی تو آپ کی اجازت بھی کام نہ آئیگی چلنے والا کہے گا۔ میں رہرو چالاک ہوں۔ تیراک نہیں۔ لوہارو سے دلی تک کشتی بغیر کیونکر جاؤں۔ دخانی جہاز کہاں سے لاؤں۔ ؎ اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش ۔ علائی کے دیدار کا طالب غالب۔ استاد میر جان صاحب کو سلام۔ یوم الخمیس ۱۷ محرم ۱۲۸۱ ہجری

بنام مرزا علاؤالدین احمد خاں صاحب بہادر

صاحب تمھارا خط پہنچا۔ مطالب دل نشین ہوئے۔ غوغاے خلق سے مجکو غرض نہیں

کیا اچھی رباعی ہے کسی کی ع

مومن بخیالِ خویش مستم داند	کافر بگمان خدا پرستم داند
مردم ز غلط فہمی مردم مردم	اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند

بھائیوں سے پھر نہیں ملا۔ بازار میں نکلتے ہوئے ڈر لگتا ہے جواہر خیر دار میرا اسلام اخوین کو اور اُن کا سلام مجکو پہنچا دیتا ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں ع

تاب لاسے ہی بنے گی غالب	واقعہ سخت ہے اور جان عزیز
ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے	بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

یہ مقطع اور مطلع مندرجہ دیوان ہے مگر اس وقت یہ دونوں شعر حسب حال نظر آئے اس واسطے لکھدیئے گئے تم نے اشعار جدید مانگے خاطر تمھاری عزیز ایک مطلع صرف دو مصرع آگے کے کہے ہوئے یاد آگئے کہ وہ داخل دیوان بھی نہیں اُن پر فکر کرکے ایک مطلع اور پانچ شعر لکھکر سات بیت کی ایک غزل تم کو بھیجتا ہوں۔ بھائی کیا کہوں کہ کس مصیبت سے یہ چھ بیتیں ہاتھ آئی ہیں اور وہ بھی بلند رتبہ نہیں ع

بہت سہی غمِ گیتی شراب کم کیا ہے	غلامِ ساقیِ کوثر ہوں مجکو غم کیا ہے

مطلع ثانی

رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے	تمھاری طرز و روش جانتے ہیں ہم کیا ہے
سکے تو شب کہیں کاٹے تو سانپ کہلائے	کوئی بتاؤ کہ وہ زلفِ خم بخم کیا ہے
لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود	کسے خبر کہ وہاں جنبشِ قلم کیا ہے

نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا
خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے

وہ داد و دید گرانمایہ شرط ہے ہمدم
وگرنہ مہرِ سلیمان و جامِ جم کیا ہے

سخن میں خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقیں ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے

لو صاحب تمھارا فرمانِ قضا توامان بجا لایا مگر اس غزل کا مسودہ میرے پاس نہیں ہے اگر باحتیاط رکھو گے اور اردو کے دیوان کے حاشیہ پر چڑھا دو گے تو اچھا کرو گے عمر فراواں و دولت فزوں باد فقط جمعہ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۶ء بارہ پر دو بجے تین کا عمل ۔

ایضاً مرزا ارو پیرو بہ از پہلو آؤ میرے سامنے بیٹھو۔ آج صبح کے سات بجے باقر علیخاں اور حسین علیخاں مع ۱۴ مرغ ۲ بڑے اور ۲ چھوٹے کے دلی کو روانہ ہوئے۔ دو آدمی میرے ان کے ساتھ گئے۔ کلو اور اس کا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس ہیں۔ نواب صاحب نے وقتِ رخصت ایک ایک دو شالہ مرحمت کیا۔ مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو ہفتہ سے یہاں وارد ہیں، اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں کہتے ہیں کہ تیرے ساتھ دلی چلوں گا اور وہاں سے لوہارو جاؤں گا۔ میرے چلنے کا حال یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی ہفتہ میں چلوں گا۔ آپ جال جو کے اردو لکھتے لکھتے جو خط مشتمل ایک مطلب پر تھا اس کو تم نے فارسی لکھا۔ اور فارسی بھی متصدیانہ نہیں کہا میر کو اور اپنے بزرگ کو کبھی بعینہٖ [illegible] یہ وہی چھوٹی سے بڑی ہے کا قصہ ہے۔ خیر خط نہ دکھاؤں گا مکتب فیہ کہکر کلام کا مقصد نکال لوں گا۔ میں نے تو چلتے وقت فرخ سیر کے اتالیق کی زبانی بھائی کو کہلا بھیجا تھا کہ تم اگر کوئی اپنا مدعا کہو تو میں اس کی درستی کرتا لاؤں جواب آیا کہ اور کچھ مدعا نہیں صرف مکان کا مقدمہ ہے سو اس مقدمہ میں میرا اور میرے شرکاء کا وکیل وہاں موجود ہے اگر وہ اس کا ذکر کرتے تو میں ان کے خالو اصغر علیخاں کے نام عرضی یا خط لکھواتا لاتا۔ بہرحال

اب بھی قاصر نہ رہونگا - تاریخ اوپر لکھ آیا - نام اپنا بدل کر مغلوب رکھ لیا ہے ۔

ایضاً یکشنبہ یکم اکتوبر ۱۸۶۵ء

شکر ایزد کہ ترا با پدرت صلح فتاد	حوریان رقص کناں ساغر شکرانہ زدند
قدسیان بہر دعائے تو و والا پدرت	قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

میاں تم جانتے ہو کہ میں عازم رامپور تھا اسباب ساعدت ہو گئے بشرط حیات جمعہ کو روانہ ہونگا لڑکے بالوں کی خیر و عافیت علی حسین خاں کی تحریر سے معلوم ہوتی رہتی ہے میرا لکھنا زائد ہے ایک بار میں صاحب کمشنر کی عیادت کو گیا تھا فرخ مرزا بھی میرے ساتھ گیا تھا مزاج کی خبر پوچھ آیا - بھائی صاحب کو میرا سلام کہنا - راقم غالب علی شاہ -

ایضاً جانا جانا ایک خط میرا تمھارے دو خطوں کے جواب میں تم کو پہنچا ہوگا - آج میں علی اصغر خاں بہادر کے گھر گیا اُن سے میں نے تذکرہ کیا فرمایا کہ فرخ سیر کی ماں کو لکھ بھیجو کہ سال بھر کی تنخواہ کی رسید بھیجدیں یہاں سے روپیہ بھیجدیا جائیگا - آج منگل ہے ۷ شعبان کی اور ۲۶ دسمبر کی - دونوں بھتیجے تمھارے جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو روانہ دہلی ہوئے - میں پرسوں یوم الخمیس کو چلا گیا ہوں گا ؎

اول ما آخر ہر منتہی در اکرام و عزت	آخر ما جیبِ تمنا تہی از مال و دولت

تو کمان گروہہ کہا کر فارسی گھار اگر مجھ سے ہندی کی چندی سن - ایک غلیل حضور نے دینی کہی ہے ایک علی اصغر خاں سے لینی دونوں کل آئیں گی - مرزا نعیم بیگ ابن مرزا کریم بیگ دو تین ہفتے سے یہاں وارد اور اپنی بہن کے ہاں ساکن ہیں - زاد کی خدا لے چھٹی فقیر ہر کی - راجبلہ دو جانیں فقط غالب ۔

ایضاً صبح دوشنبہ شانزدہم ماہ صیام - میری جان نئے مہاں کا قدم تم پر مبارک ہو

اللہ تعالیٰ تمھاری اور اُس کی اور اُس کے بھائیوں کی عمر و دولت میں برکت دے۔ تمھاری طرز تحریر سے صاف نہیں معلوم ہوتا کہ سعید ہے یا سعیدہ ہے۔ ثاقب اس کو عزیز اور غالب عزیز جانتا ہے۔ واضح لکھو تا احتمال رفع ہو۔ خط ثاقب کے نام کا تو بہ خط کا ہے کو ایک تختہ کاغذ کا میں نے سراسر پڑھا لطیفہ و بذلہ و شوخی و شوخ چشمی کا بیان جب کرتا کہ فحوائے عبارت سے جگر خوں نہ ہو جاتا۔ بھائی کا غم جُدا۔ ایسا سخن گزار۔ ایسا زباں آور۔ ایسا عیارِ طرار۔ یوں عاجز و درماندہ و ازکار رفتہ ہو جائے۔ تمھارا غم جُدا۔ ساغرِ اوّل و دورِ کیا دل لیکر آئے کیا زبان لیکر آئے کیا علم لیکر آئے۔ کیا عقل لیکر آئے اور پھر کسی روش کو برت نہ سکے کسی شیوہ کی داد نہ پائے گویا نظیری تمھاری زبان سے کہتا ہے ؎

جوہرِ بینش من در تہِ زنگار بماند	آنکہ آئینہ من ساخت نپرداخت دریغ

بھائی اس معرض میں میں بھی تیرا ہم طالع اور ہمدرد ہوں اگرچہ یک فنہ ہوں مگر مجھے اپنے ایمان کی قسم میں نے اپنی نظم و نثر کی داد باندازہ بایست پائی نہیں آپ ہی کہا آپ ہی سمجھا۔ قلندری و آزادگی و ایثار و کرم کے جو دواعی میرے خالق نے مجھ میں بھر دیئے ہیں بقدر ہزار ایک ظہور میں نہ آئے نہ وہ طاقتِ جسمانی کہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لوں اور اُس میں شطرنجی اور ایک ٹین کا لوٹا مع سوت کی رسی کے لٹکا لوں اور پیادہ پا چل دوں۔ کبھی شیراز جا نکلا۔ کبھی مصر میں جا ٹھہرا۔ کبھی نجف جا پہنچا۔ نہ وہ دستگاہ کہ ایک عالم کا میزبان بن جاؤں اگر تمام عالم میں نہ ہو سکے نہ سہی۔ جس شہر میں رہوں اس شہر میں تو بھوکا ننگا نظر نہ آئے ؎

نہ بستاں سرائے نہ میخانۂ	نہ دستاں سرائے نہ جانانۂ
نہ رقص پری پیکران بر بساط	نہ غوغائے رامشگران در رباط

خدا کا مقہور۔ خلق کا مردود۔ بوڑھا ناتوان بیمار فقیر نکبت میں گرفتار۔ تمھارے حال میں غور کی اور چاہا کہ اس کا نظیر بہم پہنچاؤں۔ واقعہ کربلا سے نسبت نہیں دے سکتا۔ لیکن واللہ تمھارا حال اس ریگستان میں بعینہ ایسا ہے جیسا مسلم ابن عقیل کا حال کوفہ میں تھا۔ تمھارا خالق تمھاری اور تمھارے بچوں کی جان و آبرو کا نگہبان میرے اور معاملات کلام و کمال سے قطع نظر کرو۔ وہ جو کسی کو بھیک مانگتے نہ دیکھ سکے اور خود در بدر بھیک مانگے وہ مَیں ہوں۔

ایضاً چاشتگاہ سہ شنبہ دوازدہم نومبر ۱۸۶۱ء۔ آج جس وقت کہ روٹی کھانے کو گھر جاتا تھا شہاب الدین خاں تمھارا خط اور مصری کی ٹھلیا لیکر آئے مَیں اُس کو لوا کر گھر گیا اپنے سامنے مصری تلوائی آدھ پاؤ اوپر دو سیر نکلی۔ خانۂ دولت آباد۔ یہی کافی دوا فی ہے اور اب حاجت نہیں۔ روٹی کھا کر باہر آیا۔ تمھارے ابن عم کا آدمی جواب خط کا متقاضی ہوا کہ شتر سوار جانے والا ہے۔ مَیں کھانا کھا کر لیٹنے کا عادی ہوں۔ لیٹے لیٹے مصری کی رسید لکھدی مطالب مندرجۂ خط کا جواب بشرطِ حیات کل بھیجوں گا۔ غالب۔

ایضاً۔ اقبال نشانا بخیر و عافیت و فتح و نصرت لوہارو پہنچنا مبارک ہو۔ مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات اُردو کے جمع کرنے پر اور اُس کے چھپوا لینے پر آمادہ ہوئے ہیں مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کئے ہیں۔ مَیں مسودہ نہیں رکھتا جو لکھا وہ جہاں بھیجنا ہوا وہاں بھیج دیا یقین ہے کہ خط میرے تمھارے پاس بہت ہوں گے اگر اُن کا ایک پارسل بنا کر بسبیل ڈاک بھیج دو گے یا آج کل میں کوئی ادھر آنے والا ہو اُس کو دیدو گے تو موجب میری خوشی کا ہوگا اور مَیں ایسا جانتا ہوں کہ اُس کے چھاپے جانے سے تم بھی خوش ہو گے بچوں کو دُعا۔ غالب

ایضاً جانِ غالب یاد آتا ہے کہ تمھارے عم نامدار سے سُنا ہے کہ لغات دساتیر کی فرہنگ

وہاں ہے اگر ہوتی تو کیوں نہ تم بھیج دیتے خیر ع اینچہ ما در کار داریم اکثرے درکار نیست ٭
تم ثمر نورس ہو اُس نہال کے کہ جس نے میری آنکھوں کے سامنے نشو و نما پائی ہے اور مَیں ہوا خواہ و
سایہ نشین اُس نہال کا رہا ہُوں کیونکر تم مجھکو عزیز نہ ہوگے۔ رہی دید وا دید اس کی دو صورتیں ہیں
تم دلی میں آؤ یا مَیں لوہارو آؤں۔ تم مجبور مَیں معذور۔ خود کہتا ہُوں کہ میرا عذر زنہار مسموع نہ ہو
جبتک نہ سمجھ لو کہ مَیں کون ہُوں اور ماجرا کیا ہے۔ سُنو عالم دو ہیں۔ ایک عالمِ ارواح۔
اور ایک عالمِ آب و گل۔ حاکم ان دونوں عالموں کا وہ ایک ہے جو خود فرماتا ہے لِمَنِ
الْمُلْكُ الْيَوْمَ اور پھر آپ جواب دیتا ہے۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہر چند قاعدۂ عام یہ ہے کہ
عالمِ آب و گل کے مجرم عالمِ ارواح میں سزا پاتے ہیں لیکن یُوں بھی ہوا ہے کہ عالمِ ارواح کے
گنہگار کو دُنیا میں بھیجکر سزا دیتے ہیں چنانچہ مَیں آٹھویں رجب ۱۲۱۲ھ میں رُوبکاری کیواسطے
یہاں بھیجا گیا ۱۳ برس حوالات میں رہا۔ ۷ رجب ۱۲۲۵ھ کو میرے واسطے حکم دوامِ حبس
صادر ہوا۔ ایک بیڑی میرے پاؤں میں ڈال دی۔ اور دلی شہر کو زنداں مقرر کیا اور مجھے
اُس زنداں میں ڈال دیا۔ فکرِ نظم و نثر کو مشقت ٹھہرایا۔ برسوں کے بعد جیل خانہ سے بھاگا
تین برس بلادِ شرقیہ میں پھرتا رہا۔ پایانِ کار مجھے کلکتہ سے پکڑ لائے اور پھر اُسی محبس
میں بٹھا دیا۔ جب یہ دیکھا کہ یہ قیدی گریز پا ہے۔ دو ہتھکڑیاں اور بڑھا دیں۔ پاؤں بیڑی سے
فگار۔ ہاتھ ہتھکڑیوں سے زخم دار۔ مشقتِ مقرری اور مشکل ہو گئی۔ طاقت یک قلم زائل ہو گئی
بیحیا ہُوں سالِ گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زنداں میں چھوڑ مع دونوں ہتھکڑیوں کے بھاگا میرٹھ
مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وہاں رہا تھا کہ پھر پکڑا آیا اب عہد کیا کہ
پھر نہ بھاگوں گا۔ بھاگوں کیا بھاگنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ حکمِ رہائی دیکھئے کب صادر ہو
ایک ضعیف سا احتمال ہے کہ اسی ماہ ذی الحجہ میں چھوٹ جاؤں۔ بہر تقدیر بعد رہائی کے

توآدمی سوائے اپنے گھر کے اور کہیں جاتا۔ میں بھی بعد نجات سیدھا عالم ارواح کو چلا جاؤں گا ؎

فرّخ آں روز کہ از خانۂ زندان بروم ✿ سوئے شہر خود ازیں وادیٔ ویران بروم

گانے میں غزل کے سات شعر کافی ہوتے ہیں دو فارسی غزلیں دو اردو غزلیں اپنے حافظہ کی تحویل میں بھیجتا ہوں بھائی صاحب کی نذر

غزل

از جسم بجاں نقاب تا کے ✿ ایں گنج دریں خراب تا کے

ایں گوہر پُر فروغ یارب ✿ آلودۂ خاک و آب تا کے

ایں راہروِ مسالکِ قدس ✿ واماندۂ خورد و خواب تا کے

بیتابیٔ برق جز دمے نیست ✿ ما دیں ہمہ اضطراب تا کے

جاں در طلبِ نجات تا چند ✿ دل در تعبِ عتاب تا کے

پُرسش ز تو بے حساب باید ✿ غمہائے مرا حساب تا کے

غالب بہ چنیں کشاکش اندر ✿ یا حضرتِ بو تراب تا کے

دوش کز گردشِ بختم گلہ بر روئے تو بود ✿ چشم سوئے فلک و روی سخن سوئے تو بود

ہمچو شب شمع گماں کردی و رفتی بعتاب ✿ نفسم پردہ کشائے اثرِ خوئے تو بود

چہ عجب صانع اگر نقش دہانت گم کرد ✿ گماں خود از حیرتیانِ رُخِ نیکوئے تو بود

یکقلمِ باد مباد ایں ہمہ سودائی دل ✿ کاش از پردگیانِ شکنِ موئے تو بود

خون و جاں بہ تمنائے شہادت دادن ✿ ہم از اندیشۂ آزردنِ بازوئے تو بود

دوست دارم گرہے را کہ بکارم زدہ اند ✿ کایں ہمانست کہ پیوستہ در ابروئے تو بود

لالہ و گل دمد از طرف مزارش پسِ مرگ
تا چہا در دلِ غالب ہوسِ روئے تو بود

ہے بسکہ ہر اک اُنکے اشارے میں نشاں اَور
کرتے ہیں محبت تو گزرتا ہے گماں اَور

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اَور دل اُن کو جو نہ دے مجکو زباں اَور

ہے خونِ جگر جوش میں دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدۂ خونناب فشاں اَور

لوگوں کو ہے خورشیدِ جہانتاب کا دھوکا
ہر روز دکھاتا ہُوں مَیں اک داغ نہاں اَور

تم شہر میں ہو تو ہمیں کیا غم جب اُٹھیں گے
لے آئیں گے بازار سے جاکر دل و جاں اَور

مرتا ہوں اس آواز پہ ہرچند سر اُڑ جائے
جلّاد کو لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اَور

ہیں اَور بھی دُنیا میں سخنور بہت اچھّے
کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اَور

اُس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیئے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیئے

ضد کی ہے اَور بات مگر خو بری نہیں
بھُولے سے اُسنے سینکڑوں وعدے وفا کیئے

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خُو
دینے لگا ہے بوسے بغیر التجا کیئے

رکھتا پھروں ہُوں خرقہ و سجّادہ رہنِ مَے
مُدّت ہوئی ہے دعوتِ آب و ہوا کیئے

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیئے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیئے

غالب تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیئے اور وہ سُنا کیئے

ایضًا سعادت و اقبال نشان میرزا علاؤالدین خاں بہادر کو فقیر اسد اللہ کی دُعا پہنچے
کل شام کو مخدوم مکرم جناب آغا محمد حسین صاحب شیرازی بسواری ریل ملند دولت دلخواہ کو ناگاہ

آوے فیقر کے تکیہ میں تشریف لائے۔ شب کو جناب ڈپٹی ولایت حسین خاں کے مکان میں آرام فرمایا اب وہاں آتے ہیں۔ قریب طلوع آفتاب بچشم نیم باز یہ رقعہ تمھارے نام لکھا ہے جو کچھ جی چاہتا ہے وہ مفصل نہیں لکھ سکتا۔ مختصر مفید آغا صاحب کو دیکھ کر یوں سمجھا کہ میرا بوڑھا چچا غالب جوان ہو کر میلے کی سیر کو حاضر ہوا ہے۔ پس نورچشمان جان مرزا باقر علیخاں بہادر و مرزا حسین علیخاں بہادر جناب آغا صاحب کا قدمبوس بجا لائیں اور اُن کی خدمتگزاری کو اپنی سعادت اور میری خوشنودی سمجھیں۔ بس ہاں مرزا علائی اگر کرنیل الگزنڈر اسکنر بہادر سے ملاقات ہو تو میرا اسلام کہنا۔

ایضاً صاحب میری داستان سُنئے۔ پنشن بے کم و کاست جاری ہوا۔ زر مجمعہ سہ سالہ یک مشت مل گیا۔ بعد ادائے حقوق چار سو روپیہ دینے باقی رہے اور ستاسٹھ روپیہ گیارہ آنے مجھے بچے۔ مئی کا مہینہ بدستور ملا۔ آخر جون میں حکم آگیا کہ پنشن دار علی العموم ششماہی پایا کریں بجائے پنشن تقسیم نہ ہوا کرے۔ میں دس بارہ برس سے حکیم محمد حسن خان کی حویلی میں رہتا ہوں۔ اب وہ حویلی غلام اللہ خاں نے مول لے لی۔ آخر جون میں مجھ سے کہا کہ حویلی خالی کر دو اب مجھے فکر پڑی کہ کہیں دو حویلیاں قریب ہم دگر ایسی ملیں کہ ایک محلسرا اور ایک دیوان خانہ ہو نہ ملیں۔ ناچار یہ چاہا کہ بلی ماروں میں ایک مکان ایسا ملے کہ جس میں جا رہوں۔ ناگاہ تمھاری چھوٹی پھوپھی نے بیکس نوازی کی۔ کروڑا والی حویلی مجکو رہنے کو دی۔ ہرچند وہ رعایت مرعی نہ رہی کہ محلسرا سے قریب ہو مگر خیر بہت دور بھی نہیں کل یا پرسوں وہاں جا رہوں گا۔ ایک پاؤں زمین پر ہے ایک پاؤں رکاب میں توشہ کا دہ حال گوشہ لی یہ صورت۔ کل شنبہ ۱۷ ذی الحجہ کی اور ۷ جون کی پہر دن چڑھے تمھارا خط پہنچا۔ دو گھڑی کے بعد سُنا گیا کہ امین الدین خاں صاحب نے اپنی کوٹھی میں نزول اجلال کیا

پہروں رہے ازراہِ مہربانی ناگاہ میرے ہاں تشریف لائے میں نے اُن کو دُبلا افسردہ پایا دل کُڑھا۔ علی حسین خاں بھی آیا۔ اُس سے بھی ملا۔ میں نے تمھیں پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ بھائی صاحب بولے کہ جب میں یہاں آیا تو کوئی وہاں بھی تو ہے اور اس سے علاوہ وہ اپنے بیٹے کو بہت چاہتے ہیں۔ میں نے کہا اتنا ہی جتنا تم اُس کو چاہتے تھے ہنسنے لگے غرض کہ میں نے بظاہر اُن کو تم سے اچھا پایا۔ آگے تم لوگوں کے دلوں کا مالک اللہ ہے۔ راقم غالب۔ نگاشتہ و رواں داشتہ یکشنبہ۔ بین الظہر والعصر۔

ایضاً چہارشنبہ ۲۵ستمبر ۱۸۶۱ء ہنگام نیمروز۔ علائی مولائی اس وقت تمھارا خط پہنچا۔ اِدھر پڑھا اُدھر جواب لکھا۔ واہ کیا کہنا ہے رامپور کے علاقہ کو گاؤ سنگ اور مجکو بیل یا اُس پوینڈ کے طعنہ کو تازیانہ اور مجکو گھوڑا بنایا وہ علاقہ اور وہ پوینڈ لوہارو کے سفر کا مانع و مزاحم کیوں ہو رئیس کی طرف سے بطریق وکیل محکمہ کمشنری میں معیّن نہیں ہوں۔ جس طرح اُمرا واسطے فقرا کے وجہ معاش مقرر کر دیتے ہیں اسی طرح اس سرکار سے میرے واسطے مقرر ہے ہاں فقیر سے دُعائے خیر اور مجھ سے اصلاح نظم مطلوب ہے چاہوں دلّی رہوں چاہوں اکبرآباد۔ چاہوں لاہور۔ چاہوں لوہارو۔ ایک گاڑی کپڑوں کیواسطے کرایہ کروں کپڑوں کے صندوق میں آدھی درجن شراب بھروں۔ آٹھ کہار ٹھیکہ کے لوں۔ چار آدمی رکھتا ہوں۔ دو یہاں چھوڑوں دو ساتھ لوں۔ چل دوں۔ رامپور سے جو لفافہ آیا کرے گا لڑکوں کا حافظ لوہارو بھجوایا کرے گا۔ گاڑی ہو سکتی ہے۔ شراب مل سکتی ہے۔ کہار پہنچ سکتے ہیں۔ طاقت کہاں سے لاؤں۔ روٹی کھانے کو باہر کے مکان میں سے محلسرا میں کہ وہ بہت قریب ہے جب جاتا ہوں تو ہندوستانی گھڑی بھر میں دم ٹھہرتا ہے اور پھر حال دیوان خانہ میں آکر ہوتا ہے۔ والی رامپور نے تو مرشد زادہ کی شادی میں بُلایا تھا

یہی لکھا گیا کہ میں ایک معدوم محض ہوں تمھارا اقبال تمھارے کلام کو اصلاح دیتا ہے اس سے
بڑھ کر مجھ سے خدمت نہ چاہو۔ بھائی کے اور تمھارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے پر
کیا کروں عقرب و قوس کے آفتاب یعنی نومبر دسمبر میں قصد تو کروں گا کاش لوہارو کی جگہ
گوڑگانوہ ہوتا یا بادشاہ پور ہوتا۔ کہوگے کہ رام پور کیا نزدیک ہے وہاں گئے کو دو برس
ہوگئے یہاں انحطاط و اضمحلال روز افزوں تم یہاں آسکتے ہو نہ مجھ میں وہاں آنے کا دم
بس اگر نومبر دسمبر میں میرا خیر حملہ چل گیا بہتر ورنہ ؎ ای وای ز محرومی دیدار دگر ہیچ ۔ غالب

ایضاً اقبال نشان مرزا علاؤالدین خان بہادر کو غالب گوشہ نشین کی دعا پہنچے۔ برخوردار علی حسین
خاں آیا مجھ سے ملا۔ بھائی کا حال اُسکی زبانی معلوم ہوا۔ حق تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ الولد سر لابیہ تم
اسکے مصداق کیوں بنے خفقان و مراق اگرچہ تمھارا خانہ زاد موروثی ہے لیکن آجتک تمھاری خدمت میں
حاضر نہوا تھا اب کیوں آیا۔ اگر آیا تو ہرگز اسکو ٹھہرنے نہ دو۔ ہانک دو۔ خبردار اسکو اپنے پاس بیٹھنے نہ دینا
شفیق بکرم و لطف مجسم منشی نولکشور صاحب بسبیل ڈاک یہاں آئے مجھ سے اور تمھارے چچا اور تمھارے
بھائی شہاب الدین خاں سے ملے۔ خالق نے اُن کو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت عطا کی ہے
گویا بجائے خود قران السعدین ہیں تم سے میں نے کچھ نہ کہا تھا اور کلیات کے دس مجلد کی قیمت خاص
ان لیئے تھے اب اُن سے جو ذکر آیا تو اُنھوں نے پہلی قیمت مشتہرہ اخبار یعنی قبول کی یعنی ہے فی جلد
اس صورت میں دس مجلد کے ہے میں ہوں ور ہے تم دوگے وہ مطبع اودھ اخبار میں پہنچانے
چاہئیں میں دسمبر ماہ حال کی دسویں گیارھویں کو طالب ہونگا۔ کہو ہے علی حسین خاں کو دیدوں
کہو بھیجدوں۔ اس نگارش کا جواب جلد لکھو۔ بھائی صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور
اُستاد میر جان سے میری طرف سے وہم لیا نجات کا طالب غالب پنجشنبہ ۲۱ جمادی الثانی سال غضنفر
مطابق ہود دسمبر سال غضنفر کہا ہے ۱۸۶۳ گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ہے۔

ایضاً جمعہ نہم رجب ۵ دسمبر۔ میری جان تمھارا خط بھی آیا۔ اور علی حسین خاں نجم الدین بھی تشریف لایا۔ اگر سرنوشت آسمانی میں بھی اواخر رجب یا اوائل شعبان میں ہمارا تمھارا ملنا مندرج ہی تو زبانی کہہ سُن لینگے قلم کو ان اسرار کی محرمیت نہیں ہے جو شخص اپنے ملک و مال و جان و تن و ننگ و نام کے اُمور میں آشفتہ سرگرداں بلکہ عاجز و حیران ہو وہ دوسرے کو اُس سے کیا گلا ہائے نظیری ؎

باما جفا و ناخوشی باخود غرور و سرکشی	از ما بۂ ازخود و بۂ آخر از آن کیستی

محل عقل و ہوش و باغ سو تباہ افیون کا مجرم ہو جانا علاوہ۔ اللہ جو چاہے سو کرے ایسا پیارا باغ و بہار بھائی یوں بگڑ جائے۔ نجات کا طالب غالب۔

ایضاً پنجشنبہ ۲۶ رمضان۔ صاحب کل تمھارا خط پہنچا آج اُس کا جواب لکھکر روانہ کرتا ہوں رجب بیگ شعبان بیگ۔ رمضان بیگ تا مور مہینے ہیں سو خالی گئے۔ شوال بیگ آج ہی کا نام نہیں سُنا۔ ہاں عیدی بیگ ہو سکتا ہی۔ پس جب عید ہے اور روز سعید ہی تو کیا بعید ہے کہ بخلاف شہور ثلثہ ماضیہ اس مہینے میں تم آسکو۔ ہی ہی میں تو کہتا ہوں نہ آسکو اس ماہ مبارک میں امضائے حکم سرکار کا وہ ہنگامہ گرم ہو کہ پارسیوں کی عید کو سہ برنشین کا گمان گزرے۔ وہ کیوں جاؤ۔ ہولی کی دُلہنڈی کا سماں لوہارو میں بندھ جائے۔ ایک خرسوار کی سواری بڑی دھوم سے نکلی حسن اتفاق کہ یہ ہی موسم ہے ہولی اور عید کو سہ برنشین کا زمانہ باہم ہے۔ حوت کے آفتاب میں یہ دونوں تہوار ہوتے ہیں۔ کل آفتاب حوت میں آیا ہی کہ سہ برنشین اور ہولی کا مژدہ لایا ہے۔ خیر میں خیدروز اور کشمکش فراق اور تیرے دیدار کا مشتاق رہوں تو سہ برنشین اور ہولی کی رنگ رلیاں منالے اور خرسوار بضرب تازیانہ دوڑالے۔ علاؤالدین خاں اللہ تو میرا فرزند روحانی معنوی ہی فرق اسی قدر ہے کہ میں جاہل ہوں اور تو مولوی ہی۔ ارے ظالم اس کو سہ برنشین کی داد دے۔ عقل کرامت ہے الہام ہے لطف طبع ہے کیا ہے یہ اسم کس قدر مناسب مقام ہے صبیہ کا مقدم تم پر مبارک ہو۔

ثاقب مجھ سے لڑتا تھا کہ بھتیجا ہے۔ میں کہتا تھا کہ پوتی ہے بارے میں جیتا اور ثاقب ہارا۔
عریضہ جداگانہ اُستاد میر جان صاحب کے نام پہنچتا ہے۔

ایضاً میری جان۔ علائی ہمہ دان۔ اس رفع دخل مقدّر کا کیا کہنا ہے۔ فرہنگ لغات دساتیر تمھارے پاس ہے میں چاہتا تھا کہ اُسکی نقل تم سے منگاؤں تم نے دساتیر مجھ سے مانگی اسی صحیفہ مقدّس کی قسم کہ وہ میرے پاس نہیں ہے۔ جی میں کہوگے کہ اگر دساتیر نہیں تو فرہنگ کی خواہش کیوں ہے حق یوں ہے کہ بعض لغات کے اعراب یاد نہیں اسواسطے فرہنگ کی خواہش ہے۔ اگر اس فرہنگ کی نقل بھیجدوگے تو مجھ پر احسان کروگے۔ دساتیر میرے پاس ہوتی تو آج اس خط کے ساتھ اُسکا بھی پارسل بھیجدیتا۔ ہاں صاحب اگر دساتیر ہوتی اور میں بھیجدیتا تو البتہ بھائی صاحب کا مشکور ہوتا۔ دین ودنیا میں کیوں ماجور ہوتا۔ ارسالِ اہدا پر حصولِ اجر کیوں مرتب ہوگیا۔ بھائی وہ مذہب اختیار کیا چاہتے ہیں اور تم اُس مذہب کو حق جانتے ہو کہ میں جو واسطہ اُسکے اعلان وشیوع کا ہوتا تو عنداللہ مجھکو استحقاق اجر پانے کا پیدا ہوتا۔ اپنے باپ کو سمجھاؤ اور ایک شعر میرا اور ایک شعر حافظ کا اور ایک شعر مولوی رُوم کا سُناؤ ؎

دولت بغلط نبود از سعی پشیماں شو	غالبؔ	کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو
جنگ ہفتاد و دو ملّت ہمہ را عذر بنہ	حافظ	چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند
مذہب عاشق ز مذہبہا جُداست	مولانا رُوم رح	عاشقاں را مذہب و ملت جُداست

رات کو خوب مینہ برسا ہے صبح کو تھم گیا ہے۔ ہوا سرد چل رہی ہے۔ ابر تُنک چھا رہا ہے یقین ہے کہ تمھاری جدہ ماجدہ مع اپنی بہو اور پوتے کے روانہ لوہارو ہوں۔ کل آج کی روانگی کی خبر تھی۔ یہ لڑکا سعید ازلی ہے ابر کا چھیلا ہوتا اور ہوا کا سرد ہوجانا خاص اسکی آسایش کے واسطے ہے۔ میں منتظر سرِ راہ ہوں وہاں بیٹھا ہوا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ محمد علی بیگ اُدھر سے نکلا۔ بھئی محمد علی بیگ

لوہارو کی سواریاں روانہ ہوگئیں؟ حضرت ابھی نہیں۔ کیا آج نہ جائیں گے؟ آج ضرور جائیں گے۔ تیاری ہو رہی ہے۔ مرقومہ شنبہ یکم جون وقت صبح ۶ بجے ۷ کے عمل میں۔ غالب۔

ایضاً یکشنبہ ۳ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ۲۱ جون ۱۸۶۳ء۔ میری جان مرزا علی حسین خان آئے اور مجھ سے ملے۔ میں نے خطوط مرسلہ تمہارے یکشت اُن کو دیئے۔ اب تمہارے پاس پہنچنے کا اُن کو اختیار ہے رسید کا البتہ مجھے انتظار ہے۔ علی حسین خاں سے آنے کی حقیقت اور یہاں اقامت کی مدت پوچھی گئی جواب پایا کہ ایک مہینہ دس دن کی رخصت لے کر آیا ہوں۔ بی بی بیاہ سے اُس کا استخراج منظور ہے۔ میری جان علی حسین خاں کے کام آئے تو دریغ نہ کروں بھلا یہ مبالغہ سہی بلکہ بے شک تبلیغ و غلو سہی لیکن قریب قریب اس کے یعنی جو چیز امکان سے باہر نہ ہو اُس میں قصور کیونکر کیا جائیگا بلکہ شاید تمہاری سپارش کی بھی حاجت نہ ہو۔ مگر سوچو کہ آئین غمخواری و اندوہ گساری کیا ہوگی۔ میرزا ہد وضع و بد روش نہیں کہ پند و بند کا محتاج ہو کوئی اُس کا مقدمہ کسی محکمہ میں دائر نہیں کہ مصلحت و مشورت کی احتیاج ہو رہے امور خانگی یعنی بی بی اور اُس کے آبا و اخوان کے معاملے اُس میں نہ تم کو دخل نہ مجھکو مداخلت تم علی حسین خاں کو اس پیوند پر کیا کیا چھیڑتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اُس کا دادا کتنا بڑا آدمی تھا اور اُس کے دادا کی اور اُسکی سسرال ایک ہی ہے یہ ذریعۂ فخر ہے اُسکو اور اُسکے طفیل سے تمکو بلکہ تھوڑی سہی نازش اگر مجھ شناسا قربا کے حصہ میں بھی آجائے تو کچھ بعید نہیں ہر چند تمہارا ہر کلمہ ایک بذلہ ہے لیکن یہ خسر خسروانی نے مار ڈالا کیا کہوں جو مجھکو مزا ملا ہے کہاں خسرو خسروان لغات عربی الاصل اور کہاں روز مرہ مشہور کہ خسر سسرے کو کہتے ہیں صنعت اشتقاق و طباق کو کس سینہ زوری سے برتا ہے اچھا میرے میاں۔ یہ خسر بمعنے پدر زن کیا لفظ ہے حروف بین الفارسی و العربی مشترک ہیں۔ لیکن ان معنوں میں نہ فارسی ہے نہ عربی ہے فارسی میں پدر زن بر قاعدہ اضافت کہتے ہیں عربی میں جسطرح بمعنی نقصان منصرف ہے شاید سسرے کا اسم جامد ہی ہو فی الحقیقت سسرے کی

تفریس و تقریب ہو۔ یہ پرسش نہ بسبیلِ استہزا ہی بلکہ بطریقِ استفسار و استعلام ہے جو تمھیں معلوم ہو بلکہ اگر تمیز حصول ہو تو معلوم کر کے مجھے لکھ بھیجو۔ یوسف علیخاں عزیز مانند اُس دہقان کے کہ جو دانہ ڈال کے مینہ کا منتظر ہو اور اَبر آ سے اور نہ برسے مضطر و حیران ہی۔ علی حسین خاں آتے ہیں۔ علی نیاز خاں آتے ہیں آئے وہ آئے تو کیا لائے۔ غالب۔

ایضًا میرزا تفسیری کو دُعا پہنچے۔ آنکھ کی کھاجنی جب خود پک کر پھوٹ گئی تھی اور پیپ نکل گئی تھی تو نشتر کیوں کھایا مگر یہ کہ بطریق خوشامد طبیب سے رجوع کی جب اُس نے نشتر تجویز کیا۔ خواہی نخواہی امتثال کرنا پڑا اور شاید یوں ہو کچھ مادہ باقی ہو۔ بہر حال حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفا بخشے۔ **قطعہ**

بسکہ فعّالِ ما یُرید ہے آج
ہر سلحشور انگلستاں کا
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا
شہرِ دہلی کا ذرّہ ذرّہ خاک
تشنۂ خوں ہے ہر مسلماں کا
کوئی واں سے نہ آسکے یہاں تک
آدمی واں نہ جاسکے یہاں کا
مَیں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا
وہی رونا تن و دل و جاں کا
گاہ جل کر کیا کیے شکوہ
سوزشِ داغہائے پنہاں کا
گاہ رو کر کہا کیے باہم
ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا
اس طرح کے وصال سے غالب
کیا مٹے دل سے داغ ہجراں کا

ایضًا یار بھتیجے بھائی۔ مولانا علائی۔ خدا کی دُہائی۔ نہ مَیں ویسا ہونگا جیسا تم سمجھا ہے اور نہ تم مجھکو لکھ چکے ہو یعنی خفقانی اور خیال تراش نہ ویسا ہونگا جیسا میرزا علی حسین خاں بہادر سمجھے ہو

ہے، اے کاش کسے ہر آنچہ ہستم داند۔ دوجانہ میں میرا انتظار اور میرے آنے کا تقریب شادی (ملازمت پر)
یہ بھی شعبہ ہے انہیں ظنون کا جس سے تمھارے چچا کو گمان ہے مجھ پر جنون کا۔ جاگیردار نہیں تھا کہ ایک جاگیردار
مجھکو بلاتا۔ گویا میں نہ تھا کہ اپنا ساز و سامان لیکر چلا جاتا۔ دوجانہ جا کر شادی کماؤں اور پھر اس
فصل میں کہ دنیا کرہ نار ہو لوہارو جھالی کے دیکھنے کو نہ جاؤں ور پھر اس موسم میں کہ جاڑے کی
گرمی بازار ہو۔ کل استاد میرن جان صاحب نے تمھارا خط مجھکو دکھایا ہے میں نے ان کو جانے لیجانے میں
متردد پایا ہے جائیں نہ جائیں۔ میں اپنی طرف سے ترغیب کرتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا غلام حسن خاں
اگر کسی وقت آجائینگے تو ان کو تمھاری تحریر کا خلاصہ خاطر نشان کرونگا۔ حق سبحانہ وتعالی ان دونوں
صاحبوں کو یا ایک کو ان میں سے توفیق دے یا مجکو طاقت یا تمکو انصاف کہ میرے نہ آنیکو دلی کی
لیستگی پر محمول نہ کرو مجکو رشک ہے جزیرہ نشینوں کے حال پر عموماً اور رئیس فتح آباد پر خصوصاً کہ
جہاز سے اتر کر سرزمین عرب میں چھوڑ دیا۔ اہا ہا ہا ہ

اور اگر مر جائے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو		پڑے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار

کلیات کے انطباع کا اختتام اپنی زیست میں مجکو نظر نہیں آتا۔ قاطع برہان کا چھاپا تمام ہو گیا
حق التصنیف کی ایک جلد میری پاس آگئی وہ تمھارے عم نامدار کے نذر ہوئی۔ باقی جلدیں جنکا میں
خریدار ہوا ہوں اور درخواست میری مطبع میں داخل ہے جبتک قیمت نہ بھیجدوں کیونکر آئیں روپیہ کی
تدبیر میں ہوں اگر بہم پہنچ جائے تو بھیجدوں۔ تمھارے پاس جو قاطع برہان پہنچی ہے اگر چھاپے کی
ہے تو صحیح ہے جہاں تردد ہو غلطنامہ ملحقہ میں دیکھ لو۔ زیادہ انکشاف منظور ہو مجھ سے پوچھ لو۔ اگر قلمی ہے
تو وجہ اعتبار سے ساقط ہے اسکو میری تالیف نہ سمجھو بلکہ مسل لے لو اور اسکو پھاڑ ڈالو۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون
المبارک بارہ پر تین بجے تمھارا خط آیا ادھر پڑھا ادھر جواب لکھنے بیٹھا یہانتک لکھ چکا تھا کہ شیخ
شہاب الدین سہروردی نے تمھارا خط انکو دیا۔ وہ پڑھ رہے ہیں ہم لکھ رہے ہیں ابر آیا ہوا ہے ہوا سرد چل رہی ہے،

ایضاً - میاں تم میرے ساتھ وہ معاملے کرتے ہو جو اجبا سے مرسوم و معمول ہیں خیر تمھارا حکم بجا لایا - غزل بعد اصلاح کے پہنچتی ہے جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے دربار کیا - میری تعظیم و توقیر اور میرے حال پر لطف و عنایت میری ارزش و استحقاق سے زیادہ بلکہ میری خواہش اور تصوّر سے سوا مبذول کی اس ہجوم امراض جسمانی اور آلام رُوحانی کو ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ہر دم دمِ نزع ہے دل غم سے خونریز ہو گیا ہے کہ کسی بات سے خوش نہیں ہو سکتا - مرگ کو نجات سمجھے ہوئے ہوں - اور نجات کا طالب ہوں - کئی دن سے کوئی تحریر دلپذیر تمھاری نہیں آئی نہ مجھے تم نے یاد کیا نہ اپنے بھائی کو کچھ لکھا اب اس خط کا جواب جلد لکھو پہلے اپنے بچوں کا حال پھر وہاں کے اوضاع جیسا تمھارا قاعدہ ہے منقّح اور مفصل لکھو فقط نجات کا طالب - غالب

ایضاً میری جان تخلّص تمھارا بہت پاکیزہ اور میری پسند ہے بشّی کو بہ تکلّف اس کا مصحف کیوں ٹھہراؤ یہ میدان بہت فراخ ہے - خدا کی خے کو جیم فارسی سے بدل دو - بی کو بتقدیم موحدہ علی النون لکھو - یہ وساوس دل سے دُور کرو - رہرو ایک اچھا تخلّص ہے رہڑو اُسکی تجنیس موجود ہے شیوں ایک اچھا تخلّص ہے ستون اُسکی تصحیف ہے - تمھارے واسطے بمناسبت اسم عالی تخلّص خوب تھا - مگر اس تخلّص کا ایک شاعر بہت بڑا نامی گزر چکا ہے - ہاں نامی سامی یہ دو تخلّص بھی اچھے ہیں مولانا فایق کی پیروی کرو - مولانا لایق کہلاؤ اگر کہو گے کہ اس ترکیب سے لفظ نالائق پیدا ہوتا ہے مولانا شایق بن جاؤ - ہنسی کی باتیں ہو چکیں اب حقیقت واجبی سنو - نسیمی تخلّص خماسی بروزن ظہوری و نظیری اچھا ہے اگر بدلنا ہی منظور ہے تو نامی سامی رہرو شیوں - یہ چار تخلّص رباعی بروزن عرفی و غالب اچھے ہیں ان میں سے ایک تخلّص قرار دو میرے نزدیک سب سے بہتر تمھارے واسطے خاص فخری تخلّص بہتر ہے کہو گے کہ آزاد کے باغ میں ایک آم کا نام فخری ہے حاصل کلام دو دن کی فکر میں جو تخلّص میرے خیال میں آئے وہ آج لکھ بھیجتا ہوں بھائی مولید تخلّص نیا ہے اگر یہ پسند آئے تو یہ لکھو - والدعا صبح یکشنبہ ۱۲ مئی ۱۸۶۱ء - نجات کا طالب - غالب -

ایضاً صاحب بہت دن سے تمھارا خط نہیں آیا - آپکا وکیل بڑا چرب زبان ہے مقدمہ اُس نے جیت لیا

چنانچہ اسکی تحریر سے تمکو معلوم ہوا ہوگا۔ سنتا ہوں کہ حمزہ خان کو ان دنوں علتِ مشائخ کا زور ہے اور
سعدی کی اس بات پر عمل کرتے ہیں ؎

کسانے کہ یزداں پرستی کنند	بآوازِ دولاب مستی کنند

خدا مبارک کرے۔ غالب

ایضاً صبح یکشنبہ یکم مارچ ۱۸۶۳ء صاحب پرسوں تمھارا خط آیا۔ کل جمعہ کے دن نواب کا مسہل تھا
۱۱ بجے وہاں سے آیا۔ چونکہ جو بیں مکرر دوائیں تھیں بہت بے چین رہے آٹھ دس دست آئے آخر روز
مزاج بحال ہو گیا شفقتہ اچھا ہوا۔ اب بفضل الٰہی اچھے ہیں اور یقین ہے کہ مرض عود نہ کرے۔ دلی
کی اقامت کی مدت اپنے والد کی رائے پر رہنے دو۔ بقدر مناسبِ وقت عزم خیر خواہانہ کچھ کہو گے
ضرور نہ بابرام۔ میں تم سے زیادہ ان کا مزاج دان ہوں یہ خود پسند اور متہد اسپارش کا دشمن ہے
متعلقین کے مقدمہ کو طبیعت امکان پر چھوڑ دو میں دخل نہ کروں گا۔ ہاں اگر خود مجھ سے پوچھیں گے
یا میرے سامنے ذکر آجائیگا تو میں اچھی کہوں گا ؎ بریدہ باد زبانے کہ ناسزا گوید۔ برا
نہ ماننا اگر یہ دونوں بھائی یا ان میں سے ایک رفیق ہو گیا۔ یوں تمام عمر بخوشی گزر جاے
لیکن تم کئے برس۔ کئے مہینے۔ کئے ہفتہ کا اگریمنٹ لکھتے ہو۔ غالب

ایضاً۔ میرزا علائی پہلے استاد میرجان صاحب کے قہر و غضب سے مجھکو بچاؤ تاکہ میرے حواس جو منتشر
ہو گئے ہیں جمع ہو جائیں۔ میں اپنے کو کسی طرح کے قصور کا مورد نہیں جانتا۔ جھگڑا ان کی طرف سے
ہے تم اس کو یوں چکاؤ یعنی اگر ان کو صرف آشنائی و ملاقات منظور ہے تو وہ میرے دوست
ہیں شفیق ہیں میرا سلام قبول فرمائیں اور اگر قرابت و رشتہ داری ملحوظ ہے تو وہ میرے بھائی
ہیں مگر عمر میں چھوٹے ہیں میری دعا قبول فرمائیں۔ صاحبین کی رائے کا اختلاف مشہور ہے۔ مجھ
سے کچھ نہیں ہو سکتا مگر ہر ایک قول جدا جدا لکھوں۔ آج نہ لکھا نہ سہی دو چار دن کے بعد لکھ رکھوں گا

تم سمجھ تو گئے ہوگے کہ صاحبین مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ ہیں بھائی صاحب کی رضا جوئی مجھکو منظور - اور یہ غزل معروض ہے میری طرف سے سلام کہو ۵

از من غزلے گیر و بفرمائے کہ مطرب | در نے دمد از روئے نوازش دو سہ دم را

غزل

جز دفع غم زیادہ نبود است کام ما | گوئی چراغ روز سیاہ است جام ما
در خلوتش گزر نبود باد را اگر | صرصر بجائے راہ رساند پیام ما
ای باد صبح عطرے ازاں پیرہن بیار | تسکین ز بوئے گل نہ پذیرد مشام ما
ہر بار دانہ بہر ہما افگنیم و مور | آید بدام و دانہ رباید ز دام ما
گفتی چو حال دل شنود مہرباں شود | مشکل کہ پیش دوست تواں برد نام ما
از ما بما پیام دہیم از ما بما سلام | رنج دلی مباد پیام و سلام ما
مقصود ما ز دہر ہر آئینہ نیستی است | یارب کہ ہیچ دوست مباد ابکام ما
غالب بقول حضرت حافظ ز فیض عشق | ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ایضاً - میاں چلتے وقت تمھارے چچا نے غلیل کی فرمایش کی تھی رامپور پہنچ کر وہ بے سعی و تلاش ہاتھ آگئی بنوا رکھی - لڑکوں نے ملازموں نے سب نے مجھ سے سن لیا کہ یہ نواب ضیاء الدین خاں صاحب کے واسطے ہے اب چلنے سے ایک ہفتہ پہلے تم نے غلیل مانگی - بھائی کیا بتاؤں کہ کتنی جستجو کی کہیں بہم نہ پہنچی دس روپیہ تک مول کو نہ ملی - نواب صاحب سے مانگی توشہ خانہ میں بھی نہ تھی ایک امیر کے ہاں پتہ لگا - دوڑا ہوا گیا کمچی موجود پائی لیکن کیا کمچی جیسے نجف خاں کے عہد کے تورانیوں میں ہماری تمھاری ہڈی - بنوانے کی فرصت کہاں آج ہی کل چلدیا - ان بانس کی قدر کرتا اور اسکو اچھی طرح بنوا لیتا - بادشاہ فرخ سیر اور اسکے اخوان خوش و خرم ہیں ۔ فرخ سیر کی ماں سے

باجرے کا حلوا سوہان کھلایا۔ نجات کا طالب غالب۔ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳ جنوری ✤

ایضاً - جانِ غالب دو خط متواتر تمھارے پہنچے - مغربی عرفا میں سے ہے - بیشتر اُس کے کلام میں مضامین حقیقت آگین ہیں لیکن دامان گلہ دارد و گریبان گلہ دارد - اس زمین میں مَیں نے اُس کی غزل نہیں دیکھی حاجی محمد جان قدسی کی غزل اس زمین میں ہے ؎

در بزمِ وصالِ تو بہنگامِ تماشا	نظارہ ز جنبیدنِ مژگاں گلہ دارد

یہ ایک شعر اُس کا مجھے یاد ہے - بھائی تمھارا باپ بدگمان ہے یعنے مجکو زندہ سمجھتا ہے میرا سلام کہو اور یہ شعر میرا پڑھ سناؤ ؎

گمانِ زیست بود بر منت ز بیدردی	بدست مرگ لے بدتر از گمانِ تو نیست

مجھے کاندو کفن کی فکر پڑ رہی ہے وہ ستمگر شعر و سخن کا طالب ہے زندہ ہوتا تو وہیں کیوں نہ چلا آتا - مجھ پر سے یہ تکلیف اٹھوا لو اور تم اس زمین میں چند شعر لکھ کر بھیج دو - مَیں اصلاح دیکر بھیجدوں گا - عصائے پیر بجائے پیر - واللہ میرا کلام ہندی یا فارسی کچھ میرے پاس نہیں ہے آگے جو کچھ حافظہ میں موجود تھا وہ لکھ بھیجا اب جو کچھ یاد آگیا وہ لکھتا ہوں **غزل**

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست	در امرِ خاص حجتِ دستورِ عام چیست
مستم ز خونِ دل کہ دو چشمم ازاں پُر است	گوئی مخور شراب و نہ بینی بجام چیست
با دوست ہر کہ بادہ بخلوت خورد مدام	داند کہ حور و کوثر و دار السلام چیست
با خستہ غمیم و بود مے دوائے ما	با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست
از کاسہ کرام نصیب است خاک را	تا از فلک نصیبہ کاس کرام چیست
غالب اگر نہ خرقہ و مصحف بہم فروخت	پرسد چرا کہ نرخ مئے لعل فام چیست

ایضاً لو صاحب مرزا رجب بیگ مرے اُنکی تعزیت آپ نے کی - شعبان بیگ پیدا ہوگئے

کل اُن کی چھٹی ہو گئی آپ شریک نہ ہوئے اے وائے محرومیٔ دیدار دیگر ہیچ * میاں
خدا جانے کس طرح یہ چار سطریں تجکو لکھی ہیں۔ شہاب الدین خاں کی بیماری نے میری زیست کا مزا
کھو دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اُس کی عوض میں مرجاؤں اللہ اُسکو جیتا رکھے۔ اُس کا داغ مجکو نہ دکھائے
یارب اس کو اس کی اولاد کے سر پر سلامت رکھ۔ نجات کا طالب غالب۔ *

ایضاً مولانا نسیمی کیوں خفا ہوتے ہو ہمیشہ سے اسلاف و اخلاف ہوتے چلے آئے ہیں اگر میر
خلیفۂ اوّل ہے تم خلیفۂ ثانی ہو اُس کو عمر میں تم پر تقدم زمانی ہے جانشین دونوں مگر ایک اوّل ہے اور ایک
ثانی ہے۔ شیر اپنے بچوں کو شکار کا گوشت کھلاتا ہے۔ طریق صید افگنی سکھاتا ہے جب وہ جوان ہو جاتے
ہیں آپ شکار کر کھاتے ہیں تم سخنور ہو گئے۔ حسن طبع خداداد رکھتے ہو۔ ولادت فرزند کی تاریخ کیوں نہ کہو
اسم تاریخی کیوں نہ نکال لو کر مجھ پیر غمزدہ دل مُردہ کو تکلیف دو۔ علاء الدین خاں تیری جان کی قسم میں نے
پہلے لڑکے کا اسم تاریخی نظم کر دیا تھا اور وہ لڑکا نہ جیا مجکو اس وہم نے گھیر لیا ہے کہ میری نحوست طالع کی تاثیر
سے میرا ممدوح جیتا نہیں۔ نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ ایک ایک قصیدہ میں چل دیئے۔ واجد علیشاہ
تین قصیدوں کے متحمل ہوئے پھر نہ سنبھل سکے۔ جس کی مدح میں دس بیس قصیدے کہے گئے وہ
عدم سے بھی پرے پہنچا۔ صاحب دہائی خدا کی میں نہ تاریخ ولادت کہونگا نہ نام تاریخی ڈھونڈونگا
حق تعالیٰ تمکو اور تمھاری اولاد کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال عطا کرے۔ سنو صاحب
حسن پرستوں کا ایک قاعدہ ہے وہ امرد کو دو چار برس گھٹا کر دیکھتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جوان ہے
لیکن بچہ سمجھتے ہیں۔ یہ حال تمھاری قوم کا ہے قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ ایک شخص ہے کہ اسکی
عزت اور نام آوری جمہور کے نزدیک ثابت اور متحقق ہے اور تم صاحب بھی جانتے ہو مگر جب تک اس سے
قطع نظر نہ کرو۔ اور اس مسخرے کو گمنام و ذلیل نہ سمجھ لو تم کو چین نہ آئے گا۔ پچاس برس سے دلی
میں رہتا ہوں۔ ہزار ہا خطوط اطراف و جوانب سے آتے ہیں بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلہ نہیں لکھتے۔

بہت لوگ ایسے ہیں کہ محلّہ سابق کا نام لکھ دیتے ہیں۔ حکّام کے خطوط فارسی انگریزی یہانتک کہ ولایت
کے آئے ہوئے صرف شہر کا نام اور میرا نام۔ یہ سب مراتب تم جانتے ہو اور ان خطوط کو دیکھ چکے ہو
اور پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ اپنا مسکن بتا۔ اگر میں تمھارے نزدیک امیر نہیں نہ سہی۔ اہلِ حرفہ میں سے
بھی نہیں ہوں کہ جب تک محلّہ اور تھانہ نہ لکھا جائے ہرکارہ میرا پتہ نہ پائے۔ آپ صرف دہلی لکھ کر
میرا نام لکھ دیا کیجیے خط کے پہنچنے کا میں ضامن۔ پنجشنبہ۔ ۴۔ ماہ اپریل۔

ایضاً میری جان ناسازیِ روزگار و بے ربطیِ اطوار نے بطریق فراغ بالائے داغ آرزوئے
دیدار وہ دو آتشہ شرار دیا اور یہ ایک دریائے ناپیدا کنار۔ قنا ربنا عذاب النار۔ خدا نے اپنے
بھائی ضیاء الدین خاں کے بڑھاپے پر اور میری بیکسی پر رحم فرمایا۔ میر شہاب الدین خاں بچ گیا
امراضِ مختلفہ میں گھر گیا تھا۔ یعنی اسہالِ خونی۔ زحیر۔ تپ۔ صداع۔ بارے اب من کل الوجوہ صحت
حاصل ہے۔ ضعف ہے جاتے ہی جائیگا۔ آگے کون سے قوی تھے کہ اب ان کو ضعف کہا جائے
ایک بڈھا کسی گلی میں جاتے جاتے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ اٹھنے لگا ہائے بڑھاپا۔ ادھر ادھر دیکھا جب جانا کہ
کوئی نہیں ہے کہتا ہوا اٹھا کہ جوانی میں کیا پتھر پڑتے تھے۔ والسّلام غالب سہام۔

ایضاً صاحب پرسوں تمھارا خط آیا اور کل دوپہر کو استاد میر جان آئے۔ جب ان سے کہا گیا
تو یہ جواب پایا کہ میں مدت سے آمادہ سفر لوہارو بیٹھا ہوں۔ حکیم صاحب کی گاڑی کی روانگی کے
وقت میں نے اپنی گھوڑی بھیجی تھی وہ پھری آئی اس مراد سے کہ گاڑی میں جگہ نہ گھوڑی کی نہ
سواری کی۔ ناچار چپ ہو رہا۔ اب وہ گھوڑی ویسی ہی بندھی ہوئی رکھی ہے۔ جب میاں خاں اور
وزیر خاں روانہ ہوں گے اور منشی امداد حسین مجکو اطلاع دیں گے تو میں فوراً چل دوں گا۔
پا برکاب ہوں۔ کل ہی آخر روز غلام حسن خاں آئے۔ کل انہوں نے چوتھے دن کھانا کھایا تھا
ہیضہ ہو گیا تھا۔ قے متواتر دست پے در پے غرض بچ گئے۔ کہتے تھے کہ آج جولائی کی ۷ تاریخ ہے

۱۴ دن یہ اور ۱۵ دن اگست کے اور نہیں جا سکتا۔ تنخواہ لیکر بانٹ بونٹ کر ایک دن نہ ٹھہروں گا لوہارو کی راہ لوں گا۔ مرزا شمشاد علی بیگ سے تمھارا پیام کہا گیا بعید ہے جو غلام حسن خاں کے ہم سفر ہو جائیں بھائی کی طرف سے منشی امداد حسین خاں کو لکھوا بھیجو کہ میاں جان وغیرہ کے ساتھ اُستاد کو ضرور بھیجنا اور تم اپنی طرف سے اپنے ابن عم غلام حسن خاں کو بحوالہ میری تحریر کے عیادت اور اوائل اگست میں روانگی کی تاکید لکھ بھیجو ؎ در بزمِ وصالِ تو بہنگامِ تماشا ✽ نظارہ ز جنبیدنِ مژگان گلہ دارد ✽ یہ زمین قدسی علیہ الرحمۃ کے حصہ میں آ گئی ہے میں سعی کیوں کر تخم ریزی کروں اور اگر بیحیائی سے کچھ ہاتھ پاؤں ہلاؤں تو اس شعر کا جواب کہاں سے لاؤں ؎ ہرگز نتواں گفت درین قافیہ اشعار ✽ بیجاست برادر اگر از من گلہ دارد ✽ ۔ الّلواے شرب شراب ۲۲ جون شروع شراب ۱ جولائی ؎ المنۃ للّٰہ کہ درِ میکدہ باز است ✽

ایضاً شنبہ ۱ جولائی ۱۸۶۴ع - علائی مولائی غالب کو اپنا دُعاگو اور خیرخواہ تصوّر کریں مادّہ ہائے تاریخ کو نہ آپ قالبِ نظم میں لائیں اور نہ اَوروں کو اس امر منکر کی تکلیف دیں۔ بھائی سمجھو یزید پر لعن منجملہ عبادت سہی لیکن تقریباً کہدیتے ہیں کہ بر یزید لعنت کسی مومن نے اُس کی ہجو میں قصیدہ نہیں لکھا۔ ابداع مادّہ ہائے تاریخ تمھارے حسنات میں لکھا گیا مثاب تم ہو چکے اجر پاؤ گے ان شاء اللّٰہ اب اپنے کو بدنام اور کسی کو ملول اور عداوت کو ظاہر اور اگر ظاہر ہو تو محکم نہ کرو۔ علی بخش خان مرحوم مجھ سے چار برس چھوٹا تھا۔ میں ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوا ہوں اب جب کے مہینے سے اونترواں برس شروع ہوا ہے اُس نے ۶۶ برس کی عمر پائی۔ نئی تقریر و تحریر کا آدمی تھا۔ اکبر آباد میں میور صاحب سے ملے اثنائے مکالمت میں کہنے لگے کہ میں چچا جان کے ساتھ جرنیل لارڈ لیک صاحب کے لشکر میں موجود تھا اور ہولکر سے جو محاربات ہوئے ہیں اُس میں شامل رہا ہوں۔ بے ادبی ہوتی ہے ورنہ اگر قبا و پیرہن اوتار کر دکھاؤں تو سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہے

جا بجا تلوار اور برچھی کے زخم ہیں وہ ایک بیدار مغز اور دیدہ ور آدمی اُن کو دیکھ دیکھ کر کہنے لگا کہ نواب صاحب ہم ایسا جانتے ہیں کہ تم جرنیل صاحب کے وقت میں چار پانچ برس کے ہو گئے یہ سُن کر آپ نے کہا کہ درست و بجا ارشاد ہوتا ہے خدا ایش بیامرزاد و بدین اورغہا سے بے نمک گیراد - غالب

ایضاً یکشنبہ ۹ فروری ۱۸۶۶ء صاحب صبح جمعہ کو میں نے تم کو خط لکھا اُسی وقت بھیجدیا پہر چڑھے سُنا کہ شب کو پھر دورہ ہوا - گیا آیا خود اُن سے حال پوچھا - علی محمد بیگ کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ بہ نسبت دورہ ہائے سابق خفیف تھا اور افاقہ جلد ہو گیا - کل مرزا شمشاد علی بیگ ناقل تھی کہ مجھ سے علی حسین خاں کہتے تھے کہ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ لوہارو چلو گے اور ہماری دال روٹی قبول کرو گے میں نے کہا کہ میں دال روٹی چاہتا ہوں مگر پیٹ بھر کے - غالب کہتا ہے کہ اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ سالک سے سلوک منظور نہیں تنہائی ہوا ئے شمشاد درست ہے

رموزِ مملکتِ خویش خسرواں دانند	گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ایضاً صاحب میں از کار رفتہ و درماندہ ہوں آج تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں لفظ خسر کے باب میں اتنی توضیح کیا ضرور تھی میرا علم لغات عربیہ کا محیط نہیں ہے اور یہ بطریق حق الیقین جانتا ہوں کہ خسر لغت فارسی نہیں سُسرے کی تفریس سے خسر پیدا ہوا ہو تو کیا عجب ہے تم سے اُس کی تحقیق چاہی تھی کہ یہ لغت عربی الاصل نہ ہو وہ معلوم ہوا کہ عربی نہیں لغت ہندی ہے اور یہی تھا میرا عقیدہ - علی حسین خاں آئے دو تین بار مجھ سے مل گئے اب وہ آسکتے ہیں میں جا سکتا ہوں نصیب دشمناں وہ لنگڑے میں لولا - اُنکے پاؤں کا حال مفصل تمکو معلوم ہوگا جو نکیں لگیں کیا ہوا کہاں تک نوبت پہنچی میری حقیقت سنو - مہینا بھر سے زیادہ کا عرصہ ہوا بائیں پاؤں میں ورم کف پا سے پُشت پا کو گھیرتا ہوا پنڈلی تک آگیا بس کھڑا ہوتا ہوں تو پنڈلی کی رگیں پھٹنے لگتی ہیں خیر اُٹھا روٹی کھانے محلسرا نہ گیا کھانا یہیں منگا لیا پیشاب کو کیونکر نہ اُٹھوں حاجتی کھولی

بغیر اُوکڑو بیٹھے بات نہیں بنتی - پاخانہ کو اگرچہ دوسرے تیسرے دن جاؤں مگر جاؤں تو سہی یہ سب موقع خیال میں لا کر سوچ لو کہ کیا گزرتی ہوگی آغاز قِق مزید علیہ یا مستزاد ؎ پیری و صد عیب چنین گفتہ اند + اپنا یہ مصرع بار بار چپکے چپکے پڑھتا ہوں ؎ اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے + مرگ اب ناگہانی کہاں رہی - اسبابِ آثار سب فراہم ہیں - ہائے الٰہی بخش خاں مغفور کا کیا مصرع ہے ؎ آہ جی جاؤں نکل جائے اگر جان کہیں زائدہ بفایدہ مرگ کا طالب غالب جمعہ ۳ جولائی سنہ ۱۸۶۶ء

ایضاً ولیعہدی میں شاہی ہو مبارک + عنایات الٰہی ہو مبارک + اس امر فرخ دہمایوں کی شہرت میں کوشش بے حوصلگی ہے اور اس کے اخفا میں مبالغہ خفقانیت تم اپنی زبان پر نہ لاؤ اگر کوئی اور کہے مانع نہ آؤ نہ اشتہار نہ استتار ۱۲ دورہ ہوا اگر مدت معینہ کے بعد اور پھر جھاگ کا نہ آنا اور تمہارے پکارنے سے متنبہ ہو جانا مادہ کی کمی کی علامتیں ہیں شدت میں جسقدر خفت ہو غنیمت ہے - میرے خطوط اردو کے ارسال کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا تمہارے حسنِ طبع سے بعید تھا میں سخت بیمزہ ہوا اگر بیمزگی کے وجوہ لکھوں تو شاید ایک تختہ کاغذ سیاہ کرنا پڑے اب ایک بات موجز و مختصر لکھتا ہوں سنو بھائی اگر ان خطوط کا تمکو اخفا منظور ہو اور شہرت تمہارے منافی طبع ہے تو ہرگز نہ بھیجو - قصہ تمام ہوا - اور اگر ان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہے تو میری دستخطی خطوط اپنے پاس رہنے دو - اور کسی متصدی سے نقل اتروا کر چاہو کسی کے ہاتھ - چاہو بسبیل پارسل ارسال کرو - لیکن خدا کے واسطے کہیں غصہ میں آکر عطائے تو بہ لقائے تو کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا کیونکہ امر میرے مخالف مقصود ہے بھلا صاحب ڈرتا ہوں میں تم سے ادھر خط پڑھا - اُدھر جواب لکھ کر ڈاک میں بھیجا - تمہارا خط رہنے دیا ہے جب آکا شمشاد علی بیگ آئینگے پڑھ لیں گے - +

ایضاً میری جان کیا کہتے ہو کیا چاہتے ہو - ہوا ٹھنڈی ہو گئی - پانی ٹھنڈا ہو گیا - فصل اچھی ہو گئی اناج بہت پیدا ہو گیا - توقیع جانشینی مجھ سے تم کو پہنچا - خرقہ پایا سبحہ و سجادہ کا یہاں پتہ نہیں ورنہ

وہ بھی عزیز رکھتا۔ اس سے بڑھ کر یہ بھائی نے شفا پائی اُستاد میر جان پہنچ گئے۔ آخر اکتوبر میں یا آغاز نومبر میں نیّر رخشاں کو بھی ہیں لیے۔ پھر عقرب و قوس کے آفتاب کا کیا ذکر۔ آیا ماہِ آذر ماہ سے کیا غرض ؎

سپے تیر و دہ ماہ و اُردی بہشت		برآید کہ ماہ خاک باشیم و خشت	

اُستاد میر جان کو اس راہ سے کہ میری پھوپھی اُن کی چچی تھیں اور یہ مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں دُعا اور اس رو سے کہ دوست ہیں اور دوستی میں کمی بیشی سن و سال کی رعایت نہیں کرتے سلام اور اس سبب سے کہ اُستاد کہلاتے ہیں بندگی اور اس نظر سے کہ یہ سیّد ہیں درود۔ اور موافق مضمون اس مصرع کے ؎ سوے اللہ و اللہ مافی الوجود سجود۔ حضرت وہ شرفنامہ نہیں ہے کسی احمق نے شرفنامہ میں سے کچھ لغات اکثر غلط کمتر صحیح چُن کر جمع کیے ہیں نہ دیباچہ ہے کہ اُس سے جامع کا حال معلوم ہو۔ نہ خاتمہ ہے کہ عہد و عصر کا حال کُھلے۔ یا نسخہ میاں ضیاء الدین کے پاس ہے اگر وہ آجائیں گے تو اُن سے کہدونگا اگر وہ لادیں گے تو اُن کو قیمت دیکر علائی مولائی کو بھیج دوں گا خصّی بکروں کے گوشت کے قلیے دو پیازے۔ پلاؤ۔ کباب جو کچھ تم لکھا ہے ہو۔ مجکو خدا کی قسم اگر اُس کا کچھ خیال بھی آتا ہو خدا کرے بیکانیر کی مصری کا کوئی ٹکڑا تم کو میسر نہ آیا ہو کبھی یہ تصور کرتا ہوں کہ میر جان صاحب اُس مصری کے ٹکڑے چبا رہے ہونگے تو یہاں میں رشک سے اپنا کلیجہ چبانے لگتا ہوں۔ نجات کا طالب غالب شنبہ ۱۸ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۹۶ء

ایضاً	خاک نمناکم و تو بادِ بہار ہاں نسیمے زمن چہ میخواہی		نہ توانی مراز جا بُرد ل زحمتِ خویشتن چہ میخواہی	

خوشی مجھ میں تم میں مشترک ہے تم نے مجھے تہنیت دی تو مبارک اور میں نے تمھیں تہنیت دی تو مناسب لِلّٰہ الحمد لِلّٰہ الشکر بھائی سچ یہ ہے کہ ان دنوں میں میرے پاس ٹکٹ نہیں اگر بیرنگ بھیجوں تو کہاں ماندہ اُٹھ نہیں سکتا تم اک گھر تاب جاے کون۔ اپنا مقصود تمھارے والد ماجد سے اور تمھاری جدّہ ماجدہ اور تمھارے عم عالی مقدار سے کہہ چکا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ میری بی بی اور بچوں کو کہ یہ تمھاری قوم کے ہیں جمع مسیح لیلیٰ

کہ میں اب اس بوجھ کا متحمل نہیں سکتا انہوں نے بھی بشرط ان لوگوں کے لوہارو جانے کی اس خواہش کو قبول کیا۔ میرا قصد سیاحت کا ہے۔ پنشن اگر کھل جائیگا تو وہ اپنے صرف میں لایا کرونگا۔ جہاں جی لگا وہاں رہ گیا جہاں سے دل اکھڑا اچل دیا ؎ تادرمیانہ خواستۂ کردگار چیست ٭
غالب دوشنبہ ۲۴ محرم ۱۲۷۵ہجری مطابق ۲۳ اگست ۱۸۵۸ع ٭

ایضاً مرزا علائی مولائی نہ لاہور سے خط لکھا نہ لوہارو سے۔ بقدر مادۂ حمق محو انتظار بلکہ امیدوار رہا۔ اب جو کسی طرح کی توقع نہ رہی تو شکوہ طرازی کا موقع ہاتھ آیا۔ اگرچہ جانتا ہوں کہ ایک شکوہ کے رفع میں طوطی نامہ برابر ایک رسالہ لکھوگے اور ہزار وجہیں موجہ بیان کروگے میں اس تصور کا مزہ اٹھا رہا ہوں کہ دیکھوں کیا لکھتے ہو۔ دادی صاحبہ سے لکھوانا پھوپھی صاحبہ سے لکھوانا غالب سے لکھوانا بعد حصول اجازت نہ آنا۔ اس کے بھی کچھ معنی ہیں یا نہیں۔ اچھا میرا میاں کچھ اس باب میں لکھو۔ چھٹی اور دودو۔ ایک مندیل اور ایک سیلا یا کوئی اور چیز مبارک۔ بچوں کو میری دعا کہنا۔ اور ان کی خیر و عافیت لکھنا۔ استاد میرجان صاحب کو سلام۔ مزا تو جب ملیگا کہ تم دلی آؤ اور اپنی زبان سے لاہور کے ہنگامۂ انجمن کا حال بیان کرو۔ نجات کا طالب غالب۔ چہارشنبہ ۳ نومبر ۱۸۶۴ع۔

ایضاً صبح یکشنبہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۶ع۔ جاناعالیشانا پہلے خط اور پھر توسط برخوردار علی حسین خان مجلد کلیات فارسی پہنچی۔ حیرت ہے کہ چار روپیہ قیمت کتاب اور ۱۲ محصول ڈاک قالب انطباع میں آکر پانچ روپیہ قیمت اور ۵ محصول قرار پاوے خیر جہاں سو وہاں سوائے۔ میرا حال تمھیں اور تمھارا حال مجھے معلوم ہے ؎ اینہم اندر عاشقی بالائے غمہاے دگر ٭ اب کے جھٹے میں شاید دیکھ لوں۔ نومبر سنہ حال میں خط تمھارے پاس پہنچ جائیں گے انشاءاللہ العلی العظیم میں بے حیا تھا نہ مرا اچھا ہونے لگا۔ عوارض میں تخفیف ہے۔ طاقت آتی چلی ہے مختصر مفید ؎ درنامہ جز این مصرع شاعر چہ نویسم ٭
اے وائے ز محرومئ دیدار دگر ہیچ ٭ نجات کا طالب غالب ٭

ایضاً دوشنبہ ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۰ھ۔ ای میری جان مثنوی ابرِ گہربار کونسی فکرِ تازہ تھی کہ میں تجھکو بھیجتا کلیات میں موجود ہے۔ مرزا شہاب الدین خاں نے بھیجی میں مکرر کیا بھیجتا۔ تب محرر کے دیکھنے سے انکار کیوں کرتے ہو۔ اگر منافیِ طبع تحریر کو بسبب اثر جارہ دیکھا کرتے تو فریقین کی کتب مبسوطہ کہاں سے موجود ہوتیں۔ افسوس کہ میں نے عربی جانا عربی نہیں ہے اب مانا کہ ایک سہو طبیعت تھا میرا اعتراض تو غلط بحث بیجا ہے۔ افسوس صد افسوس ایک کیوں ہو جائے۔ یہاں کے اطوار مجھ سے باوجود قرب مخفی اور تم پر باوجود بعد آشکار۔ دوران باخبر در حضور و نزدیکان بے بصر دور۔ روپیہ آگیا دل سے نکلا۔ مخزن سے نکلا۔ ہاتھ سے نہیں نکلا۔ جب ہاتھ سے نکل جائیگا اور جنس مول لیجائیگی اور یہ گنڈا کٹ جائیگا تب ترساں ترساں پہنچیگا۔ نادری میں تمہارے یہاں آنے کے باب میں کچھ عرض کیا جائیگا۔ ان شاء اللہ توں مید و ہی ہو۔ والسلام

صبحدم با ابوالبشر گفتم — پارۂ زر بدہ کہ زر داری
حیف باشد کہ از چو من پسرے — خاکِ رنگیں عزیز تر داری
گفت حیف ست از تو خواہشِ زر — کہ تو گنجینۂ گہر داری
گنجِ دانش سخن حوالۂ تست — خود بہ بیں تا چہ ای پسر داری
بخشش من ترا کجاست جانِ پدر — بہری ہرچہ در نظر داری
گفتم اینک بہ بند ہمیانی — زر ہمیں میدہی اگر داری
سرِ زنبیلِ آن عمر عیار — گر ز عیاریش خبر داری
بکشا زود و زر بریز و بگوے — کہ ہمیں مدعا مگر داری
گفت بابا فسانہ بودہ است — چہ فرو ریزیم وچہ بر داری

ایضاً یکم جنوری سنہ ۱۸۶۳ع — علائی مولائی کو غالب طالب کی دعا۔ بیچارہ مرزا [illegible] علی حسین خاں کی معرفت سے ظلم ہو گیا۔ یہاں پندرہ کا سوال وہاں دس میں سے تین کم کرنے کا خیال متوسط دو بہرا

جو علی حسین خاں بہادر کے بعد و میاں آئے وہ کیا کرے اور کیا کہے - مرزا قانع و متوکل ہیں نہ پندرہ مانگتے ہیں نہ دس - اللہ بس ما سوا ہوس - جناب ترولین صاحب بھائی کے دوست دلی و تلی آئے لارڈ صاحب کہلاتے ہیں سُنتا ہُوں کہ کل اکبرآباد جاتے ہیں - بھائی علی بخش خاں مدت سے بیمار تھے رات کو بارہ بجے پر دو بجے مرگئے - انا للّٰہ و انا الیہ راجعون - تمہارے عم نامدار آج دن کو بارہ بجے سلطان جی گئے ہیں - مَیں نہ جا سکا - تجہیز و تکفین اُن کی طرف سے عمل میں آئیگی - بارہ پر تین بجے یہ خط مَیں نے تمہیں لکھا ہے - کل شنبہ ۲ رجنوری صبح کو ڈاک گھر بھیجدوں گا - مشفقی شفیقی میر جان صاحب کو سلام مع الاکرام - نجات کا طالب غالب ✽

ایضًا صبح شنبہ ۳۰ رمئی ۱۸۶۳ء لا موجود الا اللہ - اُس خدا کی قسم جس کو مَیں نے ایسا مانا ہے اور اُس کے سوا کسی کو موجود نہیں جانا ہے کہ خطوط کے ارسال کو مکرر نہ لکھنا از راہ ملال نہ تھا - طالب کے ذوق سست پا کر مَیں متوقف ہو گیا - متوسط ایک جلیل القدر آدمی اور طالب کتب کا سوداگر ہے اپنا نفع نقصان سوچے گا - لاگت بچت کو جانچے گا - مَیں متوسط کو مہتمم سمجھا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ یہ چھپوائے گا - رقعہ ایک جگہ سے لیکر اُنکو بھیجے اسکی رسید میں تقریبًا اُنھوں نے طلب تمامات بتکلف سوداگر لکھی اور اُس سوداگر کو مفقود الخبر لکھا - ظاہر اکتابیں لیکر کہیں گیا ہو گا - کتابیں لیگیا ہو گا یہ ۲۳ لفافے اور ۴۳ بدستور میرے بکس میں موجود و محفوظ رہیں گے - اگر متوسط تقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلیں اُس کو اور اصل تم کو بھیجدونگا ورنہ تمہارے بھیجے ہوئے کاغذ تم کو پہنچ جائیں گے - میاں ان خطوں کے ارسال میں تم نے مجھ سے وہ کیا جو مَیں نے تم سے دو جاڑوں میں کیا تھا - بھلا مَیں تو پیر خرف ہوں اور سن خرافت کو نسیان لازم ہے - تم نے کیا سمجھ کے کپڑا لپیٹ کر اور مختم کر کے بھیجا خطوں پر ایک قلیل العرض کاغذ لپیٹ کر ارسال کیا ہوتا اگر منشی بہاری لال میرا اور شہاب الدین کا دوست نہ ہوتا تو تمہاری صفحہ کا مجھکو دھیا لگتا

سر رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت ✽ غالب ✽

ایضاً بدستِ مرگ والے بدتر از گمانِ تو نیست۔ مکرر لکھ چکا ہوں کہ قصیدہ کا مسودہ میں نے نہیں رکھا مکرر لکھ چکا ہوں کہ مجھے یاد نہیں کون سی رباعیاں مانگتے ہو۔ پھر لکھتے ہو کہ رباعیاں بھیج قصیدہ بھیج۔ معنے اسکے یہ کہ تو جھوٹا ہے اب کے تو مقرر بھیجے گا۔ بھائی قرآن کی قسم انجیل کی قسم۔ توریت کی قسم۔ زبور کی قسم۔ ہنود کے چار بید کی قسم۔ دساتیر کی قسم۔ ژند کی قسم۔ پاژند کی قسم۔ اُستا کی قسم۔ گرو کے گرنتھ کی قسم۔ نہ میرے پاس وہ قصیدہ نہ مجھے وہ رباعیاں یاد۔ کلیات کے باب میں جو عرض کر چکا ہوں سو ہے برہانیم کہ ہستیم وہماں خواہد بود۔ جب تین دس پندرہ جلدیں منگا لونگا ایک بھائی کو اور ایک تم کو ارمغاں بھیجونگا۔ اور اگر بھائی کو جلدی ہے تو لکھنؤ میں اودھ اخبار کا مطبع مالک اُس کا منشی نولکشور مشہور جتنی جلدیں چاہیں لکھنؤ سے منگا لیں۔ میں بہرحال دو جلدیں جس وقت جمع ہوگا بھیج دونگا۔ ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۳ع

نجات کا طالب غالب

ایضاً یکشنبہ ۱۶ فروری سنہ ۱۸۶۲ع ہنگام نیمروز۔ صاحب کل تمہارے خط کا جواب بھیج چکا ہوں پہنچا ہوگا آج صبح کو بھائی صاحب کے پاس گیا۔ بھائی ضیاء الدین خاں اور بھائی شہاب الدین خاں بھی وہیں تھے۔ مولوی صدر الدین میرے سامنے آئے۔ حکیم محمود خاں کے طور پر معالجہ قرار پایا ہے یعنی انہوں نے نسخہ لکھ دیا ہے سو اُسکے موافق جوب بنگئی ہیں نقوع کی دوائیں آج آکر بھیگیں گی کل جوب کھے اور نقوع پیا جائیگا مگر انداز و ادا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حضرت مریض کی اور اُنکے ہوا خواہوں کی رائے میں قصد استعلاج کا مذبذب ہے۔ نسخہ کی حقیقت کو میزان نظر میں تول رہے ہیں اُستاد میر جان بھی تھے نیم نامعقول مرزا اسد بیگ بھی تھے۔ سب طرح خیریت ہے۔ کل تمہارے خط میں دوبارہ یہ کلمہ مرقوم دیکھا کہ دلی بڑا شہر ہے ہر قسم کے آدمی وہاں بہت ہونگے اے میری جان یہ وہ دلی نہیں ہے جسمیں تم پیدا ہوئے ہو وہ دلی نہیں ہے جسمیں تم نے علم تحصیل کیا ہے وہ دلی نہیں ہے جسمیں تم شعبان بیگ کے حویلی میں مجھ سے پڑھنے آتے تھے وہ دلی نہیں ہے جسمیں سات برس کی عمر سے آتا جاتا ہوں وہ دلی نہیں ہے جسمیں اکیاون برس سے

متقیم ہوں - ایک کتب ہے - مسلمان اہلِ حرفہ یا حکام کے شاگرد پیشہ - باقی سراسر ہنود - معزول بادشاہ کے ذکور
جو بقیۃ السیف ہیں وہ پانچ پانچ روپیہ مہینا پاتے ہیں - اناث میں سے جو پیرزن ہیں وہ کٹنیاں اور جوان ہیں
کسبیاں - اُمرائے اسلام میں سے اموات گنو - حسن علیخاں بہت بڑے باپ کا بیٹا سو روپیہ روز کا پنشندار سو روپیہ
مہینے کا روزینہ دار بنکر نامرادانہ بن گیا - میر ناصرالدین باپ کیطرف سے پیرزادہ - نانا اور نانی کیطرف سے امیرزادہ
مظلوم مارا گیا - آغا سلطان بخشی محمد علیخاں کا بیٹا جو خود بھی بخشی ہو چکا ہے بیمار پڑا نہ دوا نہ غذا انجام کار
مرگیا - تمھارے چچا کی سرکار سے تجہیز و تکفین ہوئی - احیا کو پوچھو ناظر حسین مرزا جسکا بڑا بھائی مقتولوں
میں آگیا اُسکے پاس ایک پیسا نہیں - ٹکے کی آمد نہیں - مکان اگرچہ رہنے کو ملگیا ہے مگر دیکھئے چھٹا رہے
یا ضبط ہو جائے - بدھے صاحب ساری املاک بیچکر نوشِ جاں کر کے بیک بینی و دو گوش بھرت پور چلے گئے
ضیاء الدولہ کے پانسو روپیہ کرایہ کی املاک واگذاشت ہو کر پھر قرق ہو گئی - تباہ خراب لاہور گیا وہاں پڑا ہوا ہے
دیکھئے کیا ہوتا ہے - قصہ کوتاہ قلعہ اور جھجر اور بہادر گڈھ اور بلب گڈھ اور فرخ نگر - کم و بیش تیس لاکھ روپے
کی ریاستیں مٹ گئیں - شہر کی عمارتیں خاک میں ملگئیں - ہنرمند آدمی یہاں کیوں پایا جائے جو حکما کا
حال لکھا ہے وہ بیانِ واقع ہے - صلحا اور زہاد کے باب میں جو حرفِ مختصر میں نے لکھا ہے اسکو بھی سچ جانو
ابنیہ والا جاہ کیطرف سے خاطر جمع رکھو - سحر آسیب کا گمان ہرگز نہ کرو - حقنہ اچھا ہے تو استعمال ایارجات کے
بعد بالکل اچھے ہو جائیں گے اور اب بھی خدا کے فضل سے اچھے ہیں - عافیت کا طالب غالب

ایضاً - ابھی مولانا علائی نواب صاحب دو مہینے تک کی اجازت دے چکے اور یہ میں خبر تراشی نہیں کرتا
مرزا علی محمد بیگ کی زبانی ہے کہ نواب علاؤالدین خاں سے کہہ چکے ہیں کہ قصہ مٹ گیا ہے اب تم
شوق سے دلّی جاؤ - دو ہفتہ سے لیکر دو مہینے تک کی تم کو رخصت ہے - پھر تم کیوں نہ آئے خدا نے
دعا - خداوند نے مستدعا قبول کی - تمھاری طرف سے سست قدمی اور دل سردی کی کیا وجہ - اگر جاڑے کی
کی حکایت جھوٹ ہے تو تم سچ لکھو کہ ماجرا کیا ہے - مرزا یوسف علیخاں عزیز تمھارے بلائے ہوئے اور

مہدی حسین بھائی صاحب کے مطلوب مرزا عبدالقادر بیگ کے قبائل کے ساتھ کل روانہ لوہارو ہوئے ہیں
شنبہ ۱۷ ستمبر ۱۸۶۲ع - نجات کا طالب - غالب

ایضاً - میاں نجم علی ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ اگر کل کمیٹی میں گئے ہو تو میرے سوال کے پڑھے جانے کا حال لکھو
ضمناً ذکر ایک مدبر کا لکھا جاتا ہے - جو تم نے اس مدبر کے صفات لکھے سب سچ ہیں - احمق - خبیث النفس
حاسد - طبیعت بڑی - سمجھ بری - قسمت بری - ایکبار میں نے دکنی کی دشمنی میں گالیاں کھائیں - ایکبار
بنارسی کی دوستی میں گالیاں کھاؤنگا - میں نے جو تمہیں اسکے باب میں لکھا تھا وجہ اسکی یہ تھی کہ میں نے سنا تھا
کہ تم نے اپنے سائیسوں سے کہدیا ہے یا کہا چاہتے ہو کہ اسکو بازار میں بے حرمت کریں - یہ خلاف شیوہ
مومنین ہے خلاصہ یہ قصد نہ کرنا یہ مؤید اس قول کا ہے جو میں نے تم سے پہلے کہا تھا کہ تم یوں تصور
کرو کہ اس نام کا آدمی اس محلہ میں بلکہ اس شہر میں کوئی نہیں - غالب

ایضاً مولانا علائی - واللہ علی حسین خاں کا بیان بمقتضائے محبت تھا - ہر بار کہتا تھا اور یہ کہتا تھا
کہ حق بجانب ان کے ہے نہ کوئی ہم سخن نہ کوئی ہم نفس نہ سیر نہ شکار نہ مجلس نہ دربار تنہائی و بے شغلی اور کمبخت
جی کیونکر نہ گھبرائے خفقان کیوں نہ ہو جائے نہ دن یاد نہ تاریخ آج جو تھا یا بھی شاید بھول گیا ہوں
پانچواں دن ہے کہ منشی نولکشور بسواری ڈاک رہگرائے لکھنو ہوئے - کل پہنچ گئے ہوں یا آج پہنچ جائیں
آج روز یکشنبہ ۱۳ دسمبر کی ہے ایکدن منشی صاحب میرے پاس بیٹھے تھے اور برخوردار شہاب الدین خاں
بھی تھا میں نے ثاقب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں دنیادار ہوتا تو اسکو نوکری کہتا مگر چونکہ فقیر تکیہ دار ہوں
تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ تین جگہ کا روزینہ دار ہوں ساڑھے باسٹھ روپے یعنی ۷۵۰ سال سرکار انگریزی
سے پاتا ہوں اور بارہ سو سال رامپور سے اور چوبیس روپیہ سال ان مہاراج سے - توضیح یہ کہ
دو برس سے ہر مہینہ میں چار بار اخبار مجکو پہنچتے ہیں قیمت نہیں لیتے - مگر ہاں اکثر کتابیں
ٹکٹ میں مطبع میں پہنچا دیا کرتا ہوں - جو میں نے پوچھے تھے کہ علی حسین خاں کے حوالہ کروں

مقصود اس سے یہ تھا کہ ارسال بسبیل ہنڈوی دشوار ہے۔ خیر اب جس طرح ہوگا حصار پر ہنڈوی لکھوا کر تم کو بھیجدوں گا۔ تم حصار پہنچکر روپیہ منگوا لیجیو۔ خدا چاہے تو وسمبر میں روپیہ تمھارے پاس پہنچ جائے۔ استاد میر جان صاحب کو قدمبوس کہکر مجھکو فرعون بننا پڑا۔ دوہائی خدا کی اب ایسا نہ کرونگا میرا سلام بلکہ دعا انکو کہدینا۔ پرسوں مولوی صدر الدین خاں صاحب کو فالج ہو گیا سیدھا ہاتھ رہ گیا ہے زبان موٹی ہو گئی ہے بات مشکل سے کرتے ہیں اور کم سمجھ میں آتی ہے۔ میں اپاہج ہوں جا نہیں سکتا جو ان کو دیکھ آتا اس سے ان کا حال پوچھا جاتا ہے۔ دن تاریخ صدر میں لکھ آیا ہوں کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان لو۔

ایضاً آج بدھ کے دن ۲۰ رمضان کو پہر دن چڑھے جب وقت میں کھانا کھا کر باہر آیا تھا ڈاک کا ہرکارہ تمھارا خط اور شہاب الدین خاں کا خط ملا لایا مضمون دونوں کا ایک۔ واہ کیا مضمون ان دونوں میں کہ سب طرح رنج و عذاب فراہم ہیں ایک داغ جگر سوز یہ بھی ضرور تھا سبحان اللہ میں نے اوسکی صورت بھی نہیں دیکھی یا ولادت کی تاریخ کہی تھی یا اب رحلت کی تاریخ لکھنی پڑی۔ پروردگار تمکو جیتا رکھے اور نعم البدل عطا کرے۔ میاں اس کو سب جانتے ہیں کہ میں مادہ تاریخ نکالنے سے عاجز ہوں لوگوں کے مادے دیے ہوئے نظم کر دیتا ہوں اور جو مادہ اپنی طبیعت سے پیدا کرتا ہوں وہ بیشتر لچر ہوا کرتا ہے چنانچہ اپنے بھائی کی رحلت کا مادہ درد لغ دیوانہ نکالا پھر اس میں سے آہ کے عدد گھٹائے تمام دو پہر اسی فکر میں رہا یہ سمجھا کہ مادہ ڈھونڈھا تمھارے نکالے ہوئے دو لفظوں کو تاکا کیا کہ کسی طرح سات اوپر بڑھاؤں بارے ایک قطعہ درست ہوا مگر تمھاری زبان سے یعنی گویا تم نے کہا ہے پانچ شعر ہیں تین شعر زائد و موضع مدعا لیکن میں نہیں جانتا کہ تعمیہ اچھا ہے یا برا ہے ہاں اغلاق تو البتہ ہے تامل سے سمجھ میں آتا ہے اور شاید لوح مزار پر کھدوانے کے قابل نہ ہو **قطعہ**

در گریہ اگر دعوئے ہمچشمی ما کرد ۔۔۔ میغی کہ شود ابر بہاری خجل از ما

ناچار گریہم شب و روز کہ زین سیل	باشد کہ برد کالبد آب و گل از ما
گفتی کہ نگہدار دل از کشمکش غم	خود کرد بر آورد غم جان گسل از ما
پیچیدہ شد واز شعلۂ سوز غم ہجرش	چون شمع دود دود بسر متصل از ما
غم دیدہ نسیمے پئے تاریخ وفاتش	بنوشت کہ داغ پسر سوخت دل از ما

ما کے عدد ۴۱۔ دل کے عدد ۳۴۔ ما میں سے دل گیا۔ گویا ۴۱ میں سے ۳۴ گئے باقی رہے سات وہ داغ پسر پر بڑھائے ۱۲۷۴ ہاتھ آئے۔

ایضاً سبحان اللہ ہزار برس تک نہ پیام بھیجنا نہ خط لکھنا اور پھر لکھنا تو سراسر غلط لکھنا مجھ سے کتابیں مستعار مانگتے ہو یاد کرو کہ تم کو لکھ چکا ہوں کہ دساتیر اور برہان قاطع کے سوا کوئی کتاب میرے پاس نہیں از انجملہ برہان قاطع تمکو دے چکا ہوں۔ دساتیر میرا ایمان جزو جان ہے۔ اشعار تازہ مانگتے ہو کہاں سے لاؤں۔ عاشقانہ اشعار سے مجکو وہ بعد ہے جو ایمان سے کفر کو۔ گورنمنٹ کا نیاز مند تھا قصیدہ بھیجا کرتا تھا خلعت پاتا تھا خلعت موقوف۔ قصیدہ بھیجنا متروک نہ غزل کی رسم نہ مدح کی طرح۔ ہزل و ہجو میرا آئین نہیں پھر کہو کیا لکھوں۔ بوڑھے پہلوان کی طرح پیچ بتانے کو رہ گیا ہوں اکثر اطراف و جوانب سے اشعار آجاتے ہیں اصلاح پا جاتے ہیں۔ باور کرنا اور مطابق واقع سمجھنا تمہارے دیکھنے کو دل بہت چاہتا ہے اور دیکھنا تمہارا موقوف اسپر ہے کہ تم یہاں آؤ کاش اپنے والد ماجد کے ساتھ چلے آتے اور مجکو دیکھ جاتے اُردو کا دیوان میرٹھ سے لایا ہوں اور وہ آگرہ گیا ہے وہاں منطبع ہوگا ایک نسخہ تمہارے پاس بھی پہنچ جائیگا تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو۔ مرقومہ روز دوشنبہ ۶ جولائی سنہ ۱۸۶۲ صفحہ

ایضاً صاحب میرا برادر عالیقدر اور تمہارا والد ماجد اب اچھا ہے از روے عقل عادہ مرض کا احتمال باقی نہیں ہے۔ رہا وہم اُسکی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں مرزا قربان علی بیگ اور مرزا شمشاد علی بیگ کے باب میں جو کچھ تم نے لکھا ہے اور آیندہ جو کچھ لکھو کے میری طرف سے وہی جواب ہوگا جو آگے لکھ چکا ہوں یعنی

میں تماشائی محض ہونگا۔ اگر بھائی صاحب مجھ سے کچھ ذکر کریں گے تو بھلی کہونگا۔ آپ کے عم عالی مقدار جو فرماتے
ہیں کہ غالب کو بیٹھے ہوئے ہزارہا تسویلات و خیالات دکھلائی دیتے ہیں یہ حضرت نے اپنی ذات پر میری
طبیعت کو طرح کیا ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح میں مبتلائے وساوس و اوہام ہوں اور لوگ بھی اسیطرح
بخاراتِ مراقی میں گرفتار ہونگے۔ قیاس مع الفارق ہے۔ بخیل صادق۔ یہاں لاموجود الا اللہ
کی بادۂ ناب کا رطلِ گراں چڑھائے ہوئے اور کفر و اسلام و لوزونار کو مٹائے ہوئے بیٹھے ہیں ؎
کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر سوائے اللہ واللہ ما فی الوجود جیغران بروزن وُرگران لغت عربی ہے
معرب۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ پھول ہندوستان میں ہوتا ہے یا نہیں اس کی تحقیقات از روئے
الفاظ الادویہ ممکن ہے۔ آج اُس نے جلاب لیا۔ دس دست آئے۔ مواد خوب اخراج ہوا **فارسی غیر
فصیح** امروز فلانے مسہل گرفت دہ دست آمدند مواد خوب برآمد **فارسی فصیح** امروز فلانی نگاہ
دار وے مسہل آشامید تا شامگہ بار نشست یا دہ بار مستراح رفت یا دہ بار بہ بیت الخلا رفت مادۂ فاسد
چنانکہ باید اخراج یافت۔ معلوم ہے کہ لوطیوں کے منطق میں خصوصًا اور اہلِ پارس کے روزمرہ میں
عمومًا نشستن استعارہ ہے ریدن کا چنانچہ ایک تذکرہ میں مرقوم ہے کہ اصفہان میں ایک امیر نے شعرا کی
دعوت اپنے باغ میں کی۔ مرزا صائب اور اُس عصر کے کئی شعرا جمع ہوئے ایک شاعر کہ تذکرہ میں اُسکا
نام مندرج ہے اور میں بھول گیا ہوں اکول تھا مگر معدہ اُس کا ضعیف تھا۔ حرص و شرہ کے سبب سے
بہت کھا جاتا تھا ہضم نہ کر سکتا تھا کھا کھا کر شراب پی پی کر دروازۂ باغ کو مقفل کر کے سب سو رہے
اُس مردِ اکول فضول نے رات بھر میں سارا باغ ہگ بھرا۔ نہ ایک جگہ بلکہ کبھی اس کیاری میں اور کبھی
اُس روش پر کبھی اُس درخت کے تلے۔ کبھی اُس دیوار کی جڑ میں۔ قصہ مختصر غایت شرم و حیا سے
دو چار گھڑی رات رہے دیوار سے کود کر چلا گیا۔ صبح کو جب جاگے اُسکو اِدھر اُدھر ڈھونڈھا
کہیں نہ پایا مگر حضرت کا فضلہ کئی جگہ نظر آیا۔ مرزا صاحب نے ہنس کر فرمایا یاراں شمارا چہ فتادہ است

کہ میگوئید فلانے در باغ نیست مے بینم کہ مخدوم ہمدرین باغ چند جا نشستہ است۔ جمعہ ۴ رمضان و ۶ مارچ سال رستاخیز۔ رباعی خط میں لکھنی بھول گیا۔ یہ میں نے بھائی کو تہنیت میں بھیجی تھی

رباعی

اے کردہ بمہر زرفشانی تعلیم — پیداز کلاہِ تو شکوہِ دیہیم
بادا تو فرخندہ زیزدانِ کریم — پروانگی جدید اقطاعِ قدیم

ایضاً مولانا علائی نہ مجھے خوفِ مرگ نہ دعوئ صبر ہے۔ میرا مذہب بخلاف عقیدہ قدریہ جبر ہے تم نے میانجی گری کی۔ بھائی نے برادرپروری کی۔ تم جیتے رہو وہ سلامت رہیں۔ ہم اسی حویلی میں تا قیامت رہیں۔ اس ابہام کی توضیح اور اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مینہ کی شدت سے چھوٹا لڑکا ڈرنے لگا اُسکی دادی بھی گھبرائی۔ مجکو خلوتخانہ کا دروازہ غرب رُدیہ اور اُسکے آگے ایک چھوٹا سا درہ یاد تھا جب تمھارے پاؤں میں چوٹ لگی ہے تو مَیں اُسی دروازہ سے تمکو دیکھنے آیا تھا یہ سمجھ کر خلوتخانہ کو محلسرا بنایا چاہتا تھا کہ گاڑی ڈولی لونڈی ٹہل کا چھن تیلن تنبولن کہاری پنہاری۔ ان فرقوں کا ممر دروازہ رہیگا۔ میری اور میرے بچوں کی آمدورفت دیوانخانہ میں سے رہیگی۔ معاذاً باللہ وہ لوگ دیوانخانہ میں کیسے آئیں جائیں اپنے بیگانے کو ہر وقت چھلپائیاں نظر آئیں۔ بی وفادار جن کو تم کچھ اور بھائی خوب جانتے ہیں۔ اب تمھاری پھوپھی نے انھیں وفادار بیگ بنا دیا ہے باہر نکلتی ہیں سودا تو کیا لائیں گی مگر خلیق اور ملنسار ہیں رستہ چلتوں سے باتیں کرتی پھرتی ہیں جب وہ محل سے نکلیں گی ممکن نہیں کہ اطرافِ نہر کی سیر نہ کرینگی۔ ممکن نہیں کہ دروازہ کے سپاہیوں سے باتیں نہ کرینگی۔ ممکن نہیں کہ پھول نہ توڑیں اور بی بی کو لیجا کر نہ دکھائیں اور نہ کہیں کہ یہ پھول تمائے چچا کے بیٹے کی کاشی کے ایں شرح۔ تمھارے چچا کے بیٹے کی کیاری کے ہیں۔ ہی ہی۔ ایسے عالیشان دیوانخانہ کی یہ قسمت اور مجھ سے نازک مزاج دیوانے کی یہ شامت معہذا اُس سہ دری کو اپنے آدمیوں کے اور لڑکوں کے مکتب کے لیئے ہرگز کافی نہ جانا مور اور کبوتر اور دُنبہ اور بکری باہر گھوڑوں کے پاس رہ سکتے تھے عرفت ربی بفسخ العزائم پڑھا اور

چپ ہو رہا مگر تمھاری خاطر جمع رہے کہ اسبابِ وحشت و خوف و خطر اب نہ رہے۔ مینھ کھل گیا ہے مکان کے
مالکوں کی طرف سے مرمت شروع ہو گئی ہے نہ لڑکا ڈرتا ہے نہ بی بی گھبراتی ہے نہ میں بے آرام ہوں۔
کھلا ہوا کوٹھا چاندنی رات ہوا سرد تمام رات فلک پر مریخ پیشِ نظر۔ دو گھڑی کے تڑکے زہرہ جلوہ گر۔
ادھر چاند مغرب میں ڈوبا۔ ادھر مشرق سے زہرہ نکلی صبوحی کا وہ لطف روشنی کا وہ عالم۔ ۲۰ ماہ اگست سنہ ۱۸۶۲ء

ایضاً صبح شنبہ نہم ستمبر سنہ ۱۸۶۲ء۔ جانِ غالب مگر جسم سے نکلی ہوئی جان قیامت کو دوبارہ ملنے کی توقع ہے
خدا کا احسان مرزا قربان علی بیگ تمھاری کشش سے مجذوب کیوں بنتے وہ تو خود سالک ہیں مگر ہاں صاحبزادہ
سعادتمند رضوان سوا اسکے آپ مالک ہیں۔ نواب صاحب کا ہم مطبخ اور آپ کا ہم مائدہ ہونا بہتر ہوا۔ کاش تم یہ لکھتے کہ
مشاہرہ کیا مقرر ہوا۔ اثنا عشری ایک تم ہو سو تمھیں کیا اختیار ہے۔ البتہ عشرہ مبشرہ کی اولویت پر مدار ہے۔ بابا
تمھارا خلاف قاعدہ اہل سنت و جماعت عشرہ میں سے ثلثہ کو کم کرتا تھا رضوان نے نہ مانا کیونکر مانتا وہ تو ثلثہ کا دم
بھرتا تھا۔ تہور خاں صاحب کے باب میں بندہ جویا اس خبر کا ہے کہ اب لوہارو سے انکا ارادہ کدھر کا ہے۔
رضوان کو دعا پہنچے۔ نواب صاحب کی عنایت اور مولانا علائی کی صحبت مبارک ہو۔ پیر جی سے جب پوچھتا ہوں
تم خوب شخص ہو اور وہ کہتے ہیں کیا کہنا ہے اور میں پوچھتا ہوں کس کا تو وہ فرماتے ہیں شمشاد علی بیگ کا
اپنے اور کسی کا نام تم کیوں نہیں لیتے دیکھو یوسف علی خاں بیٹھے ہیں۔ ہیرا سنگھ موجود ہے۔ واہ صاحب میں کیا
خوشامدی ہوں جو منہ دیکھی کہوں۔ میرا شیوہ حفظ الغیب ہے۔ غائب کی تعریف کرنی کیا عیب ہے۔
ہاں صاحب آپ ایسے ہی وضعدار ہیں اس میں کیا ریب ہے۔

ایضاً۔ جانا عالیشانا خط پہنچا۔ حظ اٹھا۔ تمھاری آشفتہ حالی میں ہرگز شک نہیں تم کہیں۔ تجاہل کہیں
وائی شہر ناسازگار انجام کار ناپائدار۔ ایک دل و سو آزار۔ اللہ تمھارا یاور علی تمھارا مددگار۔ لیکن پا در رکاب
بلکہ نعل در آتش۔ کب جاؤں اور فرخ سیر کو دیکھوں ایک خط میں نے علی حسین خاں کو لکھا وہاں سے اسکا
جواب آگیا روہیلا پھوڑے پھنسی میں مبتلا ہے خدا اسکو صحت دے شمشاد علی بیگ کہاں الور پہنچا اور اس طرح گیا کہ

سے شہاب الدین خاں سے مل کر بھی نہ گیا خیر ؎ رموز مصلحت خویش خسرواں دانند۔ یہاں جشن کے وہ سامان ہو رہے ہیں کہ جمشید اگر دیکھتا تو حیران رہ جاتا شہر سے دو کوس پر آغا پور نامی ایک بستی ہے آٹھ دس دن سے وہاں خیام برپا تھے پرسوں صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبوں اور میموں کے آئے اور خیموں میں اترے کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ہوئے سب سرکار رامپور کے مہمان کل سہ شنبہ ۵ دسمبر حضور پر نور بڑے تجمل سے آغا پور تشریف لے گئے بارہ پر دو بجے گئے اور شام کو پانچ بجے خلعت پہن کر آئے۔ وزیر علی خاں خانساماں خواصی میں سے روپیہ پھینکتا ہوا آتا تھا دو کوس کے عرصہ میں دو ہزار روپیہ سے کم نہ نثار ہوا ہوگا۔ آج صاحبِ عالیشان کی دعوت ہے پٹن شام کا کھانا یہیں کھائیں گے۔ روشنی آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کرے گی۔ طوائف کا وہ ہجوم حکام کا وہ مجمع کہ اس مجلس کو طوائف الملوک کہا چاہیئے۔ کوئی کہتا ہے کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبانِ عالیشان کے کل جائیں گے کوئی کہتا ہے پرسوں۔ رئیس کی تصویر کھینچتا ہوں قد۔ رنگ۔ شکل۔ شمائل بعینہ بھائی ضیاء الدین خاں عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور بشرہ متفاوت حلیم و خلیق۔ باذل۔ کریم متواضع متشرع متورع شعر فہم۔ سینکڑوں شعر یاد۔ نظم کی طرف توجہ نہیں نثر لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں جلالائے طبا طبائی کی طرز برتتے ہیں شگفتہ جبین ایسے کہ انکے دیکھنے سے غم کوسوں بھاگ جائے فصیح بیان ایسے کہ انکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب میں آئے اللّٰہم دام اقبالہٗ و زاد اجلالہ بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا بھائی صاحب کی خدمت میں بشرطِ رسائی وتابِ گویائی سلام کہنا اور بچوں کی خیر و عافیت جو تم کو معلوم ہوئی ہے وہ مجھکو لکھنا۔ ۶ دسمبر ۱۸۶۵ء کی بدھ کا دن صبح کے آٹھ بجا چاہتے ہیں۔ کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتے ہوگے۔

ایضاً صبح یکشنبہ ۲۷ جولائی ۱۸۶۲ء۔ میری جان سن پنجشنبہ جمعہ ۹ ہفتہ دس۔ اتوار گیارہ ایک قطرہ بر ہفتہ دن مینہ نہیں تھا اس وقت شدت سے برس رہا ہے۔ رنگینٹھی میں کوئلے دہکا کر پاس

رکھ لئے ہیں دو سطریں لکھیں اور کاغذ کو آگ سے سینک لیا۔ کیا کروں تمھارے خط کا جواب ضرور لو سنتے جاؤ
مرزا شمشاد علی بیگ کو تمھارا خط پڑھوا دیا۔ انھوں نے کہا کہ غلام حسن خان کی معیت پر کیا موقوف ہے
مجھے آج سواری مل جائے کل چل نکلوں۔ اب میں کہتا ہوں کہ اونٹ ٹٹو کا موسم نہیں گاڑی کی تدبیر
ہو جائے۔ بس بچاس برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی میں نے حسب الحکم
غزل لکھی بیت الغزل یہ ہے ؎ پلا دے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے ٭ پیالہ گر نہیں دیتا
نہ دے شراب تو دے ٭ مقطع یہ ہے ؎ اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے ٭
کہا جو اُس نے ذرا میرے پاؤں داب تو دے ٭ اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے
لکھ کر اس مقطع اور اُس بیت الغزل کو شامل ان اشعار کے کر کے غزل بنا لی ہے اور اُسکو لوگ گاتے پھرتے ہیں
مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی الو کے۔ جب شاعر کی زندگی میں گانے والے شاعر کے کلام کو
مسخ کر دیں تو کیا بعید ہے کہ دو شاعر متوفی کے کلام میں مطربوں نے خلط کر دیا ہو مقطع بیشک مولانا
مغربی کا ہے اور وہ شعر جو میں نے تم کو لکھا ہے اور یہ شعر جواب لکھتا ہوں ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار ٭ گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد ٭

یہ دونوں شعر قدسی کے ہیں۔ مغربی قدما میں اور عرفا میں ہے جیسا عراقی ان کا کلام دقایق و حقایق
تصوف سے لبریز۔ قدسی شاہجہانی شعرا میں صائب و کلیم کا ہم عصر اور ہم چشم۔ ان کا کلام شور انگیز
ان بزرگوں کی طرز و روش میں زمین و آسمان کا فرق۔ بھائی کو سلام کہنا اور کہنا کہ صاحب وہ زمانہ
نہیں کہ اُدھر متھرا داس سے قرض لیا اُدھر دریاری مل کو مارا۔ اِدھر خوب چند چین سکھ کی کوٹھی جا لوٹی
ہر ایک پاس تمسک مہری موجود۔ شہد لگاؤ چاٹو۔ نہ مول نہ سود۔ اس سے بڑھ کر یہ بات کہ روٹی کا خرچ بالکل بھائی
کے سر۔ با ایں ہمہ کبھی خان نے کچھ دیدیا کبھی الور سے کچھ دلوا دیا کبھی ماں نے کچھ آگرہ سے بھیج دیا
اب میں اور باسٹھ روپے آٹھ آنے کلکٹری کے سو روپیہ رامپور کے قرض دینے والا ایک میرا مختار کار

وہ سود ماہ بماہ لیا چاہے مول میں قسط اسکو دینی پڑے انکم ٹکس جدا۔ چوکیدار جدا۔ سود جدا۔ مول جدا۔
بی بی جدا۔ بچے جدا۔ شاگرد پیشہ جدا۔ آمد وہی ایک سو باسٹھ تنگ آگیا۔ گذارا مشکل ہو گیا روزمرہ کا کام
بند رہنے لگا۔ سوچا کہ کیا کروں کہاں سے گنجایش نکالوں۔ قہر درویش بر جانِ درویش۔
صبح کی تبرید متروک۔ چاشت کا گوشت آدھا۔ رات کی شراب و گلاب موقوف۔ بیس بائیس روپیہ مہینا
بچا۔ روزمرہ کا خرچ چلایا۔ یاروں نے پوچھا تبرید و شراب کب تک نہ پیوگے کہا گیا کہ جبتک وہ نہ پلائینگے
پوچھا کہ نہ پیوگے تو کس طرح جیوگے جواب دیا کہ جسطرح وہ جلائیں گے۔ بارے مہینا پورا نہیں گزرا
تھا کہ رامپور سے علاوہ وجہ مقرری اور روپیہ آگیا قرض متفرق ادا ہو گیا متفرق رہا خیر رہو صبح کی
تبرید۔ رات کی شراب جاری ہو گئی۔ گوشت پورا آنے لگا چونکہ بھائی صاحب نے وجہ موقوفی اور بحالی
پوچھی تھی اُن کو یہ عبارت پڑھا دینا اور حمزہ خاں کو بعد سلام کہنا ع اے بیخبر ز لذت شرب مدام ما
دیکھا ہمکو یوں پلاتے ہیں۔ دریغہ بنیوں کے لونڈوں کو پڑھا کر مولوی مشہور ہونا۔ اور مسائل ابوحنیفہ کو
دیکھنا اور مسائل حیض و نفاس میں غوطہ مارنا اور ہے اور عرفا کے کلام سے حقیقتِ حقہ وحدت وجود
کو اپنے دلنشین کرنا اور ہے مشرک وہ ہیں جو وجود کو واجب و ممکن میں مشترک جانتے ہیں مشرک وہ ہیں جو
مسیلمہ کو نبوت میں خاتم المرسلین کا شریک گردانتے ہیں۔ مشرک وہ ہیں جو نو مسلموں کو ابوالائمہ کا
ہمسر مانتے ہیں دوزخ ان لوگوں کے واسطے ہے۔ میں موحد خالص اور مومن کامل ہوں زبان سے
لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوں اور دل میں لا موجود الا اللہ۔ لا موثر فی الوجود الا اللہ سمجھے ہوا ہوں۔ انبیا
سب واجب التعظیم اور اپنے وقت میں سب مفترض الطاعت تھے محمد علیہ السلام پر نبوت ختم ہوئی۔ یہ
خاتم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہیں مقطع نبوت کا مطلع امامت اور امامت نہ اجماعی بلکہ من اللہ ہے
اور امام من اللہ علی علیہ السلام ہے ثم حسن ثم حسین اسی طرح تا مہدی موعود علیہ السلام ع برین زیستم
ہم برین بگذرم۔ ہاں اتنی بات اور ہے کہ اباحت اور زندقہ کو مردود اور شراب کو حرام اور اپنے کو عاصی

سمجھتا ہوں اگر مجھکو دوزخ میں ڈالینگے تو میرا جلانا مقصود نہ ہوگا بلکہ میں دوزخ کا ایندھن ہونگا اور دوزخ کی آنچ کو تیز کرونگا تاکہ مشرکین و منکرین نبوت مصطفوی و امامت مرتضوی اُسمیں جلیں سُنو مولوی صاحب اگر ہٹ دھرمی نکروگے اور کتمانِ حق کو گناہ جانوگے تو البتہ تمکو یاد ہوگا اور کہوگے کہ ہاں یاد ہے جن روزوں میں تم علاؤالدین خاں کو گلستان و بوستان پڑھاتے ہو اور تم نے ایک دن غریب کے دو تین طمانچے مارے ہیں نوا امین الدین خاں اُن دنوں میں لوہارو ہیں۔ علاؤالدینخاں کی والدہ نے تم کو ڈیوڑھی پر سے اُٹھا دیا تم باچشم پُرآب میرے پاس آئے۔ میں نے تم سے کہا بھائی شریف زادوں کو اور سردارزادوں کو چشم نمائی سے پڑھاتے ہیں مارتے نہیں تم نے بیجا کیا آئندہ یہ حرکت نہ کرنا تم نادم ہوئے اب وہ مکتب نشین طفل سے گزر کر پیر ہفتاد سالہ کے واعظ بنے تمنے کئی فاقوں میں ایک شعر حافظ کا حفظ کیا ہے ؎ چوں پیر شدی حافظ الخ اور پھر پڑھتے ہو اسکے سامنے کہ اُس کی نظم کا دفتر حافظ کے دیوان سے دوچند سہ چند ہے۔ مجموعۂ نثر جُدا گانہ اور یہ بھی لحاظ نہیں کرتے کہ ایک شعر حافظ کا یہ اور ہزار شعر اس کے مخالف ہیں ؎

صوفی بیا کہ آئینہ صاف ہست جام را ۔۔۔ تا بنگری صفاے مے لعل فام را

شراب ناب خورد و مہ جبیناں بیں ۔۔۔ خلاف مذہب آناں جمال ایناں بیں

ترسم کہ صرفۂ نبرد روز باز خواست ۔۔۔ نانِ حلالِ شیخ ز آبِ حرام ما

ساقی بگرد ظیفۂ حافظ زبادہ داد ۔۔۔ کاشفتہ گشت طُرہ دستار مولوی

میاں میں بڑی مصیبت میں ہوں محلسرا کی دیواریں گر گئی ہیں پاخانہ ڈھ گیا۔ چھتیں ٹپک رہی ہیں تمھاری پھوپھی کہتی ہیں ہاے دبی ہاے مری۔ دیوانخانہ کا حال محلسرا سے بدتر ہے۔ میں مرنے سے نہیں ڈرتا۔ فقدانِ راحت سے گھبرا گیا ہوں۔ چھت چھلنی ہے ابر دو گھنٹہ برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے مالک اگر چاہے کہ مرمت کرے تو کیونکر کرے۔ مینہ کھلے تو سب کچھ ہو اور پھر اثناے مرمت میں

میں بیٹھا کس طرح رہوں اگر تم سے ہو سکے تو برسات تک بھائی سے مجھکو وہ حویلی جسمیں میر حسن رہتے تھے
اپنی پھوپھی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے وہ بالاخانہ مع دالان زیریں جو الٰہی بخش خاں مرحوم کا مسکن تھا
میرے رہنے کو دلوا دو۔ برسات گزر جائیگی مرمت ہو جائیگی۔ پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن میں
آرہیں گے۔ تمہارے والد کی ایثار و عطا کے جہاں مجھ پر احسان ہیں ایک یہ مروّت کا احسان میرے پایانِ عمر
میں اور بھی سہی۔ غالب۔

ایضاً چارشنبہ ۲۱ مئی ۱۸۶۲ء بقولِ عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت۔ میری جان غالب کثیر المطالب کی
کہانی سُن۔ میں اگلے زمانہ کا آدمی ہوں جہاں ایک امر کی ابتدا دیکھی یہ جان لیا کہ انتہا امر مطابق اس ابتدا
کے نہایت پذیر ہوگا۔ یہاں اختلاف طبائع کا وہ حال کہ آغاز مغشوش انجام مخدوش مبتدا خبر سے بیگانہ شرط
جزا سے محروم سُنا اور متواتر سُنا کہ قصہ طے ہو گیا اب علاؤ الدین خاں مع قبائل آئیں گے دل خوش ہوا کہ
اپنے محبوب کی شکل مع اُسکے نتائج کے دیکھونگا۔ پرسوں آخر بھائی پاس گیا اثنائے اختلاط و انبساط میں
مَیں نے پوچھا کہ کہو بھئی علاؤ الدین خاں کب آئیں گے جواب کچھ نہیں اب وہ قصہ تو طے ہوگیا ہاں وہ تو روپیہ بھی لینے
دے بھی دیا میں نے کہا تو اب چاہیے کہ وہ آئیں فرمایا کہ شاید ابھی نہ آئیں ـــه معلوم ہوا کہ خیر ٹھینگا یا جا
ناچار ارادہ کیا کہ جو کچھ کہنا تھا اب وہ لکھ کر بھیجوں۔ پرسوں تو شام ہو گئی تھی کل بغلگیر ہونیوالوں نے دم لینے نہ دیا
اسپر طرّہ یہ کہ ثاقب نے کہا کہ بھائی تم سے شاکی ہیں اب ضرور آپڑا کہ گزارش مدعا سے پہلے تمہارے رفع ملال
میں کلام کروں بھائی تم میرے فرزند بلکہ بہ از فرزند ہو۔ اگر میرا صُلبی بیٹا اس حد یدو دانست و تحریر و تقریر کا ہوتا
میں اسکو اپنا یارِ وفادار اور ذریعۂ افتخار جانتا۔ میرے خطوط کے نہ پہنچنے کا گلہ غلط۔ تمہارا کونسا خط آیا کہ
اُسکا جواب یہاں سے نہ لکھا گیا۔ میرے پاس جو مقاصد ضروری فراہم تھے وہ میں نے اس نظر سے نہ لکھے
کہ اب تم آتے ہو زبانی گفت و شنید ہو جائیگی ثاقب نے چلتی گاڑی میں روڑا اٹکا دیا تب مجھے توطئہ
تمہید میں ایک ورق لکھنا پڑا ورنہ آغاز نگارش یہاں سے ہوتا۔ یا اسد اللہ الغالب ـــه

با من از جہل معارض شدہ تا منفعلے	کہ گرش ہجو کنم ایں بودش مدح عظیم

یہ رسالہ موسوم بہ محرق قاطع برہان جو ثاقب کے چھپا ہے میرے کہنے سے چھپا ہے اور اس رسالے سے
میرا مدعا یہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے وقت اس کتاب کی بے ربطی عبارت پر اور میری اپنی قرابت اور نسبت
عدیدہ پر نظر نہ کرو۔ بیگانہ وار دیکھو۔ اور ازروئے انصاف حکم ہو۔ بے حیف و میل اس نے جو مجھے
گالیاں دی ہیں اس پر نظر نہ کرو۔ غلطیاں عبارت کی شدت اضطراب عمل کی صورت سوال دیگر جواب
دیگر ان باتوں کو قطع نظر کرو بلکہ اگر فرصت مساعدت کرے تو ان مراتب کو الگ ایک کاغذ پر لکھو
اور بعد اتمام میرے پاس بھیج دو۔ میرا ایک دوست روحانی کہ وہ منجملہ رجال الغیب ہے ان ہفوات کا
خاکا اڑا رہا ہے۔ تیر ہشتاں نے اس کو مدد دی ہے تم بھی بھائی مدد دو۔ اور وہ امر مبہم کہ جو تمہارے
والد کی تقریر سے دل نشین نہیں ہوا یعنی قصہ کا چھپنا اور دلی آنا اس کا ماجرا مفصل و مشرح لکھ۔ دن تاریخ
اپنا نام آغاز کتاب میں لکھ آیا ہوں۔ اب ارسال جواب کی تاکید کے سوا اور کیا لکھوں۔ فقط

ایضاً میاں تمہارے باپ کا تابع تمہارا مطیع فرخ مرزا کا فرمانبردار گو ابھی اٹھا ہوں اپنے کو بھی
نہیں سمجھا کہ میں کون ہوں۔ آج فرخ صاحب کے نام کا رقعہ پہنچ جائیگا۔ چھ جزو تمہارے بھیجے ہوئے میر
مہدی حسین صاحب کو دیئے اور باقی دن جو چھپوا عیان مطبع سے صحیح ہو لیں تو وہ اوراق بھی منگا دونگا۔ غالب

ایضاً شنبہ ۱۵ شعبان و ۵ فروری وقت نماز ظہر نیر اعظم سپہر سخن سرائی مولانا علائی کی خاطر نشان
و دل نشین ہو کہ آج صبح کو ۵ یا ۶ گھڑی دن چڑھے دونوں بھائی صاحب تشریف لائے میں گیا اور
ملا علی حسین خاں کو بھی دیکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بھائی صاحب زادہ صاحبہ کے پاس گئے میں گھر آیا
کھانا کھایا۔ دوپہر کو تمہارا خط پایا۔ دو گھڑی لوٹ پوٹ کر جواب لکھا اور ڈاک میں بھجوایا۔ یہ عرض جو
بھائی کو ہے یہی راہ سے کہ ضد صحت ہر گروہ طبع ہے ورنہ ہرگز موجب خوف و خطر نہیں میں تو بھول
گیا تھا اب بھائی کے بیان سے یاد آگیا کہ ۱۲-۱۳ برس پہلے ایک دن ناگاہ یہ حالت طاری ہو گئی تھی

وہ موسم جوانی کا تھا اور حضرت عادی بہ افیون نہ تھے تنقیہ بہ تنقیہ فوراً اور یہ اسہال بعد چند روز عمل میں
آیا۔ اب سن کہولت استعمالِ افیون مزید علیہ دورہ جلد متواتر ہوا۔ اضطراب از راہِ محبت ہے از روے
حکمت اضطراب کی کوئی وجہ نہیں نظر میں بچا حکیم امام الدین خاں وہ ٹونک میں عملی میں چالاک
حکیم احسن اللہ خاں وہ کرولی۔ رہے حکیم محمود خاں وہ ہمسایہ دیوار بدیوار حکیم غلام نجف خاں وہ دوست
قدیم صادق الولا۔ حکیم بقا کے خاندان میں دو صاحب موجود۔ تیسرے حکیم منجھلے وہ بھی شریک
ہو جائیں گے۔ اب آپ فرمائیے حکیم کون ہے۔ ہاں دو ایک ڈاکٹر باعتبار ہمقومی حکام نامور
یا کوئی ایک آدھ بید منزوی اور گمنام۔ بہرحال خاطر جمع رکھو۔ خدا کے فضل پر نظر رکھو سبحان اللہ
تم مجھ سے سفارش کرو امین الدین خاں کی کیا میرے پہلو میں دل یا میرے دل میں ایمان
جسکو محبت بھی کہتے ہیں بقدر پرپشہ و سر مو بھی نہیں معالجہ حکما کی راہ پر رہے گا۔ ندیمی اور
غمخواری میں اگر قصور کروں تو گنہگار۔ میاں ایسے موقع میں راے اطبا میں خلاف کم واقع ہوتا
ہے مرض مشخص۔ دوا معین۔ سوء مزاج سادہ نہیں مادّی ہے اور مادّہ بارد ہے۔ کوئی طبیب
سواے تنقیہ کے کوئی تدبیر نہ سوچے گا۔ تنقیہ میں سواے منضجات بلغم اور کچھ تجویز نہ کرے گا
تجویز ہے کہ دو دن کے بعد تنقیہ خاص ہو اور ایارج کا مسہل دیا جائے۔ اسما و آیات شفابخش
مقرر ہیں۔ ردِّ سحر و دفع بلا ان کے ذریعہ سے متصور ہے لیکن ان ملّاؤں اور عزائم خوانوں نے
نہ توڑ دی ہے کچھ نہیں جانتے اور باتیں بناتے ہیں۔ تمھارے باپ پر کوئی سحر کیوں کرے گا
بیچارہ الگ ایک گوشہ میں رہتا ہے کہ جب تک خاص وہاں کا قصد نہ کرے کبھی کوئی وہاں
نہ جائے۔ یہ خیال عبث۔ ہاں خیرات و مساکین سے طلب دعا اور اہل اللہ سے استمداد۔
شہر میں مساکین شمار سے باہر۔ اہل اللہ میں ایک حافظ عبد العزیز ما بخیر شما بسلامت۔
نجات کا طالب غالب۔ دن اور تاریخ اوپر لکھ آیا ہوں۔

ایضاً اقبال نشان والاشان صدرہ عزیز تر از جان مرزا علاؤالدین خاں کو دعائے درویشانہ غالب دیوانہ پہنچے۔ سال نگارش تم کو یاد ہوگا۔ میں نے دبستان فارسی کا تم کو جانشین و خلیفہ قرار دے کر ایک سجل لکھ دیا ہے۔ اب جو چار کم اسّی برس کی عمر ہوئی اور جانا کہ میری زندگی برسوں کیا بلکہ مہینوں کی نہ رہی۔ شاید بارہ مہینے جس کو ایک برس کہتے ہیں اور جیوں۔ ورنہ دو چار مہینے پانچ سات ہفتے دس بیس دن کی بات رہ گئی ہے اپنی ثبات حواس میں اپنے دستخط سے یہ توقیع تم کو لکھ دیتا ہوں کہ فن اردو میں نظماً و نثراً تم میرے جانشین ہو۔ چاہیئے کہ میرے جاننے والے جیسا مجکو جانتے تھے ویسا تمکو جانیں اور جسطرح مجکو مانتے تھے تمکو مانیں کُلُّ شَیۡءٍ هَالِكٌ وَّیَبۡقٰی وَجۡهُ رَبِّكَ ذُو الۡجَلَالِ وَالۡاِكۡرَامِ۔ یکشنبہ سلخ صفر ۱۲۸۵ ہجری۔ ۲۱ جون ۱۸۶۸ء مقام دہلی۔

بنام مرزا امیر الدین احمد خاں المدعو بہ فرخ مرزا

اے مردم چشم جہاں بین غالب۔ پہلے القاب کے معنی سمجھ لو یعنی چشم جہاں بین غالب کی پتلی چشم جہاں بین تمہارا باپ مرزا علاؤالدین خاں بہادر اور پتلی تم۔ آج میں نے تمہارا خط دیکھا مجکو بہت پسند آیا۔ اُستاد کامل نہ ہونے کے باوصف تم نے یہ کمال حاصل کیا۔ آفرین صد آفرین میں اپنے اور تمہارے پروردگار سے کہ وہ رب العالمین ہے یہ دعا مانگتا ہوں کہ تم کو زیادہ نہیں تو تمہارے باپ کی برابر علم و فضل اور تمہارے پردادا حضرت فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر جنت آرامگاہ کے برابر جاہ و جلال عنایت کرے۔ میاں تمہارے دادا نواب امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تو تمہارا دلدادہ ہوں۔ خبردار جمعہ کو اپنی صورت مجھے دکھا جایا کرو۔ والدعا۔ دیدار کا طالب غالب۔

بنام میر احمد حسین المتخلص بہ میکش

بھائی میکش آفرین۔ ہزار آفرین۔ تاریخ نے مزا دیا۔ خدا جانے وہ خرمے کس مزے کے

ہوں گے۔ جن کی تاریخ ایسی ہے دیکھو صاحب سے قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید۔ تاریخ دیکھی اُن کی
تعریف کے خرمے کھائیں گے۔ اُن کی تعریف کریں گے۔ کہیں یہ تمھارے خیال میں نہ آوے
کہ یہ حسن طلب ہے کہ ناحق تم دین محمد غریب کو دوبارہ تکلیف دو۔ ابھی روپے لے کر
آیا ہے ابھی خرمے لے کر آوے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔
اگر بفرض محال تم یوں ہی عمل میں لاؤ گے اور میاں دین محمد صاحب کے ہاتھ خرمے
بھجواؤ گے تو ہم بھی کہیں گے تازہ شد بہتر ز پارہ سے بہتر۔

ایضاً۔ میاں عجیب اتفاق ہے نہ میں تمھارے دیکھنے کو آسکتا ہوں نہ تم میرے دیکھنے
کو قدم رنجہ فرما سکتے ہو۔ وہ قدم رنجہ کہاں سے کروں سراپا رنجہ ہوں۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ
یہ تعطیل کے دن کیا ناخوش گزرے۔ یوسف مرزا سے میر سرفراز حسین سے تمھارا
حال سُن لیتا ہوں اور رنج کھاتا ہوں۔ خدا تمھارے حال پر رحم کرے اور تم کو شفا
دے۔ خواہش یہ ہے کہ ناتوانی کا عذر نہ کرو اور اپنا حال اپنے ہاتھ سے لکھو۔ والدعا۔

بنام جناب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب

خانصاحب جمیل المناقب حکیم غلام مرتضیٰ خاں صاحب کو غالب دردمند کا سلام خوب یاد
کیجیے کہ میں نے کبھی کسی امر میں آپ کو تکلیف نہیں دی۔ اب ایک طرح کی عنایت کا
سائل ہوں حامل ہذا المکتوب پنڈت جے نرائن میرا خط لے کر حاضر ہوتے ہیں ان کے
بزرگ نواب احمد بخش خاں کی سرکار میں مناصب عالیہ اور عہدہ ہائے جلیلہ
رکھتے تھے۔ اب موقع یہ آیا ہے کہ جستجوئے نوکری میں پٹیالے آتے ہیں۔
آپ کو میرے سر کی قسم جہاں تک ہو سکے سعی کر کے ان کو بموافق ان کی عزت کے

کوئی منصب کوئی عہدہ دلوا دوگے تو میں یہ جانوں گا کہ تم نے مجھے نوکر رکھوا دیا ہے بڑا احسان مند ہوں گا۔ نجات کا طالب۔ غالب۔ ۱۳ شوال سنہ ۱۲۸۱ ہجری

بنام جناب حکیم غلام رضا خاں صاحب

نور دیدہ و سرور دل و راحت جان اقبال نشان حکیم غلام رضا خاں کو غالب نیم جاں کی دعا پہنچے۔ تم سے رخصت ہو کر اور تمہیں خدا کو سونپ کر روانہ رام پور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گذر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سر چشمہ جابجا۔ آرام سے رام پور پہنچا۔ نواب صاحب حال بمقتضای الولد سر لابیہ حسن اخلاق میں نواب فردوس آرامگاہ کی برابر بلکہ بعض شیوہ و روش میں اُن سے بہتر ہیں بجرد مسند نشینی کے غلہ کا محصول یک قلم معاف کیا۔ علی بخش خاں کا مال کو تیس ہزار روپیہ بابت مطالبہ سرکاری بخش دیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہوں گا سنو صاحب میں فقیر آزادہ کیش ہوں۔ دنیا دار نہیں۔ مکار نہیں۔ خوشامد میرا شغل نہیں جس میں جو صفات دیکھتا ہوں وہ بیان کرتا ہوں۔ نواب صاحب تو گھر بیٹھے مجھے سو روپیہ مہینا دیتے ہیں تم مجھے کیا دیتے ہو جو تمہارے باب میں میرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر بمثل میرا کوئی صلبی بیٹا ایسا ہوتا جیسے تم ہو تو میں اُس کو اپنا فخر و شرف جانتا۔ علم و عقل و خُلق و صدق و سداد و حلم کے جامع۔ تورع و زہد و تقوے کے حاوی۔ علم اخلاق میں حکماے روحانی نے سعادت کے جو مدارج لکھے ہیں وہ سب تم میں پائے جاتے ہیں۔ پروردگار تم کو عمر طبعی عطا کرے اور دولت و اقبال شمار سے زیادہ ہو ان شاء اللہ کہ ہمچنیں خواہد بود۔ غالب۔

بنام جناب ماسٹر پیارے لال صاحب

شفیق مکرم بابو پیارے لال صاحب کو سلام۔ کل قصیدۂ مسودہ بابو جیندو لال صاحب کے پاس پہنچ گیا
یقین ہے کہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا۔ اور آپ مسودہ کرنے پر متوجہ ہوئے ہوں گے۔ جلدی
نہیں آپ بغور اچھی طرح تامل سے لکھیے۔ جب صاف ہو جائے گا۔ مجھے دیجیے گا۔ میں
اپنی مہر کر کے ڈاک میں بھجوا دوں گا۔ ابھی ڈپٹی کمشنر بہادر کے پاس سے آیا ہوں وہ
کہتے تھے کہ کل لارڈ صاحب آئیں گے اور پرسوں شملے کو تشریف لے جائیں گے
بطریق اطلاع آپ کو لکھا ہے یہ منظور نہیں کہ عرضی آج تیار ہو جاوے اور کل میں آپ
دوں۔ ڈاک میں ارسال کرنا منظور ہے۔ راقم اسد اللہ خاں غالب۔ ۳۰ اپریل ۱۸۶۶ء

ایضاً کیوں صاحب ہم سے ایسے خفا ہو گئے کہ ملنا بھی چھوڑا۔ خیر میری تقصیر معاف کرو
اور اگر ایسا ہی گناہِ عظیم ہے کہ کبھی نہ بخشا جائے گا تو وہ گناہ میرا مجھ پر ظاہر کرو تاکہ
میں اپنے قصور پر اطلاع پاؤں۔ برخوردار ہیرا سنگھ تمہارے پاس پہنچتا ہے اور یہ تمہارا
دست گرفتہ ہے۔ رہتک میں تم نے اسے نوکر رکھوا دیا تھا۔ خیر وہاں کی صورت
بگڑ گئی۔ اب یہ غریب بہت تباہ ہے اور امورِ معاش میں سخت دلتنگ۔ تمہیں
دستگیری کرو۔ تو یہ سنبھلے ورنہ اس کا نقشِ ہستی صفحۂ دہر سے مٹ جائے گا
والسلام۔ عنایت کا طالب۔ غالب۔

ایضاً فرزندِ ارجمند اقبال بلند بابو ماسٹر پیارے لال کو غالبِ ناتوان نیم جان کی دعا
پہنچے۔ لاہور پہنچ کر تم نے مجھے خط نہ بھیجا اس کی میں جتنی شکایت کروں بجا ہے تم
نہیں جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ میں تمہارا عاشق ہوں اور کیونکر عاشق ہوں

صورت کے تم اچھے۔ سیرت کے تم اچھے۔ شیوہ و روش کے تم اچھے۔ خالق نے خوبیاں تم میں کوٹ کوٹ کر بھردی ہیں۔ اگر میرا صلبی فرزند ایسا ہوتا تو میں اُسکو اپنا فخرِ خاندان سمجھتا اور اب تم جس قوم اور جس خاندان میں ہو۔ اُس قوم اور اُس خاندان کے ذریعۂ افتخار ہو۔ خدا تم کو سلامت رکھے اور عمر و دولت و اقبال و جاہ و جلال عطا کرے۔ میاں تم کو یاد ہے کہ میں نے تم کو سابق میں اس سے نورِ چشم مرزا یوسف علی خاں کے باب میں کچھ لکھا ہے میرے انتقالِ حواس کا حال تم جانتے ہو۔ خدا جانے اُس وقت کس خیال میں تھا اور میں کیا لکھ گیا وہ جو کچھ لکھا وہ سہل انگاری تھی اب جو کچھ لکھتا ہوں یہ راست گفتاری ہے۔ مختصر یہ یعنی مرزا یوسف علی خاں عزیز بڑے عالی خاندان اور بڑے بزرگ قوم کے ہیں۔ شاعر بھی بہت اچھے ہیں۔ شعر خوب لکھتے ہیں۔ صاحبِ استعداد ہیں۔ علم اُن کو اچھا ہے یہ بھی گویا فرقہ اہلِ علم و فضل میں سے ہیں اور ترقی کے قابل ہیں۔ نورِ چشم مولوی نصیر الدین کو میری دُعا کہنا۔ محررہ ۳۰ جنوری ۱۸۶۰ع

بنام منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر

برخوردار منشی جواہر سنگھ کو بعد دُعا کے دوامِ عمر و دولت معلوم ہو۔ خط تمھارا پہنچا۔ خیر و عافیت تمھاری معلوم ہوئی۔ قطعے جو تم کو مطلوب تھے اُس کے حصول میں جو کوشش ہیرا سنگھ نے کی ہے۔ میں تم سے کہہ نہیں سکتا۔ نری کوشش نہیں۔ روپیہ صرف کیا ۳۰ روپیہ جو تم نے بھیجے تھے وہ اور پچیس تیس روپیہ اور صرف کیئے پانچ پانچ اور چار چار اور دو دو روپیہ کو قطعے مول لیئے اور بنوائے۔ خرید میں روپیہ جُدا دیے اور بنوانے میں روپیہ جُدا لگائے۔ دوڑتا پھرا۔ حکیم صاحب پاس کئی بار جا کر حضور والا کا قطعہ لایا۔ آپ

دوڑ رہا ہے۔ ولیعہد بہادر کے متخیلی قطعہ کے واسطے یقین ہے کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آ جاوے اور بعد اس قطعہ کے ہاتھ آنے کے وہ سب کو یکجا کر کے تمہارے پاس بھیج دے گا مدد میں بھی اس کی کر رہا ہوں لیکن اس نے بڑی مشقت کی۔ آفرین صد آفرین۔ پندرہ روپیہ میں سے ایک روپیہ اپنے صرف میں نہیں لایا۔ اور یہاں کو عاجز کر کے اس سے بہت روپیہ لیے جب سب قطعہ تمہارے پاس پہنچیں گے تب اس کا حسن خدمت تم پر ظاہر ہوگا کیوں صاحب وہ ہماری لنگی اب تک کیوں نہیں آئی۔ بہت دن ہوئے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ہفتہ میں بھیجوں گا۔ والدعا۔ اسد اللہ۔

ایضاً برخوردار کامگار سعادت و اقبال نشان منشی جواہر سنگھ جوہر کو بلب گڈھ کی تحصیلداری مبارک ہو۔ پیپلی سے نوح آئے نوح سے بلب گڈھ گئے اب بلب گڈھ سے دلی آؤ گے انشاء اللہ۔ سنو صاحب حکیم مرزا جان خلف الصدق حکیم آغا جان صاحب کے تمہارے علاقہ تحصیلداری میں بصیغۂ طبابت ملازم سرکار انگریزی ہیں ان کے والد ماجد میرے پچاس برس کے دوست ہیں میں ان کو اپنے بھائی کی برابر جانتا ہوں اس صورت میں حکیم مرزا جان میرے بھتیجے اور تمہارے بھائی ہوئے لازم ہے کہ ان سے یکدل و یک رنگ رہو اور ان کے مددگار بنے رہو۔ سرکار سے یہ عہدہ بصیغۂ دوام ہے۔ تم کو کوئی نئی بات پیش کرنی نہ ہوگی۔ صرف اسی امر میں کوشش رہے کہ صورت اچھی بنی رہے۔ سرکار کی خاطر نشان رہے کہ حکیم مرزا جان ہوشیار اور کارگزار آدمی ہے۔ ۲۰ فروری سنہ ۱۸۶۳ع

بنام منشی ہیرا سنگھ صاحب

نور چشم غالب غمدیدہ منشی ہیرا سنگھ کو دعا پہنچے تمہارا خط محررہ ۱۱ جنوری پہنچا۔ دورہ کا سفر

بارے تمام ہوا اب جاڑوں کے دن آرام سے کاٹو۔ گھبراؤ نہیں۔ سال بھر پڑھائے جاؤ۔ جب لڑکا
شُدبُد سے آگاہ ہو جائے تب ڈپٹی کمشنر سے ترقی کی درخواست کرنا۔ اگر نائب تحصیلدار
ہو جاؤ گے تو رفتہ رفتہ اکسٹرا اسسٹنٹ ہونے کی گنجایش ہے۔ مدرسہ کے علاقہ میں تو
نوکر نہیں ہو جو بابو پیارے لال کو تمہاری بدلی کا اختیار ہو۔ زنہار میں اس باب میں بابو صاحب سے
نہ کہوں گا۔ اور نہ یہ خط تمہارا منشی جواہر سنگھ کو دکھلاؤں گا۔ ناحق اُلجھو کیوں۔ اس اُلجھنے سے
فائدہ کیا۔ خاطر جمع رکھو ؏ کہ رحم گر نہ کند مدعی خدا بکند ؎ میں ویسا ہی ہوں جیسا تم چھوڑ
گئے ہو۔ اور جب تک جیوں گا ایسا ہی رہوں گا۔ غالب۔ ۱۳ جنوری ۱۸۶۸ء۔

بنام منشی بہاری لال المتخلص بہ مشتاق

سعادتمند باکمال منشی بہاری لال کو بہین تاثیر دعائے غالب خستہ حال عمر و دولت و اقبال فراواں
ہو۔ منشی مَن بھاون لال تمہارے والد ماجد کا انتقال موجب رنج و ملال ہوا اگرچہ اُس رہرو
جادۂ فنا سے میری ملاقات نہ تھی لیکن تمہارے تنہا اور بے مربّی رہ جانے کا مَیں نے
بہت غم کھایا۔ خدا ان کو بخشے اور تم کو صبر عطا کرے۔ غالب ۲۶ فروری ۱۸۶۸ء

ایضاً برخوردار بہاری لال مجھکو تم سے جو محبت ہے اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ تمہارے
خال فرخ فال منشی مکند لال میرے بڑے پرانے یار ہیں خوش خو۔ شگفتہ رُو۔ بذلہ گو۔ دوسرے
تمہاری سعادتمندی اور خوبی اور حلم اور بقدر حال علم اُردو نظم و نثر میں تمہاری طبع کی روانی
اور تمہارے قلم کی گل فشانی مگر چونکہ تم کو مشاہدہ اخبار اطراف اور خود اپنے مطبع کے اخبار
کی عبارت کا شغل تحریر ہمیشہ رہتا ہے بہ تقلید انشا پردازوں کے تمہاری عبارت
میں بھی املا کی غلطیاں ہوتی ہیں میں تم کو جابجا آگاہ کرتا رہتا ہوں خدا چاہے تو

املا کی غلطی کا ملکہ بالکل زائل ہو جائے۔ مگر ہماری لال ہن نونہالِ باغِ دولت یعنی حکیم غلام رضا خاں کے دوامِ صحبت کو اپنے طالع کی یاوری سمجھو۔ یہ دانشمند ستودہ خوئے امیر نامور ہونیوالا اور مراتبِ اعلیٰ کو پہنچنے والا ہے۔ اس کی ترقی کے ضمن میں تمھاری بھی ترقی ہونے والی ہے ؎

بیا دامانِ صاحب دولتے گیر کہ مرداز صاحب دولت شود پیر

میاں سچ تو یوں ہے کہ اکمل المطابع اجمل المطابع بھی ہے۔ حکیم غلام نبی خاں منجملہ خوبان روزگار ہیں نکو خوے اور نیکو کردار ہیں۔ میر فخر الدین آزاد منش اور سعادتمند نوجوان ہیں کم گفتار اور مرنج و مرنجان ہیں تم چاروں شخص پیکر صدق و صفا و مہر و ولا کے چار عنصر ہو جہاں آفرین تم چاروں صاحبوں کو خوشنود و دل شاد اور اکمل المطابع کو با رونق اور آباد رکھے۔ غالب ۷ جون ۱۸۶۲ع

خاتمہ کتاب اُردوے معلیٰ ریختۂ کلک بلاغت انتما سخندان بےمثال معنی سنج نازک خیال شاعر نغز گوے دلاویز بیان ناثر جادو طراز و شیریں بیاں مرزا قربان علی بیگ خاں صاحب سالک شاگرد مولانا غالب مرحوم

شیدائیان شاہد دلفریب سخن ہر وقت اسکے خریدار اور شیفتگان حسن معانی ہر دم اسکے خواستگار رہتے ہیں کہ اچھا کلام جو مطبوع طبائع ناظرین خرد پیشہ اور پسند خواطر شائقین درست اندیشہ ہو میسر آئے صاحب نظران دیدہ ور جنکی آنکھیں شبستان معانی کی سیر سے سیر ہوتی ہیں شاہد ماہ پیکراں مہر تمثال سے تسلی نہیں پاتے۔ اور رنگین مشامان نکتہ پرور جنکی دماغ میں گلستان سخن کی بو بھر جاتی ہے۔ ریاحین باغ ارم کے سونگھنے کو نہیں جاتے۔ اور پھر وہ کلام اور وہ سخن جو نیّر اعظم سپہر سخنوری و ماہ منیر آسمان معنی گستری

شہسوار عرصۂ نکتہ دانی یکہ تاز میدان جادو بیانی فرمانرواے کشور نازک خیالی۔ زینت افزاے اورنگ بے مثال ناثر نثری رفعت بخش شاعر شعری رتبت چمن آرای گلستان فصاحت۔ حدیقہ پیراے خیابانِ بلاغت۔ فروغِ بزم آفرینش۔ نور دیدۂ بینش۔ استادِ یگانہ مسلم الثبوت زمانہ۔ رشک عرفی و غیرت طالب جناب استادی نجم الدولہ

دبیر الملک اسد اللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب۔

کی زبانِ معجز بیان پر آیا ہوا اور خامۂ پروین افشاں سے نکلا ہو۔ علی الخصوص یہ سفینۂ بے نظیر و مجموعۂ دلپذیر جس کا ہر حرف باعث نظارت چشم نظارگیاں اور ہر لفظ سبب تازگیٔ دیدۂ مشتاں ہے۔ ہر سطر کو دریاے موج خیز معانی اور ہر فقرہ کو گلزار ہمیشہ بہار رنگیں بیانی کہنا چاہیے۔ عبارت سے سلسبیل کی سلاست پیدا۔ مضامیں سے آب کوثر کی لطافت ہویدا۔ کمند انداز رسا ہیں گردن معانی شکار شیرینیٔ ادا پر اداے شیریں لباں نثار۔ غور کیجیے کہ فراہم آنا اس نسخہ بے بدل کا اور طبع ہونا اس کتاب بے مثل کا کیونکر غنیمت نہ سمجھا جاے۔ ناظرین کو لطف ارزانی و شائقین کو مذاق سخن کی فراوانی مبارک۔ کیونکر شکر فراہمی ادا کیا جائے۔ ہاں اے سالک اندوہگیں کیا شکر یہ کیا کلام ہے اے بے خبر گریہ و ہنگام ماتم عام ہے ؎

باید چو شمع در دل شبہا گریستن	سرگرم بودن از تہ دل باگریستن
ناسازگار جسم مرا تا گداختن	ناخوش گوار چشم مرا تا گریستن
این ہست اگر تراو[illegible] سرچشمۂ حیات	باید بخضر و مسیحا گریستن

ہنوز یہ نامہ لاجواب تمام و کمال تشریف طبع نہ پا چکا تھا کہ سپہر بے مہر نے تاریخ دوم ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری جامۂ حیات جناب مغفور و مرحوم کو چاک کیا ہے ہے آفتاب علم و کمال کو

رنج خسوف دکھایا۔ ماہتاب فضل و ہنر کو صدمۂ کسوف میں چھپایا۔

اس ستمگار سے کوئی پوچھے — تا ترا اس واقعہ سے کیا آیا

یہ سوچا کہ عالم میں تاریکی چھائیگی زمانہ کو تسکین نہ آئیگی۔ آنکھیں اشکبار دل بیقرار ہوں گے مگر

نیش عقرب نہ از پئے کین است — مقتضائے طبیعتش این است

اپنی عادت سے ناچار ہے۔ دشمنیٔ اہل کمال اسکا شعار ہے۔ کوئی مبتلائے آفت ہو۔ خواہ گرفتار مصیبت ہو
اسکو اپنی گردش کا رنگ دکھانا کسی نہ کسی یگانۂ آفاق کو نقش ہستی صفحۂ روزگار سے مٹانا۔
سخن آرائے نوحہ سرائی سے کیونکر بدل ہو۔ سخن سنجی کے عوض کبھی نالۂ پُردرد اور کبھی آہ سرد
لب پر ہے۔ کہئے جب یہ بار گران اندوہ دل پر آئے۔ دل کی مجال ہے کہ بیٹھ نہ جائے
کیسی تاریخ خاتمۂ کتاب۔ کیسا سال وفات۔ ہاں گفتگو کو مختصر کرتا ہوں اور ایک قطعہ لکھتا ہوں

قطعہ

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا — لب پہ نالوں کا اژدحام ہوا
صدمۂ مرگ حضرت غالب — سبب رنج خاص و عام ہوا
ہے یہی سال طبع سال وفات — آج اُن کا سخن تمام ہوا

تاریخ طبع حصۂ اوّل اُردوی مُعلّی
طبعزاد منشی جواہر سنگھ صاحب جوہر تخلص

چو اردوے معلی گشت تالیف — ہمانا یک جہاں گردید طالب
پئے سال مسیحائی طبعش — بگو جوہر خجستہ اردوے غالب

اعلان

العبد سید عبدالسلام ابن سید محمد معظم پروپرائٹر مطبع فاروقی دہلے